العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاویٰ رضویہ

۲۲

امام اہلسنّت مجدّدِ دین و ملّت اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا فاؤنڈیشن

لاہور، پاکستان

Contents

اجمالی فہرست 4
پیش لفظ 5
کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم 8
بائیسویں جلد 9
فہرست مضامین مفصّل 11
فہرست ضمنی مسائل 69
ظروف وزیورات 111
انگوٹھی سونے، چاندی، تابنے، پیتل اور لوہے وغیرہ کے استعمال سے متعلق مسائل 111
رسالہ 131
الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز ۱۳۰۹ھ 131
(سونے اور چاندی کی اشیاء کو استعمال کرنے کے بارے میں مزیدار مختصر کلام 131
لباس ووضع وقطع 155
لحاف، توشک، عمامہ، ٹوپی، جوتے، وضع وقطع اور رنگ وغیرہ سے متعلق 155
دیکھنا اور چھونا 201
پردہ، حجاب، ستر عورت، زناء، مُشت زنی، دیوثی، خلوت اور بلوغ وغیرہ سے متعلق 201
رسالہ مروج النجاء لخروج النساء ۱۳۱۶ھ (عورتوں کے نکلنے کے بارے میں خلاصی کی چراگاہیں) 221
سلام وتحیت وتعظیم سادات 251
مصافحہ، معانقہ، بوسہ دست وپاوقبر، طواف قبر اور سجدہ تعظیمی وغیرہ 251
رسالہ 269
صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین ۱۳۰۶ھ 269
(دونوں ہتھیلیوں سے مصافحہ ہونے میں چاندی کی تختیاں) 269
رسالہ 341

ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال ۱۳۰۸ھ 341
(بوسہ تعظیمی کے مستحسن ہونے میں درست ترین کلام) 341
الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ ۱۳۳۷ھ (سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے کے بارے میں پاکیزہ مکھن) 425
فصل اول: قرآن کریم سے سجدۂ تحیت کی تحریم 432
فصل دوم: چالیس حدیثوں سے تحریم سجدۂ تحیّت کا ثبوت 437
فصل سوم: ڈیڑھ سو ۱۵۰ نصوص فقہ سے سجدہ تحیت کے حرام ہونے کا ثبوت 458
حواشی 538
داڑھی وحلق وقصر وختنہ وحجامت 571
داڑھی، مونچھ، سر وغیرہ کے بالوں، ختنہ اور ناخن وغیرہ سے متعلق مسائل 571
رسالہ 607
لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی ۱۳۱۵ھ 607
(چاشت کی روشنی میں داڑھیاں بڑھانے میں) 607
خاتمہ 674
جدول ان سزاؤں وعیدوں مذمتوں کی جو داڑھی منڈانے کتروانے والوں کے حق میں آیات واحادیث ونصوص مذکورہ سے ثابت ہیں 675

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُّفَقِّھۡہُ فِی الدِّیۡنِ (الحدیث)

اَلۡعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الۡفَتَاوٰی الرِّضۡوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۲

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ـــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب ________ فتاوی رضویہ جلد ۲۲
تصنیف ________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی عبارات ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیبِ فہرست ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج وتصحیح ________ مولانا نظیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ، مولانا غلام حسین
باہتمام وسرپرستی ________ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان
کتابت ________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ ________ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات ________ ۶۹۲
اشاعت ________ جمادی الاخرٰی ۱۴۲۳ھ / اگست ۲۰۰۲ء
مطبع ________
ناشر ________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت ________

ملنے کے پتے

* مکتبہ اہلسنّت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ ضیائیہ، بوھڑ بازار، راولپنڈی
* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

○ پیش لفظ ____ ۵

ظروف وزیورات ____ ۱۱۱

لباس ووضع قطع ____ ۱۱۵

دیکھنااور چھونا ____ ۲۰۱

سلام وتحیت وتعظیم سادات ____ ۲۵۱

داڑھی، حلق وقصر، ختنہ وحجامت ____ ۵۷۱

فہرست رسائل

○ الطیب الوجیز ____ ۱۳۱

○ مروج النجا ____ ۲۲۱

○ صفائح اللجین ____ ۲۶۹

○ ابر المقال ____ ۳۴۱

○ الزبدۃ الزکیہ ____ ۴۲۵

○ لمعۃ الضحی ____ ۶۰۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلحضرت امام المسلمین مولانا شاہ احمد رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضافاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج وترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کاآغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ /مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا۔ اور بفضلہ تعالٰی جل مجدہ وبعنایت رسول الکریم تقریبًا بارہ ۱۲ سال کے مختصر عرصہ میں بائیسویں ۲۲ جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ کتاب الصلٰوۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب لامانات، کتاب العاریہ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعۃ، کتاب القسمۃ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ اور کتاب الحظر والاباحۃ کے حصول اول پر مشتمل اکیس ۲۱ جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات، اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے۔

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ ____ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ ____ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ ____ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ ____ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ____ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	کتاب الصلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ ____ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	کتاب الصلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ ____ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	کتاب الصلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ ____ جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ ____ اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ ____ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ ____ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ ____ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ ____ مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ ____ ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	کتاب السیر (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ ____ اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ ____ ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعد ۱۴۲۰ ____ فروری ۲۰۰۰	۷۲۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء و الدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ ____ جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربۃ، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارۃ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

۲۰	کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۳۳۴	۳	صفر المظفر ____ ۱۴۲۲ ____ مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ اول)	۲۹۱	۹	ربیع الاوّل ____ ۱۴۲۳ ____ مئی ۲۰۰۲	۶۷۶

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف ومتداول فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضافاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس ۲۰ جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلی محسن اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ واستفسار کے بعد اراکین ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابواب فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے، عام طور پر فقہ وفتاوٰی رضویہ کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیۃ پر ہوا لہٰذا اکیسویں جلد سے مسائل حظر واباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیق انیق کو انتہا قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کررہے ہیں۔

یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم جلد میں کتاب الحظر والاباحۃ کے عنوان پر مشتمل جلد جس کی مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی بمبئی نے جلد نہم کے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء وانتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق منتشر طور پر مذکور ہیں اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات ومسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی۔ لہٰذا اس کی ترتیب وتبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا۔ راقم نے متوکلا علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالٰی کے فضل وکرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نظر عنایت اور اعلحضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی تسرف وکرامت کے صدقے میں توقع سے بھی کم وقت میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ الحمدُللہ علی ذٰلک۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیب میں ہم نے جن امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) حظرواباحت سے متعلق فتاوٰی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے اعتبار سے یکجا بتویب کردی ہے۔
(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلق باب کے تحت درج کیا ہے۔
(ج) فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظروالاباحۃ میں شامل مسائل کو ان کے عنوانات کے مطاب متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔
(د) رسائل کی ابتداء وانتہاء کو ممتاز کیا ہے۔
(ھ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔
(و) جن رسائل کے مندرجہات ومشمولات یکجانہ تھے ان کو اکٹھا کردیا ہے۔
(ز) حظرواباحت سے متعلقہ بعض رسائل اعلیحضرت جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے ان کو بھی مناسب جگہ پر شامل اشاعت کردیا ہے۔
(ح) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب سابق ترتیب سے مختلف ہوگئی، لہذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔
(ط) جلد ہذا میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی۔
(ی) اعلحضرت رحمۃاللہ تعالٰی علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحر علمی کے پیش نظر ایسے مسائل بھی زیر بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہوسکتے ایسے مسائل کے لئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظروالاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاوٰی نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے پوری "کتاب الحظروالاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول ومعقول، فاضل جلیل، محقق شہیر، مصنف کتب کثیرہ، فخر المدرسین حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالسبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث (کھلابٹ، ہزارہ) کے صاحبزادے اور اساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں فارغ التحصیل ہوتے ہی

درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے اور یہاں سالہا سال آپ نے اہلسنت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دئے، آپ کے آباء واجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبدالسبحان صاحب اور برادر اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف ارباب علم میں معروف ہیں۔ مناظرہ ورد بدمذہبیاں خصوصا رد وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہل سنت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

بائیسویں جلد

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا دوسرا حصہ ہے جو ۲۴۱ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۹۲ صفحات پر مشتمل ہے اس جلد میں بنیادی طور پر جن پانچ ابواب سے متعلق مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) ظروف وزیورات

(۲) لباس ووضع قطع

(۳) دیکھنا اور چھونا

(۴) سلام وتحیت وتعظیم سادات

(۵) داڑھی، حلق وقصر، ختنہ وحجامت

دیگر کئی ایک ابواب سے مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہٰذا راقم الحروف نے مسائل ورسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی ایک فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کردی ہے نیز اس جلد میں شامل پانچ پر مستقل ابواب سے مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے، تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی مفصل فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کردی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقّت ابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل چھ رسائل بھی اسی جلد کی زینت ہیں:

(۱) الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (۱۳۳۷ھ)

سجدۂ تعظیمی کی حرمت کا مفصل بیان اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل وبراہین

(۲) لمعة الضحی فی اعفاء اللحی (۱۳۱۵ھ)

داڑھی کے وجوب، اس کی حد اور اس کو کتروانے یا منڈانے کی مذمت کا مدلل بیان

(۳) الطیب الوجیز فی امتعة الورث والابریز (۱۳۰۹ھ)

مرد وعورت کون سی دھاتیں کس وزن تک استعمال کرسکتے ہیں نیز ان کا مدار جوتے اور ٹوپی کی حد جواز کا بیان

(۴) مروج النجاء لخروج النساء (۱۳۱۵ھ)

عورتوں کے شرم پردہ کے احکام۔

(۵) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (۱۳۰۶ھ)

اس بات کا ثبوت کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہئے۔

(۶) ابر المقال فی قبلة الاجلال (۱۳۰۸ھ)

بوسۂ تعظیمی کے جواز کا بیان

ان میں سے مقدم الذکر دو ۲ رسالے پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحة میں شامل تھے جبکہ چار رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔

O

جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ — حافظ محمد عبدالستار سعیدی

اگست ۲۰۰۲ء — ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

فہرست مضامین مفصّل

ظروف وزیورات		شرع مطہر نے سونے، چاندی کی اباحت اصلیہ کو منسوخ فرمادیا۔	۱۱۲
(انگوٹھی، سونے، چاندی، پیتل اور لوہے وغیرہ کی اشیاء کا استعمال)	۱۱۱	اقول ثانیًا۔	۱۱۲
کرتوں اور صدریوں وغیرہ میں چاندی کے بوتام لگانے سے متعلق سوال۔	۱۱۱	بوتاموں کے ساتھ زنجیریں لگانے سے تزین و تحلی مقصود ہوتا ہے جو مرد کو ناجائز ہے۔	۱۱۲
چاندی کے صرف بوتام ٹانکنے میں حرج نہیں۔	۱۱۱	مرد کے لئے چاندی کی چند چیزوں کا استعمال حرمت سے مستثنٰی ہے۔	۱۱۲
سونے کی گھنڈیوں کی اجازت سے متعلق تصریح فقہاء۔	۱۱۱	اقول ثالثًا۔	۱۱۲
گھنڈی اور بوتام ایک ہی چیز صرف صورت کا فرق ہے۔	۱۱۲	محرمات میں شبہہ مثل یقین ہے۔	۱۱۲
چاندی کی زنجیریں جو بوتاموں کے ساتھ لگائی جاتی ہیں سخت محل نظر ہیں۔	۱۱۲	ریشم کا لبس یعنی پہننا، اوڑھنا اور جس امر میں ان کی مشابہت ہو ممنوع ہے باقی تمام طرق استعمال روا ہیں۔	۱۱۳
سونے اور چاندی کے استعمال میں اصل حرمت ہے۔	۱۱۲	چاندی کی زنجیروں کو چاندی کے کام پر قیاس کرنا درست نہیں کہ دونوں میں فرق بدیہی ہے۔	۱۱۳

مرد کو ریشمی کمر بند ناروا ہے۔	۱۱۳	طیلساں کو گرہ لگانے سے محرم پر دم واجب ہوتا ہے جب پورا دن گرہ لگائے رکھے۔	۱۱۹
چاندی کے پتر کے استعمال سے متعلق ایک حدیث پر گفتگو۔	۱۱۴	زر الطیلساں کا لغوی معنی	۱۱۹
حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا جبہ پہنا جس کے گریبان اور آستینوں اور چاکوں پر ریشم کی خیاطت تھی۔	۱۱۴	حقیقت اصل ہے اور بلا ضرورت مجاز کی طرف عدول جائز نہیں۔	۱۲۰
علی بند اور پری بند نامی خاص زیور کے بارے میں سوال اور اس کا جواب۔	۱۱۵	دوم (دوسرا فائدہ)	۱۲۰
کانچ کی چوڑیاں عورتوں کے لئے جائز بلکہ شوہر کے لئے سنگھار کی نیت سے مستحب ہے اور اگر شوہر یا والدین کا حکم ہو تو جواب ہیں۔	۱۱۵	لفظ ذھب منسوج و حجر دونوں کو شامل ہے۔	۱۲۰
مولوی عبدالرحمٰن صاحب گولڑوی کا گھنڈی اور سیم وزر کے بٹنوں سے متعلق ایک علمی سوال۔	۱۱۶	لفظ ذھب حجر میں حقیقت اور کلابتوں پر اس کا استعمال از قبیل تسمیۃ الکل باسم الجزء ہے۔	۱۲۰
قمیص کا گریبان ریشمی ہو یا اس کے بٹن ریشمی ہوں یا سونے کے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔	۱۱۷	تکمہ فارسی میں زر کا ترجمہ ہے جسے عربی میں زیر، دجہ، جوزہ، جویزہ اور حبہ بھی کہتے ہیں۔	۱۲۱
مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے چند قابل لحاظ فوائد کا ذکر۔	۱۱۷	وہ حلقہ جسے اردو میں تکمہ بولتے ہیں فارسی میں انگلہ اور عربی میں عروہ وعلہ ہے۔	۱۲۱
اول (پہلا فائدہ)	۱۱۷	سوم (تیسرا فائدہ)	۱۲۱
زر کے لئے کپڑے میں سلا ہونا ضروری نہیں بلکہ مخیط و مربوط ومغروز ومرکوز سب کو عام ہے۔	۱۱۷	بٹن بھی گھنڈیوں کی طرح تابع ہیں کہ علماء نے مطلقًا زر کو تابع بتایا اور زرا نھیں شامل ہیں۔	۱۲۱
زر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۱۱۷	معنی تابع پر بحث۔	۱۲۱
ملحہ جرمی کے شعر میں واقع لفظ قبطریہ اور لفظ علاقہ کی لغوی تحقیق۔	۱۱۸	تابع کی متبوع سے معیت چاہئے نہ کہ خود اجناس مختلفہ سے ترکب۔	۱۲۱
محرم بحالت احرام طیلساں یعنی بڑی چادر اوڑھ سکتا ہے مگر اس کو گرہ لگانا ممنوع ہے۔	۱۱۹		

انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیل جائز ہے۔	۱۲۱	عورت کو زیور پہن کر نماز پڑھنے کا حکم۔	۱۲۷
جبہ وغیرہ میں ریشم کا ابرہ یا استر مرد کو ناجائز ہے اور اس کے اند ریشم کا حشو جائز ہے۔	۱۲۱	عورت کا بے زیور نماز پڑھنا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی نظر میں۔	۱۲۸
چہارم (چوتھا فائدہ)	۱۲۲	بجنے والا زیور عورت کو کب جائز ہے۔	۱۲۸
حلی کا لغوی معنی	۱۲۳	آیہ کریمہ ولا یضربن بارجلھن الخ کی تفسیر۔	۱۲۹
سونے کی تاروں سے منقش مزین کپڑا مرد کے لئے کس قدر جائز ہے۔	۱۲۳	لوہے اور پیتل کا زیور مسلمان کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔	۱۲۹
پنجم (پانچواں فائدہ)	۱۲۳	کانسہ کے برتن میں حرج نہیں اور اس کا زیور پہننا مکروہ ہے۔	۱۲۹
ششم (چھٹا فائدہ)	۱۲۴	سونے کی گھڑی جیب میں ہو تو نماز میں حرج نہیں۔	۱۲۹
ہفتم (ساتواں فائدہ)	۱۲۵	مرد وعورت دونوں کو سونے یا چاندی کی گھڑی میں وقت دیکھنا حرام ہے۔	۱۲۹
سونے چاندی کی زنجیروں کے عدم جواز کی دلیل۔	۱۲۵	جن اشیاء پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہو مرد اس کو استعمال کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ شے فی نفسہٖ ممنوع نہ ہو۔	۱۲۹
عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز بلکہ شوہر کے لئے سنگھار کرنا باعث اجر عظیم ہے۔	۱۲۶	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تانبے اور پیتل کے برتنوں میں کھانا ثابت نہیں۔ مٹی یا کاٹھ کے برتن تھے۔ اور پانی کے لئے مشکیزے۔	۱۲۹
دلھن کو سجانا سنت قدیمہ ہے۔	۱۲۶	سونے یا چاندی کی منہال حرام ہے باقی چیزوں یعنی لوہے، پیتل، جست اور یشب وغیرہ پتھروں کی منہال میں حرج نہیں۔	۱۳۰
کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگنیاں آئیں سنت ہے۔	۱۲۶	لڑکیوں کے زیور کے لئے کان چھدوانے کا کوئی خاص حصہ مقرر نہیں البتہ مشابہت کفار سے بچنا ضروری ہے۔	۱۳۰
قدرت کے باجود عورت کا بے زیور رہنا مکروہ ہے۔	۱۲۷	عورتوں کے لئے ناک کا پھول پہننے میں دائیں یا بائیں جہت کی شرعا کوئی تخصیص نہیں۔	۱۳۰
ایک حدیث میں وارد لفظ تعطّر کے معنی کی تحقیق۔	۱۲۷		

تانبہ، پیتل، لوہا اور کانسہ تو عورت کو پہننا بھی ممنوع ہے اس سے نماز بھی مکروہ ہوگی۔	۱۳۰	سیم وزر کے چراغ میں فتیلہ روشن کرنا ممنوع ہے اگرچہ روشنی لینا مقصود نہ ہو۔	۱۴۶
چاندی کا چھلا عورتیں پہن سکتی ہیں مرد نہیں۔	۱۳۰	مردوں کو چاندی کا چھلا ہاتھ یا پاؤں میں پہننا حرام ہے۔	۱۴۷
مکروہ چیز پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	۱۳۰	چاندی کی انگوٹھی بے ضرورت مہر کے لئے پہننا کیسا ہے۔	۱۴۸
مسجد میں امام کو پاؤں دبوانے میں کوئی حرج نہیں۔	۱۳۰	جھوٹے کام کا جوتا پہننا مرد و زن کے لئے مکروہ ہے۔	۱۵۰
○ رسالہ **الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز** (مرد اور عورت کون کونسی دھاتیں اور کس وزن تک استعمال کرسکتے ہیں اور کامدار جوتے ٹوپی وغیرہ کے استعمال کی حد جواز کیا ہے۔)	۱۳۱	سونے، چاندی، گلٹ اور ریشم کی چین گھڑی میں لگانا اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔	۱۵۲
انگرکھے اور کرتے میں چاندی سونے کے بوتام بے زنجیر کے لگانے جائز ہیں،	۱۳۱	جس ٹوپی پر ریشم کا کام ہو تو اس کا پہننا جائز ہے یا ناجائز۔	۱۵۲
سونے چاندی کا استعمال مرد کے لئے مطلقًا حرام ہے۔	۱۳۲	ریشم کا ازار بند استعمال کرنا مرد کے لئے ناجائز ہے اور ناجائز کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔	۱۵۳
چودہ صورتوں میں مرد کے لئے سونے چاندی کا استعمال جائز ہے۔	۱۳۲	لوہے۔ پیتل اور تانبے وغیرہ کا چھلا اور زیور عورتوں کے لئے بھی ناجائز ہے چہ جائیکہ مردوں کے لئے۔	۱۵۳
فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتا پہننا گناہ اور درزی اور موچی کو ایسے کپڑے اور جوتے سینا مکروہ ہے۔	۱۳۷	**لباس وضع وقطع**	
مرد کے لئے شرعًا کیسی انگوٹھی جائز اور کیسی ناجائز ہے۔	۱۴۱	(لحاف توشک، عمامہ، ٹوپی، جوتا، وضع وقطع، رنگ وغیرہ)	۱۵۵
سونے اور چاندی کی گھڑیاں رکھنا ممنوع ہے۔	۱۴۵	ریشمی کپڑا پہننا مرد کو حرام ہے حدیث میں اس پر شدید وعیدیں وارد ہیں۔	۱۵۵

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں میں سونا لے کر ارشاد فرمایا دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔	۱۵۷	غرارہ پہننا مردوں کے لئے ناجائز ہے۔	۱۶۱
دو طرح کے مروج و مستعمل پائجاموں کی بابت سوال کہ ان میں سے کون سا افضل واستر ہے۔	۱۵۷	کلیوں دار پائچے ہندوستان میں خاص لباس عورت ہیں۔	۱۶۱
اصل سنت ہے مستمرہ فعلیہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازار یعنی تہبند ہے۔	۱۵۸	مسلمان مردوں کو عورتوں سے اور نقال و فساق بد وضع مردوں سے مشابہت حرام ہے۔	۱۶۱
حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے پائجامہ پہننے سے متعلق حدیث بشدت ضعیف ہے۔	۱۵۸	ٹخنوں سے نیچے لٹکتے ہوئے پائچے اگر براہ تکبر ہوں تو حرام ورنہ مردوں کے لئے مکروہ وخلاف اولٰی ہیں۔	۱۶۱
نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پائجامہ خریدنا بسند صحیح ثابت ہے۔	۱۵۸	پائچے بالکل گھٹنوں کے قریب تک رکھنا جہال وہابیہ کی اختراعی ہے۔	۱۶۱
صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم زمانہ اقدس میں باذن اقدس پاجامہ پہنتے تھے۔	۱۵۹	شرع مطہر کی عادت کریمہ اور ایک مفید قاعدہ کلیہ۔	۱۶۱
امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ روز شہادت پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔	۱۵۹	مرد کے لئے ازار یا پائنچے کو نیم ساق تک رکھنا عزیمت اور کعبین تک رخصت ہے۔	۱۶۲
اللہ تعالٰی سے شرف کلام کے وقت حضرت موسٰی علیہ السلام اونی چادر، جبہ اور پائجامہ پہنے ہوئے تھے۔	۱۵۹	اتنا چست لباس کہ اعضاء کی بناوٹ ظاہر ہو ممنوع ہے۔	۱۶۳
سب سے پہلے پاجامہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام نے پہنا۔	۱۵۹	حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عورتوں کے لباس سے متعلق پیشگوئی پر مشتمل کی ایک تشریح۔	۱۶۳
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور مردوں کو تاکید فرمائی کہ خود بھی پہنو اور عورتوں کو بھی پہناؤ کہ اس میں ستر زیادہ ہے۔	۱۶۰	لباس میں ملبوس عورت کو دیکھنا کب جائز ہے اور کب ناجائز ہے۔	۱۶۳
متعدد سندوں اور طرق کی وجہ سے بسا اوقات ضعیف حدیث قوی ہوجاتی ہے۔	۱۶۰	ٹخنوں سے نیچے پائچے رکھنا مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟	۱۶۴
پاجامہ پہننا بلاشبہہ مستحب بلکہ سنت ہے۔	۱۶۰		

بطور عجب و تکبر ٹخنوں سے کپڑا نیچے لٹکانے والے مرد کے لئے حدیث میں سخت وعید۔	۱۶۴	آدمی کو بد وضع لوگوں کی وضع سے بھی بچنے کا حکم ہے۔	۱۷۲
اسبال اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے۔	۱۶۶	موچی اور درزی کو فاسقوں کی وضع کے جوتے اور کپڑے سینے جائز نہیں اگرچہ اس کی اجرت زیادہ ملتی ہو۔	۱۷۲
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تہبند شریف۔	۱۶۶	ایڑی والی مردانہ جوتی عورتوں کو پہننا ناجائز ہے۔	۱۷۳
تین مبغوض و مغضوب اشخاص۔	۱۶۷	احادیث کریمہ سے مسئلہ کی تائید۔	۱۷۳
اسبال اگر براہِ عجب و تکبر ہے تو حرام ورنہ مکروہ وخلاف اولٰی نہ حرام و مستحق وعید۔	۱۶۷	عورتوں کی طرح مرد کو بال گوندنا مکروہ ہے۔	۱۷۴
ممنوع اسبال وہ ہے جو جانب کعبین سے ہو پنچہ کی جانب سے اگر پائچے پشت پاپر ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں اس طرح کا اسبال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بلکہ خود سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔	۱۶۷	محمد بن سلیمان بن حبیب اسدی (تصغیر کے ساتھ) دسویں طبقے کا معتبر راوی ہے۔	۱۷۴
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ازار مبارک اکثر نصف ساق تک ہوتا تھا۔	۱۶۸	ٹوپی سچی یا جھوٹی سلمہ ستاروں یا ریشم کی شرعا کیسی ہے۔	۱۷۵
نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قمیص مبارک نیم ساق تک تھی اور کم طول بھی وارد ہے، گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا، دامن کے چاک کھلے ہوتے اور ان پر ریشمی کپڑے کے گوٹ تھی، اس زمانے میں گھنڈی تکمے ہوتے تھے، بٹن ثابت نہیں۔ رنگ سبز وسرخ بھی ثابت ہے اور محبوب تر سفید ہے۔	۱۷۰	ریشمی رومال ہاتھ میں لینا، جیب میں ڈالنا اور اس سے منہ پونچھنا جائز بلکہ کندھے پر ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔	۱۷۵
حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمامہ اقدس کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ تھا۔	۱۷۱	ریشم کے بارے میں ضابطہ	۱۷۵
بلاوجہ شرعی قوم کے عرف وعارف سے خروج مکروہ ہے۔	۱۷۱	ریشم کا صرف پہننا مرد کو ممنوع ہے نہ کہ باقی طرق استعمال۔	۱۷۶
چوڑی دار پائجامہ پہننا، بوتام لگا کر پنڈلیوں سے چمٹانا اور اس کو شرعی پاجامہ کہنا کیسا ہے۔	۱۷۲		

ریشمی جائے نماز پر نماز پڑھنا جائز ہے۔	۱۷۶	انگریزی ہیٹ اور پتلون پہننا کیسا ہے۔	۱۸۴
ریشمی کپڑا بیچنا اور بیچنے کے لئے کندھے پر اٹھانا جائز ہے۔	۱۷۶	لباس کے بارے میں اصل کلی۔	۱۸۴
پارچہ رینڈی کے بارے میں سوال کہ یہ از قسم حریر ہے یا نہیں۔	۱۷۷	کس کس رنگ کے کپڑے پہننے جائز ہے اور کون سے ناجائز ہیں۔	۱۸۵
ٹسر نامی کپڑے کے بارے میں سوال جو چمک و ملائمت میں ریشم سے کمتر ہوتا ہے۔	۱۷۹	لباس کون سا مسنون اور کونسا خلاف سنت ہے۔	۱۸۶
ریشم اور ٹسر کی تعریف۔	۱۷۹	عمامہ میں سنت یہ ہے کہ اڑھائی گز سے کم اور چھ گز سے زائد نہ ہو اور اس کی بندش گنبدی نما ہو۔	۱۸۶
اصل اشیاء میں اباحت ہے۔	۱۸۰	اعتجار مکروہ ہے۔	۱۸۷
جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔	۱۸۰	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہبند باندھا، پاجامہ خریدنا اور اس کی تعریف کرنا ثابت ہے مگر پہننا ثابت نہیں۔	۱۸۷
ضابطہ کی تائید قرآن مجید اور اقوال ائمہ سے۔	۱۸۰	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کرتہ مبارک میں بٹن ثابت نہیں چاک دونوں طرف تھے اور گریبان سینہ اقدس پر تھا۔	۱۸۷
حریر شرعا اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کیڑے کے لعاب سے بنایا جاتا ہے۔	۱۸۱	زرد رنگ کا کپڑا پہننا مرد کو خصوصا عالم کو کیسا ہے۔	۱۸۷
جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحت اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں۔	۱۸۱	خالص ریشمی رومال اگر ہاتھ میں لینے کا ہے تو مرد استعمال کرسکتا ہے اور اگر اوڑھنے کا ہے تو نہیں کرسکتا۔	۱۸۸
شملہ کہاں تک رکھنا مسنون اور کہاں تک مباح اور کہاں تک ممنوع وحرام ہے۔	۱۸۲	کمخواب یا مخمل اگر سوتی ہو تو مرد کو جائز ہے اور ریشمی ہو تو ناجائز ہے۔	۱۸۸
شملہ کی چھ قسمیں ہیں۔	۱۸۲	عورت خاوند کو اپنے ساتھ لٹا کر ریشمی لحاف یا چادر اس کو اوڑھادے تو ناجائز ہے۔	۱۸۸
زعفران اور کسم اگر دوسرے رنگوں میں تھوڑے سے شامل کردئے جائیں تو جائز ہے یا نہیں۔	۱۸۳	مرد کو ریشمی مخمل ناجائز ہے اور سوتی جائز ہے۔	۱۸۸
نیا کپڑا یا جوتا استعمال کرنے پر کیا پڑھے اور کون سے روز استعمال کرے درزی کو سلنے کے لئے کس روز دے۔	۱۸۴	عورت کو پاجامہ ٹخنا کھول کر پہننا چاہئے یا ڈھانک کر۔	۱۸۸

مرد وعورت کے لئے کونسا لباس سنت اور کون ساخلاف سنت ہے۔	۱۸۹	زرد جوتا مورث سرورفرحت ہے۔	۱۹۶
لباس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس میں تین امور کا لحاظ رکھا جائے (۱)اس کی اصل حلال ہو۔ (۲) رعایت ستر (۳) لحاظ وضع۔	۱۸۹	قرآنی آیت سے زرد جوتے کے باعث سرور ہونے پر استدلال۔	۱۹۶
ہندوؤں کا زنار اور نصارٰی کا ہیٹ استعمال کرنا کفر ہے۔	۱۹۰	سرخ رنگ کے بال میں احادیث نہی واحادیث جواز میں تطبیق۔	۱۹۷
اچکن، چپکن اور شیروانی نئی تراش کے لباس ہیں۔	۱۹۱	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سرخ جوڑا پہننا بیان جواز کے لئے ہے۔	۱۹۷
عادت میں جدت ممنوع نہیں۔	۱۹۱	دستار باندھنے کا طریقہ مسنونہ۔	۱۹۸
دھوتی کہ لباس ہنود ہے ممنوع ہے۔	۱۹۲	دوشملے رکھنا سنت ہے۔	۱۹۹
کوٹ پتلون ممنوع ہے۔	۱۹۲	ضمیمہ لباس ووضع قطع	
ترکی ٹوپی کی ابتداء نیچریوں سے ہوئی۔	۱۹۲	جبہ وغیرہ میں ریشم کا ابرہ یا استر مرد کو ناجائز اور اس کے اندر ریشم کا حشو جائز ہے۔	۱۲۱
کفار وفساق کی وضع مخصوص سے احتراز لازم ہے۔	۱۹۳	سونے کی تاروں سے منقش مزین کپڑا مرد کے لئے کس قدر جائز ہے۔	۱۲۳
ایسا لباس پہننا جس سے مسلمان وکافر میں فرق نہ رہے حرام بلکہ کئی صورتوں میں کفر ہے۔	۱۹۳	**دیکھنا اور چھونا**	
جاپانی اور ولایتی سلک کے کپڑے پہننا مرد اور عورت کے لئے جائز ہیں یا نہیں۔	۱۹۴	(پردہ ستر عورت، زنا، مشت زنی، دیوثی، خلوت، بلوغ وغیرہ)	۲۰۱
کون سا مخمل مرد کے لئے جائز ہے اور کون سا ناجائز ہے۔	۱۹۴	جیسے مرد کے لئے غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح عورت کے لئے غیر مرد کی طرف نظر کرنا بھی حرام ہے۔	۲۰۱
مرد کو سرخ اور زرد رنگ کے کپڑے پہننے کی اجازت ہے یا نہیں۔	۱۹۴	مشت زنی فعل ناپاک وحرام ہے حدیث میں اس پر لعنت آتی ہے۔	۲۰۲
معصفر ومزعفر کا معنی۔	۱۹۶		

عدم حرمت مشت زنی کے لئے تین شرائط، سر عام ستر عورت کی خلاف ورزی کرنیوالے فاسق فاجر و لعنتی ہے۔	۲۰۳	علانیہ فاحشہ زانیہ عورتوں کے مرد دیوث ہیں۔	۲۰۹
ستر غلیظ کھول کر بلاوجہ سب کے سامنے آنے والا سخت تعزیر کا مستحق ہے۔	۲۰۳	تین شخص جنت میں نہ جائیں گے دیوث، مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی۔	۲۰۹
فاحشہ مسلمان عورت سے دوسری مسلمان عورتوں کو پردے کا حکم ہے اگرچہ حقیقی بہن ہو۔	۲۰۴	والدین کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا۔	۲۱۰
صحبت بد سے برا اثر پڑتے معلوم نہیں ہوتا، جب پڑ جاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدرے دشوار ہے لہٰذا امان وسلامت جدا رہنے میں ہے۔	۲۰۵	بدکار عورتوں اور دیوث مردوں سے دوستی رکھنے والے قیامت میں انہی کے ساتھ اٹھیں گے۔	۲۱۰
یار بد بدتر بود از مار بد۔	۲۰۵	روز حشر میں ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ اٹھے گا۔	۲۱۰
پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر کا حکم یکساں ہے۔	۲۰۵	بنی اسرائیل میں پہلی خرابی کیسے آئی۔	۲۱۱
اجنبی جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی پیر وغیرہ کے سامنے آنا منع ہے اور بڑھیا کے لئے مشروط اجازت ہے۔	۲۰۵	فاسقوں کے ساتھ کھانے پینے کا اثر۔	۲۱۱
اپنے پیر و مرشد کے پاؤں چومنا درست ہے۔	۲۰۶	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کا وبال۔	۲۱۱
عورت کب اذن شوہر کے بغیر کسی عارف کامل سے شرف بیعت حاصل کرنے اور علم دین وراہ سلوک سیکھنے جاسکتی ہے اور کب نہیں۔	۲۰۷	بدمذہبوں اور فاسقوں سے مجالست و مواکلت ممتنع ہے۔	۲۱۲
شوہر بیوی کو بلا ضرورت شرعی باہر جانے کی اجازت دے تو دونوں گنہگار ہیں۔	۲۰۸	یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی۔	۲۱۲
غیر منکوحہ عورت سے مرد کا کون سی خدمت کن شرائط کے ساتھ لینا جائز ہے۔	۲۰۸	بروں کے ساتھ اچھوں کی ہلاکت کیوں۔	۲۱۲
جوان اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔	۲۰۸	بد مذہب مستحق تذلیل ہیں لہٰذا نماز کی امامت نہیں کراسکتے کیونکہ امامت اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے۔	۲۱۲
طوائفوں اور ان کے مردوں سے میل جول ان کو اپنی تقریبات میں بلانا اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے کرنا نہایت شنیع و ناپاک و باعث عذاب ہے۔	۲۰۹		

فاسق کی امامت ممنوع ہے۔	۲۱۲	فحش گوئی کرنے والا منحوس ہے۔	۲۱۵
عورت کی فطرت وخصلت۔	۲۱۲	بدزبان وبے حیاء کے نسب میں خلل ہوتا ہے۔	۲۱۵
صحبت بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا ہے۔	۲۱۲	بچپن کی عادت کم چھوٹتی ہے۔	۲۱۵
اچھی اور بری صحبت کے اثر سے متعلق ایک حکمت بھری حدیث بطور تمثیل۔	۲۱۳	والدین اور بہنوں کی موجودگی میں مکاں کی ایک کوٹھڑی میں اجنبیہ عورت سے خلوت وزناء کاری کیسی ہے۔	۲۱۶
فحش گیت شیطانی رسم اور کافروں کی ریت ہے۔	۲۱۳	جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپھا، خالو، چچا زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، سب عورت کے لئے اجنبی ہیں۔	۲۱۷
بے حیائی کی بات سے حیاوالا ناراض ہو جاتا ہے۔	۲۱۳	دیور کو حدیث میں موت کہا گیا۔	۲۱۷
شیطان ملعون بے حیائی کا استاد ہے۔	۲۱۳	شوہر کو ناراض کرنے والی عورت کے لئے وعیدات،	۲۱۷
جنت ہر فحش بکنے والے پر حرام ہے۔	۲۱۳	عورت کو شوہر کے خلاف بھڑکانے والے شیطان کے پیارے ہیں۔	۲۱۷
بے ضرورت وحاجت شرعیہ لوگوں سے فحش کلامی ناجائز وخلاف حیاء ہے۔	۲۱۴	تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی یعنی قبول نہیں ہوتی۔	۲۱۷
حیا ایمان ہے اور ایمان والا جنت میں ہے۔	۲۱۴	ناپسندیدہ امام کے لیے وعید شدید۔	۲۱۸
فحش گوئی جفا ہے اور جفا والا دوزخ میں ہے۔	۲۱۴	مسئلہ کی تائید میں گیارہ احادیث کریمہ۔	۲۱۷
شرم اور کم سخنی ایمان کی دو شاخیں ہیں۔	۲۱۴	○رسالہ **مروج النجاء لخروج النساء** (عورتوں کے شرعی پردے کہ خواتین کو کہا جانے کی اجازت اور کہاں جانے کی ممانعت ہے)	۲۲۱
فحش گوئی اور زبان درازی منافقت کے دو۲ شعبے ہیں۔	۲۱۴	سولہ۱۶ سوالات پر مشتمل استفتاء۔	۲۲۱
فحش کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو معیوب اور حیاء کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو مزین کردیتا ہے۔	۲۱۴	ا۔ س مکان میں محارم وغیرہ محارم موجود ہوں وہاں عورتوں کو جانا جائز ہے یا نہیں۔	۲۲۱

۲۔ جس گھر میں نامحرم مردوعورات ہیں وہاں کسی تقریب میں برقع پہن کر عورت جاسکتی ہے یانہیں۔	۲۲۱	۱۰۔ مکان کے مالک دو ہیں ایک عورت کا خاوند اور دوسرا نامحرم تووہاں اس کا جانا کیسا ہے۔	۲۲۲
۳۔ کسی ایسے مکان میں عورت کا جانا کیسا ہے جس کا مالک تو اس کا نامحرم ہے مگر اس کی بیوی اس عورت کی محرم ہے اور مالک مکان سے سامنا بھی نہیں ہوگا۔	۲۲۱	۱۱۔ گھر میں محفل عام ہے جس میں باپردہ اور بے پردہ عورتیں۔ محرم ونامحرم مرد سب موجود ہیں مگر یہ عورت چادر کا پردہ کرکے بیٹھ سکتی ہے تو وہاں جانا اس کے لئے کیسا ہے۔	۲۲۲
۴۔ کسی ایسے مکان میں عورت کا جانا کیسا ہے جس کا مالک نامحرم ہے اور اس گھر میں کوئی عورت بھی اس کی محرم نہیں۔	۲۲۱	۱۲۔ جہاں منہیات شرعیہ پر مشتمل تقریب ہو رہی ہو تو وہاں کسی مرد یا عورت کا جانا کیسا ہے اگرچہ الگ تھلگ بیٹھے اور متوجہ ہو۔	۲۲۲
۵۔ گھر کا مالک نامحرم ہے اس گھر میں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے مگر وہ عورت گھر کے مالک کی نامحرم ہے اس میں عورت کا جانا جائز ہے یانہیں۔	۲۲۱	۱۳۔ جس گھر کے لوگ کسی عورت کے نامحرم ہوں وہ عورت اپنی محارم عورتوں کے ساتھ وہاں جاسکتی ہے یانہیں۔	۲۲۲
۶۔ جس گھر میں عورات اس عورت کو محرم ہیں اور مالک مکان نامحرم ہے مگر وہ جلسہ عورات میں آتا نہیں وہاں اس عورت کا جانا کیسا ہے۔	۲۲۲	۱۴۔ جہاں عورت کو جانا جائز نہیں وہاں اس کے لئے شوہر کا اتباع جائز ہے یانہیں۔	۲۲۲
۷۔ گھر کا مالک نامحرم ہے مگر وہ گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یانہیں۔	۲۲۲	۱۵۔ مرد کو اپنی بیوی کو مجالس ومحافل ممنوعہ سے منع کرنے یا نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور بیوی پر اتباع وعدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق ہوگا اور مرد کو شریک ہونے یا نہ ہونے کا کیا حکم ہے۔	۲۲۲
۸۔ جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم ہیں تو عورت کا جانا جائز ہے یانہیں۔	۲۲۲	۱۶۔ ایک مکان میں عورتوں کا مجمع الگ اور مردوں کا الگ ہے مگر نامحرم مردوں کی آواز سنتی ہیں ایسی جگہ محفل میلاد وغیرہ منعقد ہو تو اپنی محارم کو وہاں بھیجنا چاہئے یانہیں۔	۲۲۳
۹۔ مالک مکان نامحرم اور دوسرے شخص محرم ہیں۔ نامحرموں سے سامنا نہیں ہوتا تو وہاں عورت کو جانا کیسا ہے۔	۲۲۲	صور جزئیہ کے جواب میں سے قبل مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے سات اصولوں کا بیان۔	۲۲۳
		اصل اول	۲۲۳

عورت کو اپنے محارم مردوں اور عورتوں کے ہاں کسی مندوب یا مباح دینی ودنیوی کام کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔	۲۲۳	جواب سوال چہارم۔	۲۲۷
اصل دوم۔	۲۲۳	جواب سوال پنجم۔	۲۲۷
غیر محرم مردوں اور عورتوں کے ہاں کسی تقریب میں عورت کو جانے کی اجازت نہیں چاہئے شوہر کے اذن سے ہو بلکہ اذن دے کر شوہر خود گنہگار ہوگا سوائے چند استثنائی صورتوں کے۔	۲۲۳	جواب سوال ششم۔	۲۲۷
اصل سوم۔	۲۲۳	جواب سوال ہفتم۔	۲۲۷
کسی کے مکان سے مراد اس کا مکان سکونت ہے نہ کہ مکان ملک۔	۲۲۳	جواب سوال ہشتم ونہم۔	۲۲۹
اصل چہارم۔	۲۲۳	جواب سوال دہم۔	۲۲۹
محارم مردوں سے مراد کونسے مرد ہیں۔	۲۲۳	جواب سوال یازدہم۔	۲۲۹
اصل پنجم۔	۲۲۴	جواب سوال دوازدہم۔	۲۲۹
محارم عورتوں سے مراد کون سی عورتیں ہیں۔	۲۲۴	جواب سوال سیزدہم۔	۲۳۰
اصل ششم۔	۲۲۴	جواب سوال چہاردہم۔	۲۳۰
وہ مواضع جو اجانب ومحارم کسی کے مکان نہیں وہاں عورت کے لئے جانا کن صورتوں میں جائز اور کن صورتوں میں ناجائز ہے۔	۲۲۴	جواب سوال پانزدہم۔	۲۳۰
اصل ہفتم۔	۲۲۵	جواب سوال شانزدہم۔	۲۳۰
مکان غیر وغیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز ہونے کی نو صورتیں ہیں۔ ۱قابلہ، ۲غاسلہ، ۳نازلہ، ۴مریضہ، ۵مضطرہ، ۶حاجہ، ۷مجاہدہ، ۸مسافرہ، اور ۹کاسبہ۔	۲۲۵	مرد ڈاکٹر سے اجنبی عورت کو ملاحظہ کرانا جائز نہیں۔	۲۳۴
تنبیہ: نومذکورہ صورتوں کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں شاہدہ، طالبہ اور مطلوبہ۔	۲۲۶	زن وشوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز حتی کہ فرج وذکر کو بھی۔	۲۳۴
جواب جزئیات۔	۲۲۶	شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے۔	۲۳۴
جواب سوال اول۔	۲۲۶	مرد اپنی مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔	۲۳۴
جواب سوال دوم۔	۲۲۷	عورت اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔	۲۳۴
جواب سوال سوم۔	۲۲۷	نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے۔	۲۳۵

اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔	۲۳۵	خسر سے پردہ واجب نہیں مگر جیٹھ اور دیور سے واجب ہے۔	۲۴۰
جوان عورتوں کو دیکھنا ممنوع ہے اور اس پر حجاب لازم ہے۔	۲۳۶	پردہ سے متعلق ضابطہ کلیہ۔	۲۴۰
رنڈیوں کو بلاتوبہ مرید کرنے والا اور انھیں ترک فحاشی کی تلقین نہ کرنے والا پیر فاسق ہے اس کے ہاتھ بیعت ناجائز ہے۔	۲۳۷	جوان ساس کا داماد سے اور خسر کا بہو سے پردہ کرنا کیسا ہے۔	۲۴۰
بہنوئی کا حکم شرع میں بالکل اجنبی کی مثل ہے بلکہ اس سے بھی زائد۔	۲۳۷	محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب اور محارم غیر نسبی سے پردہ کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔	۲۴۰
ایک شخص نے طوائف سے ناجائز تعلق رکھا اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اب وہ تائب ہونا چاہتا ہے مگر خدشہ ہے کہ اگر وہ قطع تعلق کرے تو لڑکی بھی طوائف بن جائے گی۔ ایسی صورت میں اس کے لئے کیا حکم ہے۔	۲۳۷	کسی مرد کا سوتیلی ماں کے ساتھ تنہا کمرے میں رات کو سونا یا روز مرہ کا ایسا برتاؤ اختیار کرنا جیسا میاں بیوی میں ہوتا ہے جس سے لوگ انھیں مشکوک سمجھیں ناجائز ہے اور ایسے برتاؤ سے ان پر احتراز لازم ہے اگرچہ سوتیلی ماں محرمات میں سے ہے۔	۲۴۱
زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔	۲۳۹	عورت کو خوش الحانی سے بآواز بلند پڑھنا کہ نغمہ کی آوز نامحرموں تک جائے حرام ہے۔	۳۴۲
عورتیں نماز مسجد سے ممنوع ہے۔	۲۳۹	مسئلہ کی تائید میں عبارات فقہاء۔	۳۴۲
وعظ و میلاد کی محفل میں عورت کن شرائط کے ساتھ مسجد میں جاسکتی ہے۔	۲۳۹	عورت کو بآواز بلند تلبیہ کہنے کی اجازت نہیں۔	۲۴۲
جو اپنے اہل زمانہ کو نہ پہنچانے وہ جاہل ہے۔	۲۳۹	عورت کو اپنی آواز اونچی کرنا اور اس میں تمطیط، تلیین اور تقطیع جائز نہیں۔	۲۴۲
عورتوں کو بلاپردہ پیر کے ہاں جانا یا پیر کا عورتوں کو اپنے پاس بلانا کیسا ہے۔	۲۳۹	عورت کو اذان دینا جائز نہیں۔	۲۴۳
ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو عورتوں کا بطور سفر شہر سے باہر جانا اور قبروں پر نیاز وغیرہ دلانا ممنوع اور سخت فتنہ ہے۔	۲۴۰	عورت کو اذان دینا جائز نہیں۔	۲۴۳
چہار شنبہ محض بے اصل ہے۔	۲۴۰	زانی و دیوث فاسق ہیں ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور میل جول سے احتراز چاہئے۔	۲۴۳
عورتوں کا مل کر گھر میں میلاد یا شہادت پڑھنا کہ آواز باہر جائے ناجائز ہے۔	۲۴۰	کن اشخاص سے پردہ نہ کرنا اور ان کو اپنی آواز سنانا اور ان سے گفتگو کرنا عورت کے لئے جائز ہے۔	۲۴۳
عورت کی آواز بھی عورت ہے۔	۲۴۰		

عورتوں کو جنگلوں اور پہاڑوں میں بھیجنے والے اور ان کو غیر محرم مردوں سے ہنسی مذاق کی کھلی اجازت دینے والے مرد دیوث ہیں۔	۲۴۴	ایک طوائف کا باقاعدہ نکاح ہوا اس کی نائکہ اور نائکہ کے پیروکار وکیل اور طوائف کے پرانے یار اب اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح یہ نکاح ناجائز قرار دے دیا جائے تاکہ پھر وہ طوائف پرانی حرامکاریاں شروع کردے۔ اس سلسلہ میں ہر ایک پر حکم شرع کیا ہے۔	۲۴۶
دیوث پر جنت حرام ہے۔	۲۴۴	فضول وبے مقصد بات کے بارے میں فتوٰی نہیں پوچھنا چاہئے۔	۲۴۶
احکام شریعت سے تمسخر واستہزاء اور عالم دین پر لعن طعن کرنا کفر صریح ہے اور اس سے عورتیں نکاح سے نکل جاتی ہیں۔	۲۴۴	جو لوگ اللہ ورسول کو پیٹھ دے کر دیدہ ودانستہ علانیہ کبائر عظیمہ کا ارتکاب کریں ان پر فتوٰی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔	۲۴۶
مشت زنی کرنیوالے کے لئے وعیدات شدیدہ اور اس گناہ سے بچنے کا طریقہ۔	۲۴۴	منکوحہ طوائف کو شوہر سے الگ کرنے اور حرامکاری پر مجبور کرنے والوں سے مسلمانوں کو قطع تعلق کرنا اور ان سے میل جول سلام کلام چھوڑ دینا ضروری ہے۔	۲۴۶
اجنبی جوان عورت کو جوان مرد کے ہاتھ پاؤں چھونا جائز نہیں اگرچہ پیر ہو۔	۲۴۴	ایک شخص اپنی بیوی سمیت خسر کے گھر رہتا ہے اور سالی سے زنا کرتا ہے جس سے لڑکی کے باپ دادا سب واقف ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں شرعا کیا حکم ہے۔	۲۴۷
جوان لڑکیوں کا اپنی ماں کے پیر اور پیر کی اولاد کے سامنے آنا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔	۲۴۵	دیوث لعنتی ہے اسے امام بنانا ناجائز ہے۔	۲۴۷
بالغ دولھا کے بدن پر محرم ونامحرم عورتیں ابٹن ملا کرتی ہیں یہ عمل کیسا ہے۔	۲۴۵	مرتکب کبیرہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں، نہ اس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں۔	۲۴۷
شریعت نے مرد وعورت میں مذاق کا کوئی رشتہ نہیں رکھا یہ شیطانی وہندوانی رسم ہے۔	۲۴۵	عورت کا غیر محرم منہار کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور اس سے چوڑیاں ڈلوانا اور شوہر کا اس پر راضی ہونا کیسا ہے۔	۲۴۷
عورتوں کا باہم گلا ملا کر مولود شریف پڑھنا جس سے ان کی آوازیں غیر محرموں کو سنائیں دیں باعث ثواب نہیں بلکہ باعث گناہ ہے۔	۲۴۵		

عورتوں کا غیر محرموں کے ساتھ نوکری کرنا پانچ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔	۲۴۸	**سلام وتحیت وتعظیم سادات**	
عورتوں کا قبرستان جانا ممنوع ہے اور سینہ زنی حرام۔	۲۴۹	(مصافحہ، معانقہ، بوسہ دست وپاوغیرہ طواف قبر، سجدہ تعظیمی)	۲۵۱
عورتوں کا گھر سے نکلنا اور تعزیہ وغیرہ دیکھنے جانا جائز اور مردوں کا اس کو روا رکھنا بے غیرتی ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا اور نہ اولاد میں خلل آتا ہے۔	۲۴۹	کپڑوں کے اوپر معانقہ جہاں خوف فتنہ وشہوت نہ ہو مشروع ہے۔	۲۵۱
غیر محرم پیر سے عورت کو پردہ واجب ہے۔	۲۵۰	معانقہ سفر وحضر میں چند شرائط کے ساتھ مطلقًا جائز ہے تخصیص سفر ثابت نہیں۔	۲۵۱
جو پیر عورتوں کے بیچ میں بیٹھ کر حلقہ کرائے اور توجہ ایسی دے کہ وہ اچھلنے کودنے لگیں اور آوازیں بلند کرنے لگیں وہ شرح کی خلاف ورزی اور بے حیائی کا مرتکب ہے اس سے بیعت نہیں ہونا چاہئے۔	۲۵۰	سب سے پہلے معانقہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام نے کیا۔	۲۵۲
ضمیمہ دیکھنا اور چھونا		معانقہ افزونی محبت پر ایک قوی دلیل ہے۔	۲۵۲
لباس میں ملبوس عورت کو دیکھنا کب جائز ہے اور کب ناجائز۔	۱۶۳	عبارات ائمہ سے مسئلہ کی تائید۔	۲۵۲
اپنے پیرومرشد کے پاؤں چومنا درست ہے۔	۲۰۶	کس صورت میں معانقہ ناجائز وحرام ہے۔	۲۵۳
صحابی نے حضور کی اجازت سے آپ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا۔	۲۴۷	معانقہ کے جواز ونفی پر وارد احادیث میں تطبیق۔	۲۵۳
زمین بوسی حقیقۃً سجدہ نہیں۔	۲۷۱	امام ابومنصور ماتریدی اہل سنت کے پیشوا ہیں۔	۲۵۳
مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ بوسہ میں اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔	۲۷۱	حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا۔	۲۵۴
چھونا اور چمٹنا بوسہ کی مثل ہے۔	۲۷۵	حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے گلے لگایا اور بوسہ دیا۔	۲۵۴
بچے کا کوئی ستر نہیں۔	۶۰۴	ایک صحابی کا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کو والہانہ انداز میں گلے لگانا اور آپ کے بدن اطہر کو چومنا۔	۲۵۴
بیگانہ مرد کا بے پردہ عورت کے پاس جانا ہر حالت میں حرام اور پردہ کی حالت میں نفاس وغیر نفاس یکساں ہیں۔	۶۰۴		

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تالاب میں صحابہ کرام کے ساتھ تیرنا۔	۲۵۵	قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب ہے اور بے مدرک شرعی تقیید و تخصیص مردود و باطل ہے۔	۲۵۹
فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اپنا یار کہا،	۲۵۵	احدیث نہی معانقہ کی توجیح۔	۲۶۰
صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن اطہر سے لپٹ گیا اور بوسہ دیا۔	۲۵۶	بے حالت سفر معانقہ کے ثبوت پر سولہ احادیث کریمہ۔	۲۶۱
حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدن اقدس سے چپٹالیا۔	۲۵۶	فضیلت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	۲۶۱
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مصافحہ و معانقہ۔	۲۵۶	بدن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بے حجاب چومنے کے لئے اسید بن حضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حیلہ۔	۲۶۳
قیامت میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شفاعت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت جیسی ہوگی۔	۲۵۷	شان علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۶۴
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی آمد پر کھڑے ہوئے ان کی پیشانی کو چوما اور ان سے بغلگیر ہو کر کچھ دیر انس حاصل فرماتے رہے۔	۲۵۷	شان صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۶۵
معانقہ کو ہر وقت حرام کہنا محض غلط و باطل اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے۔	۲۵۸	مرتبہ ومقام صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نظر میں۔	۲۶۵
بعد نماز عید جو معانقہ ہمارے ہاں رائج ہے بشرائط مذکورہ جائز ہے۔	۲۵۸	دل صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں محبت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	۲۶۶
علانیہ گناہ کی توبہ بھی علانیہ چاہئے اور پوشیدہ کی پوشیدہ۔	۲۵۸	شان عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۶۶
جواز معانقہ کی شرائط۔	۲۵۹	ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معانقہ کرنا چاہئے۔	۲۶۷
معانقہ کے جواز میں تخصیص سفر کا دعوی محض بے دلیل ہے۔	۲۵۹		

سنت جب بھی ادا کی جائے سنت ہی ہوگی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریح نہی ثابت نہ ہو۔	۲۶۸	مسلمان کو خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑہ ہے۔	۲۷۱
مولوی اسمٰعیل دہلوی نے روز عید معانقہ کو بدعت حسنہ قرار دیا۔	۲۶۸	خواب نبوت کا کون سا حصہ ہے۔	۲۷۱
○ رسالہ **صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین** (دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے مسنون ہونے کا ثبوت اور اس کو ناجائز قرار دینے والے غیر مقلد کا رد بلیغ)	۲۶۹	نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر مبشرات ہوں گی (حدیث رسول)۔	۲۷۱
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے اکابر علماء نے اس کے مندوب ومسنون ہونے کی تصریح فرمائی۔	۲۶۹	مبشرات سے کیا مراد ہے۔	۲۷۱
مصافحہ بالبدن کی ممانعت پر نام کی بھی کوئی حدیث موجود نہیں۔	۲۷۰	خواب کے مہتم بالشان ہونے کے بارے میں احادیث متوفر ومتواتر ہیں۔	۲۷۱
جائز شرعی کی ممانعت ومذمت پر اترآنا شریعت مطہر پر افتراء کرنا ہے۔	۲۷۰	جو اچھا خواب دیکھے واللہ تعالٰی کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔	۲۷۲
ایک واقعہ طیبہ اور رؤیائے صالحہ کا ذکر۔	۲۷۰	امام قاضی خاں کو خواب میں دیکھنے پر مصنف علیہ الرحمہ کا اظہار مسرت واطمینان۔	۲۷۲
مصنف علیہ الرحمہ کو خواب میں امام قاضیخاں علیہ الرحمۃ کی زیارت حاصل ہوئی جس میں امام موصوف نے مصنف علیہ الرحمۃ کو مسئلہ دین ورد منکرین کی تعلیم فرمائی	۲۷۰	سنت صحابہ ہے کہ اپنے قول کے مؤید خواب پر شاد ہوئے اور دیکھنے والے کو انعام سے نوازتے۔	۲۷۲
مناقب امام قاضی خاں۔	۲۷۰	مصنف علیہ الرحمۃ نے اس خواب کو کیوں ذکر فرمایا۔	۲۷۳
مستند ایشاں حدیث انس است واو را مفہوم نیست۔ (مقولہ امام قاضیخاں)۔	۲۷۰	غیر مقلدین کا محل استناد حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں مذکور لفظ "ید" ہے جس بصیغہ مفرد واقع ہوا ہے۔	۲۷۳
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواب کو امر عظیم جاننے اور نماز صبح کے بعد پوچھتے کہ آج کی رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔	۲۷۰	امام قاضی خاں علیہ الرحمۃ نے خاص حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا غیر مقلدین کا مستند کیوں بنایا حالانکہ کلمہ "ید" بصیغہ مفرد اس کے علاوہ بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے۔	۲۷۳

جن احادیث مصافحہ میں لفظ "ید" بصیغہ مفرد آیا ہے وہ تین قسم ہیں۔	۲۷۳	اللہ تعالٰی کی راہ میں ایک چھوہارا یا ایک نوالہ خرچ کرنے والے مسلمان کا اجر وثواب۔	۲۷۵
قسم اول۔	۲۷۳	ایک ہاتھ سے مصافحہ والی حدیث کا مطلب۔	۳۷۶
وہ احادیث جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کے فضائل کا بیان ہے۔	۲۷۳	قسم دوم۔	۲۷۶
حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۷۳	وہ احادیث جن میں مصافحہ کے بارے میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ فرمایا۔	۲۷۶
حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۷۴	حدیث بتول رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	۲۷۶
حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۳۷۴	حدیث معجم کبیر طبرانی۔	۲۷۷
حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ نمبر ۱۔	۲۷۴	حدیث طبرانی پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔	۲۷۷
حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ نمبر ۲۔	۲۷۴	ابوداؤد اعمٰی رافضی سخت مجروح متروک ہے امام ابن معین نے اسے کاذب کہا۔	۲۷۷
خلاصہ احادیث یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑتے ہیں اور اللہ تعالٰی ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔	۲۷۴	وقائع جزئیہ حکم عام کو مفید نہیں۔	۲۷۸
مقام ترغیب وترھیب میں غالبا ادنٰی کو بھی ذکر کرتے ہیں جب اس قدر پر یہ ثواب و عقاب ہے تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے زائد محذور یا مندوب نہیں۔	۲۷۵	واقعہ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا اور قضیہ معین عام نہیں ہوتا۔	۲۷۸
ترھیب کی مثال۔	۲۷۵	وقائع جزئیہ کا مفاد۔	۲۷۸
جو کسی مومن کے قتل پر آدھی بات کہہ کر اعانت کرے وہ اللہ تعالٰی کو اس حال میں ملے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "خدا کی رحمت سے نا امید"	۲۷۵	کسی واقعے میں دو امروں میں سے ایک کا وقوع چار وجہوں سے ہوسکتا ہے۔	۲۷۸
ترغیب کی مثال۔	۲۷۵		

مفہوم مخالف کے قائلین کے نزدیک یہ شرط ہے کہ وہ واقعہ جزئیہ میں نہ ہو ورنہ بالاجماع ماعدا سے نفی حکم کو مفید نہ ہوگا۔	۲۷۸	بارہا لفظ ید بصیغہ مفرد لاتے ہیں مگر مراد دونوں ہاتھوں ہوتے ہیں۔	۲۸۴
قسم سوم۔	۲۷۸	سیدنا داؤد علیہ السلام کا عمل قرآن مجید سے ثابت ہے کہ زرہیں بنانا تھا۔	۲۷۵
وہ احادیث جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں۔	۲۷۸	بہت جگہ ید اور یدین میں کوئی فرق نہیں کرتے اور بے تکلف تثنیہ کی جگہ مفرد لاتے ہیں اور ایک ہی امر میں کبھی مفرد اور کبھی تثنیہ بولتے ہیں۔	۲۷۵
غیر مقلدین کے لئے صرف دو حدیثوں سے کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے۔	۲۷۸	افراد کو نفی تثنیہ کی دلیل سمجھنا عقل سے بعید ہے۔	۲۸۵
حدیث اول: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ میں ہاتھ لینا تحیت کی تمامی سے ہے۔	۲۷۸	ائمہ عربیت کا وضع کیا ہوا ضابطہ کہ کن الفاظ میں تثنیہ ومفرد یکساں ہوتے ہیں۔	۲۸۵
مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ حدیث مذکور تین وجوہ سے قابل احتجاج نہیں۔	۲۷۹	اگر بفرض غلط مان لیں کہ لفظ "الید" کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے پھر بھی حدیث انس میں مخالفین کے لئے گنجائش استدلال نہیں کہ وہاں لفظ ید بصیغہ مفرد کلام سائل میں ہے نہ کہ کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔	۲۸۷
علماء محدثین یحیٰی بن مسلم طائفی کا حافظہ برا بتاتے ہیں۔	۲۷۹	دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو ورنہ بالاجماع نفی ماعدا مفہوم نہ ہوگی۔	۲۸۷
حدیث دوم: وہی حدیث انس جس کی طرف امام قاضیخاں نے اشارہ فرمایا۔	۲۷۹	نقد وتنقیح پر آئے تو حدیث انس نہ صحیح ہے نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے۔	۲۸۷
جواب امام ہمام قاضی خاں علیہ الرحمۃ کی توضیح۔	۲۸۰	حنظلہ بن عبداللہ سدوسی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔	۲۸۷
محققین کے نزدیک مفہوم مخالف حجت نہیں۔	۲۸۰	وہ صحیح الحواس نہیں رہا تھا یحیٰی بن سعید قطان)۔	۲۸۷
افراد ید سے بطور مفہوم مخالف نفی یدین پر استدلال کا بارہ وجوہ سے بطلان۔	۲۸۰		

وہ ضعیف منکر الحدیث ہے (امام احمد)	۲۸۷	دلیل دوم (ثانیًا)	۲۹۱
وہ تعجب خیز روایات لاتا ہے۔ (امام احمد)	۲۸۷	اکابر علماء کرام عامۂ کتب میں تصریح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے۔	۲۹۱
وہ کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا۔ (یحیٰی بن معین)	۲۸۸	مسئلہ مذکورہ پر عبارات کتب سے حوالہ جات۔	۲۹۱
وہ قوی نہیں۔ (امام نسائی)	۲۸۸	غیر مقلدین کو فقہ وفقہاء سے خالص عداوت ہے۔	۲۹۲
ائمہ ناقدین نے امام ترمذی پر اسی بارے میں انتقادات کئے ہیں اور وہ قریب قریب ان لوگوں میں سے ہیں جو تصحیح و تحسین میں تساہل رکھتے ہیں۔	۲۸۸	دلیل سوم۔ (ثالثًا)	۲۹۲
امام ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔	۲۸۸	امام حماد بن زید نے امام اجل عبداللہ ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔	۲۹۲
امام محدث ابوالخطاب ابن دحیہ بقول شاہ ولی اللہ دہلوی حافظ حدیث متقن ہیں۔	۲۸۸	امام اجل حضرت حماد بن زید ازدی بصری کا تعارف۔	۲۹۲
حدیث حنظلہ کو امام ائمۃ المحدثین امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ الرحمۃ نے تصریحًا منکر فرمایا۔	۲۸۹	مسلمانوں کے امام اپنے زمانے میں چار ہوئے کوفہ سفیان، حجاز میں مالک، شام میں ازاعی اور بصرہ میں حماد بن زید۔	۲۹۳
امام ہمام مرجع ائمہ الحدیث امام احمد بن حنبل کی تضعیف کے مقابل امام ترمذی کی تحسین مقبول نہیں ہوسکتی۔	۲۸۹	حضرت امام الانام شیخ السلام عبداللہ بن مبارک کا تعارف۔	۲۹۳
کسی ایک حدیث میں نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا ہو یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔	۲۹۰	دلیل چہارم (رابعًا)	۲۹۴
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کا ثبوت۔	۲۹۰	غیر مقلد حضرات کا داب کلی اور ان کی جہالت بے مزہ۔	۲۹۴
دلیل اوّلًا (اوّلًا)۔	۲۹۰	عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرانا باطل ہے۔	۲۹۴
مصافحہ دونوں جانب سے صفحات کف ملانا ہے۔	۲۹۰	امام بخاری کو چھ لاکھ اور امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔	۲۹۴
حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اعتراض اور اس کا جواب۔	۲۹۰	صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔	۲۹۴

امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔	۲۹۴	امام بخاری کا کسی حدیث کو نہ جاننا اس بات کو مستلزم نہیں کہ امام ابوحنیفہ وامام مالک بھی اس حدیث کو نہ جانتے تھے۔	۲۹۶
مسند احمد میں تیس ہزار حدیثیں مذکور ہیں۔	۲۹۴	بخاری ومسلم کے کسی حدیث کے بارے میں عدم علم سے اس حدیث کا عدم وجود لازم نہیں آتا۔	۲۹۶
شیخین ودیگر ائمہ حدیث نے احادیث صحاح کے استیعاب کا دعوٰی نہیں کیا۔	۲۹۴	امام ابوحنیفہ وامام مالک کا زمانہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے قریب تر اور خیر القرون تھا۔	۲۹۶
ادعائے استیعاب کو فرض کرنے کی صورت میں متعدد خرابیاں لازم آتی ہیں۔	۲۹۴	زمانہ ابوحنیفہ ومالک میں بوجہ قلت کذب اور کثرت خیر سند نظیف اور وسائط کم تھے۔	۲۹۶
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت کردہ احادیث حضرت ابوہریرہ کی مرویات سے زائد ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	۲۹۵	ممکن ہے جو حدیث امام ابوحنیفہ ومالک کو پہنچی ہو وہ بخاری ومسلم کو نہ پہنچی ہو یا جو حدیث ان کے پاس بسند صحیح پہنچی ہو وہ بخاری ومسلم تک بذریعہ ضعاف پہنچی ہو۔	۲۹۶
تصانیف محدثین میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کردہ صرف سات سو جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کردہ پانچ ہزار تین سو احادیث پائی جاتی ہیں۔	۲۹۵	محدثین اہل جرح وتعدیل میں سے اکثر کو ائمہ حنفیّہ سے ایک تعنت ہے۔	۲۹۶
عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ مصر میں جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔	۲۹۵	مناقب امام ابویوسف علیہ الرحمۃ۔	۲۹۶
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرنے والے تقریباً آٹھ سو افراد تھے۔	۲۹۵	امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی وسعت نظر فی الحدیث کا اعتراف۔	۲۹۷
بخاری ومسلم کا علم محیط نہ تھا۔	۲۹۶	درجہ دوم۔	۲۹۷
سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے انتہائی قرب رکھنے والے اجلہ صحابہ کرام بھی یہ دعوٰی نہیں کرسکتے تھے کہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کل اقوال وافعال پر اطلاع ہے۔	۲۹۶	جو حدیثیں تدوین میں آئیں وہ ساری محفوظ نہیں ہیں۔	۲۹۷

امام مالک کے زمانہ میں اسی علماء نے موطا لکھیں پھر سوائے دو کے کسی کا پتا باقی نہیں۔	۲۹۷	درجہ پنجم۔	۳۰۲
امام مسلم کی بعض تصانیف معدوم ہوگئیں۔	۲۹۷	حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم نہیں۔	۳۰۳
ہزارہا تصانیف ائمہ کا تذکروں اور تاریخوں میں لکھا ہے مگر کوئی ان کا نشان نہیں دے سکتا۔	۲۹۷	بہت سے حامل فقہ افقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔	۳۰۳
درجہ سوم۔	۲۹۸	بہت سے حامل فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔	۳۰۳
جو تصانیف ائمہ محفوظ ہیں وہ ساری کی ساری ہندوستان میں موجود نہیں۔	۲۹۸	امام اعمش علیہ الرحمۃ کا تذکرہ۔	۳۰۳
درجہ چہارم۔	۲۹۸	امام ابوحنیفہ کو امام اعمش کا خراج تحسین۔	۳۰۴
ہندوستان میں موجودہ تمام کتب حدیث پر غیر مقلدین کی نظر نہیں۔	۲۹۸	فقہاء کرام طبیب اور محدثین کرام عطار ہیں۔	۳۰۴
ہر مطلب کے لئے محدثین نے تراجم وابواب وضع نہیں فرمائے۔	۲۹۸	امام ابوحنیفہ کو فقہ وحدیث دونوں میں دسترس حاصل ہے۔	۳۰۴
تراجم وابواب موضوعہ کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں محدثین لکھ دیتے ہیں اور بخیال تکرار اسی کے اعادہ واثبات سے باز رہتے ہیں۔	۲۹۸	حضرت امام شعبی علیہ الرحمۃ کا تعارف۔	۳۰۴
حصر رواۃ ممکن نہیں تو حصر روایات کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔	۲۹۸	محدث شعبی کا فقہاء کرام کو خراج تحسین۔	۳۰۴
ابراہیم بن بکر راویں میں چھ ہیں اور سوائے ابراہیم بن بکر شیبانی کے کسی میں ضعف نہیں۔	۲۹۸	دلیل پنجم (خامسًا)	۳۰۵
امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتاسکے۔	۲۹۹	عدم نقل اور نقل عدم میں بہت فرق ہے۔	۳۰۵
کتب جمع الجوامع کا ذکر۔	۲۹۹	عدم والنقل لاینفی الوجود یعنی عدم نقل نافی وجود نہیں۔	۳۰۵
امام قسطلانی کی طرف سے بعض احادیث کی تخریج کا اظہار جن پر دیگر ائمہ حدیث مطلع نہ ہوسکے۔	۳۰۰	عدم نقل اور نقل عدم میں تمیز نہ کرنا مفاسد جہل وتعصب میں سے ہے۔	۳۰۵
عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرانا سفاہت ہے۔	۳۰۲		

دلیل ششم (سادسًا)	۳۰۵	لوگوں کاآپس میں محبت کرنا اللہ تعالٰی کو پسند ہے۔	۳۰۷
نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات ہے۔	۳۰۵	سلام، مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ اسباب وذرائع محبت ہے۔	۳۰۷
ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اکرم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے منع فرمائی نہ کہ وہ جو آپ نے نہ کی۔	۳۰۵	جو امر جس طرح قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت و موانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔	۳۰۷
قرآن عظیم نے فرمایا وما اٰتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا، یوں نہیں فرمایا مافعل الرسول فخذوہ وما یفعل فانتھوا۔	۳۰۵	بلاد عجمیہ میں بوقت ملاقات مرحبا کی جگہ دیگر کلمات بولنا بدعت وخلاف سنت نہیں، مثلاً فارسی میں کہا جاتا ہے "خوش آمدید" اور ہندوستان میں "آیئے آیئے تشریف لایئے"۔	۳۰۸
نفی استحباب سے اثبات کراہت لازم نہیں آتا۔	۳۰۶	مصافحہ اہل یمن کا رواج تھا شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔	۳۰۸
فعل دلیل جواز ہے اور عدم فعل دلیل ممانعت نہیں۔	۳۰۶	کسی قوم کی جو رسم مقاصد شرع کے خلاف ہو وہ بیشک ناپسند ہوگی۔	۳۰۸
نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر۔	۳۰۶	یہود ونصارٰی کا سلام۔	۳۰۸
دلیل ہفتم (سابعًا)۔	۳۰۶	دلیل ہشتم (ثامنًا)۔	۳۰۹
مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس ومحبت ہے۔	۳۰۶	جو امر نوپیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو اور اس کا فعل فعل سنت کا مزیل ورافع ہو وہ بے شک ممنوع ومذموم ہے۔	۳۰۹
آپس میں مصافحہ کرنے سے دلوں سے کینے نکل جاتے ہیں۔	۳۰۶	السلام علیکم کی جگہ آجکل عوام ہند میں جو الفاظ مروج ہیں وہ ناجائز ہیں۔	۳۰۹
مصافحہ، معانقہ، اور مرحبا کہنے میں راز یہ ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور وحشت دور ہوتی ہے۔	۳۰۷		

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا کسی سنت کا رافع نہیں۔	۳۰۹	جس امر میں شرع سے نہی نہ آئی ہو اور صدر اول کے بعد معمول ہو اس میں موافقت کرکے لوگوں کو خوش کرنا اچھا ہے اگرچہ بدعت ہی سہی۔	۳۱۲
بدعت مذمومہ وہی ہے جو سنت ثابتہ سے متصادم ہو۔	۳۰۹	لوگوں کے طریقہ رائجہ کی مخالفت کرنا اپنے آپ کو مشہور بنانا اور شرعاً مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔	۳۱۳
مصافحہ کی نظیر تلبیہ حج ہے۔	۳۰۹	حدیث میں شہرت پسندی پر وعید شدید۔	۳۱۳
تلبیہ حج میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم شدت اتباع سنت کے باوجود کچھ الفاظ کا تلبیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اضافہ کرتے تھے۔	۳۰۹	فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۳۱۴
ہمارے علماء فرماتے ہیں تلبیہ سے مقصود ثناء الٰہی اور اظہار عبودیت ہے لہٰذا اس پر اور کلمات بڑھانا ممنوع نہیں۔	۳۱۰	مصافحہ صدہا سال سے مسلمانوں میں معتاد و مرسوم ہے۔	۳۱۵
مصافحہ سے مقصود جب اظہار محبت ہے تو دوسرے ہاتھ کی زیادت جو کہ ہرگز اس کے منافی نہیں بلکہ بحسب عرف بلاد مؤید و مؤکد ہے زنہار منع نہیں ہوسکتی۔	۳۱۰	مولانا عبدالقادر کا ذکر خیر۔	۳۱۵
دلیل نہم (تاسعًا)	۳۱۰	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کہاں مستحب اور کہاں کہاں ممنوع ہیں۔	۳۱۵
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث ہے۔	۳۱۰	انگوٹھے چومنے کا ایک ناپسندیدہ طریقہ۔	۳۱۶
جو بات مسلمانوں میں متوارث ہو وہ بے اصل نہیں ہوسکتی۔	۳۱۰	کفار وہنود کو سلام کیسے کیا جائے اور وہ سلام کریں تو جواب کیسے دیا جائے۔	۳۱۶
دلیل دہم (عاشرًا)۔	۳۱۱	شیوخ کی قدمبوسی مزارات اولیاء پر جھک کر سلام کرنا اور انھیں چومنا شریعت وطریقت کیسا ہے۔	۳۱۷
لوگوں سے وہ برتاؤ کرو جس کے وہ عادی ہیں۔	۳۱۱	وفد عبدالقیس کی بارگاہ رسالتمآب میں آمد اور والہانہ انداز میں دست وپائے اقدس کو چومنا۔	۳۱۸
لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے صریح نہی وارد نہ ہو ہرگز اس میں خلاف نہ کیا جائے۔	۳۱۱	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی دعا سے آپس میں نفرت کرنے والے میاں بیوی ایک دوسرے سے گہری محبت کرنے لگے۔	۳۲۰

ایک صحابیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم چومے۔	۳۲۰	مولوی اسمٰعیل دہلوی کا فتوی۔	۳۲۹
درخت نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔	۳۲۱	عالم دین اور دوسرے بزرگوں کے ہاتھ چومنا مستحب ومسنون و محبوب ہے۔	۳۳۰
صحابی نے باذن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے سر اقدس اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔	۳۲۱	ارشادات واقوال ائمہ سے تائید۔	۳۳۰
امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کوفہ کی جامع مسجد میں کچھ ائمہ کا مناظرہ۔	۳۲۱	سلطان عادل کے ہاتھ چومنا جائز ہے۔	۳۳۰
مناقب امام الائمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۳۲۳	بعد نماز فجر مصافحہ ایک صورت میں مسنون اور ایک صورت میں مباح ہے۔	۳۳۱
مرد کا اپنی اہلیہ کو سلام کہنا جائز وثابت ہے اس پر قرآن وحدیث سے دلائل	۳۲۴	سلام کے جواب میں آداب عرض، تسلیمات یا بندگی کے الفاظ کہے یا صرف ہاتھ ماتھے تک اٹھادیا تو گنہگار ہے کہ یہ الفاظ سلام نہیں اور صرف ہاتھ اٹھادینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔	۳۳۲
گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کہو۔	۳۲۴	الفاظ سلام وجواب سلام۔	۳۳۲
حدیث میں تصریح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ازواج مطہرات کو سلام فرماتے۔	۳۲۷	سلام وجواب سلام کے لئے لوگوں نے جو الفاظ اور طریقے خود گھڑ لئے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں اور دونوں صورتوں میں جواب سلام نہ ہوا۔	۳۳۳
نماز عیدین، جمعہ، فجر، عصر اور وعظ کے بعد مصافحہ اور عیدین کے بعد معانقہ جب منکرات شرعیہ سے خالی ہو تو جائز ہے اور بنیت محمودہ مستحب ومندوب ہے۔	۳۲۷	سلام کا جواب واجب کفایہ ہے۔	۳۳۳
مصافحہ ومعانقہ کے فعل پر جہنمی ومردود ورافضی کا حکم لگانے والا خود ان الفاظ کا مستحق اور ضال ومضل وفاسق ہے۔	۳۲۸	سلام وجواب سلام سے متعلق احادیث کریمہ۔	۳۳۳
ہر نماز کے بعد مصافحہ سنت ہے۔	۳۲۸	یہود ونصارٰی کا سلام۔	۳۳۳
ہر ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے۔	۳۲۸	ایک حدیث کے اسناد کو امام ترمذی نے ضعیف کہا اس کی وجہ ضعیف پر گفتگو۔	۳۳۳
نماز فجر کے بعد مصافحہ سے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا فتوی۔	۳۲۸		

ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔	۳۳۴	بوسہ تعظیم شرعاً وعرفاً انحاء تعظیم سے ہے۔	۳۴۲
منہ سے لفظ سلام کہا جائے اور ساتھ ہی ہاتھ کا اشارہ بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔	۳۳۵	آستانہ کعبہ، مصحف اور دست وپائے علماء واولیاء کا بوسہ جائز ہے۔	۳۴۲
حدیث سے مسئلہ مذکورہ کی تائید۔	۳۳۶	صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے دست وپائے اقدس اور مہر نبوت کو بوسہ دینا ثابت ہے۔	۳۴۲
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعت کو سلام کیا۔	۳۳۶	مہر نبوت کو بوسہ دینا ثابت ہے۔	۳۴۲
نماز فجر کے بعد بالالتزام مصافحہ کرنا مسنون ہے یا مستحب یا مکروہ یا عبث؟	۳۳۷	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے منبر شریف کو مس کرکے اپنے چہرے سے لگایا۔	۳۴۲
بزرگان دین مثل پیر، مقتدی وعالم سنی کے ہاتھ چومنا جائز ومستحب بلکہ سنت ہے۔	۳۳۸	روضہ اقدس پر حاضری اور سلام سنت صحابہ ہے۔	۳۴۲
دنیادار کے ہاتھ چومنا منع ہے۔	۳۳۸	جس چیز کو معظم شرعی سے شرف حاصل ہو اس کا وہ شرف بعد انتہائے مماست بھی باقی رہتا ہے۔	۳۴۳
عبارات فقہاء سے تائید۔	۳۳۸	حرمین شریفین کے درودیوار کو تبرکاً مس کرنا اور بوسہ دینا اہل حب وولاء کا دستور ہے۔	۳۴۳
ہاتھ چومنا فرض وواجب نہیں۔	۳۳۹	نقش نعل پائے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانے کے بارے میں علماء ومشائخ کرام کے ارشادات عالیہ۔	۳۴۵
پیر کا مریدوں کو ہاتھ پاؤں چومنے سے نہ روکنا جائز ہے۔	۳۳۹	نقشہ روضہ مقدسہ کی زیارت اور اس کو بوسہ دینے سے متعلق ارشادات علماء۔	۳۴۹
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے پاؤں چومنے کی صحابی کو اجازت دی۔	۳۳۹	حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیوہ وسلم کے وضو کے پانی پر ہجوم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	۳۵۰
○ رسالہ **ابر المقال فی قبلۃ الاجلال** (بوسہ تعظیمی کے بارے میں صحیح ترین قول)	۳۴۱	حرمین طیبین کی مجاورت کیوں ممنوع ہے۔	۳۵۱
غلاف کعبہ کے ٹکڑے کو تعظیماً بوسہ دینے کے بارے میں سوال۔	۳۴۱	سلطان اشرف عادل نے دمشق شام میں مدرسہ اشرفیہ بنوایا اس میں ایک دارالحدیث اور نعل مقدس کے لئے ایک خاص مکان بنوایا جس کی زیارت ہر پیر اور جمعرات کو کرائی جاتی۔	۳۵۱

مدرسہ دارالحدیث کے جلیل القدر اساتذہ کرام۔	۳۵۱	امام اجل سید احمد رفاعی کے لئے دست سوال اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمودار ہوا۔	۳۷۵
بوقت اذان وتلاوت نام اقدس صاحب لولاک علیہ الصلٰوۃ والسلام سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے۔	۳۵۲	صحابہ کرام منبر اطہر کو چھو کر چہروں پر لگاتے تھے۔	۳۷۶
اعمال تصریفیہ میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔	۳۵۴	حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیعت رضوان والا درخت کیوں کٹوایا۔	۳۷۶
مزار کی چوکٹ کو چومنا کیسا ہے۔	۳۶۶	کافر کو سلام کرنا حرام ہے۔	۳۷۸
اصل کلی یہ ہے کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہ کبریا بالخصوص محبوبا خدا انحاء تعظیم حضرت عزت جل وعلا سے ہے۔	۳۶۶	کس کس کو سلام کرنا جائز نہیں۔	۳۷۸
تعظیم وتوہین کامدار عرف وعادت پر ہے۔	۳۶۶	کافر، مبتدع یا فاسق کو سلام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کیا حیلہ کرے۔	۳۷۸
ایک دقیقہ انیقہ (عجیب باریک نکتہ)۔	۳۶۸	اولیاء، علماء اور معظمان دین کے ہاتھ پاؤں چومنا مستحب بلکہ مسنون ہے۔	۳۷۹
الامور بمقاصدھا۔	۳۶۹	دست بوسی اور قدمبوسی صحابہ کرام بلکہ خود زمانہ رسالت سے رائج ہے۔	۳۷۹
انحناء، جھکنا کسی کی تعظیم کے لئے کب جائز اور کب ناجائز ہے۔	۳۶۹	تلاوت قرآن کے دوران کسی کو سلام کرنا یا سلام کو جواب دینا کیسا ہے۔	۳۷۹
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بستر بچھانا، وضو کرانا، نعلین اقدس سنبھالنا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سپرد تھا۔	۳۷۰	کن شخصوں کی تعظیم کے لئے تلاوت قرآن موقوف کرسکتا ہے۔	۳۷۹
صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے قدم مبارک چومے۔	۳۷۱	کسی کے پاؤں پڑنا یعنی پاؤں پر سر رکھ دینا ممنوع ہے۔	۳۷۹
ایک بزرگ کی دکھی ہوئی آنکھیں حدود مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی صحیح ہوگئیں۔	۳۷۴	پاؤں کو بوسہ دینا اگر کسی معظم دینی کے لئے ہو تو جائز اور مالدار کی دنیوی تعظیم کے لئے ہو تو ناجائز ہے۔	۳۷۹
زمین بوسی کب جائز اور کب ناجائز ہے۔	۳۷۵	اگر کسی دنیادار کے پاؤں کو مجبورا بوسہ دینا پڑے تو دل میں کراہت رکھنا لازم ہے۔	۳۸۰

کسی کے سلام کے جواب میں جواب سلام کے بجائے کہا کہ تم بہت جھوٹے ہو تمھارا اسلام لینا درست نہیں اس پر شرعًا کیا حکم ہے۔	۳۸۰	فعل اختیاری کو تصور بوجہ ما تصدیق بفائدۃ تا سے چارہ نہیں۔	۳۸۷
وہابی، رافضی، غیر مقلد، قادیانی، نیچری اور چکڑالوی کے سلام کو جواب نہیں دینا چاہئے۔	۳۸۱	فعل کبھی مقصود الذاتہٖ ہوتا ہے جیسے نماز، اور کبھی مقصود لغیرہٖ جیسے وضو۔	۳۸۷
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بدمذہب کے سلام کا جواب نہیں دیا۔	۳۸۱	طواف کبھی کعبہ مقصود لذاتہٖ ہوتا ہے کبھی مقصود لغیرہٖ۔	۳۸۷
غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے۔	۳۸۲	طواف کی غایت مقصود تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ کبھی غیر تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے۔	۳۸۷
غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے	۳۸۲	طواف کی اقسام اربعہ اور ان کے احکام۔	۳۸۷
بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔	۳۸۲	قسم اول: نہ طواف مقصود لذاتہٖ ہو نہ اس کی غایت نفس تعظیم۔	۳۸۷
ہر جگہ کے لئے ایک مناسب گفتگو ہر گفتگو کے لئے کچھ خاص مرد، ہر مرد کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش اور ہر گنجائش کے لئے ایک انجام ہے۔	۳۸۲	قسم دوم: طواف مقصود لذاتہٖ ہو اور غایت غیر تعظیم۔	۳۸۸
طواف قبر کے بارے میں مولوی عبدالحمید پانی پتی کا طویل استفتاء۔	۳۸۲	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے کھجوروں کے ڈھیر کا طواف کیا، اس پر بیٹھ گئے جس سے کھجوریں بڑھ گئیں۔	۳۸۸
مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ طواف مزارات حرام ہے یا شرک یا مباح۔	۳۸۶	امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ رات کو مدینہ منورہ کا طواف کیا کرتے۔	۳۸۹
طواف کا لغوی، عرفی اور شرعی معنی۔	۳۸۶	دوران گشت ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز سن کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ خود اپنی پشت پر بیت المال سے آٹا وغیرہ اٹھا کر لائے اور کھانا تیار کرکے بچوں کو کھلایا اور انھیں ہنسایا۔	۳۸۹
نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا۔	۳۸۷	قسم سوم: طواف وسیلہ مقصود ہو اور غایت تعظیم ہو۔	۳۹۰
نیت وغایت رکن شیئ نہیں۔	۳۸۷	قسم چہارم: طواف مقصود لذاتہٖ ہو اور غایت تعظیم۔ اسی کا نام طواف تعظیمی ہے۔	۳۹۱
نیت شرط نماز ہے نہ کہ رکن نماز۔	۳۸۷		

اوضاع بدن کہ عبادت میں مقرر کے گئے ہیں تین نوع ہیں اور تینوں کے احکام۔	۳۹۱	تعرض نفحات کی شان ہی یہ ہے کہ شاید و لعل پر ہو۔	۳۹۵
رکوع تک انحناء کبھی تعظیم کے لئے اور کبھی بلا تعظیم بلکہ کبھی برائے توہین بھی ہوتا ہے۔	۳۹۱	مزارات اولیاء کرام ہر طرف سے ممر اقدام صلحائے عظام ہوتے ہیں۔	۳۹۵
بارگاہ رسالت اور روضہ مطہرہ پر حاضری و قیام کے آداب۔	۳۹۲	حضرت عیسٰی علیہ السلام کے شہروں اور جنگلوں میں دورے کرنے کی وجہ۔	۳۹۵
طواف کبھی مستقیم ہوتا ہے جیسے صفاء مروہ کے درمیان، اور کبھی مستدیر جیسے گرد کعبہ۔	۳۹۳	ایک نکتہ دقیقہ۔	۳۹۵
اوضاع تعظیمیہ برائے عبادت کی اقسام ثلثہ میں سے طواف قسم دوم سے تعلق رکھتا ہے۔	۳۹۳	شریعت مطہرہ نے انسان کو سر سے پاؤں تک جمیع جہات میں جدا جدا احکام رکھے ہیں۔	۳۹۵
آداب زیارت روضہ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	۳۹۳	احکام مختلفہ کے ثواب بھی مختلف رنگ کے ہیں۔	۳۹۵
طواف قبر کے جواز کی ایک صورت اور اس کی نفیس توجیہ۔	۳۹۴	سر سے پاؤں تک جملہ جوارح میں معاصی جدا جدا ہیں۔	۳۹۵
روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو اترتے ہیں اور درود وسلام پیش کرتے ہیں۔	۳۹۴	ہر معصیت ایک جدا رنگ کا مرض ہے۔	۳۹۵
محبوبان خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں اور افاضہ برکات میں ان کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔	۳۹۴	ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے ہے۔	۳۹۵
مفیض و مستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے۔	۳۹۴	مریض معاصی اس سراپا مجموعہ برکات کے گرد دورہ کرتا ہے کہ اس کے عضو وہر جہت کا مرض دور کرے۔	۳۹۵
حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ ایام منٰی میں مسجد خیف کی صفوں کا دورہ فرماتے کہ کسی کامل کی نظر پڑ جائے۔	۳۹۴	حجاج نے لوگوں کو حجرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف کرتے دیکھ کر غلیظ لفظ کہا جس پر فقہاء نے اس کی تکفیر کی۔	۳۹۵
اولیاء کرام وارثان سرکار رسالت ہیں۔	۳۹۵	حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے دوران سفر حج ایک قطب کو دیکھا جس نے انھیں اپنے گرد طواف کرنے کو کہا، اس واقعہ سے متعلق مولانا روم کے اشعار۔	۳۹۶
تعرض نفحات رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا خود حدیث میں حکم ہے۔	۳۹۵		

ترجمہ اشعار۔	۳۹۷	افعال حج تعبدی ہیں۔	۴۰۱
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور طواف قبور۔	۳۹۸	منسلک ومسلک ضرور کتب معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے بلکہ مذہب لکھتے ہیں۔	۴۰۱
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بیان کردہ نسخہ کشف قبور وکشف ارواح۔	۳۹۸	بوسہ قبر کے جواز وعدم جواز سے متعلق مولوی محمد عبدالحمید پانی پتی کا طویل استفتاء۔	۴۰۱
تحفۃ الموحدین شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب نہیں کسی وہابی نے ان کی طرف منسوب کردی ہے۔	۳۹۸	بوسہ قبر کے جواز میں اختلاف کی بحث اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق وتنقیح۔	۴۰۳
عقائد امام احمد بن حنبل نامی کتاب میں جھوٹے عقائد کو امام صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔	۳۹۹	عوام کے لئے بوسہ قبر میں معنی ہی احوط ہے بوسہ قبر کا داعی محبت ہے۔	۴۰۳
طواف قبر سے متعلق خلاصہ کلام۔	۳۹۹	مروان نے ایک شخص کو قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر منہ رکھنے سے روکا تو اس نے ایمان افروز جواب دیا۔	۴۰۳
مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔	۳۹۹	حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حاضری اور اس پر اپنا چہرہ ملنا۔	۴۰۴
گمان خبیث دل خبیث سے پیدا ہوتا ہے۔	۴۰۰	ابن المنکدر تابعی قبر رسول سے شفاء حاصل کرتے۔	۴۰۵
ہر سخن وقتے وہر نکتہ مقامے دارد۔	۴۰۰	امام سبکی دارالحدیث میں اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدم رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت حاصل کرنے کے لئے اپنا چہرہ ملا کرتے تھے۔	۴۰۶
طواف تعظیمی غیر خدا کے لئے حرام ہے۔	۴۰۱	مزامیر ناجائز ہیں۔	۴۰۷
اللہ تعالٰی کے لئے کعبہ معظّمہ اور صفا ومروہ کے سوا کوئی اور طواف مقرر کیا تو ناجائز ہے۔	۴۰۱	سجدہ غیر خدا کو قطعی حرام ہے۔	۴۰۷
تعظیم الٰہی بطواف امکنہ امر تعبدی غیر معقول المعنٰی ہے۔	۴۰۱	سجدہ تحیہ پہلی شریعتوں میں حلال تھا ہماری شریعت نے حرام فرمادیا۔	۴۰۷

شریعت آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام میں حقیقی بہن سے نکاح حلال تھا۔	۴۰۷	کن الفاظ سے عورتوں کو سلام اور جواب سلام کہا جائے۔	۴۰۹
مزامیر وسجدہ تحیہ کو جائز قرار دینے والے پیر اور اس کے مرید قابل امامت نہیں۔	۴۰۷	ایک دقیقہ واجب اللحاظ۔	۴۱۰
السلام علیکم کے جواب میں بھی یہی لفظ کہہ دینا کیسا ہے۔	۴۰۷	نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔	۴۱۰
سلام کے جواب میں لفظ آداب، تسلیمات اور بندگی وغیرہ کہنا کیسا ہے۔	۴۰۷	پیر کی تصویر کو بوسہ دینا۔ احترام سے رکھنا اور سجدہ تحیہ کرنا کیسا ہے۔	۴۱۱
سلام کا اور اس کے جواب بہتر وآسان طریقہ کیا ہے۔	۴۰۸	سجدہ عبادت، سجدہ تحیہ، سجدہ تعظیم، سجدہ شکر اور تقبیل ارض کی تعریفات اور ان میں فرق کیا ہے۔	۴۱۲
ایک شخص نے مجلس میں سلام کہا اور فوراً پلٹ گیا اسکو جاتے وقت بھی سلام کہنا چاہئے۔	۴۰۸	نماز عیدین کے بعد مصافحہ جائز ہے۔	۴۱۴
بار بار کی ملاقات میں مصافحہ کرنا چاہئے یا نہیں اور کن مواقع پر مصافحہ ضروری ہے۔	۴۰۸	لوگوں کی عادت سے خروج باعث شہرت ومکروہ ہے۔	۴۱۵
کسی کو نصیحت وہدایت کرنے پر قدرت کے باوجود خاموش رہنے والے پر کیا حکم ہے۔	۴۰۸	عالم دین، سلطان اسلام اور اپنے استاذ کی تعظیم مسجد اور مجالس خیر میں کی جائے گی البتہ قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔	۴۱۵
منافقانہ طریقے پر سلام کرنا اور ملنا کیسا ہے۔	۴۰۸	مصافحہ کرتے وقت درود شریف پڑھنا چاہئے۔	۴۱۶
خارج نماز آیت سجدہ تلاوت کی گئی تو اس کو سن کر نمازی پر سجدہ واجب نہ ہوگا۔	۳۰۹	بلا ضرورت سلام میں فقط اشارہ پر قناعت بدعت اور سنت یہود ونصارٰی ہے البتہ سلام مسنون کے ساتھ محل حاجت عرفیہ میں اشارہ بھی ہو تو جائز ہے۔	۴۱۶
نماز کی تلاوت سے خارج نماز پر سجدہ تلاوت واجب نہیں۔	۴۰۹	قدمبوسی اور سجدہ تحیہ کے بارے میں سوال کا جواب۔	۴۱۷
ختم نماز پر سلام کی حکمت۔	۴۰۹	صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے قدم چومے اور آپ نے منع نہ فرمایا۔	۴۱۷

سجدہ تحیہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔	۴۱۷	سچے محبان اہلبیت کرام کے لئے روز قیامت نعمتیں برکتیں اور راحتیں ہیں۔	۴۲۲
ملائکہ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا۔	۴۱۷	سید وغیر سید دونوں عالم دین سنی صحیح العقیدہ اور صدارت کے اہل ہوں تو سید کو ترجیح ہوگی۔	۴۲۲
یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی زوجہ اور گیارہ بیٹوں نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا۔	۴۱۷	سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں ان اعمال کے سبب اس سے تنفر نہ کیا جائے بلکہ نفس اعمال سے تنفر کیا جائے۔	۴۲۳
حضرت یحیٰی علیہ السلام نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا جب کہ دونوں ہی شکم مادر میں تھے۔	۴۱۷	سید کی بدمذہبی اگر حد کفر تک پہنچ گئی ہو تو اس کی تعظیم حرام کہ اب وہ سید ہی نہ رہا۔	۴۲۳
علماء حرمین نے علماء دیوبند کی نام بنام تکفیر کی۔	۴۱۷	فضل نسب منتہائے نسب کی افضلیت پر ہے۔	۴۲۳
نماز پنجگانہ کے بعد مسجد میں نمازیوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا جائز اور بنیت حسنہ مستحب و مستحسن ہے اور جہاں مسلمانوں میں اس کی عادت ہو وہاں انکار کرکے تفرقہ وفتنہ پیدا کرنا جہالت اور بربنائے اصول وہابیت ہو تو صریح ضلالت ہے۔	۴۱۸	فضل دو طرح کا ہے ایک فضل ذاتی دوسرا فضل انتساب۔	۴۲۳
بوسہ قبر کے مسئلہ مس بہت اختلاف ہے عوام کے لئے زیادہ احتیاط منع میں ہے۔	۴۱۹	آیہ کریمہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" میں فضل ذاتی مراد ہے۔	۴۲۳
ابتدا بہ سلام کہاں سنت اور کہاں مکروہ ہے۔	۴۱۹	تعظیم سادات بوجہ فضل انتساب دراصل تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔	۴۲۳
کن لوگوں پر جواب سلام واجب نہیں	۴۱۹	سجدہ دو قسم ہے سجدہ عبادت اور سجدہ تحیت، اول غیر خدا کے لئے کفر ہے اور ثانی غیر خدا کے لئے حرام ہے۔	۴۲۳
سادات کرام کی تعظیم فرض اور توہین حرام ہے۔	۴۲۰	کفر وشرک کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں ہوسکتا۔	۴۲۳
اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انصار اور عرب کا حق نہ پہچاننے والا تین علتوں سے خالی نہیں۔	۴۲۰	○ رسالہ الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (متعدد قرآنی آیات، چالیس حدیثوں اور ڈیڑھ سو نصوص فقہ سے سجدہ تعظیمی کی حرمت کا ثبوت)	۴۲۵
محبت آل اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ آیت قرآنی ہے۔	۴۲۱		

غیر اللہ کو سجدہ عبادت شرک مہین ہے۔	۴۲۹	دعوٰی مذکور پر تین وجوہ سے استدلال۔	۴۳۵
غیر اللہ کو سجدہ تحیت حرام وگناہ کبیرہ ہے۔	۴۲۹	سجدہ عبادت کو جائز مان کر کوئی مسلمان نہیں رہتا۔	۴۳۵
سجدہ تحیت کی تکفیر جو جماعت فقہاء سے منقول ہے وہ کفر صوری پر محمول ہے۔	۴۳۰	ایأمرکم بالکفر آیۃ میں کفر سے کیا مراد ہے۔	۴۳۵
پیر ومزار کو سجدہ تحیت نہ تو مباح اور نہ ہی شرک حقیقی۔	۴۳۰	ایک آیت کے کئی شان نزول ہو سکتے ہیں اور قرآن کریم اپنی جمیع وجوہ پر حجت ہے۔	۴۳۷
محال ہے کہ مولٰی عزجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اسے بھی منسوخ فرمائے۔	۴۳۰	سجدہ تحیت ایسا سخت حرم ہے کہ مشابہ کفر ہے۔	۴۳۷
ملائکہ میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے بھی شریک خدا نہیں بنا سکتا۔	۴۳۰	فصل دوم: چالیس حدیثوں سے تحریم سجدہ تحیت کا ثبوت۔	۴۳۷
وہابیہ کی طرف سے سجدہ تحیت کو شرک ٹھہرانے سے متعدد قبائح کا لزوم۔	۴۳۰	حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے۔	۴۳۷
جو شرک نہ ہو اس کا جائز وروا ہونا ضروری نہیں۔	۴۳۰	ائمہ وعلماء نے رنگ برنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں۔	۴۳۷
رسالہ ہذا چھ فصلوں پر مشتمل ہے جن کا اجمالی بیان۔	۴۳۱	غیر خدا کو سجدہ کی حرمت سے متعلق احادیث دو نوع ہیں۔	۴۳۷
فصل اول: قرآن کریم سے سجدہ تحیت کی تحریم۔	۴۳۲	نوع اول سجدہ غیر کی مطلقًا ممانعت	۴۳۷
آیت کریمہ ماکان لبشر الآیۃ کا شان نزول	۴۳۳	حدیث اول۔	۴۳۷
شان نزول میں دوسرا قول۔	۴۳۳	شوہر کا عورت پر کیا حق ہے	۴۳۸
آیہ کریمہ بعد اذ انتم مسلمون میں مخاطب مسلمان ہیں نہ کہ نصارٰی۔	۴۳۳	اللہ تعالٰی نے عورت پر شوہر کی فضیلت رکھی۔	۴۳۸
صحابہ کرام نے خود حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے سجدہ تحیت کی اجازت مانگی تھی نہ کہ سجدہ عبادت کی۔	۴۳۴		

حدیث دوم۔	۴۳۸	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چوپائے اور درخت سجدے کرتے ہیں۔	۴۴۲
اونٹ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔	۴۳۸	رب تعالٰی کی عبادت کرو اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کرو۔	۴۴۲
حدیث سوم۔	۴۳۹	حدیث ہشتم۔	۴۴۳
بگڑے ہوئے اونٹ نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کردیا۔	۴۳۹	بے قابو اونٹ کو حضور کے سامنے سجدہ کرتے دیکھ کر قوم میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور اٹھا۔	۴۴۳
اگر بشر کو سجدہ روا ہوتو عورت کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔	۴۴۰	حدیث نہم۔	۴۴۳
حدیث چہارم۔	۴۴۰	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو مست اونٹوں نے سجدہ کیا آپ نے دونوں کے سر پکڑ کر مالک کے حوالے کیا اور فرمایا ان سے کام لو اور خوب چارہ دو۔	۴۴۴
بکریوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔	۴۴۰	صحابہ کرام کا اعتقاد کہ نعمتیں اور دنیا وآخرت کی ہلاکتوں سے نجات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت اور آپ کے صدقے میں ملتی ہیں۔	۴۴۴
حدیث پنجم۔	۴۴۱	حدیث دہم۔	۴۴۴
بے قابو شتر آب کش سجدے میں گرگیا۔	۴۴۱	حدیث یازدہم۔	۴۴۵
حدیث ششم۔	۴۴۱	سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دو۲ درختوں نے مل کر پردہ بنایا اور قضاء حاجت کے بعد واپس اپنی جگہ پر چلے گئے۔	۴۴۵
اونٹ بولتا ہوا آیا اور بارگاہ رسالت میں سجدہ کیا۔	۴۴۲	ایک بچے پر شیطان کا اثر تھا جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دور فرمادیا۔	۴۴۵
اونٹ نے فریاد کی اور سرکار نے اسی پر کرم فرمایا۔	۴۴۲	اونٹ نے فریاد کی تو حضور نے خرید کر اس کو آزاد چھوڑدیا۔	۴۴۶
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جانوروں کی بولی سمجھتے ہیں۔	۴۴۲	حدیث دوازدہم۔	۴۴۶
حدیث ہفتم۔	۴۴۲		

حضور کے بلانے پر درخت جڑوں کو اکھاڑتا ہوا حاضر خدمت ہوا اور کہا السلام علیک یارسول اللہ۔	۴۴۶	حدیث بست و پنجم۔	۴۵۲
صحابی نے حضور کی اجازت سے آپ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا۔	۴۴۷	نہ قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو نہ ہی قبر پر نماز پڑھو۔	۴۵۲
حدیث سیزدہم۔	۴۴۷	حدیث بست و ششم۔	۴۵۲
شام کے نصارٰی اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے تھے۔	۴۴۸	حدیث بست و ہفتم۔	۴۵۲
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمادیا۔	۴۴۸	کسی آدمی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی ممانعت۔	۴۵۲
حدیث چہاردہم۔	۴۴۸	حیدث بست و ہشتم۔	۴۵۲
حدیث پانزدہم۔	۴۴۹	حدیث بست و نہم۔	۴۵۳
اہل یمن ایک دوسرے کو سجدہ کرتے تھے۔	۴۴۹	یہود ونصارٰی نے قبور انبیاء کو محل سجدہ بنایا جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پر لعنت وہلاکت کی دعا کی۔	۴۵۳
حدیث شانزدہم۔	۴۴۹	حدیث سیم۔	۴۵۳
حدیث ہفتدہم تا حدیث بست ویکم۔	۴۵۰	حدیث سی ویکم۔	۴۵۴
حدیث بست ودوم۔	۴۵۰	حدیث سی ودوم۔	۴۵۴
تذییل اول: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلمان فارسی کو سجدہ سے روک دیا۔	۴۵۰	سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرض وصال کے احوال۔	۴۵۴
تذییل دوم: سلطنت نصارٰی کا سفیر حضرت کے پاس آیا سجدہ کرنا چاہا مگر آپ نے روک دیا۔	۴۵۱	حدیث سی وسوم۔	۴۵۵
حدیث بست وسوم۔	۴۵۱	حدیث سی وچہارم۔	۴۵۵
تعظیماً جھکنا ممنوع ہے۔	۴۵۱	لوگوں میں سے بدترین مخلوق کون ہے	۴۵۵
نوع دوم: قبر کی طرف سجدہ کرنے کی ممانعت	۴۵۱	حدیث سی و پنجم۔	۴۵۵
حدیث بست وچہارم۔	۴۵۱	حدیث سی وششم وسی وہفتم۔	۴۵۵
قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو	۴۵۲		

حدیث و ہشتم۔	۴۵۶	غیر خدا کو سجدہ کبھی کفر ہے اور کبھی صرف حرام۔	۴۶۱
حدیث سی و نہم۔	۴۵۶	بادشاہ یا سردار کے سامنے زمین بوسی اور سجدہ کرنے والے کا حکم۔	۴۶۲
حدیث چہلم۔	۴۵۶	صدر شہید کی عبارت کی توضیح۔	۴۶۵
افادہ: یہود و نصارٰی پر لعنت کیوں فرمائی گئی۔	۴۵۶	غیر خدا کو سجدہ تحیہ شراب پینے اور سور کھانے سے بدتر ہے۔	۴۶۶
اتخاذ القبور مسجدا کی دو۲ صورتیں۔	۴۵۷	جہال کا اپنے پیروں کو سجدہ کرنا بالاجماع گناہ کبیرہ ہے اگر جائز سمجھے تو کافر ہے۔	۴۶۹
مصنف کی تحقیق کہ صورت دوم اظہر وارجح ہے۔	۴۵۷	اپنے مریدوں کو اپنے آگے سجدہ کرنے کا حکم دینے والے یا اس کو پسند کرنے والے پیر کا حکم۔	۴۶۶
نصرانی یہود سے بدتر کس وجہ سے ہے۔	۴۵۷	قسم دوم: سجدہ تو سجدہ زمین بوسی حرام ہے۔	۴۷۰
فصل سوم: ڈیڑھ سو نصوص فقہ سے سجدہ تحیہ حرام ہونے کا ثبوت اور وہ دو نوع ہے۔	۴۵۸	قسم سوم: زمین بوسی بالائے طاق رکوع کے قریب تک جھکنا منع ہے۔	۴۷۱
نوع اول تین قسم پر ہے۔	۴۵۸	نوع دوم: متعلق مزارات اور یہ بھی تین قسم ہے۔	۴۷۴
قسم اول: نفس سجدہ کا حکم غیر خدا کے لئے مطلقاً حرام ہے۔	۴۵۸	قسم اول: مزارات کو سجدہ یا اس کے سامنے زمین چومنا حرام اور حد رکوع تک جھکنا ممنوع ہے۔	۴۷۴
مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ تحریم سجدہ متفق علیہ ہے اور تکفیر میں چھ قول ہیں۔	۴۵۸	مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ بوسہ میں اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔	۴۷۵
زمین پر ماتھا رکھنا خسارہ رکھنے سے بدتر ہے۔	۴۵۹	چھونا اور چمٹنا بوسہ کی مثل ہے۔	۴۷۵
ظہیریہ میں علی الاطلاق تکفیر کا حکم جزمی نہیں بلکہ بعض کی طرف نسبت ہے۔	۴۵۹	قسم دوم: مزار کو سجدہ درکنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں۔	۴۷۶
بلااکراہ غیر اللہ کو سجدہ پر تکفیر کے بارے میں امام عینی علامہ قہستانی سے اوثق ہیں۔	۴۶۰	قبر کے سامنے رکوع و سجود والی نماز مکروہ ہے۔	۴۷۷
دعوی اتفاق بے محل ہے۔	۴۶۱		

نماز جنازہ قبر کے سامنے پڑھ سکتے ہیں۔	۴۷۸	"کلامی لاینسخ کلام اللہ" حدیث منکر، باطل اور موضوع ہے۔	۴۹۷
بلا جنازہ دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی جب تک ظن سلامت ہے۔	۴۷۸	جبرون متہم ہے۔	۴۹۷
قسم سوم: قبر کی طرف مسجد کا قبلہ ہونا منع ہے۔	۴۷۸	مذہب حنفی میں آیت حدیث سے منسوخ ہوسکتی ہے۔	۴۹۷
قبر کے سامنے نماز ممنوع ہے چاہے مسجد میں ہو، مکان میں ہو یا صحرا میں۔	۴۷۹	احکام میں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام اللہ تعالٰی ہی کا کلام ہے۔	۴۹۷
سامنے قبر ہو تو نمازی سترہ رکھ لے۔	۴۷۹	کلام خدا کلام خدا سے منسوخ ہوسکتا ہے۔	۴۹۷
سترہ کی مقدار کیا ہے۔	۴۷۹	وماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔	۴۹۸
امام کا سترہ ساری جماعت کو کافی ہے۔	۴۷۹	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی پیشانی پر سجدہ اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کو سجدہ میں بڑا فرق ہے۔	۴۹۸
مسجد کا قبلہ جانب قبر نہ ہو اور نہ ہی جانب حمام ہو۔	۴۷۹	بکر نے سند حدیث میں غلطی کی جو اس کی بے علمی ہے۔	۴۹۸
مسجد البیت کے قبلہ میں حمام یا بیت الخلاء ہو تو کچھ حرج نہیں نہ ہی قبر میں مضائقہ۔	۴۷۹	بے علمی میں بکر نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام پر افتراء کیا۔	۴۹۸
مسجد البیت میں جنبی کو جانا بلکہ جماع جائز ہے۔	۴۷۹	حدیث "صدق رؤیاک" کا معنی۔	۴۹۹
تحریم مسجد تحیۃ کے بارے میں مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق جو چار فصلوں پر مشتمل ہے۔	۴۸۰	ممانعت سجدہ سے متعلق حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں بکر کی تحریف۔	۴۹۹
فصل اول۔	۴۸۱	حدیث ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کا صحیح مفہوم۔	۴۹۹
صحابہ وائمہ واولیاء وکتب پر بکر کے افتراء خود اس کے مستندات سے تحریم سجدہ تحیہ کا ثبوت۔	۴۸۱	انتفائے جزاء انتفائے شرط ہے۔	۴۹۹
فصل دوم۔	۴۹۷	طرفہ جہالت بکر۔	۵۰۰
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بکر کے افتراء اور حدیث سے سجدہ تحیت کی تحریم کا ثبوت۔	۴۹۷		

حدیث قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سجدہ غیر کی حرمت پر استدلال۔	۵۰۰	حدیث قیس۔ حدیث معاذ اور حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بکر نے کیوں چھپایا۔	۵۰۶
دین میں چالاکیاں مسلمان کو نازیباں ہیں۔	۵۰۱	حضور عالم ماکان ومایکون ہیں۔ صدیوں بعد ہونے والے حالات کو خبر پہلے ہی دے دی۔	۵۰۸
بکر نے لاینبغی لبشر ان یسجد لغیر کو حدیث ام المومنین کا تتمہ سمجھا حالانکہ یہ اس سے الگ حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔	۵۰۲	بکر کا استدلال مان لیا جائے تو کتا۔ گدھا اور سور کے اجزاء کثیرہ حلال ہو جائیں گے۔	۵۰۹
ممانعت سجدہ کی احادیث چار الگ الگ واقعات پر مشتمل ہے۔	۵۰۲	تین اصول شرع۔ سنت، اجماع اور قیاس کو رد کرنا مذہب چکڑالوی ہے۔	۵۰۹
بکر کی کج فہمی کہ صحابہ کی خواہش سجدہ کو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے سجدہ عبادت کی خواہش سمجھا۔	۵۰۲	فصل سوم۔	۵۰۹
بدگمانی سے بچو کچھ گمان گناہ ہیں۔ (آیۃ)	۵۰۳	اللہ عزوجل پر بکر کے افتراء اور خود اس کے منہ قرآن سے تحریم سجدہ تحیت کا ثبوت۔	۵۰۹
حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام پر بدعقیدگی کا گمان کرنے والا مستحق جہنم ہے۔	۵۰۳	سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء خود اللہ تعالٰی پر افتراء ہے۔	۵۰۹
جو شخص رسول کو کفر وارتداد پر سکوت کرنیوالا ٹھہرائے وہ خود کفر وارتداد کے گھاٹ پر پہنچ گیا۔	۵۰۴	اللہ تعالٰی پر بکر کا پہلا افتراء۔	۵۰۹
حدیث میں ہے کہ کوئی شخص ایک بات کہتا ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا اس کے سبب ستر برس کی راہ جہنم میں اتر جاتا ہے۔	۵۰۴	دوسرا افتراء۔	۵۱۰
ہر چیز مجھ کو اللہ تعالٰی کا رسول جانتی ہے سوائے کافر جن اور آدمیوں کے۔ (الحدیث)	۵۰۵	آیت کریمہ "فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" حسب حدیث ترمذی شریف قبلہ تحری میں ہے۔	۵۱۰
بے شک سجدہ افعال عبادت سے ہے۔	۵۰۵	تیسرا افتراء۔	۵۱۰
سجدہ عبادت اور سجدہ تحیت میں سوائے نیت کے کوئی فرق نہیں۔	۵۰۵	تقرر قبلہ روز اول سے ہے۔	
اخلاص عبادت یہ ہے کہ عبادت غیر کی مشابہت سے بھی بچے۔	۵۰۵	چوتھا افتراء۔	۵۱۱

سجدہ تحیت اور سجدہ عبادت کا امتیاز اللہ تعالٰی اور خود ساجد کے نزدیک نیت سے ہے۔	۵۱۱	قول شاذ ماننے والے پر شرعی الزام شدید عائد ہوگا۔	۵۱۵
اللہ تعالٰی لغو وفضول اور ناقص ومدخل سے منزہ ہے۔	۵۱۱	قول مرجوح پر افتراء اور حکم جہل اور خرق اجماع ہے۔	۵۱۵
بکر کا یہ قول کہ خدا نے اپنی عبادت کے سجدے کے لئے کعبہ کو سمت قرار دیا تاکہ سجدہ عبادت وسجدہ تعظیم میں امتیاز ہوجائے یہ باطل ہے کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں اور وہ دونوں کفر صریح ہیں۔	۵۱۱	اجماع امت کا توڑنے والا فاسق ہے۔	۵۱۵
بکر کی دلیل سے مندروں میں بتوں کو سجدے جائز ہوگئے۔	۵۱۲	سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے پیران عظام محبوبان خدا ہیں۔	۵۱۵
اب ناسخ کا ناسخ کوئی نہیں۔	۵۱۲	تنبیہ: رسالہ مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء کا تعارف۔	۵۱۵
پانچواں افتراء۔	۵۱۲	شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے اور شریعت مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں۔	۵۱۵
تفسیر بالرائے ممنوع ہے۔	۵۱۲	اولیاء کاملین سے جو قول، فعل، حال بظاہر خلاف شرع منقول ہو تو چارہ وجوہ سے اس کا دفاع ہوگا۔	۵۱۶
نصوص کو ظاہری معنی سے پھیر کر اہل باطن کی طرح باطنی معنی لینا الحاد ہے۔	۵۱۲	ثبوت کامل کے بغیر کسی مسلمان کی طرف کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔	۵۱۶
اس سے بڑھ کر جھوٹا کون جسے قرآن مجید جھٹلائے۔	۵۱۳	آج کل حضرات اولیاء کے نام سے بہت سی جعلی کتابیں نظم ونثر میں شائع ہورہی ہیں۔	۵۱۶
کلام الٰہی میں معنوی تحریف کی ایک صورت۔	۵۱۳	عقائد امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام سے شائع شدہ کتاب من گھڑت ہے۔	۵۱۶
مجوزہ سجدہ تحیت بکر کی ناپاک بدزبانیاں۔	۵۱۴	شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے نام سے بھی بعض جعلی کتابیں چھاپی گئی ہیں۔	۵۱۶
بکر کی قرآن وحدیث وفقہ واجماع اور ائمہ اولیاء پر ایک ملعون تہمت۔	۵۱۴	ہر سنی مسلمان کے کلام میں تاحد امکان تاویل لازم ہے۔	۵۱۶
نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے۔	۵۱۵	متشابہات کا اتباع کرنا جہالت ہے۔	۵۱۷
اتباع جمہور کا ہوگا۔	۵۱۵		

متشابہات جس طرح اللہ تعالٰی کے کلام میں ہیں اسی طرح اکابر دین کے کلام میں بھی ہیں۔	۵۱۸	ثانیاً قرآن کریم سے سجدہ مبحوث عنہا کا جواز قطعاً ثابت ہونا بوجوہ باطل ہے۔	۵۲۰
فصل چہارم۔	۵۱۸	وجہ اول۔	۵۲۱
سجدہ آدم ویوسف علیہما الصلٰوۃ والسلام کی بحث اور دلائل قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت۔	۵۱۸	علماء کو اختلاف ہے کہ سجدہ آدم زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا۔	۵۲۱
ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کون سا تھا۔	۵۱۹	یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ان کے والدین کے سجدہ کی نوعیت کیا تھی۔	۵۲۱
ابلیس سجدہ آدم سے کیوں باز رہا۔	۵۱۹	بکر کی ایک سخت جہالت۔	۵۲۳
حکم قرآن حدیث سے منسوخ ہوجاتا ہے۔	۵۲۰	امام اجل محمد بن عباد تابعی ہیں اور ام المومنین صدیقہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ اور جابر بن عبداللہ کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	۵۲۳
مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے استدلال بکر پر کئی وجوہ سے رد۔	۵۲۰	امام ابن جریج تبع تابعین سے ہیں امام جعفر صادق کے شاگرد اور امام شافعی کے دادا استاد ہیں۔	۵۲۳
اولا ملائکہ کو سجدہ آدم کا حکم اللہ تعالٰی نے آفرینش آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے پہلے دیا تھا۔	۵۲۰	جو سجدہ تلاوت نماز میں واجب ہو فوراً بشکل رکوع بھی ادا ہوجاتا ہے یونہی رکوع نماز میں اس سجدہ کی نیت کرنے سے جبکہ چار آیت کا فصل دے کر نہ ہو۔	۵۲۳
ملائکہ وبشر کے احکام جدا ہیں۔	۵۲۰	وجہ دوم۔	۵۲۴
جو حکم ملائکہ کو دیا گیا وہ شریعت مِن قبلنا نہیں۔	۵۲۰	سجدہ آدم ویوسف ان دونوں کو تھا یا اللہ عزوجل کو۔	۵۲۴
انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام فعل ممنوع نہیں کرتے۔	۵۲۰	کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔	۵۲۴
شریعت میں کسی فعل کی عدم ممانعت دو طرح سے ہوتی ہے۔	۵۲۰	نص قطعی کے مقابلے میں قیاس کار ابلیس ہے۔	۵۲۸
اباحت شرعیہ اور اباحت اصلیہ میں فرق ہے اباحت اصلیہ حکم شرعی نہیں بلکہ عدم حکم ہے۔	۵۲۰	کعبہ محض پتھروں سے بنے ہوئے مکان کا نام نہیں۔	۵۲۸

وجہ سوم۔	۵۲۹	واقع غیر واقع نہیں ہوسکتا۔	۵۳۶
امام عطاء بن ابی رباح امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں۔	۵۲۹	سجدہ غایت تعظیم ہے۔	۵۳۶
آیت سورۃ یوسف کی وجہ نفیس۔	۵۲۹	غایت تعظیم کے لئے نہایت عظمت درکار۔	۵۳۶
وجہ چہارم۔	۵۳۱	کم درجہ تعظیم کے لئے انتہادرجے کی تعظیم ظلم صریح ہے۔	۵۳۶
شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا قطعی نہیں۔	۵۳۱	اباحت اصلیہ کا رفع نسخ نہیں۔	۵۳۷
وجہ پنجم۔	۵۳۲	حواشی رسالہ الزبدۃ الزکیۃ۔	۵۳۸
باتفاق عقل ونقل واقعہ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا۔	۵۳۲	مریدین کو سجدہ سے منع نہ کرنے والا پیر خطاکار ہے اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو سجدہ سے منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آجائیں۔	۵۴۳
قیاس ظنی ہوتا ہے۔	۵۳۲	سجدہ تحیہ اور تواجد کے بارے میں ایک مباحثہ کا حال جس کے مصنف مولوی عبدالقادر جونپوری تھے اور انھوں نے ہی مصنف علہ الرحمۃ کی خدمت میں استفتاء بھیجا۔	۵۴۳
ثالثاً ظنی کے انکار کو ظنی بس ہے۔	۵۳۲	فریق اول کا مؤقف اور ان کے دلائل	۵۴۳
بکر کا ہدایہ پر افتراء۔	۵۳۳	فریق ثانی کا مؤقف اور ان کے دلائل۔	۵۴۳
قاضی خاں وردالمحتار پر افتراء۔	۵۳۴	مصنف کا فیصلہ۔	۵۴۹
جو حدیث روایۃً متواتر نہ ہو مگر مقبولاً متواتر ہو اس سے قطعی کا نسخ رواہے۔	۵۳۴	مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے جواب استفتاء۔	۵۴۹
حدیث لاوصیۃ لوارث سے وصیت والدین واقربین کہ منصوص قرآن تھی منسوخ کی گئی۔	۵۳۴	بلاشبہہ ہماری شریعت مطہرہ میں غیر خدا کے لئے سجدہ تحیہ حرام فرمایا گیا۔	۵۴۹
متواتر کی دو قسمیں ہیں۔	۵۳۴	شرائع من قبلنا اس وقت تک حجت ہیں کہ ہماری شریعت ممانعت نہ فرماتے منع کے بعد اباحت اصلیہ سے استدلال نہیں ہوسکتا۔	۵۴۹
اجماع ناسخ ومنسوخ تو نہیں مگر دلیل نسخ یقیناً ہے۔	۵۳۵	اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر بعد منع شرع اباحت نہیں رہ سکتی۔	۵۵۰
خبر منسوخ نہیں ہوتی۔	۵۳۵	صحابی کا پیشانی اقدس پر سجدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ تحیہ نہ تھا بلکہ اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ عبادت تھا البتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی اس وقت مسجد یعنی موضع سجود تھی۔	۵۵۰

قدم بوسی سنت سے ثابت ہے۔	۵۵۰	ایک ہی چیز ارادے اور مقصد کے اعتبار سے کبھی حلال اور کبھی حرام سے متصف ہوتی ہے۔	۵۵۴
انحناء یعنی جھکنا دو قسم ہے مقصود اور وسیلہ، دونوں کے حکم کی تفصیل۔	۵۵۰	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر کہ تم ہمارے مولٰی ہو حضرت زید رضی اللہ تعالٰی عنہ والہانہ رقص کرنے لگے۔	۵۵۴
وجد کو حرام کہنا عجب ہے کہ وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا۔	۵۵۱	چلانے کی جائز وناجائز صورتیں۔	۵۵۵
مورد احکام افعال اختیاریہ ہیں نہ کہ اضطراریہ۔	۵۵۱	غنا اگر منکرات شرعیہ پر مشتمل ہو تو بلاشبہہ ممنوع ہے۔	۵۵۶
حضرت سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سماع کے حاضرین کو ہدایت کہ تالی کیسے بجائیں۔	۵۵۱	اذکار حسنہ والحانات حسنہ سے سننا کوئی ممنوع نہیں۔	۵۵۶
رقص میں دو صورتیں ہیں: ایک بیخودانہ کہ جائز ہے۔ دوسری بالاختیار، اس کی پھر دو صورتیں ہیں کہ اس میں تثنّی وتکسر ہے یا نہیں۔ بصورت اول ناجائز اور بصورت ثانی عوام کو احتراز چاہئے جبکہ خواص کے لئے ممنوع نہیں۔	۵۵۲	حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آخر عمر میں سماع ترک فرمادیا تھا کیونکہ گانے والا کوئی اہل نہیں ملتا تھا۔	۵۵۶
تواجد میں نیت صالحہ کی دو صورتیں ہیں ایک عام یعنی تشبہ بصلحاء کرام اور دوسری طالبان راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہوجائے۔	۵۵۲	شیخ ابوطالب مکی علیہ الرحمۃ کے مناقب سماع میں حلال، حرام اور شبہہ کی اقسام ہے۔	۵۵۷
تواجد کی ایک صورت مذموم اور ایک صورت محمود ہے۔	۵۵۲	کون سا سماع اہل صدق کے نزدیک مردود اور گناہ ہے۔	۵۵۸
لذت شہود پاکر وجد غالب ہو تو رقص جائز ہے۔	۵۵۳	صوفیائے کرام کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کے قول وفعل کی کوئی وقعت نہیں بہت سخت بات ہے۔	۵۵۹
حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے خوشی سے سرشار ہو کر رقص کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔	۵۵۴		

صوفیائے کرام سے بڑھ کر اللہ تعالٰی کی طرف جھکنے والا اور ان سے بڑا دیندار کون ہوسکتا ہے۔	۵۵۹	حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کے اصحاب نے کہا کہ ہمیں ایک خدا بنادے تو آپ نے فرمایا کہ تم جاہل قوم ہو۔	۵۶۱
تحریم سجدہ تحیہ میں ہماری سند تصریح فقہاء کرام ہے۔	۵۵۹	زناء کو اپنے لئے حلال کرنے والے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکمت سے مسئلہ سمجھایا۔	۵۶۱
آیت کریمہ واذا حییتم بتحیۃ کی تفسیر۔	۵۵۹	سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بطور معجزہ نوجوان کے دل سے محبت زنا نکال کر نفرت زنا پیدا کردی۔	۵۹۲
تحیہ کی صورتوں کا ذکر۔	۵۶۰	اشیاء معظّمہ کو تعظیما بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو۔	۵۶۲
وجوب جواب صرف سلام کے لئے ہے نہ کہ ہر تحیت کے لئے۔	۵۶۰	معظمان دینی کے ہاتھ پاؤں چومنا اور ان کو دیکھ کر تعظیما قیام کرنا جائز ہے مگر ہاتھ باندھے کھڑے رہنا نہ چاہئے اور کسی معظم دینی کا خود اس کی خواہش کرنا حرام ہے۔	۵۶۲
آیت کریمہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون کی تفسیر۔	۵۶۰	قرآن مجید کو چومنا اور تعظیما سر اور آنکھوں پر رکھنا سینے سے لگانا مستحب ہے۔	۵۶۳
کوئی شریعت جواز کفر نہیں لاسکتی۔	۵۶۰	محارم اور غیر محارم عورتوں کو سلام کہنا کیسا ہے۔	۵۶۳
اللہ تبارک وتعالٰی کا کفر کا حکم نہیں فرماتا۔	۵۶۰	بعد نماز فجر وعصر نمازیوں کا باہم مصافحہ کا التزام عندالاحناف سنت ہے یا مستحب یا مکروہ۔	۵۶۳
سجدہ تحیت قطعاً کفر نہیں۔	۵۶۰	مسجد میں جو لوگ خالی بیٹھے ہوں ان کو سلام کرنا جائز اور جو لوگ نماز، تلاوت یا ذکر وغیرہ میں مشغول ہوں ان کو سلام کہنا مکروہ ہے۔	۵۶۴
مراسیل حسن محدثین کی نظر میں۔	۵۶۰	پیر یا استاد کو سجدہ تعظیمی کیسا ہے اور اس کا مرتکب مومن ہے یا کافر۔	۵۶۴
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سجدہ عبادت کی درخواست والا شخص کون تھا۔	۵۶۱	غیر خدا کو سجدہ عبادت شرک ہے اور سجدہ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام وگناہ کبیرہ ہے۔	۵۶۵

جاہلوں کی مجلس میں عالم آیا تو پہلے سلام آنے والے عالم کو کہنا چاہئے۔	۵۶۵	وضو، وظیفہ، اور تلاوت قرآن مجید میں سلام کا جواب دے یا نہ دے۔	۵۶۹
والدین، استاد اور علماء کے ہاتھ پاؤں چومنے کے جواز پر مولانا مولوی عماد الدین صاحب کے فتوٰی کے مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے تصدیق وتائید اور انکار کی شق نکالنے والے کی تغلیط۔	۵۶۵	**ضمیمہ سلام وتحیت وتعظیم سادات**	
والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز اور علماء وصلحاء کی دست بوسی سنت مستحبہ ہے۔	۵۶۶	تعظیما جھکنا ممنوع ہے۔	۴۵۱
قدم بوسی اور سجدہ کے معانی اور ان میں فرق۔	۵۶۶	**داڑھی، حلق وقصر، ختنہ وحجامت**	
مسلمانوں پر بدگمانی حرام ہے۔	۵۶۶	(داڑھی، مونچھ، سر وغیرہ کے بالوں، ختنہ اور ناخن وغیرہ سے متعلق مسائل)	۵۷۱
غیر خدا کو سجدہ کرنے والے کو منع کرنا فرض ہے مگر قدمبوسی کو سجدہ سمجھ کر منع کرنا گمان خبیث ہے۔	۵۶۷	داڑھی منڈوانا، کتروانا، چڑھانا اور اس کی تحقیر واستہزاء کیسا ہے۔	۵۷۱
علماء دین ومشائخ صالحین کی دست بوسی وقدمبوسی سنت ہے۔	۵۶۷	داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرنا واجب، اہل اسلام کا شعار اور اس کا خلاف ممنوع وحرام اور کفار کا شعار ہے۔	۵۷۱
بزرگان دین کی قدمبوسی ودست بوسی کرنے والے کو مشرک کہنے والا خود تجدید اسلام وتجدید نکاح کرے۔	۵۶۷	دس چیزیں فطرت سے ہیں جن میں مونچھیں کم کرنا اور داڑھی بڑھانا شامل ہے۔	۵۷۱
سید کے لڑکے سے خدمت لینا جب شاگرد یا ملازم ہو اس کو مارنا جائز ہے یا نہیں۔	۵۶۸	داڑھی منڈانا حرام اور یہ افرنگیوں ہنود اور جوالقیوں کا طریقہ ہے۔	۵۷۲
مسلمان کا جھوٹا کھانا کوئی ذلت نہیں حدیث میں اس کو شفاء فرمایا گیا۔	۵۶۸	قلندریہ کن کو کہا جاتا ہے۔	۵۷۲
سید زادہ اپنا سید ہونا چھپائے پھر بھی جن کو معلوم ہے ان پر اس کی تذلیل جائز نہیں۔	۵۶۸	سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو چھوڑنا اور مشرکین ومجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں۔	۵۷۲
سنی مسلمان غیر فاسق معلن کو ابتداء السلام کرے، وہ اگر جواب خلاف سنت دے تو اس کو سمجھائے نہ کہ خود سنت سلام ترک کرے۔	۵۶۸		

داڑھی منڈانے میں تغیر خلقت خدا بطریق ممنوع ہے جو اثر اضلال شیطان اور موجب لعنت الٰہی ہے۔	۵۷۲	اعذار باردہ موجب تحلیل محرمات نہیں ہوسکتے ارتکاب ممنوع کے ساتھ ندامت واعتراف جرم لاحق ہو تو وہ باعث تخفیف عذاب اور عزم مع الترک موجب محوگناہ ہوجاتا ہے۔	۵۷۳
مسئلہ کی تائید قرآن حدیث سے۔	۵۷۲	داڑھی کی سنیت قطعی الثبوت ہے اس کی توہین وتحقیر اور اس کے اتباع پر استہزاء بالاجماع کفر ہے۔	۵۷۲
داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ممنوع ہے اور اس پر حدیث سے وعید شدید۔	۵۷۳	داڑھی کی توہین کرنے والے کی بیوی نکاح سے نکل جائے گی اس کے بعد اولاد حرام ہوگی۔	۵۷۲
داڑھی کتروانا یا منڈانا داڑھی چڑھانے سے بچند وجوہ سخت تر ہے۔	۵۷۳	مسلمانوں پر لازم ہے کہ داڑھی کی تحقیر کرنے والے کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کریں مرنے کے بعد اس کا جنازہ نہ پڑھیں، مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہ کریں بلکہ حتی الامکان اس کے ناپاک جنازہ کی تذلیل کریں۔	۵۷۴
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ناراضگی پر دنیاوآخرت میں ثمرات بدمرتب ہوتے ہیں۔	۵۷۳	بدھ کے دن ناخن کتروانا ازروئے حدیث ممنوع اور موجب برص ہے۔	۵۷۴
داڑھی منڈانے والوں کا سفاہت وضلالت پر مبنی ایک ناقابل اعتبار عذر۔	۵۷۳	ایک عالم کبیر نے حدیث ممانعت کو صحیح الاسناد نہ سمجھتے ہوئے بدھ کے روز ناخن دانستہ تراشے تو فورابرص میں مبتلا ہوئے پھر خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دست اقدس کی برکت سے شفا ہوئی اور فوراتائب ہوئے۔	۵۷۴
اصلاح باطن آرائش ظاہر سے اہم تر ہے مگر اس کے ساتھ افساد ظاہر وارتکاب محرمات کی اجازت نہیں۔	۵۷۳	سر کے بالوں سے متعلق دو سوالوں پر مشتمل استفتاء۔	۵۷۶
تعمیل حکم شرع واتباع سنت شارع ہرگز آراستگی باطن میں خلل انداز نہیں۔	۵۷۳	سر کے بالوں کو منڈانے کی نسبت شرع مطہر میں صرف دو طریقے آئے ہیں۔	۵۷۷
اس پر دلیل کہ داڑھی منڈانے والا اپنے اس دعوی میں جھوٹا ہے کہ اس کا باطن آراستہ ہے۔	۵۷۳		

بال کٹوانے کے چند خلاف سنت طریقے۔	۵۷۷	داڑھی کو جدید شرع تک رکھنا اور زیادہ لمبی ہو تو کاٹنے میں علماء کی آراء۔	۵۸۲
قزع مکروہ ہے۔	۵۷۸	خیر الامور اوسطھا۔	۵۸۳
قزع کی صورت۔	۵۷۸	داڑھی لمبی ہو تو عقل کم ہوتی ہے۔	۵۸۴
چار سوالات پر مشتمل ایک استفتاء۔	۵۸۰	امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی داڑھی مبارک۔	۵۸۴
ایک مشت سے زیادہ داڑھی رکھنا سنت ہے یا مکروہ۔	۵۸۰	سیدنا فاروق اعظم و سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی داڑھی مبارک۔	۵۸۴
فخر عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی ریش مبارک کو کبھی ترشوایا ہے یا نہیں؟	۵۸۰	سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حلیہ اور داڑھی مبارک۔	۵۸۵
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی داڑھی کی مقدار کیا تھی۔	۵۸۰	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ داڑھی کو مشت میں لیتے اور زائد کو کم کردیتے۔	۵۸۵
جواب سوال اول۔	۵۸۱	مشت سے زائد داڑھی میں کمی کرنا خود حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ماثور ہے۔	۵۸۶
داڑھی ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اور اس سے کم کرنا ناجائز ہے۔	۵۸۱	احادیث اور عبارات ائمہ سے اس مسئلہ کی تفصیل کہ مشت سے زائد داڑھی کو کاٹنا ضروری ہے یا نہیں۔	۵۸۶
داڑھی جب واجب ہے تو پھر اس کو سنت کیوں کہا جاتا ہے۔	۵۸۱	جواب سوال دوم۔	۵۹۰
داڑھی کاٹنا کب ناجائز، کب جائز اور کب واجب ہے۔	۵۸۱	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشت سے زائد داڑھی کو کاٹ دیتے تھے۔	۵۹۰
مقدار ریش ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائیگی۔	۵۸۱	جواب سوال سوم۔	۵۹۰
بدنما صورت بنانا اور اپنے آپ دروازہ مسخریہ کھولنا ناجائز ہے۔	۵۸۲	یہ امر محض بے اصل ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی داڑھی ایک مشت ہی تھی اس سے زائد نہ ہوتی تھی۔	۵۹۰
مسلمانوں کو استہزاء وغیبت کی آفت میں ڈالنا مرضی شرع مطہر ہرگز نہیں۔	۵۸۲	جواب سوال چہارم۔	۵۹۱
تناسب کے لئے اطراف ریش کو تراشنے کے بارے میں ابن ملک کا قول درست نہیں۔	۵۸۲		

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی داڑھی مبارک سینہ کو بھر دیتی تھی۔	۵۹۱	جواب سوال اول۔	۵۹۶
مجاہدین کو لبیں بڑھانے کی اجازت ہے اوروں کو بالاتفاق مکروہ ہے۔	۵۹۲	داڑھی کی حدود۔	۵۹۶
غیر مجاہدین کے لئے سیاہ خضاب کی حرمت حدیث صحیح سے ثابت ہے۔	۵۹۲	کانوں پر جو رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارج ہیں یونہی گالوں پر جو خفیف بال نکلتے ہیں داڑھی میں داخل نہیں۔	۵۹۶
حضرت عثمان غنی اور امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما بالوں کو خضاب لگایا کرتے تھے۔	۵۹۲	داڑھی کو لحیہ کہنے کی وجہ۔	۵۹۶
حقیقت امر یہ ہے کہ ہم پر اتباع مذہب لازم ہے دلائل میں نظر ائمہ مجتہدین فرما چکے ہیں۔	۵۹۲	دو ابروؤں اور چہرے کے بالوں کو کاٹنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہیجڑوں سے مشابہت پیدا نہ ہو۔	۵۹۶
کوئی شخص بالغ ہونے کے بعد مسلمان ہو اس کے ختنہ کے بارے میں کیا حکم ہے۔	۵۹۳	جواب سوال دوم۔	۵۹
بوقت ضرورت ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔	۵۹۳	لب زیریں کے نیچے جو بال ہیں وہ داڑھی سے جدا نہیں۔	۵۹۷
عبارات فقہاء سے تائید۔	۵۹۳	داڑھی کے کسی جز کا مونڈنا جائز نہیں۔	۵۹۷
زمانہ کفر کے بال اتارنے اور ختنہ کرنے کا حکم حدیث میں وارد ہے۔	۵۹۳	لب زیریں کے وسط میں میں جو تھوڑے سے بال ہوتے ہیں ان کو عربی میں عنفقہ اور ہندی میں "بچی" کہا جاتا ہے اور اس کے جانبین میں جو بال ہوتے ہیں ان کو عربی میں "فنیکین" اور ہندی میں "کوٹھے" کہا جاتا ہے۔	۵۹۷
داڑھی اور سر کے بالوں سے متعلق تین سوالات پر مشتمل استفتاء۔	۵۹۵	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بچی کے منڈانے والے کی شہادت قبول نہ فرماتے۔	۵۹۷
داڑھی کی حدود چہرہ پر کہاں تک ہیں اور خط بنوانے میں کہاں تک احتیاط مناسب ہے۔	۵۹۵	امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے کوٹھوں کو اکھاڑنے والے کی گواہی رد فرمادی۔	۵۹۷
لب زیریں کے نیچے جو بال ہوں ان کا منڈانا کیسا ہے۔	۵۹۵	سفید بال اکھاڑنے مکروہ ہیں۔	۵۹۸
سر کے بال چھوٹے چھوٹے رکھنا جیسا کہ آج کل شائع ہے اور پھر گردن سے ان کی درستگی اور گردن کی صفائی کہاں تک درست ہے۔	۵۹۵		

لب زیریں کے نیچے بال کاٹنے کی بوقت ضرورت اجازت ہے۔	۵۹۹	نومولود کی ناف کاٹنے سے متعلق استفتاء	۶۰۳
جواب سوال سوم۔	۵۹۹	لڑکی یا لڑکے کی ناف کاٹنا ولی وغیر ولی سب کو جائز ہے۔	۶۰۴
نئی نئی تراشیں سب خلافت سنت ہیں۔	۵۹۹	بچے کا کوئی ستر نہیں۔	۶۰۴
گدی کے بال منڈانا پچھنوں کی ضرورت سے جائز اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔	۵۹۹	باپ اپنے چھوٹے بچے کا ختنہ کرسکتا ہے۔	۶۰۴
گردن، سینے اور پشت کے بال منڈانے کا حکم۔	۵۹۹	بیگانے مرد کا بے پردہ عورت کے پاس جانا ہر حالت میں حرام اور پردہ کی حالت میں نفاس وغیر نفاس یکساں ہیں۔	۶۰۴
مرد اگر زیر ناف کے بال مقراض سے تراشے اور عورت استرہ لے تو جائز ہے یا نہیں۔	۶۰۰	سر کے بال نصف کان سے کندھوں تک بڑھانا جائز، اس سے زیادہ مرد کو حرام ہے۔	۶۰۵
موئے زیر ناف کو دور کرنے میں مرد وعورت کے لئے حلق ونتف میں سے افضل کیا ہے۔	۶۰۱	بال بڑھانے کے جواز وعدم جواز میں فقراء غیر فقراء سب یکساں ہیں۔	۶۰۵
آیہ کریمہ محلقین رؤسکم ومقصرین میں حج کے حلق وقصر کا ذکر ہے اسے عادی امور سے تعلق نہیں۔	۶۰۱	نسوانی وضع بنانے والے چوٹی کندھوانے یا جوڑا باندھنے والے اور سینہ یا کمر تک بال بڑھانے والے مرد فاسق معلن ہیں۔	۶۰۵
تقصیر حج کا مطلب۔	۶۰۲	فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔	۶۰۵
سنت یا تو سارے سر پر بال رکھ کر مانگ نکالنا ہے یا سارا سر منڈانا ہے۔	۶۰۲	یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہئے ظاہر کیسا ہی ہو محض باطل ہے۔	۶۰۵
عبارات ائمہ سے تائید۔	۶۰۲	داڑھی اتنی کتروانا کہ ایک مشت سے کم ہوجائے گناہ وناجائز ہے۔ یونہی ٹھوڑی پر سے کھلوانا حرام ہے۔	۶۰۵
عورتوں کے ختنہ سے متعلق سوال اور اس کا جواب۔	۶۰۲	چھ سوالوں پر مشتمل استفتاء۔	۶۰۵
جہاں لوگ عمامہ کے شملہ سے مذاق کرتے ہوں وہاں شملہ نہ رکھا جائے۔	۶۰۳	داڑھی کا طول کم از کم کس قدر ہے جس سے کم از رکھنے گنہگار ہوگا۔	۶۰۵
جو اپنے اہل زمانہ کے حالات سے بے خبر ہو وہ جاہل ہے۔	۶۰۳		

استرا سے یا قینچی سے داڑھی کاٹنا کیسا ہے یا کوئی فرق ہے۔	۶۰۵	مذہب حنفی بہ پر مشتمل پانی پینا مکروہ ہے۔	۶۰۶
یہ کہنا کہ عرب شریف اسلام کا گھر ہے وہاں کے لوگ داڑھی کٹوا کر چھوٹی کرلیتے ہیں تو دوسروں کے لئے کیا مضائقہ ہے۔ ایسا کہنے والے کے لئے کیا حکم ہے۔	۶۰۵	o رسالہ **لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحی** (داڑھی کے وجوب اور اس کی حد شرع سے متعلق اٹھارہ آیات، بہتر احادیث اور ساٹھ ارشادات علماء پر مشتمل تحقیقی رسالہ اور ولید نامی منکر وجوب کا زوردار رد)	۶۰۷
جس شخص کے لبوں کے بال بڑھے ہوئے ہوں اس کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے۔	۶۰۶	حدیث مرسل و منقطع میں فرق۔	۶۱۲
داڑھی منڈانے یا کتروانے والے اور لبوں کے بال بڑھانے والوں کی نسبت حکم شرعی کیا ہے۔	۶۰۶	سلمہ بن محمد مجہول ہے۔	۶۱۲
لبوں کے بال کس قدر ہونے چاہئیں۔ لبوں کے بال منڈانے یا باریک کرنے میں کیا قباحت ہے۔	۶۰۶	علی بن جدعان شیعی ضعیف ہے۔	۶۱۲
داڑھی تھوڑی کترنے سے سب منڈا دینا خبیث تر ہے۔	۶۰۶	جن احادیث میں اعفاء اللحیہ کا ذکر نہیں وہ ان احادیث کی مخالف نہیں جن میں اس کا ذکر موجود ہے۔	۶۱۲
حرام حرام میں فرق ہے۔	۶۰۶	من تبعیضیہ اس پر دلیل ہے کہ جن بعض کا یہاں ذکر ہے اس کے علاوہ بعض اور بھی ہیں۔	۶۱۲
بھنگ، چرس اور شراب سب حرام ہیں مگر شراب سب میں بدتر ہے۔	۶۰۶	بعض جگہ عدد مذکور سے مقصود حصر نہیں بلکہ اعانت ضبط و حفظ کے لئے صرف مذکورات کا شمار ہوتا ہے۔	۶۱۳
شریعت پر کسی کا قول حجت نہیں۔	۶۰۶	عشر من الفطرۃ کی جگہ حدیث میں اگر الفطرۃ عشر بھی ہوتا جب بھی زیادہ کے منافی نہ تھا۔	۶۱۳
اللہ و رسول سب پر حاکم ہیں اللہ و رسول پر کوئی حاکم نہیں۔	۶۰۶	خصال فطرت کے تعداد کتنی ہے۔ اس بارے میں مختلف احادیث کا بیان۔	۶۱۳
جاہل کہیں کے ہوں ان کا فعل سند نہیں ہوسکتا۔	۶۰۶	فضائل سید المرسلین سے متعلق مصنف کے ایک رسالہ "البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص" کا حوالہ۔	۶۱۳

حضور اکرم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے بعض خصوصی فضائل کا ذکر۔	۶۱۳	ایضاح حق ازاحت باطل، استیصال شبہات اور استحصال دلائل کے لئے چند تنبیہات۔	۶۱۸
احادیث فضائل وخصاص عدد ومعدود کے مختلف ہونے کے باوجود آپس میں متعارض نہیں۔	۶۱۴	تنبیہ اول۔	۶۱۸
حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے فضائل نامقصور اور خصائص نامحصور ہیں بلکہ حقیقتاً ہر کمال ہر خوبی اور ہر فضل میں عموما اطلاق انھیں تمام انبیاء مرسلین وخلق اللہ اجمعین پر تفضیل تام وعام ومطلق ہے جو کسی کو ملا وہ سب انھیں سے ملا اور جو انھیں ملا کسی کو نہ ملا۔	۶۱۴	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کو علم اولین وآخرین عطا ہوا۔	۶۱۸
سلسلہ سنن میں اگر یکے از دیگرے ہزار تک سند عدد دروازہ پہنچے تو وہ ایک ہی راوی کی روایت ہے۔ اس میں تعدد نہیں ہوسکتا جب تک مرتبہ واحدہ میں متعدد راوی نہ ہوں۔	۶۱۵	قرآن مجید ہر شے کا روشن بیان اور کامل شرح ہے۔	۶۱۸
سند عالی سے نازل کا اشرف ہونا بالبداہۃ باطل ہے۔	۶۱۵	کتاب اللہ میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلا ابدا جمیع کوائن وحوادث بالاستیعاب موجود ہیں۔	۶۱۸
ولید نے نقل حدیث میں لم یذکر اولم یذکروا کا فرق ملحوظ نہیں رکھا۔	۶۱۵	ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول کہ اگر میری رسی گم ہوجائے میں اس کی قرآن عظیم میں پالوں۔	۶۱۸
آثار موقوفہ ومقطوعہ کو قول رسول ٹھہرانا درست نہیں۔	۶۱۵	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو ستر اونٹوں کا بوجھ بن جائے۔	۶۱۹
ابن عباس صحابی اور مجاھد وبکر وطلق تابعی ہیں۔	۶۱۵	علم علی وعمر وصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بیان۔	۶۱۹
تنبیہ۔	۶۱۶	جتنا علم اتنی ہی فہم، جس قدر فہم اس قدر علم۔	۶۱۹
طلق سے ان کا قول دونوں طرح مروی ہے۔	۶۱۶	علم کے مدارج بے حد متفاوت ہیں وفوق کل ذی علم علیم الاٰیۃ۔	۶۱۹
جب حرمت تسلیم ہو تو پھر اباحت کہاں۔	۶۱۷		

عالم امکان میں نہایت نہایات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیات ہیں۔	۶۱۹	تنبیہ چہارم۔	۶۲۳
نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو کچھ حکم، جو کچھ رائے، جو کچھ طریقہ اور جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن سے ہے۔	۶۲۰	منکرین حدیث کے نزدیک اجماع بھی باطل ہے۔	۶۲۳
سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منکرین حدیث کی خبر دی۔	۶۲۰	ولید کی دلیل مان لی جائی تو شریعت محمدی کے تمام اور اوامر و نواہی بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں۔	۶۲۳
حضور پر نور علیہ الصلٰوۃ والسلام آمر، واعظ، ناہی، محرم اور محلل ہیں۔	۶۲۱	تنبیہ پنجم۔	۶۲۴
حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی حرام کردہ چیزیں قرآن کی حرام کردہ چیزوں سے بیشتر ہیں۔	۶۲۱	ولید نے حدیث خالفوا المشرکین کے جو معنٰی تراشے وہ کلام رسول سے کھلا استہزاء ہے۔	۶۲۴
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم ماکان ومایکون ہیں۔	۶۲۲	ولید کے من گھڑت معنی حدیث کا پانچ وجوہ سے رد وابطال۔	۶۲۴
جب تک نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی باتیں دل سے نہ مانیں ہر گز مسلمان نہیں ہوں گے۔ طوطے کے زبان سے لاکھ کلمہ رٹے جائیں کیا ہوتا ہے۔	۶۲۲	تنبیہ ششم۔	۶۲۶
تنبیہ دوم۔	۶۲۲	فرض وواجب اور اسی طرح حرام ومکروہ تحریمی کا فرق دربارہ اعتقاد ہے مگر عمل میں دونوں کا حکم ایک ہے۔	۶۲۶
منکرین حدیث گمراہ قوم صرف حدیثوں کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ قرآن عظیم کو عیب لگانیوالے اور دین متین کو ناقص بتانے والے ہیں۔	۶۲۲	فرض وحرام کا منکر کافر۔ ان کی مخالفت میں گناہ، امتثال میں رہ جائے ثواب اور خلاف میں استحقاق غضب وعذاب ہے۔	۶۲۶
تنبیہ سوم۔	۶۲۳	داڑھی منڈانے کی حرمت کے منکرین کے لئے ایک مثال۔	۶۲۶
ولید پر مناظرانہ گرفت۔	۶۲۳	مکروہ تحریمہ صغیرہ ہے۔	۶۲۶
منکرین حدیث کے تمام خیالات کا حاصل ابطال شرع اور اکمال بیقیدی اصل نیچر ہے۔	۶۲۳	ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ اور ہلکا جاننے سے اشد کبیرہ ہو جاتا ہے۔	۶۲۶

انتباہ: مکروہ تحریمی کو کسی عالم نے قریب بہ حلت نہیں بتایا۔	۶۲۷	حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا استدلال کہ منہیات رسول منہیات خدا ہیں۔	۶۲۹
امام محمد کے نزدیک مکروہ تحریمی عین حرام اور شیخین کے نزدیک حرم کے قریب ترین ہے۔	۶۲۷	ام یعقوب اسدیہ کبار تابعین ثقات وصالحات سے ہیں بعض نے صحابیہ کہا۔	۶۲۹
امام اعظم علیہ الرحمۃ جب شے کو مکروہ کہیں تو اس سے ان کی مراد کیا ہوتی ہے۔	۶۲۷	امام شافعی علیہ الرحمۃ کی عالمانہ شان کہ قتل زنبور کا حکم محرم کے لئے قرآن سے ثابت فرمایا۔	۶۳۰
تنبیہ ہفتم۔	۶۲۸	احرام باندھے ہوئے زنبور کو قتل کرنے کا حکم فاروق اعظم نے دیا۔	۶۳۱
داڑھی کے وجوب کے منکرین آنکھوں کے نہیں بلکہ دل کے اندھے ہیں۔	۶۲۸	وجہ ثانی۔	۶۳۱
داڑھی بڑھانے کے بارے میں متعدد آیات کریمہ موجود ہیں اور اس میں دو طریق ہیں۔	۶۲۸	آیت کریمہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی تفسیر۔	۶۳۱
اول طریق عموم، یہ دو وجہ پر ہے۔	۶۲۸	رسول اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ سے متعلق احادیث۔	۶۳۲
وجہ اول کہ صحابہ کرام وائمہ اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم امثال مقام میں استعمال فرماتے رہے۔	۶۲۸	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت کریمہ تھی کہ کوئی چیز کتنی ہی مرغوب وپسندیدہ موجب شرعا لازم وضروری نہ ہو تو بیان جواز کے لئے گاہے ترک بھی فرمادیتے یا قولا خواہ تقریرا جواز ترک بتادیتے۔	۶۳۴
آیات قرآنیہ سے ثابت ہے کہ نبی کا حکم بعینہٖ اللہ تعالٰی کا حکم ہے اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اللہ تعالٰی کی اطاعت ہے۔	۶۲۸	سنت کی تعریف۔	۶۳۴
وہ تمام احکام جو حدیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہے۔	۶۲۸	واجب کی تعریف، اور سنت اور واجب میں فرق۔	۶۳۴
جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔	۶۲۸	دوم طریق خصوص: یہ نفیس طریق وجوہ عدیدہ رکھتا ہے جن سے اعفاء لحیہ کا امر یا طلب یا اس کے خلاف پر وعید یا مذمت ثابت ہو۔	۶۳۴
حدیث میں بعض عورتوں پر لعنت منقول ہے۔	۶۲۹		

وجہ ثالث	۲۳۴	استدلال۔	۲۳۸
ایک آیہ کریمہ کی تفسیر اور فلیغیرن خلق اللہ سے داڑھی بڑھانے پر استدلال۔	۲۳۵	آیت کریمہ لاتاخذ بلحیتی میں لحیہ کا فقط ذکر ہی نہیں داڑھی بڑھانے کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے۔	۲۳۸
وجہ رابع۔	۲۳۶	ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اٹھارہ انبیاء ورسول سے ہیں جن کا نام پاک سورہ انعام کے ایک رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر ان کی اقتداء کا حکم ہوا۔	۲۳۸
آیت کریمہ یاایھاالذین اٰمنوا لاتحلوا شعائر اللہ سے ثبوت لحیہ پر استدلال۔	۲۳۶	وجہ سابع۔	۲۳۹
بے شک داڑھی شعائر دین اسلام سے ہے ختنہ کلمہ طیبہ کی طرح شعائر دین سے ہے۔	۲۳۶	آیت کریمہ ومن یشاقق الرسول الخ کی تفسیر اور اس سے داڑھی رکھنے پر استدلال۔	۲۳۹
مسلمانان ہند نے ختنہ کا نام مسلمانی کیوں رکھا۔	۲۳۶	روز اول سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے۔	۲۳۹
ختنہ اور داڑھی وجہ امتیاز مومنین وکافرین ہیں۔	۲۳۶	اہل بیت، صحابہ ائمہ اور ہر قرن کے اولیاء امت وعلماء ملت بلکہ قرون خیر کے تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے۔	۲۳۹
وجہ خامس۔	۲۳۷	قرون خیر میں ازالہ تو ازالہ اگر خلقتاً کسی کی داڑھی نہ نکلتی تو سخت تاسف کا اظہار کرتا۔	۲۳۹
داڑھی بڑھانا ملت ابراہیمی کا مسئلہ شریعت ابراہیمی کا طریقہ ہے۔	۲۳۷	داڑھیاں منڈانے اور کتروانے کو علماء متقدمین علامات قیامت سے شمار کرتے تھے۔	۲۳۹
ان آیات کریمہ سے داڑھی کا اثبات جن میں ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا اس سے اعراض کو سخت حماقت وسفاہت فرمایا گیا۔	۲۳۷	گناہ کرکے اسے گناہ وقبیح نہ سمجھنا شامت نفس ہے۔	۲۳۹
وجہ سادس۔	۲۳۸	اللہ تعالٰی کے کچھ فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں اس کی قسم جس نے فرزندان آدم کو داڑھی سے زینت بخشی۔	۲۳۹
اولئك الذين هداهم الله فبهداهم اقتده الاٰية سے داڑھی بڑھانے پر	۲۳۸	صدیق اکبر عثمان غنی اور علی المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہم کی داڑھیاں کیسی تھیں۔	۲۴۰

احنف بن قیس کہ اکابر ثقات تابعین میں سے ہیں کے مختصر احوال زندگی۔	۶۴۰	ایرانیوں کی خصائل ذمیمہ کا تذکرہ۔	۶۴۳
آیت کریمہ یزید فی الخلق مایشاء میں ایک تفسیر کے مطابق داڑھی مراد ہے۔	۶۴۰	اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاخت نے سیاہان ہند کے منہ سپید کردیئے ہزاروں مارے لاکھوں قید کئے۔	۶۴۴
قاضی شریح کے احوال وتعارف۔	۶۴۰	ہندو کا معنی غلام ہے۔	۶۴۴
احنف بن قیس اور قاضی شریح کی داڑھی خلقۃً نہیں تھی جس پر وہ بہت افسوس کرتے۔	۶۴۰	نومسلم ہندوستانیوں کے کچھ خصائل رزیلہ کا تذکرہ جن میں داڑھی منڈانا بھی ہے۔	۶۴۴
حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی۔	۶۴۱	لاجرم داڑھی منڈانے کی خصلت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پائے گا۔	۶۴۴
وجہ ثامن۔	۶۴۱	تنبیہ ہشتم احادیث میں۔	۶۴۴
یاایھاالذین اٰمنوا ادخلو فی السلم کافۃ الاٰیۃ کا شان نزول۔	۶۴۲	مشرکوں اور کفار کی مخالفت، داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کے بارے میں مختلف الفاظ پر مشتمل متعدد احادیث۔	۶۴۴
تین آیات سے داڑھی منڈانے کی مذمت اور رکھنے کا ثبوت۔	۶۴۲	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے فرامین ہدایت بنام سلاطین اور سلاطین کا ردعمل۔	۶۴۷
شک نہیں کہ داڑھی منڈانا کترنا خصلت کفار ہے۔	۶۴۳	داڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے والوں کو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے دیکھنا پسند نہ فرمایا۔	۶۴۷
داڑھی منڈانے کی خصلت ملعونہ اصل میں مجوسی ملاعنہ کی تھی ان سے کفار نے سیکھی۔	۶۴۳	آدمی جس حال پر مرتا ہے اسی حال پر اٹھتا ہے۔	۷۴۸
دور فاروقی میں عجم کے فتح ہونے، تخت کسرٰی کے ختم اور مجوسیوں کے منتشر ہونے کے کچھ واقعات اور ہنود ہند پر ان کے اثرات۔	۶۴۳	قیامت میں جن بد نصیبوں سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اعراض فرمایا ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔	۶۴۸
ابن سبا یہودی نے مذہب رفض ایجاد کیا جو شدہ شدہ ایران تک پہنچا اور اس کی آڑ میں ایرانیوں نے حضرت فاروق اعظم پر دعوی اسلام کے باوجود تبرا ایجاد کیا۔	۶۴۳		

داڑھی باندھنے، کمان کا چھلہ گلے میں لٹکانے اور کسی جانور کی لید یا ہڈی سے استنجا کی ممانعت۔	٦٤٩	داڑھی تراشنا پارسیوں کا کام تھا اب تو بہت سے کفار کا شعار ہے۔	٦٥٢
یزید بن خالد ثقہ ہے۔	٦٤٩	قلندریہ فرقے کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔	٦٥٣
مفضل ابن فضالہ المصری ثقہ فاضل عابد ہیں۔	٦٤٩	کس قدر پوچ عقل ہے ان لوگوں کی جنھوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں کیونکہ انھوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی۔	٦٥٣
عیاش ابن عباس ثقات سے ہے۔	٦٤٩	عورت کی داڑھی مونچھ نکل آئیں تو انھیں صاف کرنا اس کے لئے مستحب ہے۔	٦٥٣
داڑھی باندھنے سے کیا مراد ہے۔	٦٥٠	داڑھی مونڈنا، چننا اور کترنا سب ناجائز اور مرد کو ایسا کرنا حلال نہیں۔	٦٥٤
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قاضی عبدالرحمٰن ابن ابی لیلٰی نے بے داڑھی کی گواہی رد کردی۔	٦٥١	عورت کے سر کے بال مونڈنا حرام کہ یہ مردوں سے مشابہت ہے۔ اسی طرح مردوں کا داڑھی مونڈنا بھی حرام کہ یہ عورتوں سے مشابہت ہے۔	٦٥٤
عبدالرحمٰن ابن ابی لیلٰی کا تعارف۔	٦٥١	داڑھی مونڈنا ممنوع ہے کہ یہ کافروں کی عادت ہے۔	٦٥٤
عمر بن عبدالعزیز نے داڑھی چننے والے کی شہادت مسترد کردی۔	٦٥١	**فائدہ:** جس طرح داڑھی مونڈنا کترنا، بالاتفاق حرام وگناہ ہے یونہ ہمارے ائمہ وعلماء کے نزدیک اس کا طول فاحش کہ بیحد بڑھایا جائے جو حد تناسب سے خارج وباعث انگشت نمائی ہومکروہ وناپسندیدہ ہے۔	٦٥٥
داڑھیاں کترنے والے نرے بدنصیب ہیں۔	٦٥١	عامہ کتب فقہ وحدیث کی تصریح کے مطابق داڑھی کی حد یکمشت ہے۔	٦٥٥
تنبیہ نہم نصوص ائمہ کرام وعلماء عظام میں۔	٦٥١	حد شرع سے زائد داڑھی کو کاٹنا ہمارے نزدیک مسنون ہے۔	٦٥٥
جب داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس میں سے کچھ لینا کسی کے نزدیک حلال نہیں۔	٦٥٢	عرب کی قدیم قومی وملکی ومذہبی عادت داڑھی رکھنا ہی ہے وہ اس کے نہ ہونے کو سخت عیب جانتے تھے۔	٦٥٦
داڑھی منڈانے والے کو سزا دی جائے کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا ہے۔	٦٥٢		

تنبیہ دہم: بقیہ دلائل تحریم میں	۶۵۷	تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے۔	۶۶۹
دلیل اول: داڑھی منڈانا مثلہ یعنی صورت بگاڑنا ہے اور مثلہ حرام ہے۔	۶۵۷	چار شخص صبح وشام اللہ تعالٰی کے غضب میں ہوتے ہیں۔	۶۶۹
سرمنڈانا عورت کے حق میں مثلہ ہے جیسا کہ داڑھی منڈانا مرد کے حق میں۔	۶۵۷	چار اشخاص پر اللہ تعالٰی نے بالائے عرش سے دنیا وآخرت میں لعنت بھیجی اور فرشتوں نے آمین کہی۔	۶۶۹
عورت کے لئے احرام سے نکلنے کے لئے قصر ہے حلق نہیں۔	۶۵۷	دلیل سوم: داڑھی منڈانا کتروانا کفار سے ان کے شعار میں تشبہ ہے اور وہ حرام ہے۔	۶۷۰
جیسے عورت کے حق میں گیسو بریدہ گالی ہے یونہی مرد کے حق میں داڑھی منڈا۔	۶۵۹	اللہ تعالٰی کے سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں۔	۶۷۱
جو کسی جاندار کو مثلہ کرے اس پر اللہ تعالٰی وملائکہ وبنی آدم سب کی لعنت۔	۶۶۰	تارک سنت کے لئے وعید شدید پر مشتمل احادیث کریمہ۔	۶۷۱
مثلہ کی تحریم وممانعت پر متعدد احادیث کریمہ کا بیان۔	۶۶۰	خاتمہ۔	۶۷۴
دلیل دوم: داڑھی منڈانا زنانی صورت بننا ہے اور مردوں کہ عورتوں سے تشبہ حرام ہے۔	۶۶۴	جدول ان سزاؤں، وعیدوں، مذمتوں کی جو داڑھی منڈانے اور کتروانے والوں کے حق میں آیات واحادیث ونصوص مذکورہ سے ثابت ہے۔	۶۷۵
عورت ومرد کے جسم ظاہر میں مابہ الامتیاز یہی چوٹی اور داڑھی ہے۔	۶۶۴	سر کے بال مونڈھوں سے زیادہ بڑھالینا جیسا کہ آج کل جاہل صوفیوں کا طریقہ ہے حرام ہے۔اس پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔	۶۷۸
فرشتوں کی تسبیح کی پاکی ہے اس کی جس نے زینت دی مردوں کو داڑھیوں سے اور عورتوں کو گیسوؤں سے۔	۶۶۵	چالیس روز سے زیادہ ناخن یا موئے بغل یا موئے زیر ناف رکھنے کی اجازت نہیں ورنہ گنہگار ہوگا،ایک آدھ بار کیا تو صغیرہ اور عادت ڈالنے سے کبیرہ ہوجائے گا۔	۶۷۸
داڑھی آفرینش مرد کی تمامی سے ہے۔	۶۶۵	جس شخص کو کام وغیرہ کے لئے مجبوری ہو تو وہ پیتل وغیرہ کا ناخن بنواکر انگلیوں پر چڑھالے۔	۶۷۹
متعدد احادیث سے اثبات کہ مرد عورت کا ایک دوسرے سے تشبہ حرام ہے اور باعث لعنت ہے۔	۶۶۵		

سونے چاندی کے ناخن بناکر استعمال کرنا مرد و عورت دونوں کو ناجائز ہے۔	۶۷۹	بدھ کو ناخن تراشنے کے مستحب ہونے اور موجب برص ہونے کی روایات میں تطبیق وترجیح۔	۶۸۵
جس کے ہاتھ میں رعشہ ہو استرالے تو زخمی ہونے کا خوف ہے تو وہ نورہ استعمال کرے۔	۶۷۹	بدھ کے روز ناخن کاٹنے کی ممانعت سے متعلق دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔	۶۷۵
نومسلم بالغ کے ختنہ کا کیا حکم ہے۔	۶۷۹	حدیث مذکور اگرچہ ضعیف ہے مگر حدیث صحیح صحیح بخاری وقد قیل اس کے مؤید ہے۔	۶۸۶
ختنہ کا حکم حدیث میں ہے۔	۶۷۹	امام ابن الحاج مکی علیہ الرحمۃ کے بدھ کے روز ناخن تراشنے کا عجیب واقعہ۔	۶۸۶
کفر کے بال دور کرنے کا حکم۔	۶۸۰	سارے سر کے بال رکھنا اور تمام کو منڈانا دونوں جائز۔ اول سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دوم سنت امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اول اولٰی ہے۔	۶۸۶
بیاج کے جائز کرنے کا حیلہ مسلمان کی شان نہیں۔	۶۸۰	مردوں کو عورتوں کی مثل کندھوں سے نیچے تک لمبے بال رکھنا حرام وموجب لعنت ہے۔	۶۸۷
جائز حیلہ کی تعلیم خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائی اور ائمہ دین نے اس کی متعدد صورتیں ارشاد فرمائی ہیں۔	۶۸۰	عورتوں کی وضع اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی وضع اختیار کرنے والی عورتوں پر حدیث میں لعنت اور وعید شدید۔	۶۸۸
عربستان میں لڑکیوں کے ختنہ کا رواج ہے ہندوستان میں کیوں نہیں۔	۶۸۰	چار انگل کی پیمائش داڑھی کہاں سے چاہئے۔	۶۸۸
مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آئے کیسا ہے۔	۶۷۰	داڑھی کو حد مقرر یعنی چار انگل سے کم کرنا منڈانے کی طرح ہی حرام ہے مگر بالکل منڈانے خبیث تر ہے۔	۶۸۹
جاہل فوجی ترکوں کا فعل حجت نہیں۔	۶۸۴	سراقدس کے بال مبارک رکھنے یا منڈانے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کریمہ کا بیان۔	۶۹۰
بدھ کے روز ناخس تراشنا کیسا ہے۔	۶۸۵	حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عادت کریمہ سر کا تعلق تھی۔	۶۹۰

داڑھی کتروانے، منڈانے اور چڑھانے والوں سے میلاد پڑھوانا نہیں چاہئے۔	۶۹۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ صلعم یاع م یا صللم وغیرہا رموز لکھنا ممنوع اور سخت بیدولتی ہے پور درود لکھنالازم ہے۔	۶۹۲
داڑھی چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ۔	۶۹۱	سب سے پہلے جس شخص نے درود مخفف کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔	۶۹۲
داڑھی کس قدر نیچی رکھنی چاہئے۔	۶۹۱	**ضمیمہ داڑھی، حلق، قصر، ختنہ وحجامت**	
نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی حد۔	۶۹۲	ختنہ کلمہ طیبہ کی طرح شعائر دین سے ہے۔	۶۳۶
حضرت علی وحضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کی داڑھی مبارک کی مقدار۔	۶۹۲		

فہرست ضمنی مسائل

عقائد وکلام وسیر		مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑہ ہے۔	۲۷۱
ہندوؤں کا زنار اور نصارٰی کا ہیٹ استعمال کرنا کفر ہے۔	۱۹۰	خواب نبوت کا کون سا حصہ ہے۔	۲۷۱
دھوتی کہ لباس ہنود ہے ممنوع ہے۔	۱۹۲	نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر مبشرات ہوں گی (حدیث رسول)۔	۲۷۱
ایسا لباس پہننا جس سے مسلمان وکافر میں فرق نہ رہے حرام بلکہ کئی صورتوں میں کفر ہے۔	۱۹۳	کفار وہنود کو سلام کیسے کیا جائے اور وہ سلام کریں تو جواب کیسے دیا جائے۔	۳۱۲
احکام شریعت سے تمسخر واستہزاء اور عالم دین پر لعن طعن کرنا کفر صریح ہے اور اس سے عورت نکاح سے نکل جاتی ہیں۔	۲۴۴	شیوخ کی قدمبوسی مزارات اولیاء پر جھک کر سلام کرنا اور انھیں چومنا شریعت وطریقت میں کیسا ہے۔	۳۱۷
مرتکب کبیرہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں نہ ان پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں۔	۲۴۷	مصافحہ ومعانقہ کے فعل پر جہنمی ومردود ورافضی کا حکم لگانے والا خود ان الفاظ کا مستحق اور ضال ومضل وفاسق ہے۔	۳۲۸
علانیہ گناہ کی توبہ بھی علانیہ چاہئے اور پوشیدہ کی پوشیدہ۔	۲۵۸		

آستانہ کعبہ، مصحف اور دست وپائے علماء واولیاء کا بوسہ جائز ہے۔	۳۴۲	سید کی بدمذہبی اگر حد کفر تک پہنچ گئی ہو تو اس کی تعظیم حرام کہ اب وہ سید ہی نہ رہا۔	۴۲۳
حرمین شریفین کے درودیوار کو تبرکا مس کرنا اور بوسہ دینا اہل حب وولاء کا دستور ہے۔	۳۴۳	سجدہ دو قسم ہے سجدہ عبادت اور سجدہ تحیت، اول غیر خدا کے لئے کفر ہے اور ثانی غیر خدا کے لئے حرام ہے۔	۴۲۳
نقش نعل پائے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانے کے بارے میں علماء ومشائخ کرام کے ارشادات عالیہ۔	۳۴۵	کفر وشرک کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں ہوسکتا۔	۴۲۳
نقشہ روضہ مقدسہ کی زیارت اور اس کو بوسہ دینے سے متعلق ارشادات علماء۔	۳۴۹	غیر اللہ کو سجدہ عبادت شرک مہین ہے۔	۴۲۹
اصل کلی یہ ہے کہ تعظیم پر منتسب بارگاہ کبریا بالخصوص محبوبان خدا انحاء تعظیم حضرت عزت جل وعلا سے ہے۔	۳۶۶	غیر اللہ کو سجدہ تحیت حرام وگناہ کبیرہ ہے۔	۴۲۹
کافر کو سلام کرنا حرام ہے۔	۳۷۸	سجدہ تحیت کی تکفیر جو جماعت فقہاء سے منقول ہے وہ کفر صوری پر محمول ہے۔	۴۳۰
غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے۔	۳۸۲	پیر ومزار کو سجدہ تحیت نہ تو مباح اور نہ ہی شرک حقیقی۔	۴۳۰
غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے	۳۸۲	محال ہے کہ مولٰی عزوجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اسے بھی منسوخ فرمائے۔	۴۳۰
شریعت مطہرہ نے انسان کے سر سے پاؤں تک جمیع جہات میں جدا جدا احکام رکھے ہیں۔	۳۹۵	ملائکہ میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے بھی شریک خدا نہیں بنا سکتا۔	۴۳۰
احکام مختلفہ کے ثواب بھی مختلف رنگ کے ہیں۔	۳۹۵	سجدہ عبادت کو جائز مان کر کوئی مسلمان نہیں رہتا۔	۴۳۵
سر سے پاؤں تک جملہ جوارح میں معاصی جدا جدا ہیں۔	۳۹۵	صحابہ کرام کا اعتقاد کہ نعمتیں اور دنیا وآخرت کی ہلاکتوں سے نجات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت اور آپ کے صدقے میں ملتی ہیں۔	۴۴۴
طواف تعظیمی غیر خدا کے لئے حرام ہے۔	۴۰۱	مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ تحریم سجدہ متفق علیہ ہے اور تکفیر میں چھ قول ہیں۔	۴۵۸
سجدہ غیر خدا کو قطعی حرام ہے۔	۴۰۷	ظہیریہ میں علی الاطلاق تکفیر کا حکم جزمی نہیں بلکہ بعض کی طرف نسبت ہے۔	۴۵۹

بلا اکراہ غیر اللہ کو سجدہ پر تکفیر کے بارے میں دعوی اتفاق بے محل ہے۔	۴۶۱	اللہ تبارک وتعالٰی کفر کا حکم نہیں فرماتا۔	۵۶۰
جہال کا اپنے پیروں کو سجدہ کرنا بالاجماع گناہ کبیرہ ہے اگر جائز سمجھے تو کافر ہے۔	۴۶۹	سجدہ تحیت قطعاً کفر نہیں۔	۵۶۰
حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام پر بد عقیدگی کا گمان کرنے والا مستحق جہنم ہے۔	۵۰۳	پیر یا استاد کو سجدہ تعظیمی کیسا ہے اور اس کا مرتکب مومن ہے یا کافر۔	۵۶۴
جو شخص رسول کو کفر وارتداد پر سکوت کرنیوالا ٹھہرائے وہ خود کفر وارتداد کے گھاٹ پر پہنچ گیا۔	۵۰۴	غیر خدا کو سجدہ عبادت شرک ہے اور سجدہ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام وگناہ کبیرہ ہے۔	۵۶۵
بے شک سجدہ افعال عبادت سے ہے۔	۵۰۵	بزرگان دین کی قدمبوسی ودست بوسی کرنے والے کو مشرک کہنے والا خود تجدید اسلام وتجدید نکاح کرے۔	۵۶۷
سجدہ عبادت اور سجدہ تحیت میں سوائے نیت کے کوئی فرق نہیں۔	۵۰۵	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ناراضگی پر دنیا وآخرت میں ثمرات بد مرتب ہوتے ہیں۔	۵۷۳
اخلاص عبادت یہ ہے کہ عبادت غیر کی مشابہت سے بھی بچے۔	۵۰۵	داڑھی کی سنیت قطعی الثبوت ہے اس کی توہین وتحقیر اور اس کے اتباع پر استہزاء بالاجماع کفر ہے۔	۵۷۴
سجدہ تحیت اور سجدہ عبادت کا امتیاز اللہ تعالٰی اور خود ساجد کے نزدیک نیت سے ہے۔	۵۱۱	مسلمانوں پر لازم ہے کہ داڑھی کی تحقیر کرنے والے کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کریں مرنے کے بعد اس کا جنازہ نہ پڑھیں، مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہ کریں بلکہ حتی الامکان اس کے ناپاک جنازہ کی تذلیل کریں۔	۵۷۴
اللہ تعالٰی لغو وفضول اور ناقص ومدخل سے منزہ ہے۔	۵۱۱	جب تک نبی کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کی باتیں دل سے نہ مانیں گے ہر گز مسلمان نہیں ہونگے، طوطے کی زبان سے لاکھ کلمہ رٹے جائیں کیا ہوتا ہے۔	۶۱۲
نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے۔	۵۱۵	آدمی جس حال پر مرتا ہے اسی حال پر اٹھتا ہے۔	۶۴۸
بلاشبہہ ہماری شریعت مطہرہ میں غیر خدا کے لئے سجدہ تحیہ حرام فرمایا گیا۔	۵۴۹	کفر کے بال دُور کرنے کا حکم۔	۶۸۰
کوئی شریعت جواز کفر نہیں لاسکتی۔	۵۶۰		

سیرۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم		حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا۔	۲۵۴
حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا جبہ پہنا جس کے گریبان اور آستینوں اور چاکوں پر ریشم کی خیاطت تھی۔	۱۱۴	حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے گلے لگایا اور بوسہ دیا۔	۲۵۴
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تانبے اور پیتل کے برتنوں میں کھانا ثابت نہیں۔ مٹی یا کاٹھ کے برتن تھے۔ اور پانی کے لئے مشکیزے۔	۱۲۹	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا تالاب میں صحابہ کرام کے ساتھ تیرنا۔	۲۵۵
اصل سنت مستمرہ فعلیہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازار یعنی تہبند ہے۔	۱۵۸	حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے بدن اقدس سے چپٹا لیا۔	۲۵۶
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ازار مبارک اکثر نصف ساق تک ہوتا تھا۔	۱۶۸	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مصافحہ ومعانقہ۔	۲۵۶
نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قمیص مبارک نیم ساق تک تھی اور کم طول بھی وارد ہے، گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا، دامن کے چاک کھلے ہوتے اور ان پر ریشمی کپڑے کے گوٹ تھی، اس زمانے میں گھنڈی تکمے ہوتے تھے، بٹن ثابت نہیں۔ رنگ سبز وسرخ بھی ثابت ہے اور محبوب تر سفید ہے۔	۱۷۰	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواب کو امر عظیم جانتے اور نماز صبح کے بعد پوچھتے کہ آج کی رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔	۲۷۰
حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمامہ اقدس کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ تھا۔	۱۷۱	حدیث میں تصریح کہ حضور علیہ الصلٰوۃ ولسلام ازواج مطہرات کو سلام فرماتے۔	۳۲۷
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہبند باندھا، پاجامہ خریدنا اور اس کی تعریف کرنا ثابت ہے مگر پہننا ثابت نہیں۔	۱۸۷	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعت کو سلام کیا۔	۳۳۶
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کرتہ مبارک میں بٹن ثابت نہیں چاک دونوں طرف تھے اور گریبان سینہ اقدس پر تھا۔	۱۸۷		

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں چومنے کی صحابی کو اجازت دی۔	۳۳۹	اونٹ بولتا ہوا آیا اور بارگاہ رسالت میں سجدہ کیا۔	۴۴۲
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشت سے زائد داڑھی کو کاٹ دیتے تھے۔	۵۹۰	اونٹ نے فریاد کی اور سرکار نے اس پر کرم فرمایا۔	۴۴۲
یہ امر محض بے اصل ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی ایک مشت ہی تھی اس سے زائد نہ ہوتی تھی۔	۵۹۰	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانوروں کی بولی سمجھتے ہیں۔	۴۴۲
سراقدس کے بال مبارک رکھنے یا منڈانے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کا بیان۔	۶۹۰	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چوپائے اور درخت سجدے کرتے ہیں۔	۴۴۲
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی حد۔	۶۹۲	رب تعالیٰ کی عبادت کرو اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرو۔	۴۴۲
معجزات وفضائل سید المرسلین		بے قابو اونٹ کو حضور کے سامنے سجدہ کرتے دیکھ کر قوم میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور اٹھا۔	۴۴۳
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھجوروں کے ڈھیر کا طواف کیا، اس پر بیٹھ گئے جس سے کھجوریں بڑھ گئیں۔	۳۸۸	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو مست اونٹوں نے سجدہ کیا آپ نے دونوں کے سر پکڑ کر مالک کے حوالے کیا اور فرمایا ان سے کام لو اور خوب چارہ دو۔	۴۴۴
اونٹ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔	۴۳۸	سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دو۲ درختوں نے مل کر پردہ بنایا اور قضاء حاجت کے بعد واپس اپنی جگہ پر چلے گئے۔	۴۴۵
بگڑے ہوئے اونٹ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کردیا۔	۴۳۹	ایک بچے پر شیطان کا اثر تھا جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دور فرمادیا۔	۴۴۵
بکریوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا۔	۴۴۰	اونٹ نے فریاد کی تو حضور نے خرید کر اس کو آزاد چھوڑ دیا۔	۴۴۶
بے قابو شتر آب کش سجدے میں گر گیا۔	۴۴۱	حضور کے بلانے پر درخت جڑوں کو اکھاڑتا ہوا حاضر خدمت ہوا اور کہا السلام علیک یارسول اللہ۔	۴۴۶

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرض وصال کے احوال۔	۴۵۴	نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو کچھ حکم، جو کچھ رائے، جو کچھ طریقہ اور جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن سے ہے۔	۶۲۰
ومایـنطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی۔	۴۹۸	سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منکرین حدیث کی خبر دی۔	۶۲۰
ہر چیز مجھ کو اللہ تعالٰی کا رسول جانتی ہے سوائے کافر جن اور آدمیوں کے۔ (الحدیث)	۵۰۵	حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام آمر، واعظ، ناہی، محرم اور محلل ہیں۔	۶۲۱
مصور عالم ماکان ومایکون ہیں۔ صدیوں بعد ہونے والے حالات کی خبر پہلے ہی دے دی۔	۵۰۸	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرام کردہ چیزیں قرآن کی حرام کردہ چیزوں سے بیشتر ہیں۔	۶۲۱
سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بطور معجزہ نوجوان کے دل سے محبت زنا نکال کر نفرت زنا پیدا کردی۔	۵۹۲	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم ماکان ومایکون ہیں۔	۶۲۲
فضائل سید المرسلین سے متعلق مصنف کے ایک رسالہ "البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص" کا حوالہ۔	۶۱۳	آیات قرآنیہ سے ثابت ہے کہ نبی کا حکم بعینہٖ اللہ تعالٰی کا حکم ہے اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اللہ تعالٰی کی اطاعت ہے۔	۶۲۸
حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خصوصی فضائل کا ذکر۔	۶۱۳	**اذان**	
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل نامقصور اور خصائص نامحصور ہیں بلکہ حقیقتاً ہر کمال ہر خوبی اور ہر فضل میں عموماً اطلاقاً انھیں تمام انبیاء مرسلین وخلق اللہ اجمعین پر تفضیل تام و عام و مطلق ہے جو کسی کو ملا وہ سب انھیں سے ملا اور جو انھیں ملا کسی کو نہ ملا۔	۶۱۴	عورت کو اذان دینا جائز نہیں۔	۲۴۳
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم اولین وآخرین عطا ہوا۔	۶۱۸	**امامت ونماز**	
پھر علم نبی تو علم نبی ہے۔	۶۱۹	عورت کو زیور پہن کر نماز پڑھنے کا حکم۔	۱۲۷
عالم ماکان میں نہایت نہایات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات ہیں۔	۶۱۹		

بے زیور عورت کا نماز پڑھنا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی نظر میں۔	۱۲۸	نیت شرط نماز ہے نہ کہ رکن نماز۔	۳۸۷
سونے کی گھڑی جیب میں ہو تو نماز میں حرج نہیں۔	۱۲۹	مزامیر وسجدہ تحیہ کو جائز قرار دینے والے پیر اور اس کے مرید قابل امامت نہیں۔	۴۰۷
تانبہ، پیتل، لوہا اور کانسہ تو عورت کو پہننا بھی ممنوع ہے اس سے نماز بھی مکروہ ہوگی۔	۱۳۰	خارج نماز آیت سجدہ تلاوت کی گئی تو اس کو سن کر نمازی پر سجدہ واجب نہ ہوگا۔	۳۰۹
مکروہ چیز پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	۱۳۰	نماز کی تلاوت سے خارج نماز پر سجدہ تلاوت واجب نہیں۔	۴۰۹
سونے، چاندی، گلٹ اور ریشم کی چین گھڑی میں لگانا اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔	۱۵۲	ختم نماز پر سلام کی حکمت۔	۴۰۹
ریشم کا ازار بند استعمال کرنا مرد کے لئے ناجائز ہے اور ناجائز کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔	۱۵۳	قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔	۴۵۲
ریشمی جانماز پر نماز پڑھنا جائز ہے۔	۱۷۶	نہ قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو نہ ہی قبر پر نماز پڑھو۔	۴۵۲
بد مذہب مستحق تذلیل ہیں، لہذا نماز کی امامت نہیں کراسکتے کیونکہ امامت اعلٰی درجہ کی تعظیم ہے۔	۲۱۲	کسی آدمی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی ممانعت۔	۴۵۲
فاسق کی امامت ممنوع ہے۔	۲۱۲	یہود ونصارٰی نے قبور انبیاء کو محل سجدہ بنایا جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پر لعنت وہلاکت کی دعا کی۔	۴۵۳
تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی یعنی قبول نہیں ہوتی۔	۲۱۷	قبر کے سامنے رکوع وسجود والی نماز مکروہ ہے۔	۴۷۷
ناپسندیدہ امام کے لئے وعید شدید۔	۲۱۸	نماز جنازہ قبر کے سامنے پڑھ سکتے ہیں۔	۴۷۸
عورتیں نماز مسجد سے ممنوع ہیں۔	۲۳۹	بلا جنازہ دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی جب تک ظن سلامت ہے۔	۴۷۸
دیوث لعنتی ہے اسے امام بنانا ناجائز ہے۔	۲۴۷	قبر کے سامنے نماز ممنوع ہے چاہے مسجد میں ہو، مکان میں ہو یا صحرا میں۔	۴۷۹

سامنے قبر ہو تو نمازی سترہ رکھ لے۔	۴۷۹	**جنائز**	
امام کا سترہ ساری جماعت کو کافی ہے۔	۴۷۹	شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے۔	۲۳۴
جو سجدہ تلاوت نماز میں واجب ہو فوراً بشکل رکوع بھی ادا ہو جاتا ہے یونہی رکوع نماز میں اس سجدہ کی نیت کرنے سے جبکہ چار آیت کا فصل دے کر نہ ہو۔	۵۲۳	مرد اپنی مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔	۲۳۴
کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔	۵۲۴	عورت اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔	۲۳۴
فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔	۶۰۵	**مناسک حج**	
داڑھی چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ۔	۶۹۱	محرم بحالت احرام طیلسان یعنی بڑی چادر اوڑھ سکتا ہے مگر اس کو گرہ لگانا ممنوع ہے۔	۱۱۹
احکام مسجد		طیلسان کو گرہ لگانے سے محرم پر دم واجب ہوتا ہے جب پورا دن گرہ لگائے رکھے۔	۱۱۹
مسجد میں امام کو پاؤں دبوانے میں کوئی حرج نہیں۔	۱۳۰	عورت کو بآواز بلند تلبیہ کہنے کی اجازت نہیں۔	۲۴۲
عالم دین، سلطان اسلام اور اپنے استاذ کی تعظیم مسجد اور مجالس خیر میں کی جائے گی البتہ قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔	۴۱۵	تلبیہ حج میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم شدت اتباع سنت کے باوجود کچھ الفاظ کا تلبیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اضافہ کرتے تھے۔	۳۰۹
قبر کی طرف مسجد کا قبلہ ہونا منع ہے۔	۴۷۸	ہمارے علماء فرماتے ہیں تلبیہ سے مقصود ثناء الٰہی اور اظہار عبودیت ہے لہٰذا اس پر اور کلمات بڑھانا ممنوع نہیں۔	۳۱۰
مسجد کا قبلہ جانب قبر نہ ہو اور نہ ہی جانب حمام ہو۔	۴۷۹	تقصیر حج کا مطلب۔	۶۰۲
مسجد البیت کے قبلہ میں حمام یا بیت الخلاء ہو تو کچھ حرج نہیں نہ ہی قبر میں مضائقہ۔	۴۷۹	احرام باندھے ہوئے زنبور کو قتل کرنے کا حکم فاروق اعظم نے دیا۔	۶۳۱
مسجد البیت میں جنبی کو جانا بلکہ جماع جائز ہے۔	۴۷۹		

عورت کے لئے احرام سے نکلنے کے لئے قصر ہے حلق نہیں۔	۶۵۱	شان نزول میں دوسرا قول۔	۴۲۳
نکاح وطلاق وعدّت		آیت کریمہ بعد اذ انتم مسلمون میں مخاطب مسلمان ہیں نہ کہ نصارٰی۔	۴۲۳
کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگنیاں آئیں سنت ہے۔	۱۲۶	ایامرکم بالکفر الآیۃ میں کفر سے کیا مراد ہے۔	۴۳۵
عورتوں کا گھر سے نکلنا اور تعزیہ وغیرہ دیکھنے جانا جائز اور مردوں کا اس کو روا رکھنا بے غیرتی ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا اور نہ اولاد میں خلل آتا ہے۔	۲۴۹	ایک آیت کے کئی شان نزول ہوسکتے ہیں۔	۴۳۷
داڑھی کی توہین کرنے والے کی بیوی نکاح سے نکل جائے گی اس کے بعد اولاد حرام ہوگی۔	۵۷۴	آیت کریمہ "فاینما تولوا فثم وجه الله" حسب حدیث ترمذی شریف قبلہ تحری میں ہے۔	۵۱۰
نسب		تفسیر بالرائے ممنوع ہے۔	۵۱۲
زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔	۲۳۹	کلام الٰہی میں معنوی تحریف کی ایک صورت۔	۵۱۳
فوائد تفسیریہ		علماء کو اختلاف ہے کہ سجدہ آدم زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا۔	۵۲۱
آیہ کریمہ ولا یضربن بارجلھن الخ کی تفسیر۔	۱۲۸	یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے والدین کے سجدہ کی نوعیت کیا تھی۔	۵۲۱
قرآنی آیت سے زرد جوتے کے باعث سرور ہونے پر استدلال۔	۱۹۲	آیت سورۃ یوسف کی وجہ نفیس۔	۵۲۹
قرآن عظیم نے فرمایا ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنه فانتھوا، یوں نہیں فرمایا مافعل الرسول فخذوہ وما لم یفعل فانتھوا۔	۳۰۵	آیت کریمہ واذا حییتم بتحیة کی تفسیر۔	۵۵۹
آیہ کریمہ "ان اکرمکم عند الله اتقاکم" میں فضل ذاتی مراد ہے۔	۴۲۳	آیت کریمہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون کی تفسیر۔	۵۶۰
آیت کریمہ ماکان لبشر کا شان نزول	۴۲۳	آیہ کریمہ محلقین رؤسکم ومقصرین میں حج کے حلق وقصر کا ذکر ہے اسے عادی امور سے تعلق نہیں۔	۶۰۱

کتاب اللہ میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلا ابدا جمیع کوائن وحوادث بالاستیعاب موجود ہیں۔	۶۱۸	آیت کریمہ یزید فی الخلق مایشاء میں ایک تفسیر کے مطابق داڑھی مراد ہے۔	۶۴۰
ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا قول کہ اگر میری رسی گم ہوجائے تواس کو قرآن عظیم میں پالوں۔	۶۱۸	یاایھاالذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ الاٰیۃ کاشان نزول۔	۶۴۲
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کافرمان کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھوں توستر اونٹوں کابوجھ بن جائے۔	۶۱۹	تین آیات سے داڑھی منڈانے کی مذمت اور رکھنے کا ثبوت۔	۶۴۲
داڑھی بڑھانے کے بارے میں متعدد آیات کریمہ موجود ہیں اوراس میں دو طریق ہیں۔	۶۲۸	فوائد حدیثیہ	
آیت کریمہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ کی تفسیر۔	۶۳۱	چاندی کے پتر کے استعمال سے متعلق ایک حدیث پر گفتگو۔	۱۱۴
ایک آیہ کریمہ کی تفسیر اور فلیغیرن خلق اللہ سے داڑھی بڑھانے پر استدلال۔	۶۳۵	ایک حدیث میں وارد لفظ تعطر کے معنی کی تحقیق،	۱۲۷
آیت کریمہ یاایھا الذین اٰمنوا لاتحلوا شعائر اللہ سے ثبوت لحیہ پر استدلال۔	۶۳۶	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے پائجامہ پہننے سے متعلق حدیث بشدت ضعیف ہے۔	۱۵۸
ان آیات کریمہ سے داڑھی کااثبات جن میں ملت ابراہیمی کی اتباع کاحکم دیاگیااس سے اعراض کو سخت حماقت وسفاہت فرمایا گیا۔	۶۳۷	نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پائجامہ خریدنا بسند صحیح ثابت ہے۔	۱۵۸
اولئك الذین ھداھم اللہ فبھداھم اقتدہ الاٰیۃ سے داڑھی بڑھانے پر استدلال۔	۶۳۸	متعدد سندوں اور طرق کی وجہ سے بسا اوقات ضعیف حدیث قوی ہوجاتی ہے۔	۱۶۰
آیت کریمہ لاتاخذ بلحیتی میں لحیہ کا فقط ذکر ہی نہیں داڑھی بڑھانے کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے۔	۶۳۸	حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عورتوں کے لباس سے متعلق پیشگوئی پر مشتمل حدیث کی ایک تفسیر۔	۱۶۳
آیت کریمہ ومن یشاقق الرسول الخ کی تفسیر اور اس سے داڑھی رکھنے پر استدلال۔	۶۳۹		

سرخ رنگ کے بال میں احادیث نہی واحادیث جواز میں تطبیق۔	۱۹۷	غیر مقلدین کے لئے صرف دو حدیثوں سے کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے۔	۲۷۸
معانقہ کے جواز و نفی پر وارد احادیث میں تطبیق۔	۲۵۳	حدیث اول: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ میں ہاتھ لینا تحیت کی تمامی سے ہے۔	۲۷۸
احادیث نہی معانقہ کی توجیہ۔	۲۶۰	حدیث دوم: وہی حدیث انس جس کی طرف امام قاضیخاں نے اشارہ فرمایا۔	۲۷۹
بے حالت سفر معانقہ کے ثبوت پر سولہ احادیث کریمہ۔	۲۶۱	بارہالفظ ید بصیغہ مفرد لاتے ہیں مگر مراد دونوں ہاتھوں ہوتے ہیں۔	۲۸۴
مسند ایشاں حدیث انس است واورا مفہوم نیست۔ (مقولہ امام قاضیخاں)۔	۲۷۰	حدیث حنظلہ کو امام المحدثین امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تصریحا منکر فرمایا۔	۲۸۹
غیر مقلدین کا محل استناد حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں مذکور لفظ "ید" ہے جو بصیغہ مفرد واقع ہوا ہے۔	۲۷۳	امام ہمام مرجع ائمہ الحدیث امام احمد بن حنبل کی تضعیف کے مقابل امام ترمذی کی تحسین مقبول نہیں ہوسکتی۔	۲۸۹
امام قاضی خاں علیہ الرحمۃ نے خاص حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غیر مقلدین کا مستند کیوں بتایا حالانکہ کلمہ "ید" بصیغہ مفرد اس کے علاوہ بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے۔	۲۷۳	کسی ایک حدیث میں نہیں کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا ہو یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔	۲۹۰
جن احادیث مصافحہ میں لفظ "ید" بصیغہ مفرد آیا ہے وہ تین قسم ہیں۔	۲۷۳	حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اعتراض اور اس کا جواب۔	۲۹۰
ایک ہاتھ سے مصافحہ والی حدیث کا مطلب۔	۲۷۶	ممکن ہے جو حدیث امام ابوحنیفہ ومالک کو پہنچی ہو وہ بخاری ومسلم کو نہ پہنچی ہو یا جو حدیث ان کے پاس بسند صحیح پہنچی ہو وہ بخاری ومسلم تک بذریعہ ضعاف پہنچی ہو۔	۲۹۲
وہ احادیث جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں۔	۲۷۸		

ہر مطلب کے لئے محدثین نے تراجم وابواب وضع نہیں فرمائے۔	۲۹۸	حدیث ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کا صحیح مفہوم۔	۴۹۹
تراجم وابواب موضوعہ کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں محدثین لکھ دیتے ہیں اور بخیال تکرار اس کے اعادہ واثبات سے باز رہتے ہیں۔	۲۹۸	حدیث قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سجدہ غیر کی حرمت پر استدلال۔	۵۰۰
حصر رواۃ ممکن نہیں تو حصر روایات کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔	۲۹۸	بکر نے لاینبغی لبشر ان یسجد لغیر کو حدیث ام المومنین کا تتمہ سمجھا حالانکہ یہ اس سے الگ حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔	۵۰۲
امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتاسکے۔	۲۹۹	ممانعت سجدہ کی احادیث چار الگ الگ واقعات پر مشتمل ہے۔	۵۰۲
امام قسطلانی کی طرف سے بعض احادیث کی تخریج کا اظہار جن پر دیگر ائمہ حدیث مطلع نہ ہوسکے۔	۳۰۰	حدیث قیس، حدیث معاذ اور حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بکر نے کیوں چھپایا۔	۵۰۶
ایک حدیث کے اسناد کو امام ترمذی نے ضعیف کہا اس کی وجہ ضعف پر گفتگو۔	۳۳۳	مراسیل حسن محدثین کی نظر میں۔	۵۲۰
چالیس حدیثوں سے تحریم سجدہ تحیت کا ثبوت۔	۴۳۷	حدیث مرسل ومنقطع میں فرق۔	۶۱۲
غیر خدا کو سجدہ کی حرمت سے متعلق احادیث دو نوع ہیں۔	۴۳۷	جن احادیث میں اعفاء اللحیہ کا ذکر نہیں وہ ان احادیث کے مخالف نہیں جن میں اس کا ذکر موجود ہے۔	۶۱۲
"کلامی لاینسخ کلام اللہ" حدیث منکر، باطل اور موضوع ہے۔	۴۹۷	عشر من الفطرۃ کی جگہ حدیث میں اگر الفطرۃ عشر بھی ہوتا جب بھی زیادہ کے منافی نہ تھا۔	۶۱۳
حدیث "صدق رؤیاک" کا معنی۔	۴۹۹	خصال فطرت کے تعداد کتنی ہے۔ اس بارے میں مختلف احادیث کا بیان۔	۶۱۳
ممانعت سجدہ سے متعلق حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں بکر کی تحریف۔	۴۹۹	سلسلہ سند میں اگر یکے از دیگرے ہزار تک عدد رواۃ پہنچے تو وہ ایک ہی راوی کی روایت ہے۔ اس میں تعدد نہیں ہوسکتا جب تک مرتبہ واحدہ میں متعدد راوی نہ ہوں۔	۶۱۵

سند عالی سے نازل کا اشرف ہونا بالبداہۃ باطل ہے۔	۶۱۵	بدھ کے روز ناخن کاٹنے کی ممانعت سے متعلق دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔	۶۸۵
ولید نے نقل حدیث میں لم یذکر اور او لم یذکروا کا فرق ملحوظ نہیں رکھا۔	۶۱۵	حدیث مذکور اگرچہ ضعیف ہے مگر حدیث صحیح صحیح بخاری وقد قیل اس کے مؤید ہے۔	۶۸۶
آثار موقوفہ ومقطوعہ کو قول رسول ٹھہرانا درست نہیں۔	۶۱۵	**جرح وتعدیل**	
طلق سے ان کا قول دونوں طرح مروی ہے۔	۶۱۶	حدیث طبرانی پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔	۲۷۷
ولید نے حدیث خالفوا المشرکین کے جو معنٰی تراشے وہ کلام رسول سے کھلا استہزاء ہے۔	۶۲۴	مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ حدیث مذکور تین وجوہ سے قابل احتجاج نہیں۔	۲۷۹
ولید کے من گھڑت معنی حدیث کا پانچ وجوہ سے رَدوابطال	۶۲۴	نقد وتنقیح پر آئے تو حدیث انس نہ صحیح ہے نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے۔	۲۸۷
رسول اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حلیہ مبارک سے متعلق احادیث۔	۶۳۱	ائمہ ناقدین نے امام ترمذی پر اسی بارے میں انتقادات کئے ہیں اور وہ قریب قریب ان لوگوں میں سے ہیں جو تصحیح وتحسین میں تساہل رکھتے ہیں۔	۲۸۸
مشرکوں اور کفار کی مخالفت، داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کے بارے میں مختلف الفاظ پر مشتمل متعدد احادیث۔	۶۴۴	امام ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔	۲۸۸
مثلہ کی تحریم وممانعت پر متعدد احادیث کریمہ کا بیان۔	۶۶۰	محدثین اہل جرح وتعدیل میں سے اکثر کو ائمہ حنفیہ سے ایک تعنت ہے۔	۲۹۶
متعدد احادیث سے اثبات کہ مرد عورت کا ایک دوسرے سے تشبہ حرام ہے اور باعث لعنت ہے۔	۶۶۵	**اسماء الرجال**	
بدھ کو ناخن تراشنے کے مستحب ہونے اور موجب برص ہونے کی روایات میں تطبیق وترجیح۔	۶۸۵	محمد بن سلیمان بن حبیب اسدی (تصغیر کے ساتھ) دسویں طبقے کا معتبر راوی ہے۔	۱۷۴

ابوداؤد اعمی رافضی سخت مجروح متروک ہے امام ابن معین نے اسے کاذب کہا۔	۲۷۷	بخاری ومسلم کا علم محیط نہ تھا۔	۲۹۲
علماء محدثین یحیٰی بن مسلم طائفی کا حافظہ برا بتاتے ہیں۔	۲۷۹	ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں اور سوائے ابراہیم بن بکر شیبانی کے کسی میں ضعف نہیں۔	۲۹۸
حنظلہ بن عبداللہ سدوسی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔	۲۸۷	ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔	۳۳۴
وہ صحیح الحواس نہیں رہا تھا یحیٰی بن سعید قطان)۔	۲۸۷	امام عینی علامہ قہستانی سے اوثق ہیں۔	۴۶۰
وہ ضعیف منکر الحدیث ہے (امام احمد)	۲۸۷	جبرون متہم ہے۔	۴۹۷
وہ تعجب خیز روایات لاتا ہے۔ (امام احمد)	۲۸۷	امام اجل محمد بن عباد تابعی ہیں اور ام المومنین صدیقہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ اور جابر بن عبداللہ کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	۵۲۳
وہ کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا۔ (یحیٰی بن معین)	۲۸۸	امام ابن جریج تابعین سے ہیں امام جعفر صادق کے شاگرد اور امام شافعی کے دادا استاد ہیں۔	۵۲۳
وہ قوی نہیں۔ (امام نسائی)	۲۸۸	امام عطاء بن ابی رباح امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں۔	۵۲۹
امام محدث ابوالخطاب ابن دحیہ بقول شاہ ولی اللہ دہلوی حافظ حدیث متقن ہیں۔	۲۸۸	سلمہ بن محمد مجہول ہے۔	۶۱۲
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت کردہ احادیث حضرت ابوہریرہ کی مرویات سے زائد ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	۲۹۵	علی بن جدعان شیعی ضعیف ہے۔	۶۱۲
تصانیف محدثین میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کردہ صرف سات سو جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کردہ پانچ ہزار تین سو احادیث پائی جاتی ہیں۔	۲۹۵	ابن عباس صحابی اور مجاہد وبکر وطلق تابعی ہیں۔	۶۱۵
عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ مصر میں جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔	۲۹۵	ام یعقوب اسدیہ کبار تابعین ثقات وصالحات سے ہیں بعض نے صحابیہ کہا۔	۶۲۹
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرنے والے تقریبًا آٹھ سو افراد تھے۔	۲۹۵		

یزید بن خالد ثقہ ہے۔	۶۴۹	لباس کے بارے میں اصل کلی۔	۱۸۴
مفضل ابن فضالہ المصری ثقہ فاضل عابد ہیں۔	۶۴۹	عادت میں جدت ممنوع نہیں۔	۱۹۱
عیاش ابن عباس ثقات سے ہے۔	۶۴۹	کفار وفساق کی وضع مخصوص سے احتراز لازم ہے۔	۱۹۳
فوائد اصولیہ		حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سرخ جوڑا پہننا بیان جواز کے لئے ہے۔	۱۹۷
سونے اور چاندی کے استعمال میں اصل حرمت ہے۔	۱۱۲	قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب ہے اور بے مدرک شرعی تقیید وتخصیص مردود وباطل ہے۔	۲۵۹
شرع مطہر نے سونے، چاندی کی اباحت اصلیہ کو منسوخ فرمادیا۔	۱۱۲	سنت جب بھی ادا کی جائے سنت ہی ہوگی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریحًا نہی ثابت نہ ہو۔	۲۶۸
محرمات میں شبہہ مثل یقین ہے۔	۱۱۲	جائز شرعی کی ممانعت ومذمت پر اتر آنا شریعت مطہر پر افتراء کرنا ہے۔	۲۷۰
حقیقت اصل ہے اور بلا ضرورت مجاز کی طرف عدول جائز نہیں۔	۱۲۰	مقام ترغیب وترہیب میں غالبًا ادنٰی کو بھی ذکر کرتے ہیں جب اس قدر پر یہ ثواب وعقاب ہے تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے زائد محذور یا مندوب نہیں۔	۲۷۵
تابع کی متبوع سے معیت چاہئے نہ کہ خود اجناس مختلفہ سے ترکب۔	۱۲۱	وقائع جزئیہ حکم عام کو مفید نہیں۔	۲۷۸
شرع مطہر کی عادت کریمہ اور ایک مفید قاعدہ کلیہ۔	۱۶۱	واقعہ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا اور قضیہ معین عام نہیں ہوتا۔	۲۷۸
ریشم کے بارے میں ضابطہ	۱۷۵	وقائع جزئیہ کا مفاد۔	۲۷۸
اصل اشیاء میں اباحت ہے۔	۱۸۰	کسی واقعے میں دو امروں میں سے ایک کا وقوع چار وجہوں سے ہوسکتا ہے۔	۲۷۸
جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع ومعصیت ہے۔	۱۸۰	مفہوم مخالف کے قائلین کے نزدیک یہ شرط ہے کہ وہ واقعہ جزئیہ میں نہ ہو ورنہ بالاجماع ماعدا سے نفی حکم کو مفید نہ ہوگا۔	۲۷۸
جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحت اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں۔	۱۸۱		

محققین کے نزدیک مفہوم مخالف حجت نہیں۔	۲۸۰	عدم نقل اور نقل عدم میں تمیز نہ کرنا مفاسد جہل وتعصب میں سے ہے۔	۳۰۵
بہت جگہ ید اور یدین میں کوئی فرق نہیں کرتے اور بے تکلف تثنیہ کی جگہ مفرد لاتے ہیں اور ایک ہی امر میں کبھی مفرد اور کبھی تثنیہ بولتے ہیں۔	۲۸۵	نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات ہے۔	۳۰۵
افراد کو نفی تثنیہ کی دلیل سمجھنا عقل سے بعید ہے۔	۲۸۵	ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اکرم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے منع فرمائی نہ کہ وہ جو آپ نے نہ کی۔	۳۰۵
دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو ورنہ بالاجماع نفی ماعدا مفہوم نہ ہوگی۔	۲۸۷	نفی استحباب سے اثبات کراہت لازم نہیں آتا۔	۳۰۶
عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرانا باطل ہے۔	۲۹۴	فعل دلیل جواز ہے اور عدم فعل دلیل ممانعت نہیں۔	۳۰۶
امام بخاری کا کسی حدیث کو نہ جاننا اس بات کو مستلزم نہیں کہ امام ابوحنیفہ وامام مالک بھی اس حدیث کو نہ جانتے تھے۔	۲۹۶	نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر۔	۳۰۶
بخاری ومسلم کے کسی حدیث کے بارے میں عدم علم سے اس حدیث کا عدم وجود لازم نہیں آتا۔	۲۹۶	جو امر جس طرح قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت وموانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔	۳۰۷
عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرانا سفاہت ہے۔	۳۰۲	کسی قوم کی جو رسم مقاصد شرع کے خلاف ہو وہ بیشک ناپسند ہوگی۔	۳۰۸
حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم نہیں۔	۳۰۳	جو امر نوپیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو اور اس کا فعل فعل سنت کا مزیل ورافع ہو وہ بے شک ممنوع ومذموم ہے۔	۳۰۹
بہت سے حامل فقہ افقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔	۳۰۳	دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا کسی سنت کا رافع نہیں۔	۳۰۹
بہت سے حامل فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے، عدم نقل اور نقل عدم میں بہت فرق ہے۔	۳۰۳	بدعت مذمومہ وہی ہے جو سنت ثابتہ سے متصادم ہو۔	۳۰۹
عدم النقل لاینفی الوجود یعنی عدم نقل نافی وجود نہیں۔	۳۰۵		

جو بات مسلمانوں میں متوارث ہو وہ بے اصل نہیں ہوسکتی۔	۳۱۰	انتفائے جزاء انتفائے شرط ہے۔	۵۰۰
بوسہ تعظیم شرعاو عرفاانحاء تعظیم سے ہے۔	۳۴۲	سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء خود اللہ تعالٰی پر افتراء ہے۔	۵۰۹
روضہ اقدس پر حاضری اور سلام سنت صحابہ ہے۔	۳۴۲	اب ناسخ کا ناسخ کوئی نہیں۔	۵۱۲
جس چیز کو معظم شرعی سے شرف حاصل ہو اس کا وہ شرف بعد انتہائے مماست بھی باقی رہتا ہے۔	۳۴۳	نصوص کو ظاہری معنی سے پھیر کر اہل باطن کی طرح باطنی معنی لینا الحاد ہے۔	۵۱۳
اعمال تصریفیہ میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔	۳۵۴	اتباع جمہور کا ہوگا۔	۵۱۵
تعظیم وتوہین کامدار عرف وعادت پر ہے۔	۳۶۸	قول شاذ ماننے والے پر شرعی الزام شدید عائد ہوگا۔	۵۱۵
الامور بمقاصدہا۔	۳۶۹	قول مرجوح پر افتراء اور حکم جہل اور خرق اجماع ہے۔	۵۱۵
نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغییر نہیں کرتا۔	۳۸۷	اجماع امت کا توڑنے والا فاسق ہے۔	۵۱۵
فعل کبھی مقصود لذاتہٖ ہوتا ہے جیسے نماز، اور کبھی مقصود لغیرہٖ جیسے وضو۔	۳۸۷	ہر سنی مسلمان کے کلام میں تاحد امکان تاویل لازم ہے۔	۵۱۶
طواف کبھی مقصود لذاتہٖ ہوتا ہے کبھی مقصود لغیرہٖ۔	۳۸۷	متشابہات کا اتباع کرنا جہالت ہے۔	۵۱۷
تعظیم الٰہی بطواف امکنہ امر تعبدی غیر معقول المعنٰی ہے۔	۴۰۱	حکم قرآن حدیث سے منسوخ ہو جاتا ہے۔	۵۲۰
جو شرک نہ ہو اس کا جائز ورواہو ناضروری نہیں۔	۴۳۰	ملائکہ وبشر کے احکام جدا ہیں۔	۵۲۰
قرآن کریم اپنی جمیع وجوہ پر حجت ہے۔	۴۳۷	جو حکم ملائکہ کو دیا گیا وہ شریعت مِن قبلنا نہیں۔	۵۲۰
مذہب حنفی میں آیت حدیث سے منسوخ ہوسکتی ہے۔	۴۹۷	شریعت میں کسی فعل کی عدم ممانعت دو طرح سے ہوتی ہے۔	۵۲۰
احکام میں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام اللہ تعالٰی ہی کا کلام ہے۔	۴۹۷	اباحت شرعیہ اور اباحت اصلیہ میں فرق ہے۔	۵۲۰
کلام خدا کلام خدا سے منسوخ ہوسکتا ہے۔	۴۹۷		

اباحت اصلیہ حکم شرعی نہیں بلکہ عدم حکم ہے۔	۵۲۰	شرائع من قبلنا اس وقت تک حجت ہیں کہ ہماری شریعت ممانعت نہ فرمائے منع کے بعد اباحت اصلیہ سے استدلال نہیں ہوسکتا۔	۵۴۹
نص قطعی کے مقابلے میں قیاس کار ابلیس ہے۔	۵۲۸	اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر بعد منع شرع اباحت نہیں رہ سکتی۔	۵۵۰
شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا قطعی نہیں۔	۵۳۱	مورد احکام افعال اختیاریہ ہیں نہ کہ اضطراریہ۔	۵۵۱
باتفاق عقول ونقل واقعہ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا۔	۵۳۲	ایک ہی چیز ارادے اور مقصد کے اعتبار سے کبھی حلال اور کبھی حرام سے متصف ہوتی ہے۔	۵۵۴
قیاس ظنی ہوتا ہے۔	۵۳۲	اصلاح باطن آرائش ظاہر سے اہم تر ہے مگر اس کے ساتھ افساد ظاہر وارتکاب محرمات کی اجازت نہیں۔	۵۷۳
ظنی کے انکار کو ظنی بس ہے۔	۵۳۲	تعمیل حکم شرع واتباع سنت شارع ہرگز آراستگی باطن میں خلل انداز نہیں۔	۵۷۳
جو حدیث روایتًا متواتر نہ ہو مگر قبولا متواتر ہو اس سے قطعی کا نسخ رواہے۔	۵۳۴	اعذار باردہ موجب تحلیل محرمات نہیں ہوسکتے۔	۵۷۳
حدیث لاوصیۃ لوارث سے وصیت والدین واقربین کہ منصوص قرآن تھی منسوخ کہی گئی۔	۵۳۴	ارتکاب ممنوع کے ساتھ ندامت واعتراف جرم لاحق ہو تو وہ باعث تخفیف عذاب اور عزم مع الترک موجب محو گناہ ہوجاتا ہے۔	۵۷۴
متواتر کی دو قسمیں ہیں۔	۵۳۴	خیر الامور اوسطھا۔	۵۸۳
اجماع ناسخ ومنسوخ تو نہیں مگر دلیل نسخ یقینا ہے۔	۵۳۵	جو اپنے اہل زمانہ کے حالات سے بے خبر ہو وہ جاہل ہے۔	۶۰۳
خبر منسوخ نہیں ہوتی۔	۵۳۵	شریعت پر کسی کا قول حجت نہیں۔	۶۰۶
واقع غیر واقع نہیں ہوسکتا۔	۵۳۶	اللہ ورسول سب پر حاکم ہیں اللہ ورسول پر کوئی حاکم نہیں۔	۶۰۶
غایت تعظیم کے لئے نہایت عظمت درکار۔	۵۳۶	جاہل کہیں کے ہوں ان کا فعل سند نہیں ہوسکتا۔	۶۰۶
کم درجہ تعظیم کے لئے انتہا درجے کی تعظیم ظلم صریح ہے۔	۵۳۶	من تبعیضیہ اس پر دلیل ہے کہ جن بعض کا یہاں ذکر ہے اس کے علاوہ بعض اور بھی ہیں۔	۶۱۲
اباحت اصلیہ کا رفع نسخ نہیں۔	۵۳۷		

بعض جگہ عدد مذکور سے مقصود حصر نہیں بلکہ اعانت ضبط وحفظ کے لئے صرف مذکورات کا شمار ہوتا ہے۔	٦١٣	حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا استدلال کہ منہیات رسول منہیات خدا ہیں۔	٦٢٩
احادیث فضائل وخصائص عدد ومعدود کے مختلف ہونے کے باوجود آپس میں متعارض نہیں۔	٦١٤	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی عادت کریمہ تھی کہ کوئی چیز کتنی ہی مرغوب وپسندیدہ موجب شرعا لازم وضروری نہ ہو تو بیان جواز کے لئے گاہے ترک بھی فرمادیتے یا قولا خواہ تقریرا جواز ترک بتادیتے۔	٦٣٤
جب حرمت تسلیم ہو تو پھر اباحت کہاں۔	٦١٧	سنت کی تعریف۔	٦٣٤
ایضاح حق ازاحت باطل، استیصال شبہات اور استحصال دلائل کے لئے چند تنبیہات۔	٦١٨	واجب کی تعریف، اور سنت اور واجب میں فرق۔	٦٣٤
فرض وواجب اور اسی طرح حرام ومکروہ تحریمی کا فرق در بارہ اعتقاد ہے مگر عمل میں دونوں کا حکم ایک ہے۔	٦٢٦	**فوائد فقہیہ**	
فرض وحرام کا منکر کافر۔ ان کی مخالفت میں گناہ، امتثال میں رہ جائے ثواب اور خلاف میں استحقاق غضب وعذاب ہے۔	٦٢٦	گھنڈی اور بوتام ایک ہی چیز ہیں صرف صورت کا فرق ہے۔	١١٢
مکروہ تحریمہ صغیرہ ہے۔	٦٢٦	مرد کے لئے چاندی کی چند چیزوں کا استعمال حرمت سے مستثنٰی ہے۔	١١٢
ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ اور ہلکا جاننے سے اشد کبیرہ ہو جاتا ہے۔	٦٢٦	ریشم کا لبس یعنی پہننا، اوڑھنا اور جس امر میں ان کی مشابہت ہو ممنوع ہے باقی تمام طرق استعمال روا ہیں۔	١١٣
وہ تمام احکام جو حدیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں۔	٦٢٨	چاندی کی زنجیروں کو چاندی کے کام پر قیاس کرنا درست نہیں کہ دونوں میں فرق بدیہی ہے۔	١١٣
جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔	٦٢٨	کانچ کی چوڑیاں عورتوں کے لئے جائز بلکہ شوہر کے لئے سنگھار کی نیت سے مستحب ہے اور اگر شوہر یا والدین کا حکم ہو تو واجب ہیں۔	١١٥

زر کے لئے کپڑے میں سلا ہونا ضروری نہیں بلکہ مخیط ومربوط ومغروز ومرکوز سب کو عام ہے۔	۱۱۷	بلاوجہ شرعی قوم کے عرف وعادت سے خروج مکروہ ہے۔	۱۷۱
بٹن بھی گھنڈیوں کی طرح تابع ہیں کہ علماء نے مطلقًا زر کو تابع بتایا اور زرانھیں شامل ہے۔	۱۲۱	ریشمی رومال ہاتھ میں لینا، جیب میں ڈالنا اور اس سے منہ پونچھنا جائز بلکہ کندھے پر ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔	۱۷۵
معنی تابع پر بحث۔	۱۲۱	ریشم کا صرف پہننا مرد کو ممنوع ہے نہ کہ باقی طرق استعمال۔	۱۷۶
سونے چاندی کی زنجیروں کے عدم جواز کی دلیل۔	۱۲۵	پارچہ ریںڈی کے بارے میں سوال کہ یہ از قسم حریر ہے یا نہیں۔	۱۷۷
دلھن کو سجانا سنت قدیمہ ہے۔	۱۲۶	ٹسر نامی کپڑے کے بارے میں سوال جو چمک وملائمت میں ریشم سے کمتر ہوتا ہے۔	۱۷۹
مردوعورت دونوں کو سونے یا چاندی کی گھڑی میں وقت دیکھنا حرام ہے۔	۱۲۹	ریشم اور ٹسر کی تعریف۔	۱۷۹
جن اشیاء پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہو مرد اس کو استعمال کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ شے فی نفسہٖ ممنوع نہ ہو۔	۱۲۹	حریر شرعًا اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کیڑے کے لعاب سے بنایا جاتا ہے۔	۱۸۱
ٹخنوں سے نیچے لٹکتے ہوئے پائچے اگر براہ تکبر ہوں تو حرام ورنہ مردوں کے لئے مکروہ وخلاف اولٰی ہیں۔	۱۶۱	عمامہ میں سنت یہ ہے کہ اڑھائی گز سے کم اور چھ گز سے زائد نہ ہو اور اس کی بندش گنبدی نما ہو۔	۱۸۶
مرد کے لئے ازار یا پائنچے کہ نیم ساق تک رکھنا عزیمت اور کعبین تک رخصت ہے۔	۱۶۲	اعتجار مکروہ ہے۔	۱۸۷
اسبال اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے۔	۱۶۶	خالص ریشمی رومال اگر ہاتھ میں لینے کا ہے تو مرد استعمال کرسکتا ہے اور اگر اوڑھنے کا ہے تو نہیں کرسکتا۔	۱۸۸
اسبال اگر براہِ عجب وتکبر ہے تو حرام ورنہ مکروہ وخلاف اولٰی نہ حرام ومستحق وعید۔	۱۶۷	کمخواب یا مخمل اگر سوتی ہو تو مرد کو جائز ہے اور ریشمی ہو تو ناجائز ہے۔	۱۸۸
ممنوع اسبال وہ ہے جو جانب کعبین سے ہو پنجہ کی جانب سے اگر پائچے پشت پر ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں اس طرح کا اسبال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بلکہ خود سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔	۱۶۷		

لباس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس میں تین امور کا لحاظ رکھا جائے (۱)اس کی اصل حلال ہو۔ (۲) رعایت ستر (۳) لحاظ وضع۔	۱۸۹	ہاتھ چومنا فرض وواجب نہیں۔	۳۳۹
پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر کا حکم یکساں ہے۔	۲۰۵	انحناء، جھکنا کسی کی تعظیم کے لئے کب جائز اور کب ناجائز ہے۔	۳۶۹
محارم مردوں سے مراد کونسے مرد ہیں۔	۲۲۳	زمین بوسی کب جائز اور کب ناجائز ہے۔	۳۷۵
محارم عورتوں سے مراد کون سی عورتیں ہیں۔	۲۲۴	طواف کا لغوی، عرفی اور شرعی معنی۔	۳۸۶
پردہ سے متعلق ضابطہ کلیہ۔	۲۴۰	نیت وغایت رکن شیئ نہیں۔	۳۸۷
محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب اور محارم غیر نسبی سے پردہ کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔	۲۴۰	طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ کبھی غیر تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے۔	۳۸۷
معانقہ سفر وحضر میں چند شرائط کے ساتھ مطلقاً جائز ہے تخصیص سفر ثابت نہیں۔	۲۵۱	طواف کبھی توہین وتعذیب کے لیے ہوتا ہے۔	۳۸۷
جواز معانقہ کی شرائط۔	۲۵۹	طواف کی اقسام اربعہ اور ان کے احکام۔	۳۸۷
معانقہ کے جواز میں تخصیص سفر کا دعوی محض بے دلیل ہے۔	۲۵۹	اوضاع بدن کہ عبادت میں مقرر کیے گئے ہیں تین نوع ہیں اور تینوں کے احکام۔	۳۹۱
نماز عیدین، جمعہ، فجر، عصر اور وعظ کے بعد مصافحہ اور عیدین کے بعد معانقہ جب منکرات شرعیہ سے خالی ہو تو جائز ہے اور بنیت محمودہ مستحب ومندوب ہے۔	۳۲۷	رکوع تک انحناء کبھی تعظیم کے لیے اور کبھی بلا تعظیم بلکہ برائے توہین بھی ہوتا ہے۔	۳۹۱
سلام کے جواب میں آداب عرض، تسلیمات یا بندگی کے الفاظ کہے یا صرف ہاتھ ماتھے تک اٹھادیا تو گنہگار ہے کہ یہ الفاظ سلام نہیں اور صرف ہاتھ اٹھادینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔	۳۳۲	طواف کبھی مستقیم ہوتا ہے جیسے صفا ومروہ کے درمیان، اور کبھی مستدیر جیسے گرد کعبہ۔	۳۹۳
سلام کا جواب واجب کفایہ ہے۔	۳۳۳	اوضاع تعظیمیہ برائے عبادت کی اقسام ثلثہ میں سے طواف قسم دوم سے تعلق رکھتا ہے۔	۳۹۳

افعال حج تعبدی ہیں۔	۴۰۱	داڑھی جب واجب ہے تو پھر اس کو سنت کیوں کہا جاتا ہے۔	۵۸۱
سجدہ عبادت، سجدہ تحیہ، سجدہ تعظیم، سجدہ شکر اور تقبیل ارض کی تعریفات اور ان میں فرق کیا ہے۔	۴۱۴	داڑھی کاٹنا کب ناجائز، کب جائز اور کب واجب ہے۔	۵۸۱
لوگوں کی عادت سے خروج باعث شہرت ومکروہ ہے۔	۴۱۴	مقدار ریش ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائیگی۔	۵۸۱
اتخاذ القبور مسجدا کی دو صورتیں۔	۴۵۷	حقیقت امر یہ ہے کہ ہم پر اتباع مذہب لازم ہے دلائل میں نظر ائمہ مجتہدین فرما چکے ہیں	۵۹۲
سترہ کی مقدار کیا ہے۔	۴۷۹	بوقت ضرورت ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔	۵۹۳
کعبہ محض پتھروں سے بنے ہوئے مکان کا نام نہیں۔	۵۲۸	گدی کے بال منڈانا پچھنوں کی ضرورت سے جائز اور بلاضرورت مکروہ ہے۔	۵۹۹
سجدہ غایت تعظیم ہے۔	۵۳۶	جہاں لوگ عمامہ کے شملہ سے مذاق کرتے ہوں وہاں شملہ نہ رکھا جائے۔	۶۰۳
انحناء یعنی جھکنا دو قسم ہے مقصود اور وسیلہ، دونوں کے حکم کی تفصیل۔	۵۵۰	داڑھی تھوڑی کترنے سے سب منڈا دینا خبیث تر ہے۔	۶۰۶
وجد کو حرام کہنا عجب ہے کہ وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا۔	۵۵۱	حرام حرام میں فرق ہے۔	۶۰۶
تحریم سجدہ تحیہ میں ہماری سند تصریح فقہاء کرام ہے۔	۵۵۹	مکروہ تحریمی کو کسی عالم نے قریب بہ حلت نہیں بتایا۔	۶۲۷
وجوب جواب صرف سلام کے لئے ہے نہ کہ ہر تحیت کے لئے۔	۵۶۰	امام محمد کے نزدیک مکروہ تحریمی عین حرام اور شیخین کے نزدیک حرام کے قریب ترین ہے۔	۶۲۷
داڑھی کتروانا یا منڈانا داڑھی چڑھانے سے بچند وجوہ سخت تر ہے۔	۵۷۳	امام اعظم علیہ الرحمۃ جب شے کو مکروہ کہیں تو اس سے ان کی مراد کیا ہوتی ہے۔	۶۲۷
قزع مکروہ ہے۔	۵۷۸	عامہ کتب فقہ وحدیث کی تصریح کے مطابق داڑھی کی حد یکمشت ہے۔	۶۵۵
قزع کی صورت۔	۵۷۸	حد شرع سے زائد داڑھی کو کاٹنا ہمارے نزدیک مسنون ہے۔	۶۵۵
داڑھی ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اور اس سے کم کرنا ناجائز ہے۔	۵۸۱		

افتاء و رسم المفتی		**مجالس و محافل**	
جو اپنے اہل زمانہ کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے۔	٢٣٩	وعظ و میلاد کی محفل میں عورت کن شرائط کے ساتھ مسجد میں جاسکتی ہے۔	٢٣٩
فضول وبے مقصد بات کے بارے میں فتوی نہیں پوچھنا چاہئے۔	٢۴٦	عورتوں کا مل کر گھر میں میلاد یا شہادت پڑھنا کہ آواز باہر جائے ناجائز ہے۔	٢۴٠
جو لوگ اللہ ورسول کو پیٹھ دے کر دیدہ ودانستہ علانیہ کبائر عظیمہ کا ارتکاب کریں ان پر فتوی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔	٢۴٦	عورتوں کا باہم گلا ملاکر مولود شریف پڑھنا جس سے ان کی آوازیں غیر محرموں کو سنائی دیں باعث ثواب نہیں بلکہ باعث گناہ ہے۔	٢۴۵
آداب تلاوت وآداب بارگاہِ رسالت		**امر بالمعروف و نہی عن المنکر**	
تلاوت قرآن کے دوران کسی کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا کیسا ہے۔	٣٧٩	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کا وبال۔	٢١١
کن شخصوں کی تعظیم کے لئے تلاوت قرآن موقوف کرسکتا ہے۔	٣٧٩	کسی کو نصیحت وہدایت کرنے پر قدرت کے باوجود خاموش رہنے والے پر کیا حکم ہے۔	۴٠٨
بارگاہ رسالت اور روضہ مطہرہ پر حاضری وقیام کے آداب۔	٣٩٢	مریدین کو سجدہ سے منع نہ کرنے والا پیر خطاکار ہے اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو سجدہ سے منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آجائیں۔	۵۴٣
آداب زیارت روضہ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	٣٩٣	غیر خدا کو سجدہ کرنے والے کو منع کرنا فرض ہے مگر قدمبوسی کو سجدہ سمجھ کر منع کرنا گمان خبیث ہے۔	۵٦٧
دُرود و سلام		**فحش گوئی**	
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ صلعم یا ص یا ع م یا صللم وغیرہا رموز لکھنا ممنوع اور سخت بیدولتی ہے پورا درود لکھنالازم ہے۔	٦٩٢	فحش گوئی جفا ہے اور جفاوالا دوزخ میں ہے۔	٢١۴

فحش گوئی اور زبان درازی منافقت کے دو۲ شعبے ہیں۔	۲۱۴	خواب کے مہتم بالشان ہونے کے بارے میں احادیث متوافر و متواتر ہیں۔	۲۷۱
فحش گوئی کرنے والا منحوس ہے۔	۲۱۵	جو اچھا خواب دیکھے وہ اللہ تعالٰی کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔	۲۷۲
فضائل ومناقب		امام ابوحنیفہ وامام مالک کا زمانہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے قریب تر اور خیر القرون تھا۔	۲۹۲
امام ابومنصور ماتریدی اہل سنت کے پیشوا ہیں۔	۲۵۳	زمانہ ابوحنیفہ ومالک میں بوجہ قلت کذب اور کثرت خیر سند نظیف اور وسائط کم تھے۔	۲۹۲
فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اپنا یار کہا،	۲۵۵	مناقب امام ابویوسف علیہ الرحمۃ۔	۲۹۲
قیامت میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شفاعت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت جیسی ہوگی۔	۲۵۷	امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی وسعت نظر فی الحدیث کا اعتراف۔	۲۹۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی آمد پر کھڑے ہوئے ان کی پیشانی کو چوما اور ان سے بغلگیر ہو کر کچھ دیر انس حاصل فرماتے رہے۔	۲۵۷	امام ابوحنیفہ کو امام اعمش کا خراج تحسین۔	۳۰۴
فضیلت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	۲۶۱	فقہاء کرام طبیب اور محدثین کرام عطار ہیں۔	۳۰۴
شان علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۶۴	امام ابوحنیفہ کو فقہ وحدیث دونوں میں دسترس حاصل ہے۔	۳۰۴
شان صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۶۵	محدث شعبی کا فقہاء کرام کو خراج تحسین۔	۳۰۴
مرتبہ ومقام صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نظر میں۔	۲۶۵	لوگوں کا آپس میں محبت کرنا اللہ تعالٰی کو پسند ہے۔	۳۰۷
دل صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں محبت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	۲۶۶	سلام، مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ اسباب وذرائع محبت ہے۔	۳۰۷
شان عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۶۶	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے آپس میں نفرت کرنے والے میاں بیوی ایک دوسرے سے گہری محبت کرنے لگے۔	۳۲۰
مناقب امام قاضی خاں۔	۲۷۰	درخت نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔	۳۲۱

مناقب امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۳۲۳	حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے۔	۴۳۷
عالم دین اور دوسرے بزرگوں کے ہاتھ چومنا مستحب ومسنون ومحبوب ہے۔	۳۳۰	اللہ تعالٰی نے عورت پر شوہر کی فضیلت رکھی۔	۴۳۸
سلطان عادل کے ہاتھ چومنا جائز ہے۔	۳۳۰	اگر بشر کو سجدہ روا ہوتو عورت کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔	۴۴۰
بزرگان دین مثل پیر، مہتدی وعالم سنی کے ہاتھ چومنا جائز ومستحب بلکہ سنت ہے۔	۳۳۸	سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے پیران عظام محبوبانِ خدا ہیں۔	۵۱۵
روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو اترتے ہیں اور درود وسلام پیش کرتے ہیں۔	۳۹۴	شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے اور شریعت مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں۔	۵۱۵
اولیاء کرام وارثان سرکار رسالت ہیں۔	۳۹۵	اولیاء کاملین سے جو قول، فعل، حال بظاہر خلاف شرع منقول ہو تو چار وجوہ سے اس کا دفاع ہوگا۔	۵۱۶
مزارات اولیاء کرام ہر طرف سے ممر اقدام صلحائے عظام ہوتے ہیں۔	۳۹۵	ثبوت کامل کے بغیر کسی مسلمان کی طرف کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔	۵۱۶
سادات کرام کی تعظیم فرض اور توہین حرام ہے۔	۴۲۰	ملائکہ کو سجدہ آدم کا حکم اللہ تعالٰی نے آفرینش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے دیا تھا۔	۵۲۰
محبت آل اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ آیت قرآنی ہے۔	۴۲۱	انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فعل ممنوع نہیں کرتے۔	۵۲۰
سچے محبان اہلبیت کرام کے لئے روز قیامت نعمتیں برکتیں اور راحتیں ہیں۔	۴۲۲	شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ کے مناقب۔	۵۵۷
سید وغیر سید دونوں عالم دین سنی صحیح العقیدہ اور صدارت کے اہل ہوں تو سید کو ترجیح ہوگی۔	۴۲۲	صوفیائے کرام سے بڑھ کر اللہ تعالٰی کی طرف جھکنے والا اور ان سے بڑا دیندار کون ہوسکتا ہے۔	۵۵۹
فضل نسب منتہائے نسب کی افضیلت پر ہے۔	۴۲۳	اشیاء معظّمہ کو تعظیما بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو۔	۵۶۲
فضل دو طرح کا ہے ایک فضل ذاتی دوسرا افضل انتساب۔	۴۲۳	معظمان دینی کے ہاتھ پاؤں چومنا اور ان کو دیکھ کر تعظیما قیام کرنا جائز ہے مگر ہاتھ باندھے کھڑے رہنا نہ چاہئے اور کسی معظم دینی کا خود اس کی خواہش کرنا حرام ہے۔	۵۶۲
تعظیم سادات بوجہ فضل انتساب دراصل تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔	۴۲۳		

قرآن مجید کو چومنا اور تعظیماً سر اور آنکھوں پر رکھنا سینے سے لگانا مستحب ہے۔	۵۶۳	مسلمان کا جھوٹا کھانا کوئی ذلت نہیں حدیث میں اس کو شفاء فرمایا گیا۔	۵۶۸
والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز اور علماء و صلحاء کی دست بوسی سنت مستحبہ ہے۔	۵۶۶	جس شخص کے لبوں کے بال بڑھے ہوئے ہوں اس کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے۔	۶۰۶
علماء دین و مشائخ صالحین کی دست بوسی و قدمبوسی سنت ہے۔	۵۶۷	بھنگ، چرس اور شراب سب حرام ہیں مگر شراب سب میں بدتر ہے۔	۶۰۶
قرآن مجید ہر شے کا روشن بیان اور کامل شرح ہے۔	۶۱۸	مذہب مفتٰی بہ پر مستعمل پانی پینا مکروہ ہے۔	۶۰۶
علم علی و عمر و صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بیان۔	۶۱۹	شرم وحیاء	
جتنا علم اتنی ہی فہم، جس قدر فہم اس قدر علم۔	۶۱۹	بے حیائی کی بات سے حیا والا ناراض ہو جاتا ہے۔	۲۱۳
علم کے مدارج بے حد متفاوت ہیں وفوق کل ذی علم علیم الاٰیۃ۔	۶۱۹	شیطان ملعون بے حیائی کا استاد ہے۔	۲۱۳
امام شافعی علیہ الرحمۃ کی عالمانہ شان کہ قتل زنبور کا حکم محرم کے لئے قرآن سے ثابت فرمایا۔	۶۳۰	بے ضرورت وحاجت شرعیہ لوگوں سے فحش کلامی ناجائز و خلاف حیاء ہے۔	۲۱۴
ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اٹھارہ انبیاء و رسول سے ہیں جن کا نام پاک سورہ انعام کے ایک رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر ان کی اقتداء کا حکم ہوا۔	۶۳۸	حیا ایمان ہے اور ایمان والا جنت میں ہے۔	۲۱۴
اللہ تعالٰی کے کچھ فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں اس کی قسم جس نے فرزندان آدم کو داڑھی سے زینت بخشی۔	۶۳۹	شرم اور کم سخنی ایمان کی دو شاخیں ہیں۔	۲۱۴
شرب و طعام		فحش کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو معیوب اور حیاء کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو مزین کر دیتا ہے۔	۲۱۴
فاسقوں کے ساتھ کھانے پینے کا اثر	۲۱۱	بدزبانی و بے حیاء کے نسب میں خلل ہوتا ہے۔	۲۱۵

مصاحبت و مخالطت و مجالست و ہجران و سلوک		کافر، مبتدع یا فاسق کو سلام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کیا حیلہ کرے۔	۳۷۸
صحبت بد سے برا اثر پڑتے معلوم نہیں ہوتا، جب پڑ جاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدرے دشوار ہے لہٰذا امان وسلامت جدا رہنے میں ہے۔	۲۰۵	اگر کسی دنیا دار کے پاؤں کو مجبورا بوسہ دینا پڑے تو دل میں کراہت رکھنا لازم ہے۔	۳۸۰
یار بد بدتر بود از مار بد۔	۲۰۵	طواف قبر کے جواز کی ایک صورت اور اس کی نفیس توجیہ۔	۳۹۴
طوائفوں اور ان کے مردوں سے میل جول ان کو اپنی تقریبات میں بلانا اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے کرنا نہایت شنیع و ناپاک و باعث عذاب ہے۔	۲۰۹	بیاج کے جائز کرنے کا حیلہ مسلمان کی شان نہیں۔	۶۸۰
بدمذہبوں اور فاسقوں سے مجالست و مواکلت ممتنع ہے۔	۲۱۲	جائز حیلہ کی تعلیم خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائی اور ائمہ دین نے اس کی متعدد صورتیں ارشاد فرمائیں ہیں۔	۶۸۰
بروں کے ساتھ اچھوں کی ہلاکت کیوں۔	۲۱۲	**کسب و اجارہ**	
صحبت بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا ہے۔	۲۱۲	فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتا پہننا گناہ اور درزی اور موچی کو ایسے کپڑے اور جوتے سینا مکروہ ہے۔	۱۳۷
اچھی اور بری صحبت کے اثر سے متعلق ایک حکمت بھری حدیث بطور تمثیل۔	۲۱۳	موچی اور درزی کو فاسقوں کی وضع کے جوتے اور کپڑے سینے جائز نہیں اگرچہ اس کی اجرت زیادہ ملتی ہو۔	۱۷۲
زانی و دیوث فاسق ہیں ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور میل جول سے احتراز چاہئے۔	۲۴۳	غیر منکوحہ عورت سے مرد کا کون سی خدمت کن شرائط کے ساتھ لینا جائز ہے۔	۲۰۸
حِیَل		عورتوں کا غیر محرموں کے ساتھ نوکری کرنا پانچ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔	۲۴۸
بدن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بے حجاب چومنے کے لئے اسید بن حضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حیلہ۔	۲۶۳		

شہادت وقضاء		ریشمی کپڑا بیچنا اور بیچنے کے لئے کندھے پر اٹھانا جائز ہے۔	۱۷۶
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بچی کے منڈانے والے کی شہادت قبول نہ فرماتے۔	۵۹۷	**حدود و تعزیر**	
امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے کوٹھوں کو اکھاڑنے والے کی گواہی رد فرمادی۔	۵۹۷	ستر غلیظ کھول کر بلاوجہ سب کے سامنے آنے والا سخت تعزیر کا مستحق ہے۔	۲۰۳
لہو و لعب		منکوحہ طوائف کو شوہر سے الگ کرنے اور حرامکاری پر مجبور کرنے والوں سے مسلمانوں کو قطع تعلق کرنا اور ان سے میل جول سلام کلام چھوڑ دینا ضروری ہے۔	۲۴۶
فحش گیت شیطانی رسم اور کافروں کی ریت ہے۔	۲۱۳	داڑھی منڈانے والے کو سزادی جائے کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا ہے۔	۶۵۲
عورت کو خوش الحانی سے بآواز بلند پڑھنا کہ نغمہ کی آواز نامحرموں تک جائے حرام ہے۔	۲۴۲	سب سے پہلے جس شخص نے درود مخفف کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔	۶۹۲
عورت کو اپنی آواز اونچی کرنا اور اس میں تمطیط، تلیین اور تقطیع جائز نہیں۔	۲۴۷	**لغت و بلاغت**	
مزامیر ناجائز ہیں۔	۴۰۷	زر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۱۱۷
رقص میں دو صورتیں ہیں: ایک بیخودانہ کہ جائز ہے۔ دوسری بالاختیار، اس کی پھر دو صورتیں ہیں کہ اس میں تثنی و تکسر ہے یا نہیں۔ بصورت اول ناجائز اور صورت ثانی عوام کو احتراز چاہئے جبکہ خواص کے لئے ممنوع نہیں۔	۵۵۲	ملحہ جرمی کے شعر میں واقع لفظ قبطریہ اور لفظ علاقہ کی لغوی تحقیق۔	۱۱۸
غنا اگر منکرات شرعیہ پر مشتمل ہو تو بلاشبہہ ممنوع ہے۔	۵۵۶	زر الطیلسان کا لغوی معنی	۱۱۹
بیوع		لفظ ذھب منسوج و حجر دونوں کو شامل ہے۔	۱۲۰
لوہے اور پیتل کا زیور مسلمان کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔	۱۲۹		

لفظ ذہب حجر میں حقیقت اور کلابتوں پر اس کا استعمال از قبیل تسمیۃ الکل باسم الجزء ہے۔	۱۲۰	صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم زمانہ اقدس میں باذن اقدس پاجامہ پہنتے تھے۔	۱۵۹
تکمہ فارسی میں زر کا ترجمہ ہے جسے عربی میں زیر، وجہ، جوزہ، جونیرہ اور حبہ بھی کہتے ہیں۔	۱۲۱	امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ روز شہادت پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔	۱۵۹
وہ حلقہ جسے اردو میں تکمہ بولتے ہیں فارسی میں انگلہ اور عربی میں عروہ و دعلہ ہے۔	۱۲۱	اللہ تعالٰی سے شرف کلام کے وقت حضرت موسٰی علیہ السلام اونی چادر، جبہ اور پائجامہ پہنے ہوئے تھے۔	۱۵۹
حلی کا لغوی معنی	۱۹۲	سب سے پہلے پاجامہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہنا۔	۱۵۹
معصفر ومزعفر کا معنی۔	۱۹۲	کلیوں دار پائچے ہندوستان میں خاص لباس عورت ہیں۔	۱۶۱
ائمہ عربیت کا وضع کیا ہوا ضابطہ کہ کن الفاظ میں تثنیہ ومفرد یکساں ہوتے ہیں۔	۲۸۵	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تہبند شریف۔	۱۶۶
مصافحہ دونوں جانب سے صفحات کف ملانا ہے۔	۲۹۰	ترکی ٹوپی کی ابتداء نیچریوں سے ہوئی۔	۱۹۲
قدم بوسی اور سجدہ کے معانی اور ان میں فرق۔	۵۶۶	بنی اسرائیل میں پہلی خرابی کیسے آئی۔	۲۱۱
داڑھی کو لحیہ کہنے کی وجہ۔	۵۹۶	یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی۔	۲۱۲
لب زیریں کے وسط میں جو تھوڑے سے بال ہوتے ہیں ان کو عربی میں عنفقہ اور ہندی میں "بچی" کہا جاتا ہے اور اس کے جانبین میں جو بال ہوتے ہیں ان کو عربی میں "فنیکین" اور ہندی میں "کوٹھے" کہا جاتا ہے۔	۵۹۷	سب سے پہلے معانقہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔	۲۵۲
ہندو کا معنی غلام ہے۔	۶۸۴	ایک صحابی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو والہانہ انداز میں گلے لگانا اور آپ کے بدن اطہر کو چومنا۔	۲۵۴
تاریخ و تذکرہ		صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن اطہر سے لپٹ گیا اور بوسہ دیا۔	۲۵۶

ایک واقعہ طیبہ اور رؤیائے صالحہ کا ذکر۔	۲۷۰	صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔	۲۹۴
مصنف علیہ الرحمہ کو خواب میں امام قاضیخاں علیہ الرحمۃ کی زیارت حاصل ہوئی جس میں امام موصوف نے مصنف علیہ الرحمۃ کو مسئلہ دین ورد منکرین کی تعلیم فرمائی۔	۲۷۰	امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔	۲۹۴
امام قاضی خاں کو خواب میں دیکھنے پر مصنف علیہ الرحمہ کا اظہار مسرت واطمینان۔	۲۷۲	مسند احمد میں تیس ہزار حدیثیں مذکور ہیں۔	۲۹۴
سنت صحابہ ہے کہ اپنے قول کے مؤید خواب پر شاد ہوئے اور دیکھنے والے کو انعام سے نوازتے۔	۲۷۲	شیخین ودیگر ائمہ حدیث نے احادیث صحاح کے استیعاب کا دعوی نہیں کیا۔	۲۹۴
وہ احادیث جن میں مصافحہ کے بارے میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ فرمایا۔	۲۷۶	ادعائے استیعاب کو فرض کرنے کی صورت میں متعدد خرابیاں لازم آتی ہیں۔	۲۹۴
سیدنا داؤد علیہ السلام کا عمل قرآن مجید سے ثابت ہے کہ زِرہیں بنانا تھا۔	۲۸۵	سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے انتہائی قرب رکھنے والے اجلہ صحابہ کرام بھی یہ دعوی نہیں کرسکتے تھے کہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کل اقوال وافعال پر اطلاع ہے۔	۲۹۶
امام حماد بن زید نے امام اجل عبداللہ ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔	۲۹۲	جو حدیثیں تدوین میں آئیں وہ ساری محفوظ نہیں ہیں۔	۲۹۷
امام اجل حضرت حماد بن زید ازدی بصری کا تعارف۔	۲۹۲	امام مالک کے زمانہ میں اسی علماء نے موطا لکھیں پھر سوائے دو کے کسی کا پتا باقی نہیں۔	۲۹۷
مسلمانوں کے امام اپنے زمانے میں چار ہوئے کوفہ میں سفیان، حجاز میں مالک، شام میں اوزاعی اور بصرہ میں حماد بن زید۔	۲۹۳	امام مسلم کی بعض تصانیف معدوم ہوگئیں۔	۲۹۷
حضرت امام الانام شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک کا تعارف۔	۲۹۳	ہزارہا تصانیف ائمہ کا تذکروں اور تاریخوں میں نام لکھا ہے مگر کوئی ان کا نشان نہیں دے سکتا۔	۲۹۷
امام بخاری کو چھ لاکھ اور امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔	۲۹۴	جو تصانیف ائمہ محفوظ ہیں وہ ساری کی ساری ہندوستان میں موجود نہیں۔	۲۹۸

ہندوستان میں موجودہ تمام کتب حدیث پر غیر مقلدین کی نظر نہیں۔	۲۹۸	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے منبر شریف کو مس کرکے اپنے چہرے سے لگایا۔	۳۴۲
کتب جمع الجوامع کا ذکر۔	۲۹۹	حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیوہ وسلم کے وضو کے پانی پر ہجوم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	۳۵۰
امام اعمش علیہ الرحمۃ کا تذکرہ۔	۳۰۳	سلطان اشرف عادل نے دمشق شام میں مدرسہ اشرفیہ بنوایا اس میں ایک دارالحدیث اور نعل مقدس کے لئے ایک خاص مکان بنوایا جس کی زیارت ہر پیر اور جمعرات کو کرائی جاتی۔	۳۵۱
حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ کا تعارف۔	۳۰۴	مدرسہ دارالحدیث کے جلیل القدر اساتذہ کرام۔	۳۵۱
دونوں ہاتھ سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث ہے۔	۳۱۰	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بستر بچھانا، وضو کرانا، نعلین اقدس سنبھالنا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سپرد تھا۔	۳۷۰
مصافحہ صدہا سال سے مسلمانوں میں معتاد و مرسوم ہے۔	۳۱۵	صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک چومے۔	۳۷۱
مولانا عبدالقادر قادری کا ذکر خیر۔	۳۱۵	ایک بزرگ کی دکھی ہوئی آنکھیں حدود مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی صحیح ہوگئیں۔	۳۷۴
وفد عبدالقیس کی بارگاہ رسالتمآب میں آمد اور والہانہ انداز میں دست و پائے اقدس کو چومنا۔	۳۱۸	امام اجل سید احمد رفاعی کے لئے دست رسول اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمودار ہوا۔	۳۷۵
ایک صحابیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم چومے۔	۳۲۰	صحابہ کرام منبر اطہر کو چھو کر چہروں پر لگاتے تھے۔	۳۷۶
صحابی نے باذن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے سر اقدس اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔	۳۲۱	حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیعت رضوان والا درخت کیوں کٹوایا۔	۳۷۶
امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کوفہ کی جامع مسجد میں کچھ ائمہ کا مناظرہ۔	۳۲۱	دست بوسی اور قدمبوسی صحابہ کرام بلکہ خود زمانہ رسالت سے رائج ہے۔	۳۷۹
صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست و پائے اقدس اور مہر نبوت کو بوسہ دینا ثابت ہے۔	۳۴۲	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بدمذہب کے سلام کا جواب نہیں دیا۔	۳۸۱

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ رات کو مدینہ منورہ کا طواف کیا کرتے۔	۳۸۹	مروان نے ایک شخص کو قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر منہ رکھنے سے روکا تو اس نے ایمان افروز جواب دیا۔	۴۰۳
دوران گشت ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز سن کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ خود اپنی پشت پر بیت المال سے آٹا وغیرہ اٹھا کر لائے اور کھانا تیار کرکے بچوں کو کھلایا اور انھیں ہنسایا۔	۳۸۹	حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حاضری اور اس پر اپنا چہرہ ملنا۔	۴۰۴
حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ ایام منٰی میں مسجد خیف کی صفوں کا دورہ فرماتے کہ کسی کامل کی نظر پڑ جائے۔	۳۹۴	ابن المنکدر تابعی قبر رسول سے شفاء حاصل کرتے۔	۴۰۵
حضرت عیسٰی علیہ السلام کے شہروں اور جنگلوں میں دورے کرنے کی وجہ۔	۳۹۵	امام سبکی دار الحدیث میں اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدم رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت حاصل کرنے کے لئے اپنا چہرہ ملا کرتے تھے۔	۴۰۶
حجاج نے لوگوں کو حجرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف کرتے دیکھ کر غلیظ لفظ کہا جس پر فقہاء نے اس کی تکفیر کی۔	۳۹۵	شریعت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حقیقی بہن سے نکاح حلال تھا۔	۴۰۷
حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے دوران سفر حج ایک قطب کو دیکھا جس نے انھیں اپنے گرد طواف کرنے کو کہا، اس واقعہ سے متعلق مولانا روم کے اشعار۔	۳۹۶	صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم چومے اور آپ نے منع نہ فرمایا۔	۴۱۷
تحفۃ الموحدین شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب نہیں کسی وہابی نے ان کی طرف منسوب کردی ہے۔	۳۹۸	سجدہ تحیہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔	۴۱۷
عقائد امام احمد بن حنبل نامی کتاب میں جھوٹے عقائد کو امام صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔	۳۹۹	ملائکہ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا۔	۴۱۷
منسک ومسلک ضرور کتب معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے بلکہ مذہب لکھتے ہیں۔	۴۰۱	یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی زوجہ اور گیارہ بیٹوں نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا۔	۴۱۷

حضرت یحیٰی علیہ السلام نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا جب کہ دونوں ہی شکم مادر میں تھے۔	۴۱۷	صحابی کا پیشانی اقدس پر سجدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ تحیہ نہ تھا بلکہ اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ عبادت تھا البتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی اس وقت مسجد یعنی موضع سجود تھی۔	۵۵۰
صحابہ کرام نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سجدہ تحیت کی اجازت مانگی تھی نہ کہ سجدہ عبادت کی۔	۴۳۴	حضرت سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سماع کے حاضرین کو ہدایت کہ تالی کیسے بجائیں۔	۵۵۱
ائمہ وعلماء نے رنگ برنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں۔	۴۳۷	حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے خوشی سے سرشار ہو کر رقص کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔	۵۵۴
شام کے نصارٰی اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے تھے۔	۴۴۸	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر کہ تم ہمارے مولٰی ہو حضرت زید رضی اللہ تعالٰی عنہ والہانہ رقص کرنے لگے۔	۵۵۴
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمادیا۔	۴۴۸	حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آخر عمر میں سماع ترک فرمادیا تھا کیونکہ گانیوالا کوئی اہل نہیں ملتا تھا۔	۵۵۶
اہل یمن ایک دوسرے کو سجدہ کرتے تھے۔	۴۴۹	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سجدہ عبادت کی درخواست کرنے والا شخص کون تھا۔	۵۶۱
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلمان فارسی کو سجدہ سے روک دیا۔	۴۵۰	حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کے اصحاب نے کہا کہ ہمیں ایک خدا بنادے تو آپ نے فرمایا کہ تم جاہل قوم ہو۔	۵۶۱
سلطنت نصارٰی کا سفیر حضرت کے پاس آیا سجدہ کرنا چاہا مگر آپ نے روک دیا۔	۴۵۱	زنا کو اپنے لئے حلال کرنے کی درخواست کرنے والے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکمت سے مسئلہ سمجھایا۔	۵۶۱
تقرر قبلہ روز اول سے ہے۔	۵۱۰	قلندریہ کن کو کہا جاتا ہے۔	۵۷۲
سجدہ تحیہ اور تواجد کے بارے میں ایک مباحثہ کا حال جس کے مصنف مولوی عبدالقادر جونپوری تھے اور انھوں نے ہی مصنف علیہ الرحمۃ کی خدمت میں استفتاء بھیجا۔	۵۴۳	ایک عالم کبیر نے حدیث ممانعت کو صحیح الاسناد نہ سمجھتے ہوئے بدھ کے روز ناخن دانستہ تراشے تو فورا برص میں مبتلا ہوئے پھر خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دست اقدس کی برکت سے شفا ہوئی اور فورا تائب ہوئے۔	۵۷۴

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی داڑھی مبارک۔	۵۸۴	احنف بن قیس اور قاضی شریح کی داڑھی خلقۃً نہیں تھی جس پر وہ بہت افسوس کرتے۔	۶۴۰
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حلیہ اور داڑھی مبارک۔	۵۸۵	حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی۔	۶۴۱
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حلیہ اور داڑھی مبارک۔	۵۸۵	داڑھی منڈانے کی خصلت ملعونہ اصل میں مجوسی ملاعنہ کی تھی ان سے کفار نے سیکھی۔	۶۴۳
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ داڑھی کو مشت میں لیتے اور زائد کو کم کردیتے۔	۵۸۵	دور فاروقی میں عجم کے فتح ہونے، تخت کسرٰی کے ختم اور مجوسیوں کے منتشر ہونے کے کچھ واقعات اور ہنود ہند پر ان کے اثرات۔	۶۴۳
حضرت عثمان غنی اور امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما بالوں کو خضاب لگایا کرتے تھے۔	۵۹۲	ابن سبا یہودی نے مذہب رفض ایجاد کیا جو شدہ شدہ ایران تک پہنچا اور اس کی آڑ میں ایرانیوں نے حضرت فاروق اعظم پر دعوی اسلام کے باوجود تبرا ایجاد کیا۔	۶۴۳
روز اول سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے۔	۶۳۹	ایرانیوں کی خصائل ذمیمہ کا تذکرہ۔	۶۴۳
اہل بیت، صحابہ ائمہ اور ہر قرون کے اولیاء امت وعلماء ملت بلکہ قرون خیر کے تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے۔	۶۳۹	اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاخت نے سیاہان ہند کے منہ سپید کردیئے ہزاروں مارے لاکھوں قید کئے۔	۶۴۴
قرون خیر میں ازالہ تو ازالہ اگر خلقتاً کسی کی داڑھی نہ نکلتی تو سخت تاسف کا اظہار کرتا۔	۶۳۹	نومسلم ہندوستانیوں کے کچھ خصائل رذیلہ کا تذکرہ جن میں داڑھی منڈانا بھی ہے۔	۶۴۴
صدیق اکبر عثمان غنی اور علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہم کی داڑھیاں کیسی تھیں۔	۶۴۰	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین ہدایت بنام سلاطین اور سلاطین کا رد عمل۔	۶۴۷
احنف بن قیس کہ اکابر ثقات تابعین میں سے ہیں کے مختصر احوال زندگی۔	۶۴۰	داڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے والوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھنا پسند نہ فرمایا۔	۶۴۷
قاضی شریح کے احوال وتعارف۔	۶۴۰		

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قاضی عبدالرحمٰن ابن ابی لیلٰی نے بے داڑھی کی گواہی رد کردی۔	۶۵۱	سرعام ستر عورت کی خلاف ورزی کرنیوالے فاسق فاجر و لعنتی ہے۔	۲۰۳
عبدالرحمٰن ابن ابی لیلٰی کا تعارف۔	۶۵۱	تین شخص جنت میں نہ جائیں گے دیوث، مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی۔	۲۰۹
عمر بن عبدالعزیز نے داڑھی چننے والے کی شہادت مسترد کردی۔	۶۵۱	والدین کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا۔	۲۱۰
داڑھی تراشنا پارسیوں کا کام تھا اب تو بہت سے کفار کا شعار ہے۔	۶۵۲	بدکار عورتوں اور دیوث مردوں سے دوستی رکھنے والے قیامت میں انہی کے ساتھ اٹھیں گے۔	۲۱۰
قلندریہ فرقے کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔	۶۵۳	جنت ہر فحش بکنے والے پر حرام ہے۔	۲۱۳
عرب کی قدیم قومی وملکی ومذہبی عادت داڑھی رکھنا ہی ہے وہ اس کے نہ ہونے کو سخت عیب جانتے تھے۔	۶۵۵	جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپھا، خالو، چچا زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، سب عورت کے لئے اجنبی ہیں۔	۲۱۷
امام ابن الحاج مکی علیہ الرحمۃ کے بدھ کے روز ناخن تراشنے کا عجیب واقعہ۔	۶۸۶	دیور کو حدیث میں موت کہا گیا۔	۲۱۷
حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عادت کریمہ سر کا حلق تھی۔	۶۹۰	شوہر کو ناراض کرنے والی عورت کے لئے وعیدات،	۲۱۷
حضرت علی وحضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کی داڑھی مبارک کی مقدار۔	۶۹۲	عورت کو شوہر کے خلاف بھڑکانے والے شیطان کے پیارے ہیں۔	۲۱۷
ترغیب و ترہیب		دیوث پر جنت حرام ہے۔	۲۴۴
ریشمی کپڑا پہننا مرد کو حرام ہے حدیث میں اس پر شدید وعیدیں وارد ہیں۔	۱۵۵	مشت زنی کرنیوالے کے لئے وعیدات شدیدہ اور اس گناہ سے بچنے کا طریقہ۔	۲۴۴
بطور عجب وتکبر ٹخنوں سے کپڑا نیچے لٹکانے والے مرد کے لئے حدیث میں سخت وعید۔	۱۶۴	وہ احادیث جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کے فضائل کا بیان ہے۔	۲۷۳
تین مبغوض ومغضوب اشخاص۔	۱۶۷	حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۷۳
مشت زنی فعل ناپاک وحرام ہے حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے۔	۲۰۲	حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۷۴

حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۲۷۴	غیر خدا کو سجدہ تحیہ شراب پینے اور سور کھانے سے بدتر ہے۔	۴۶۶
حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ نمبر ا۔	۲۷۴	دین میں چالاکیاں مسلمان کو نازیبا ہیں۔	۵۰۱
حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ نمبر ۲۔	۲۷۴	بدگمانی سے بچو کچھ گمان گناہ ہیں۔ (آیۃ)	۵۰۳
خلاصہ احادیث یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑتے ہیں اور اللہ تعالٰی ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔	۲۷۴	حدیث میں ہے کہ کوئی شخص ایک بات کہتا ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا اس کے سبب ستر برس کی راہ جہنم میں اتر جاتا ہے۔	۵۰۴
ترہیب کی مثال۔	۲۷۵	اس سے بڑھ کر جھوٹا کون جسے قرآن مجید جھٹلائے۔	۵۱۳
جو کسی مومن کے قتل پر آدھی بات کہہ کر اعانت کرے وہ اللہ تعالٰی کو اس حال میں ملے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "خدا کی رحمت سے ناامید"	۲۷۵	صوفیائے کرام کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کے قول وفعل کی کوئی وقعت نہیں بہت سخت بات ہے۔	۵۵۹
اللہ تعالٰی کی راہ میں ایک چھوہارا یا ایک نوالہ خرچ کرنے والے مسلمان کا اجر وثواب۔	۲۷۵	سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو چھوڑنا اور مشرکین ومجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں۔	۵۷۲
مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس ومحبت ہے۔	۳۰۶	داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ممنوع ہے اور اس پر حدیث سے وعید شدید۔	۵۷۳
آپس میں مصافحہ کرنے سے دلوں سے کینے نکل جاتے ہیں۔	۳۰۶	داڑھی کے وجوب کے منکرین آنکھوں کے نہیں بلکہ دل کے اندھے ہیں۔	۶۲۸
حدیث میں شہرت پسندی پر وعید شدید۔	۳۱۳	حدیث میں بعض عورتوں پر لعنت منقول ہے۔	۶۲۹
دنیادار کے ہاتھ چومنا منع ہے۔	۳۳۸	داڑھیاں منڈانے اور کتروانے کو علماء متقدمین علامات قیامت سے شمار کرتے تھے۔	۶۳۹
اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انصار اور عرب کا حق نہ پہچاننے والا تین علتوں سے خالی نہیں۔	۴۲۰	گناہ کرکے اسے گناہ وقبیح نہ سمجھنا شامت نفس ہے۔	۶۳۹
سجدہ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے۔	۴۳۷		

شک نہیں کہ داڑھی منڈانا کترنا خصلت کفار ہے۔	۶۴۳	دلیل سوم: داڑھی منڈانا کتروانا کفار سے ان کے شعار میں تشبہ ہے اور وہ حرام ہے۔	۶۷۰
لاجرم داڑھی منڈانے کی خصلت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پائے گا۔	۶۴۴	اللہ تعالٰی کے سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں۔	۶۷۱
قیامت میں جن بدنصیبوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعراض فرمایا ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔	۶۴۸	تارک سنت کے لئے وعید شدید پر مشتمل احادیث کریمہ۔	۶۷۱
داڑھیاں کترنے والے نرے بدنصیب ہیں۔	۶۵۱	سر کے بال مونڈھوں سے زیادہ بڑھالینا جیسا کہ آج کل جاہل صوفیوں کا طریقہ ہے حرام ہے۔ اس پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔	۶۷۸
کس قدر پوچ عقل ہے ان لوگوں کی جنھوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں کیونکہ انھوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی۔	۶۵۳	داڑھی کتروانے، منڈانے اور چڑھانے والوں سے میلاد پڑھوانا نہیں چاہئے۔	۶۹۱
داڑھی مونڈنا ممنوع ہے کہ یہ کافروں کی عادت ہے۔	۶۵۴	**رسم و رواج اور تہذیب و تمدّن**	
جیسے عورت کے حق میں گیسو بریدہ گالی ہے یونہی مرد کے حق میں داڑھی منڈا۔	۶۵۹	ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو عورتوں کا بطور سفر شہر سے باہر جانا اور قبروں پر نیاز وغیرہ دلانا ممنوع اور سخت فتنہ ہے۔	۲۴۰
جو کسی جاندار کو مثلہ کرے اس پر اللہ تعالٰی وملائکہ وبنی آدم سب کی لعنت۔	۶۶۰	چہار شنبہ محض بے اصل ہے۔	۲۴۰
تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے۔	۶۶۹	بالغ دولھا کے بدن پر محرم ونامحرم عورتیں ابٹن ملا کرتی ہیں یہ عمل کیسا ہے۔	۲۴۵
چار شخص صبح وشام اللہ تعالٰی کے غضب میں ہوتے ہیں۔	۶۶۹	شریعت نے مرد وعورت میں مذاق کا کوئی رشتہ نہیں رکھا یہ شیطانی وہندوانی رسم ہے۔	۲۴۵
چار اشخاص پر اللہ تعالٰی نے بالائے عرش سے دنیا وآخرت میں لعنت بھیجی اور فرشتوں نے آمین کہی۔	۶۶۹	بلاد عجمیہ میں بوقت ملاقات مرحبا کی جگہ دیگر کلمات بولنا بدعت وخلاف سنت نہیں، مثلاً فارسی میں کہا جاتا ہے "خوش آمدید" اور ہندوستان میں "آیئے آیئے تشریف لایئے"۔	۳۰۸

مصافحہ اہل یمن کا رواج تھا شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔	۳۰۸	عورت کب اذن شوہر کے بغیر کسی عارف کامل سے شرف بیعت حاصل کرنے اور علم دین وراہ سلوک سیکھنے جاسکتی ہے اور کب نہیں۔	۲۰۷
یہود ونصارٰی کا سلام۔	۳۰۸	رنڈیوں کو بلا توبہ مرید کرنے والا اور انھیں ترک فحاشی کی تلقین نہ کرنے والا پیر فاسق ہے اس کے ہاتھ بیعت ناجائز ہے۔	۲۳۷
السلام علیکم کی جگہ آجکل عوام ہند میں جو الفاظ مروج ہیں وہ ناجائز ہیں۔	۳۰۹	عورتوں کو بلا پردہ پیر کے ہاں جانا یا پیر کا عورتوں کو اپنے پاس بلانا کیسا ہے۔	۲۳۹
مصافحہ سے مقصود جب اظہار محبت ہے تو دوسرے ہاتھ کی زیادت جو کہ ہرگز اس کے منافی نہیں بلکہ بحسب عرف بلاد مؤید ومؤکد ہے زنہار منع نہیں ہوسکتی۔	۳۱۰	جو پیر عورتوں کے بیچ میں بیٹھ کر حلقہ کرائے اور توجہ ایسی دے کہ وہ اچھلنے کودنے لگیں اور آوازیں بلند کرنے لگیں وہ شرع کی خلاف ورزی اور بے حیائی کا مرتکب ہے اس سے بیعت نہیں ہونا چاہئے۔	۲۵۰
لوگوں سے وہ برتاؤ کرو جس کے وہ عادی ہیں۔	۳۱۱	پیر کا مریدوں کو ہاتھ پاؤں چومنے سے نہ روکنا جائز ہے۔	۳۳۹
لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے صریح نہی وارد نہ ہو ہرگز اس میں خلاف نہ کیا جائے۔	۳۱۱	**منطق**	
جس امر میں شرع سے نہی نہ آئی ہو اور صدر اول کے بعد معمول ہو اس میں موافقت کرکے لوگوں کو خوش کرنا اچھا ہے اگرچہ بدعت ہی سہی۔	۳۱۲	فعل اختیاری کو تصور بوجہ ما وتصدیق بفائدۃٍ ما سے چارہ نہیں۔	۳۸۷
لوگوں کے طریقہ رائجہ کی مخالفت کرنا اپنے آپ کو مشہور بنانا اور شرعًا مکروہ وناپسندیدہ ہے۔	۳۱۳	**تصوف**	
سلام وجواب سلام کے لئے لوگوں نے جو الفاظ اور طریقے خود گھڑ لئے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں اور دونوں صورتوں میں جواب سلام نہ ہوا۔	۳۳۳	محبوبان خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں اور افاضہ برکات میں ان کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔	۳۹۴
آداب پیری مریدی			

مفیض و مستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے۔	۳۹۴	**تقبیل ابہامین**	
تعرض نفحات کی شان ہی یہ ہے کہ شاید و لعل پر ہو۔	۳۹۵	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کہاں مستحب اور کہاں کہاں ممنوع ہیں۔	۳۱۵
ہر معصیت ایک جدا رنگ کا مرض ہے۔	۳۹۵	انگوٹھے چومنے کا ایک ناپسندیدہ طریقہ۔	۳۱۶
ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے ہے۔	۳۹۵	**حقہ**	
مریض معاصی اس سراپا مجموعہ برکات کے گرد دورہ کرتا ہے کہ اس کے عضو وہر جہت کا مرض دور کرے۔	۳۹۵	سونے یا چاندی کی منہنال حرام ہے باقی چیزوں یعنی لوہے، پیتل، جست اور یشب وغیرہ پتھروں کی منہنال میں حرج نہیں۔	۱۳۰
تواجد میں نیت صالحہ کی دو صورتیں ہیں ایک عام یعنی تشبہ بصلحاء کرام اور دوسری طالبان راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہوجائے۔	۵۵۲	**حقوق العباد**	
تواجد کی ایک صورت مذموم اور ایک صورت محمود ہے۔	۵۵۲	شوہر کا عورت پر کیا حق ہے	۴۳۸
لذت شہود پا کر وجد غالب ہو تو رقص جائز ہے۔	۵۵۳	**مرض وتداوی**	
سماع میں حلال، حرام اور شبہہ کی اقسام ہیں۔	۵۵۷	مرد ڈاکٹر سے اجنبی عورت کو ملاحظہ کرانا جائز نہیں۔	۲۳۴
کون سا سماع اہل صدق کے نزدیک مردود اور گناہ ہے۔	۵۵۸	**بدگمانی**	
خضاب		مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔	۳۹۹
غیر مجاہدین کے لئے سیاہ خضاب کی حرمت حدیث صحیح سے ثابت ہے۔	۵۹۲		

گمان خبیث دل خبیث سے پیدا ہوتا ہے۔	۴۰۰	وہابیہ کی طرف سے سجدہ تحیت کو شرک ٹھہرانے سے متعدد قبائح کا لزوم۔	۴۳۰
تصویر		نصرانی یہود سے بدتر کس وجہ سے ہے۔	۴۵۷
پیر کی تصویر کو بوسہ دینا، احترام سے رکھنا اور سجدہ تحیہ کرنا کیسا ہے۔	۴۱۱	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی پر سجدہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ میں بڑا فرق ہے۔	۴۹۸
رَدِّ بَدمذہباں ومناظرہ		بکر نے سند حدیث میں غلطی کی جو اس کی بے علمی ہے۔	۴۹۸
افراد ید سے بطور مفہوم مخالف نفی یدین پر استدلال کا بارہ وجوہ سے بطلان۔	۲۸۰	بے علمی میں بکر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء کیا۔	۴۹۸
اگر بفرض غلط مان لیں کہ لفظ "الید" کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے پھر بھی حدیث انس میں مخالفین کے لئے گنجائش استدلال نہیں کہ وہاں لفظ ید بصیغہ مفرد کلام سائل میں ہے نہ کہ کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں۔	۲۸۷	طرفہ جہالت بکر۔	۵۰۰
غیر مقلدین کو فقہ وفقہاء سے خالص عداوت ہے۔ غیر مقلد حضرات کا داب کلی اور ان کی جہالت بے مہ۔	۲۹۲	بکر کی کج فہمی کہ صحابہ کی خواہش سجدہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ عبادت کی خواہش سمجھا۔	۵۰۲
ہندوستان میں موجودہ تمام کتب حدیث پر غیر مقلدین کی نظر نہیں۔	۲۹۸	بکر کا استدلال مان لیا جائے تو کتا۔ گدھا اور سور کے اجزاء کثیرہ حلال ہو جائیں گے۔	۵۰۹
وہابی، رافضی، غیر مقلد، قادیانی، نیچری اور چکڑالوی کے سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے۔	۳۸۱	تین اصول شرع سنت، اجماع اور قیاس کو رد کرنا مذہب چکڑالوی ہے۔	۵۰۹
علماء حرمین نے علماء دیوبند کی نام بنام تکفیر کی۔	۴۱۷	بکر کا یہ قول کہ خدا نے اپنی عبادت کے سجدے کے لئے کعبہ کو سخت قرار دیا تاکہ سجدہ عبادت وسجدہ تعظیم میں امتیاز ہو جائے یہ باطل ہے کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں اور وہ دونوں کفر صریح ہیں۔	۵۱۱
نماز پنجگانہ کے بعد مسجد میں نمازیوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا جائز اور بنیت حسنہ مستحب ومستحسن ہے اور جہاں مسلمانوں میں اس کی عادت ہو وہاں انکار کرکے تفرقہ وفتنہ پیدا کرنا جہالت اور بربنائے اصول وہابیت ہو تو صریح ضلالت ہے۔	۴۱۸		

بکر کی دلیل سے مندروں میں بتوں کو سجدے جائز ہوگئے۔	۵۱۲	لڑکیوں کے زیور کے لئے کان چھدوانے کا کوئی خاص حصہ مقرر نہیں البتہ مشابہت کفار سے بچنا ضروری ہے۔	۱۳۰
مجوزہ سجدہ تحیت بکر کی ناپاک بدزبانیاں۔	۵۱۴	مسلمان مردوں کو عورتوں سے اور نقال و فساق بدوضع مردوں سے مشابہت حرام ہے۔	۱۶۱
بکر کی قرآن وحدیث وفقہ واجماع اور ائمہ اولیاء پر ایک ملعون تہمت۔	۵۱۴	عورتوں کی طرح مرد کو بال گوندنا مکروہ ہے۔	۱۷۴
مصنف علیہ الرحمہ کی طرف سے استدلال بکر پر کئی وجوہ سے رد۔	۵۲۰	ٹوپی سچی یا جھوٹی سلمہ ستاروں یا ریشم کی شرعًا کیسی ہے۔	۱۷۵
قرآن کریم سے سجدہ مبحوث عنہا کا جواز قطعاً ثابت ہونا بوجوہ باطل ہے۔	۵۲۰	شملہ کی چھ قسمیں ہیں۔	۱۸۲
بکر کی ایک سخت جہالت۔	۵۲۳	اچکن، چپکن اور شیروانی نئی تراش کے لباس ہیں۔	۱۹۱
بکر کا ہدایہ پر افتراء۔	۵۳۳	زرد جوتا مورث سرور فرحت ہے۔	۱۹۶
قاضی خاں وردالمحتار پر افتراء۔	۵۳۴	عورت کی فطرت و خصلت۔	۲۱۲
منکرین حدیث گمراہ قوم صرف حدیثوں کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ قرآن عظیم کو عیب لگانیوالے اور دین متین کو ناقص بتانے والے ہیں۔	۶۲۲	بچپن کی عادت کم چھوٹتی ہے۔	۲۱۵
ولید پر مناظرانہ گرفت۔	۶۲۳	معانقہ افزونی محبت پر ایک قوی دلیل ہے۔	۲۵۲
منکرین حدیث کے تمام خیالات کا حاصل ابطال شرع اور اکمال بیقیدی اصل نیچر ہے۔	۶۲۳	مولوی اسمٰعیل دہلوی نے روز عید معانقہ کو بدعت حسنہ قرار دیا۔	۲۶۸
منکرین حدیث کے نزدیک اجماع بھی باطل ہے۔	۶۲۳	مبشرات سے کیا مراد ہے۔	۲۷۱
ولید کی دلیل مان لی جائی تو شریعت محمدی کے تمام اور امر و نہی بیکار و معطل ہوکر رہ جائیں۔	۶۲۳	جواب امام ہمام قاضی خاں علیہ الرحمۃ کی توضیح۔	۲۸۰
متفرقات		ایک دقیقہ انیقہ (عجیب باریک نکتہ)۔	۳۶۸
علی بند اور پری بند نامی خاص زیور کے بارے میں سوال اور اس کا جواب۔	۱۱۵	ہر جگہ کے لئے ایک مناسب گفتگو ہر گفتگو کے لئے کچھ خاص مرد، ہر مرد کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش اور ہر گنجائش کے لئے ایک انجام ہے۔	۳۸۲

ایک نکتہ دقیقہ۔	۳۹۵	تحیۃ کی صورتوں کا ذکر۔	۵٦۰
لوگوں میں سے بدترین مخلوق کون ہے	۴۵۵	داڑھی منڈانے والوں کا سفاہت وضلالت پر مبنی ایک ناقابل اعتبار عذر۔	۵۷۳
رسالہ "مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء" کا تعارف	۵۱۵	تناسب کے لئے اطراف ریش کو تراشنے کے بارے میں ابن ملک کا قول درست نہیں۔	۵۸۲
آج کل حضرات اولیاء کے نام سے بہت سی جعلی کتابیں نظم ونثر میں شائع ہورہی ہیں۔	۵۱٦	داڑھی لمبی ہو تو عقل کم ہوتی ہے۔	۵۸۴
عقائد امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام سے شائع شدہ کتاب من گھڑت ہے۔	۵۱٦	بال بڑھانے کے جواز وعدم جواز میں فقراء وغیر فقراء سب یکساں ہیں۔	٦۰۵
شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے نام سے بھی بعض جعلی کتابیں چھاپی گئی ہیں۔	۵۱٦	یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہئے ظاہر کیسا ہی ہو محض باطل ہے۔	٦۰۵
متشابہات جس طرح اللہ تعالٰی کے کلام میں ہیں اسی طرح اکابر دین کے کلام میں بھی ہیں۔	۵۱۸	داڑھی منڈانے کی حرمت کے منکرین کے لئے ایک مثال۔	٦۲٦
ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کون سا تھا۔	۵۱۹	مسلمانان ہند نے ختنہ کا نام مسلمانی کیوں رکھا۔	٦۳٦
ابلیس سجدہ آدم سے کیوں باز رہا۔	۵۱۹	ختنہ اور داڑھی وجہ امتیاز مومنین وکافرین ہیں۔	٦۳٦
سجدہ آدم ویوسف ان دونوں کو تھا یااللہ عزوجل کو۔	۵۲۴	عورت ومرد کے جسم ظاہر میں مابہ الامتیاز یہی چوٹی اور داڑھی ہے۔	٦٦۴
چلانے کی جائز وناجائز صورتیں۔	۵۵۵		

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

ظروف وزیورات

انگوٹھی سونے، چاندی، تابنے، پیتل اور لوہے وغیرہ کے استعمال سے متعلق مسائل

مسئلہ ۱: از میرٹھ دروازہ کارخانہ داروغہ یادالٰہی صاحب مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانا کرتوں اور صدریوں میں چاندی کے بوتام مع زنجیر لگاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ مولوی رشید احمد صاحب کے شاگرد فارغ التحصیل کہتے تھے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کرتے شریف میں قریب گریبان چاندی کا پتر لگایا ہے اس قیاس پر بوتام مع زنجیر لگانا جائز ہے۔ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

چاندی کے صرف بوتام ٹانکنے میں حرج نہیں کہ کتب فقہ میں سونے گھنڈیوں کی اجازت مصرح۔

فی الدرالمختار عن التتارخانیہ عن السیر الکبر لا بأس بازرار الدیباج والذھب [1]۔	درمختار میں تتارخانیہ کے حوالے سے سیر کبیر سے منقول ہے کہ ریشم اور سونے کی گھنڈی کے استعمال میں کچھ حرج نہیں۔ (ت)

[1] درمختار کتاب الکراھیۃ فصل فی اللباس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۳۹

اور گھنڈی اور بوتام ایک چیز ہے صرف صورت کا فرق ہے، اور جب سونا جائز تو چاندی بدرجہ اولٰی جائز، مگر یہ چاندی کی زنجیریں کہ بوتاموں کے ساتھ لگائی جاتی ہیں سخت محل نظر ہیں، کلمات آئمہ سے جب تک ان کے جواز کی دلیل واضح کہ آفتاب روشن کی طرح ظاہر و جلی ہو نہ ملے حکم جواز دینا محض جرات ہے کہ چاندی سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے۔ شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اصل در استعمال ذہب وفضہ حرمت ست [1]۔	سونے اور چاندی کے استعمال کرنے میں اصل حرمت ہے۔ (ت)

یعنی جب شرع مطہر نے حکم تحریر فرما کر ان کی اباحت اصلیہ کو نسخ کردیا تو اب ان میں اصل حرمت ہوگئی، کہ جب تک کسی خاص چیز کی رخصت شرع سے واضح وآشکارا نہ ہوہرگز اجازت نہ دی جائے گی بلکہ مطلق تحریم کے تحت میں دخل رہے گی ھذا وجہ۔

واقول ثانیًا: ظاہر ہے کہ ان زنجیروں کے اس طرح لگانے سے تزین مقصود ہوتا ہے۔ بلکہ تزین ہی مقصود ہوتا ہے اور ایسے ہی تزین کو تحلی کہتے ہیں، اور علماء تصریح فرماتے ہیں مرد کو سوا انگوٹھی پیٹی اور تلوار کے سامان مثل پرتلے وغیرہ کے چاندی سے تحلی کسی طرح جائز نہیں، تنویر الابصار میں فرماتے ہیں:

لایتحلی ای لایتزین درر [2]۔	چاندی کا کوئی زیور (سوائے مخصوص اشیاء کے) نہ پہنے یعنی اس سے زیب وزینت کا فائدہ نہ اٹھائے درر (ت)

جب یہ زنجیریں مستثنیات سے خارج ہیں تو لاجرم حکم نہی میں داخل ہیں۔

واقول ثالثًا: اس طرح لگانا اگر حقیقۃً زنجیر پہننا نہیں تو پہننے سے مشابہ ہے اور محرمات میں شبہ مثل یقین ہے۔

فی ردالمحتار التعلیق یشبہ اللبس فحرم لذٰلك لما علم ان الشبھۃ فی باب المحرمات ملحقۃ بالیقین رملی [3]۔	ردالمحتار میں ہے کہ لٹکانے کے مشابہ ہے اس لئے حرام ہے کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ محرمات کے باب میں شبہہ یقین کا درجہ رکھتا ہے، رملی (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس فصل باب الخاتم مکتبہ نوری رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللباس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰، ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللباس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی اللباس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵

انصاف کیجئے تو یہ اس مسئلہ کا گویا صریح جزئ ہے، پھر علماء کی تشریح ریشم کے بارے میں ہے جس کا صرف لبس یعنی پہننا اوڑھنا اور جس امر میں ان کی مشابہت ہو ممنوع ہے باقی تمام طرق استعمال روا۔

فی شرح الملتقی للعلائی لاتکرہ الصلٰوۃ علی سجادۃ من الابریشم لان الحرام ھو اللبس اما الانتفاع بسائر الوجوہ فلیس بحرام کما فی صلٰوۃ الجواہر و اقرہ القھستانی وغیرہ [1] اھ نقلہ العلامتان محشیا الدرط و ش واقراہ۔	علامہ علائی کی شرح ملتقی میں ہے ریشمی مصلی پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ اس کا صرف پہننا حرام ہے۔ لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کے باقی تمام طریقے حرام نہیں جیسا کہ صلٰوۃ الجواہر میں مذکور ہے اس کو قہستانی وغیرہ نے برقرار رکھا ہے اھ اس کو دو علاموں یعنی علامہ شامی اور علامہ طحطاوی نے درمختار کے حواشی میں نقل کرتے ہوئے قائم رکھا ہے۔(ت)

پھر کیا گمان ہے اشیائے فضہ کے باب میں جن کا صور معدودہ کے سوا استعمال مطلقاً ناروا، ردالمحتار میں ہے:

الذی کلہ فضۃ یحرم استعمالہ بای وجہ کان کما قدمناہ ولو بلامس بالجسد ولذا حرم ایقاد العود فی مجمرۃ الفضۃ والساعۃ وقدرۃ التنباك التی یوضع فیھا الماء وان کان لایمسہ بیدہ ولا بفمہ لانہ استعمال فیما صنعت لہ [2] الخ۔	صرف چاندی کا استعمال خواہ کسی طریقے سے ہو اور خواہ جس کے ساتھ نہ ہو تب بھی حرام ہے۔ لہذا چاندی کی انگیٹھی میں عود سلگانا، گھڑی باندھنا، حقہ کا وہ حصہ چاندی کا بنانا جس میں پانی ڈالا جاتا ہے یہ سب حرام ہیں اگرچہ وہ ہاتھ اور منہ سے مس بھی نہ ہونے پائیں کیونکہ اس مقصد کے لئے استعمال ہے جس کے لئے یہ بنائی گئی ہے۔ الخ۔(ت)

اور یہ خیال کہ اگر یہاں چار انگل کے عرض تک کا کام ہوتا ہے جائز ہوتا کہ تابع تھا اسی کی جگہ یہ زنجیریں ہیں انھیں بھی تابع ٹھہرا کر مباح ماننا چاہئے۔ محض خیال محال ہے کام اور زنجیروں میں فرق بدیہی ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مذہب صحیح میں مرد کو ریشمیں کمربند نارواہ ہے کہ وہ پاجامہ تابع نہیں بلکہ مستقل جداگانہ چیز ہے۔ درمختار میں ہے:

تکرہ التکۃ منہ ای من الدیباج وھو الصحیح [3]۔	ریشمی کمربند کا استعمال مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔(ت)

---

[1] الدرالمنتقی فی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراھیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۳۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء الت التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۸

[3] درمختار کتاب الکراھیۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۹

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے: **ھو الصحیح لانہا مستقلۃ** [1] (یہی صحیح ہے کیونکہ یہ ایک مستقل چیز ہے۔ت) جب کمر بند با آنکہ پاجامہ کی غرض اس سے متعلق ہے بلکہ جس طرح اس کا لبس معروف و معہود ہے وہ غرض بے اس کے تمام نہیں ہوتی مستقل قرار پایا تو یہ زنجیریں جن سے کپڑے کو کچھ علاقہ نہیں، نہ اس کی کوئی غرض ان سے متعلق کیونکر تابع ٹھہر سکتی ہے اور اگر بالغرض کام کی جگہ لگایا جانا پتر کو بھ کام کے حکم میں کردے تو لازم کہ چاندی کے کنگن توڑے، چنپا کلی، جھومر وغیرہا زیور بھی جائز ہیں جبکہ وہ آستینوں، گریبان، ٹوپی وغیرہا میں کام کے قائم مام ٹانکے جائیں بلکہ واجب کہ وہ زنجیریں اور یہ سب گہنے سونے کے بھی حلال ہوں کہ تابع قلیل ذہب و فضہ دونوں سے روا، ردالمحتار میں ہے:

ویؤید عدم الفرق مامر من اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع [2] **الخ۔**	فرق نہ ہونے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بمقدار چار انگشت سونے کی تاروں سے بنا ہوا کپڑا مباح ہے الخ (ت)

غرض کوئی وجہ ان زنجیروں کے جواز کی نظر نہیں آئی اور جب تک کلمات ائمہ سے اجازت نہ ثابت ہو حکم ممانعت ہے لما بینا۔
رہی وہ حدیث کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قریب گریبان مبارک چاندی کا پتر لگایا فقیر کو کسی کتاب سے یاد نہیں۔ نہ عادات بلاد اس کی مساعدت کریں کہ گریبانوں میں چاندی کے پتر لگائے جاتے ہوں، ہاں یہ بیشک حدیث میں آیا ہے کہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جبہ پہنا جس کے گریبان اور آستینوں اور چاکوں پر ریشم کی خیاطت تھی۔

کما فی حدیث اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما اخرجہ الائمۃ احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد ومسلم فی صحیحہ وابوداؤد فی السنن [3]**۔**	جیسا کہ سیدہ اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں آیا ہے جس کو ائمہ کرام امام احمد نے مسند میں امام بخاری نے ادب المفرد میں امام مسلم نے صحیح میں اور امام ابوداؤد نے السنن میں اس کی تخریج فرمائی ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاویۃ علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۷۸

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۶

[3] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۰، سنن ابی داؤد کتاب اللباس والزینۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵، مسند احمد بن حنبل عن اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۴۸۔۳۴۷

اس کے جواز میں کسے کلام ہے خواہ رشم کا کام ہو یا گوٹ سنجاف جبکہ کوئی بوٹی یا ٹکڑہ چار انگل عرض سے زائد نہ ہو پتر کی حدیث کا پتا دینا ذمہ مدعی ہے کہ دیکھا جائے وہ کس مرتبہ کی حدیث ہے اور اس کا مطلب کا اور اس سے مدعی کو تمسک کہاں تک روا۔

سیدین علامتین طحطاوی وشامی حواشی در میں فرماتے ہیں:

الوارد عن الشارع صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم انه لبس الجبة المکفوفة بحریر فلیس فیه ذکر فضة و لا ذهب [1]۔واللّٰہ سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔	شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایسا جبہ زیب تن فرمایا جس پر ریشم کا کام کیا ہوا تھا لیکن اس میں چاندی سونے کا ذکر نہیں۔اللہ تعالٰی پاک برتر اور خوب جاننے والا ہے۔اور اس شرف وعظمت والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور پختہ ہے (ت)

مسئلہ ۲: یہ زیور علی بند اور پری بند جو حامل ہذا کے ہمدست مرسل ہے اس کو تحریر فرمائیں کہ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں بوجہ آواز نکلنے کے عورات کو اور اور مکان مسکونہ اگرچہ علیحدہ قطع رکھتا ہے مگر آمدورفت ہم مستورات کی اور نیز ہمارے مکان ہی کے قطع جات ملصقہ میں غیر بھی رہتے ہیں۔**واللّٰہ عندہ حسن الجزاء۔**

الجواب:

یہ زیور ہاتھ کا ہے اور اس میں وغیرہا ایسی اشیاء بھی نہیں جن سے زیادہ آواز پیدا ہو اتنی آواز تو ہاتھ کی چوڑیوں سے نکلتی ہے جبکہ پھنسی ہوئی نہ ہوں اس کے پہننے میں کوئی حرج شرعی نہیں آمدورفت سے پاؤں کے گہنے بجتے ہیں نہ ہاتھ کے۔**واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳: مرسلہ از چاندہ ضلع بجنور محلّہ پتیا پاڑہ مکان محمد حسین خاں زمیندار

چوڑیاں کانچ کی عورتوں کو جائز ہیں پہننا۔یا ناجائز ہیں؟

الجواب:

جائز ہیں **لعدم المنع الشرعی** (اس لئے کہ کوئی شرعی مانع نہیں۔ت) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب **وانما الاعمال بالنیات** [2] (اعمال کا دار ومدار ارادو پر ہے۔ت) بلکہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۶

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب:

لحرمة العقوق ولوجوب طاعة الزوج فیما یرجع الی الزوجیة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اس لئے کہ والدین اور شوہر کی نافرمانی حرام ہے اور شوہر کی فرمانبرداری بسلسلہ حقوق زوجیت واجب ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴: از گولڑہ ضلع راولپنڈی مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ۹ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

زر بالکسر جس کو ہندی م یں گھنڈی کہتے ہیں اور ابریشم و باکلابتو سیم وزر سے بنائی جاتی ہے جیسا کہ اطراف بمبئی وغیرہ میں ساز صدریہ اور اطراف بخارا وغیرہ میں جبہ وچغہ کی گھنڈیاں ہوتی ہیں اور بوجہ تخلیط رشتہا وخیاطت ان کا تجزء ہو کر تحت تبعیت آجاتی ہے۔ بخلاف بٹن مروجہ سیم وزر کہ بظاہر حکم تبعیت نہیں رکھتا ہے کیونکہ اس جگہ تبعیت بظاہر با فتگی ودوختگی وخلط سیم وزر مع غیر سیم وزر میں منحصر معلوم ہوتی ہے جیسے عبارات طحطاوی سے مستفاد ہوتا ہے۔

قال فی المنتقی عن محمد لابأس ان تکون عروة القمیص وزرہ حریرا وھو کالعلم یکون فی الثوب ومعہ غیرہ فلا باس بہ وان کان وحدہ کراھتہ [1]۔	المنتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کرتے کا گریبان اور اس کی گھنڈی (بٹن) ریشم کے ہوں اور وہ کپڑے میں نشان نقوش کی طرح ہو اگر اس کے ساتھ کچھ اور ہو تو کچھ حرج نہیں، اور اگر اکیلا ہو تو پھر کراہت ہوگی۔ (ت)

اور بٹن مروجہ ای، شے مستقل صورت حلی سوراخ گریبان پیراہن میں معلق معلوم ہوتا ہے پس اگر اس کو حلی کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو ولایتحلی الرجل بذھب وفضة مطلقا الا بخاتم ومنطقہ وحلیة سیف منھا ای فضة اذا لم یرد بہ التزیین [2] (کوئی شخص مطلقاً سونے اور چاندی کا زیور نہ پہنے مگر یہ کہ انگوٹھی، کمربند اور تلوار کا دستہ چاندی کا ہو یعنی یہ سب چیزیں چاندی کی جائز ہیں بشرطیکہ زیب وزینت اور نمائش کا ارادہ نہ ہو، ت) مانع اباحت ہے اور محض تعلیق کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو مضمون عبارت والظاھر فی وجھہ ان التعلیق یشبہ اللبس فحرام لذٰلك لما علم ان الشبھة فی باب المحرمات ملحقة بالیقن [3] شامی (اس کی وجہ میں ظاہر یہ ہے کہ لٹکانا دراصل پہننے کے مشابہ ہے

---

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحة باب فی اللبس دار المعرفة بیروت ۴ /۱۷۸-۱۷۹

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحة باب فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۰

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۵

لہٰذا اس وجہ سے حرام ہے۔ کپڑے کے کنارے کے نقوش کی طرح ہے کیونکہ حرام کے باب میں شبہ یقین کے ساتھ وابستہ ہے۔ت)۔ حرمت کی طرف لے جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بٹن مروجہ محض تبر یعنی ٹکڑہ سیم وزر کرتے کے ساتھ معلق ہے نہ یافتہ نہ دوختہ نہ کسی اور چیز کا اس کے ساتھ خلط ہے پس اس کو تابع کہنے اور گھنڈی پر قیاس کرنے کی کیا دلیل ہے، مہربانی فرما کر اطمینان بخش جواب مرحمت فرمائیں و نیز جس علت تعلیق سے زنجیر ناجائز ہے وہی علت بٹن میں موجود ہے پس کیا وجہ ہے کہ بٹن جائز ہو اور زنجیر بٹن ناجائز، و نیز اگر تابع کے یہ معنی ہیں کہ بٹن بدون کرتے کے مستعمل نہیں ہوتا ہے تو یہ بات ازار بند میں بھی موجود ہے حالانکہ ازار بند ریشمی وغیرہ مکروہ ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد عبدالرحمٰن بقلم خود

الجواب:

درمختار میں ہے:

لاباس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع [1]۔	قمیص کا گریبان اور اس کے بٹن ریشمی ہوں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ تابع ہیں۔(ت)

سیر کبیر پھر تاتارخانیہ پھر شرح علائی ہے:

لاباس بازرار الدیباج والذھب [2]۔	ریشم اور سونے کے بٹن میں کچھ حرج نہیں۔(ت)

ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے:

لاباس یلبس الثوب فی غیر الحرب اذ اکان ازرارہ دیباجا اوذھبا [3]۔	جنگ کے علاوہ اگر ایسا کپڑا پہنے کہ جس کے بٹن ریشمی یا سونے کے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔(ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) یہاں چیز فوائد قابل لحاظ ہیں۔

اول: زر کے لئے کپڑے میں سلا ہونا ضرور نہیں بلکہ مخیط و مربوط مغروز و مرکوز سب کو عام ہے ولہٰذا ائمہ لغت میں اس کی تعریف میں صرف لفظ وضع اخذ کیا جس مس اصل تخصیص خیاطت نہیں، قاموس میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۹

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۹

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کت خانہ پشاور ۵/ ۳۳۲

الزر بالکسر الذی یوضع فی القمیص وبالفتح شدہ الازار[1]۔	"اَلزِرُ" اگر حرکت زیر کے ساتھ ہو تو اس کو معنی ہے وہ چیز جو کرتے میں موضوع ہو یعنی رکھی جائے "اگر یہ حرکت زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے اِزرار باندھنا۔(ت)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قال ابن سیدۃ الزر الذی یوضع فی القمیص والجمع ازرار و زَرُوُرُ و ازرّ القمیص جعل لہ زرا و ازرہ شد علیہ ازرارہ وقال ابن الاعرابی زر القمیص اذا کان محلولا فشدہ وزر الرجل شد زرہ[2]۔	ابن سیدہ لغوی نے کہا کہ "زر" وہ چیز ہے جو کرتے میں لگائی جاتی ہے اس کی جمع ازرار اور زَرُوُرُ ہے، ازرّ القمیص اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ قمیص کے بٹن لگائے جائیں اور اَزَرّہ، اس قت کہا جاتا ہے جبکہ قمیص پر اس کے بٹن باندھے جائیں، ابن الاعرابی نے کہا جب قمیص کے بٹن کھلے ہوں پھر انھیں باندھے تو اس وقت زرالقمیص کہا جاتا ہے اور زرالرجل کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے بٹن باندھ دئے۔ (جبکہ وہ کھلے ہوں)۔(ت)

ملحہ جرمی کا بھی شعر بھی اس کا پتا دیتا ہے:ع

کان زرور القبطریۃ علقت علائقہا منہ بجذع مقوم[3] القبطریۃ ثیاب کتاب بیض والکنایۃ للممدوح و العلائق جمع علاقۃ بالکسر بند۔ فی القاموس وتاج العروس العلاقۃ بالکسر فی السوط ونحوہ کالسیف والقدح والمصحف والقوس وما اشبہ ذٰلک وعلاقۃ السوط	گویا سلکی کپڑے لٹکادئے گئے اور ان کی بندشیں سیدھے تنے سے پیوستہ ہیں۔ القبطریۃ السی کے سفید کپڑے اور ممدوح کی طرف اشارہ ہے۔ "علائق" جمع ہے۔اس کا واحد "علاقہ" ہے حرکت زیر کے ساتھ ہے بمعنی بند ہے۔ چنانچہ القاموس اور اس کی شرح تاج العروس میں ہے "العلاقۃ" بحرکت زیر کوڑا اور اس چیز جیسے تلوار، پیالہ، مصحف، کمان اور اس کے مشابہ

---

[1] القاموس المحیط فصل الزاء من باب الراء مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۹

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الصلٰوۃ وباب وجوب الصلٰوۃ فی الثیاب ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ دمشق ۴/ ۵۴

[3] تاج العروس فصل الزاء من باب الراء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۳۶

مافی مقبضه من السیر اھ [1] ثم قال اعلق القوس جعل لها علاقة وعلقها علی الوتد وکذٰلك السوط المصحف والقدح [2]۔	اشیاء میں استعمال ہوتا ہے "علاقۃ السوط" وہ تسمہ جو اس کے دستہ میں لگا ہوا ھ پھر دونوں (صاحب قاموس اور مصنف تاج العروس) نے کہا اعلق القوس اس وقت کہا جاتا ہے جب کمان کو بندھن لگا کر کسی کلی وغیرہ پر لٹکادے اور یہی حال کوڑے مصحف اور پیالے کا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ بحال خیاطت فی الثوب زر کو علاقہ سے کیا علاقہ، فتاوٰی ولوالجی پھر شلبی علی التبیین میں ہے:

لاباس بان یلبس المحرم الطیلسان ولایزرہ علیه فان زرہ یوما فعلیه دم لانه صار منتفعا به انتفاع المخیط [3]۔	اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم (بحال احرام) بڑی چادر پہنے لیکن اسے گرہ نہ لگائے پھر اگر پورا دن اسے گرہ لگا رکھی تو اس دم (جانور ذبح کرنا) لازم ہوگا اس لئے کہ اس نے پہنے ہوئے کپڑے کی طرح اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ (ت)

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط بیان محرمات احرام میں ہے:

(زر الطیلسان) ای ربطه بالزر وعقدہ علی عنقه [4]۔	بڑی چادر کو گرہ لگانا یعنی اسے گرہ لگا کر گردن پر باندھنا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

ان زرالطیلسان یوما لزمه دم لحصول الاستمساك بالزر مع الاشتمال بالخیاطة [5]۔	اگر بڑی چادر کو دن بھر گرہ لگائے تو اس صورت میں اس پر دم (جانور ذبح کرنا) لازم آئے گا اس لئے کہ بوجہ گرہ لگانے اس کا تھم جانا (رک جانا) حاصل ہوا باوجود یہ کہ سلائی پر بھی شامل ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

[1] تاج العروس فصل العین من باب القاف دار احیاء التراث العربی بیروت ۷ /۲۱

[2] تاج العروس فصل العین من باب القاف دار حیاء التراث العربی بیروت ۷ /۲۲

[3] شلبی علی التبیین کتاب الحج باب لجنایات المطبعة الکبری الامیریه بولاق مصر ۲ /۵۴

[4] المسلك المتقسط شرح المنسك المتوسط فصل فی المحرمات الاحرام در الکتاب العربی بیروت ص۸۱

[5] فتح القدیر کتاب الحج باب الجنایات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۴۴۳

یستحب لبس ازار ورداء فان زررہ اوخللہ اوعقدہ اساء ولادم علیہ [1]۔	تہبند اور چادر کا پہننا مستحب ہے پھر اگر اسے گرہ لگائے یا اسے کھولے یا اسے گرہ لگا کر باندھے تو اس نے برا کیا لیکن اس پر دم نہیں (یعنی جانور ذبح کرنا لازم نہیں)۔(ت)

ظاہر ہے کہ طیلسان وچادر میں گھنڈیاں سلی نہیں ہوتی اور اطحام مذکورہ خیاطت پر موقوف نہیں بلکہ بلاخیاطت صورت ربط ہی زیادہ مقصود بالافادہ ہے کہ محرم کا مخیط سے احتراز تو معہود ومشہور اربجائے خود مذکور ہے ابوداؤد ونسائی وابن خزیمہ وابن حبان وحاکم سب اپنی صحاح میں اور امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قلت یا رسول اللہ انی رجل اصید افاصلی فی القمیص الواحد قال نعم وازررہ ولوبشوکۃ [2]۔	(حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارگاہ سالت میں) عرض کی: میں ایک شکاری آدمی ہوں ایک کرنے میں نماز پڑھ سکتا ہوں، ارشاد فرمایا: ہاں (پڑھ سکتے ہو) لیکن اسے باندھ لو اگرچہ کسی کانٹے ہی سے کیوں نہ ہو، مطلب یہ کہ اسے جوڑ کر نماز پڑھو۔(ت)

یہاں کانٹے کو بھی زر فرمایا،

والاصل الحقیقۃ والعدول الی المجاز من دون ضرورۃ غیر مجاز	حقیقت اصل ہے۔اور بغیر کسی ضرورت (حقیقت چھوڑ کر) مجاز کی طرف جانا جائز نہیں۔(ت)

تو بوتام یا بٹن نفس معنی زر میں داخل ہیں نہ کہ ان کا گھنڈی پر قیاس ہو۔

دوم: لفظ ذھب منسوج وحرج دونوں کو شامل، بلکہ وہ حجر میں اصل حقیقت پر ہے اور کلابتوں پر اس کا اطلاق از قبیل تسمیۃ الکل باسم الجزء ہے کہ اس میں ریشم بھی ہوتا ہے اور گھنڈیاں انھیں منسوجات سے خاص نہیں بلکہ امراء کے یہاں سونے چاندی اور لعل ویاقوت کی بھی ہوتی۔**قال قائلھم** (ان کے کسی کہنے والے نے کہا۔ت) : ؎

ترانہ تکمہ لعل ست بر قبائے حرر   شدست قطرہ خون منت گریباں گیر

(ریشمی جبے پر تیرے لئے لعل وگوہر کی گھنڈیاں (بٹن) میرے خون کے ایک قطرہ

---

[1] درمختار کتاب الحج فصل فی الاحرام مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۶۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الرجل یصلی فی قمیص واحد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۲، شرح معانی الآثار کتاب الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ فی الثوب الواحد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۶۰

نے تیرا گریبان پکڑ لیا۔ت) تکمہ فارسی میں زر کا ترجمہ ہے جسے عربی میں زِیْر، دَجَّہ، جَوْزَہ۔ جَوِیْزہ، حبہ بھی کہتے ہیں۔اور وہ حلقہ جسے اردو میں تکمہ بولتے ہیں، فارسی میں انگلہ اور عربی میں عروہ و وعلہ ہے تو سیر کبیر وذخیرہ وتاتارخانیہ ودرمختار و عالمگیریہ وغیرہا کے نصوص مذکورہ سونے کے بٹن کا خاص جزئیہ ہیں، ولا کلام لاحد بعد صرائح النصوص (صریح اور واضح نصوص کے بعد کسی کو کلام کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ت)

سوم: یہیں سے کھل گیا کہ یہ بٹن بھی گھنڈیوں کی طرح تابع ہیں کہ علماء نے مطلقاً زر کو تابع بتایا اور زرانھیں میں شامل مگر تکثیر فوائد کے لئے معنی تابع پر بحث کریں اصلا کسی کتاب سے ثابت نہیں کہ تبعیت کے لئے دوختہ یا بافتہ یا نفس ذات تابع میں سیم وزر وابریشم کا کسی چیز مخلوط ہونا ضرور ہو۔ہاں تابع کی متبوع سے معیت چاہئے کہ نہ خود اجناس مختلفہ سے ترکب، متون مذہب میں تصریح ہے کہ انگوٹھی کے نگ میں سونے کے کیل جائز ہے اور شراح اس کی یہی تعلیل فرماتے ہیں کہ وہ تبع ہے حالانکہ وہ دوختہ بافتہ مخلوب کچھ نہیں۔ نیز تصریح ہے کہ جبہ وغیرہ میں ریشم کا ابرہ یا استر مرد کو ناجائز ہیں کہ دونوں مقصود ہیں اور اس کے اندر ریشم کا حشو جائز کہ وہ تابع ہے حالانکہ یہ بھی نہ بافتہ ہے نہ مخلوط۔اس کے جمے ہرنے کہ دو تین ڈورے ڈالتے ہیں اور اگر نہ ڈالیں جب بھی یقینا حکم نہ بدلے گا کہ علماء نے حشویت پر مدار جواز رکھا ہے اور وہ بغیر ڈورے پڑے بھی حشو ہے تو دختہ بھی نہ ہوا، جامع صغیر محرر مذہب وہدایہ وکنز ووافی ووقایہ ونقایہ وغرر واصلاح وملتقی ودرر وغرہا میں ہے:

حل مسمار الذهب يجعل في جحر الفص [1]۔	نگینے کے سوراخ میں سونے کی کیل لگانا جائز ہے۔(ت)

ہدایہ وتبیین الحقائق ومجمع الانہر وجامع الرموز وتکملہ والبحر وشرح نقایہ برجندی ودر وغیرہا میں ہے:

لابأس بمسمار الذهب يجعل في جحر الفص اى فى ثقبة لانه تابع كالعلم فى الثوب فلا يعد لابساله [2]۔	پتھر کے نگینے یعنی اس کے سوراخ میں سونے کی کیل لگانے میں کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ تابع ہے کپڑے کے نقش ونگار میں کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ تابع ہے کپڑے کے نقش ونگار کی طرح لہٰذا آدمی اسے پہننے والا شمار نہیں کیا جاتا (تاکہ ممانعت پیدا نہ ہو)۔(ت)

محیط امام شمس الائمہ سرخسی پھر عالمگیریہ پھر ردالمحتار میں ہے:

لوجعل القز حشو اللقباء فلا بأس به لانه تبع ولو جعلت ظهارته	اگر جبہ میں ریشم کی بھرتی ہو تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وہ تابع ہے ہاں اگر ابرہ یا استر

[1] کنز الدقائق کتاب الکراھیۃ ص ۳۶۸

[2] الھدایہ کتاب الحظر والاباحۃ ۴/ ۴۵۵

اوبطانتہ فھو مکروہ لان کلیھما مقصود [1]۔	ریشمی ہو تومکروہ ہے کیوں؟ اس لئے کہ وہ دونوں مقصود ہے۔(ت)

بزازیہ پھر ہندیہ میں ہے:

لاباس بلبس الجبۃ المحشوۃ من الخز [2]۔	جس جبے میں ریشم کی بھرتی ہو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔(ت)

عبارۃ طحطاوی عن المنتقی عن محمد میں یہی تابع و مستقل کا تفرقہ بنایا گیا ہے کہ یہ شے مستقل نہیں بلکہ دوسرے کے ساتھ ہے اور تنہا ہوتی تو ناروا ہوتی کہ تابع نہ رہتی خود مستقل ہوجاتی اس کے بعد فقیر نے مجمع الانہر میں اس معنی کی تصریح دیکھی روایت مذکورہ کا تتمہ یہ نقل کیا کہ امام محمد نے فرمایا:

لانہ اذاکان ھو غیرہ فاللبس لایکون مضافا الیہ بل یکون تبعا فی اللبس [3]۔	اس لئے کہ جب تابع غیر متبوع ہو تو پہننا اس کی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ وہ پہننے میں (متبوع کے) تابع ہوگا۔(ت)

صاف روشن ہوگیا کہ غیر سے مراد وہی متبوع ہے نہ یہ کہ گھنڈی تکمے، آنچل، پلو میں ریشم دوسری چیز کے ساتھ مخلوط کرکے لگائیں جب تو جائز ہو اور غیر مخلوط اگرچہ چار انگلی سے زائد ہو ممنوع ٹھہرے یہ قطعاً باطل ہے کہ تصریحات تمام کتب کے خلاف ہے بلاشبہہ خاص ریشمی کپڑے کے گوٹ سنجاف پلیٹ کنٹھا ترنج اور ان کے مانند اور توابع سب جائز ہیں جبکہ چار انگلی عرض سے زائد نہ ہو اور یہ وہم کسی عاقل کو نہ گزرے گا کہ کپڑا اگرچہ خالص ریشم کا ہو سینے میں ڈورا تو اس کے ساتھ ہوگا یہی معہ غیرہ ہوگیا حالانکہ یہی کیا ضرور کہ ریشم کی گوٹ وغیرہ سوت کے ڈورے سے سییں بلکہ ریشم سے سییں، جیسا کہ اکثر یہی متعارف ہے جب بھی قطعاً بشرط مذکور جائز ہے کیا کوئی اس قید کا پتا بلکہ اس کی ہوا کسی کتاب سے دے سکتا ہے کہ سوت سے سیو تو روا اور ریشم سے تو ناروا، ہرگز نہیں۔ اور حشو کے ریشم کو تو کہئے اس کے ساتے ایک تاگے کی بھی حاجت نہیں، کما عرفت (جیسا کہ تو نے معلوم کرلیا۔ت)

چہارم: سونے چاندے خواہ کلابتوں کے بٹن یا آنچل پلو پر روپہلے سنہرے کلابتوں یاکامدانی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع فی اللبس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۲، ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۲

[3] مجمع الانہر کتاب الکراھیۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۳۴

کا کام حلی سے مشابہ نہیں بلکہ خود حلی ہے۔ درمختار میں ہے:

المنسوج بذهب یحل اذ اکان هذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل [1]۔	سونے کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا جائز ہے جبکہ اس کی مقدار چار انگلی ہو ورنہ مردوں کے لئے جائز نہیں (جبکہ زائد ہوں) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الحلی کما فی القاموس مایتزین به ولا شك ان الثوب المنسوج بالذهب حلی [2]۔	جس شیئ سے زیب وزینت کی جائے وہ حلی (زیور) ہے جیسا کہ قاموس میں ہے اور اس میں کوئی شک وشبہہ نہں کہ جو کپڑا سونے کے تاروں سے بنا گیا وہ حلی (زیور) میں شمار ہے۔ (ت)

مگر یہ حلیہ ہی شرع نے جائز فرمایا ہے جبکہ تابع قلیل ہو ولہٰذا ردالمحتار میں اسے حلی بتا کر مسئلہ شرح کی تائید سے نقل فرمائی:

لاباس بالعلم المنسوج بالذهب للنساء فاما للرجال فقدر اربع اصابع ومافوقه یکره [3]۔	اگر سونے کے تاروں سے کپڑے پر نقش ونگار بنائے جائیں تو عورتوں کے لئے اس کے استعمال کرنے میں کچھ حرج نہیں لیکن مردوں کے استعمال کے لئے (شرط یہ ہے کہ) اس کی مقدار بقدر چار انگشت ہو اور اس سے زائد مکروہ ہے۔ (ت)

عبارات متون لا یتحلی الرجل بذهب [4] الخ (مرد کے لئے سونا پہننا جائز نہیں الخ۔ت) میں تحلی باشیائے مستقلہ کا ذکر ہے نہ کہ توابع کا ولہٰذا چاندی کی انگوٹھی پیٹی پر تلے مستقل ہی چیزوں کا استثناء فرمایا۔ عام مراد ہوتا تو خود ان کی بالاتفاق تصریحات اباحت منسوج بالذهب قدر اربع اصابع وزر وعروہ ذہب وغیرہا کا صریح مناقض ہوتا۔

یہیں سے ظاہر ہوا کہ سونے کے بٹن اور کلابتوں کی گھنڈیوں میں فرق ضائع ہے وہ اگر حلی ہیں تو یہ کیا نہیں اور لا یتحلی (جائز نہیں۔ت) استثناء میں ان کا ذکر نہیں تو ان کا بھی نہیں، یوں ہوتا تو گھنڈیاں بھی ممنوع ہو جائیں۔

پنجم: قطع نظر اور تنقیحات مسئلہ تعلیق سے جب حقیقت لبس تابع قلیل میں معاف ہے۔ تو

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۳۸

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۴

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۴

[4] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۰

شبہہ لبس کہ تعلیق میں ہے بدرجہ اولی ہدایہ وکافی و تبیین وغیرہا میں ہے:

وھذا لفظ الامام النسفی فی الکافی اجمعنا ان القلیل من الملبوس حلال وھو الاعلام فکذا القلیل من اللبس والاستعمال والجامع انه انموذج لنعیم الآخرۃ ترغیبا فیما ھو فی الاٰخرۃ لامقصود [1]۔	الکافی میں امام نسفی کے یہ الفاظ آئے ہیں ہم نے اس پر اتفاق کیا کہ تھوڑا ملبوس جائز ہے۔ اور وہ کپڑے کے نقش و نگار ہیں اور اسی طرح تھوڑا پہننا اور استعمال کرنا بھی (جائز ہے) اور (دونوں میں) جامع یہ ہے کہ یہ طریقہ تعلیم آخرت کے لئے نمونہ ہے تاکہ اموراخرت کی طرف رغبت پیدا ہو لہذا بالذات مقصود نہیں (جیسا کہ دلائل و شواہد سے معلوم ہوتا ہے۔)۔(ت)

ششم: ہمارا دعوی نہ تھا کہ ہر چیز جو دوسرے کے ساتھ استعمال میں آتی ہو مطلقاً تابع ہے واقعات امام صدر شہید و فتاوٰی صغری وفتاوٰی ذخیرہ ومحیط وغایۃ البیان وبعض شروح جامع صغیر وشرح قدوری وفتاوٰی منصوریہ وشرح نقایہ برجندی ومجمع الانہر وغیرہا میں نص فرمایا اور منیۃ الفقہاء وجامع الرموز وتتارخانیہ وتکملہ طوری وغیرہا میں اسی پر جزم واعتماد کیا کما فصلناہ کل ذٰلك فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے ان سب باتوں کو (اپنے مشہور زمانہ) فتاوٰی رضویہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ت) یہاں وارد نہیں بلکہ تبعیت اس لئے کہ لبس اس کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔ ہدایہ و تبیین وبرجندی ودرر کی عبارتیں گزریں لانه تابع کالعلم فی الثوب فلا یعد لابساله [2] (اس لے کہ وہ تابع ہے جیسا کہ کپڑے کے نقش ونگار، پھر اسے پہننے والا شمار نہیں کیا جاتا۔ت) شرح ملتقی کی عبارت گزری:

اللبس لایکون مضافا الیه بل یکون تبعا فی اللبس [3]۔	پہننا اس کی طرف منسوب نہیں بلکہ وہ پہننے میں تابع ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الکراھیة فصل فی اللبس المطبعة الکبرٰی الامیریة بولاق مصر ۶/ ۱۴۔۱۵، الھدایة کتاب الکراھیة فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۴

[2] الھدایة کتاب الکراھیة فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۵

[3] مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراھیة فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۳۴

وانما جاز منه کان تبعا لان اللبس لایکون مضافا الیه [1]۔	اور اس کا وہ حصہ جائز ہے جو تابع ہو، اس لئے کہ پہننا اس کی طرف منسوب نہیں۔(ت)

ہفتم: زنجیروں کے لئے نہ زر کی طرح کوئی نص فقیر نے پایا نہ جواز پر کوئی صاف دلیل بلکہ وہ بظاہر مقصود بنفسہا ہیں۔نہ زر کی طرح کپڑے کی، کوئی غرض ان سے متعلق نہ علم کی طرح ثوب میں مستہلک کہ تابع ثواب ٹھہریں، نہ ان سے سنگار اور زینت کے سوا کوئی فائدہ مقصود اور وہ زیور زناں سے کمال مشابہ ہیں۔ان کی ہیئت وحالت بالکل سہاروں کی سی ہے کہ ایک طرف ان کے کنڈوں میں بالیاں پرو کر ان کو دونوں جانب سے پیشانی کے بالوں میں لاکر کانٹا ڈال کر ملا دیتے ہیں وہ بھی ان زنجیروں کی طرح لڑیاں ہی ہیں بلکہ ان سے علاوہ تزین ایک فائدہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ بالیوں کا بوجھ کانوں پر نہ پڑے یہ انھیں اٹھا کر سہارا دئے رہیں اسی لئے ان کو "سہارے" کہتے ہیں۔اور ان زنجیروں کی لڑیاں سوا زینت کے کوئی فائدہ نہیں دیتیں تو بہ نسبت سہاروں کے ان کی لڑیاں جھومر کی لڑیوں سے اشبہ ہیں اور سہاروں کی طرح یہ بھی داخل ملبوس ہیں بلکہ ان کا صرف زینت کے لئے بالذات مقصود اور کپڑے کی اغراض سے محض بے تعلق ونامستہلک ہونا جھومر کی طرح انکے اور بھی زیادہ لبس مستقل کا مقتضی ہے اور ذہب وفضہ میں اصل حرمت ہے تو جب تک صریح دلیل سے جواز ثابت نہ ہو زنجیروں پر عدم جواز ہی کا حکم دیں گے، ہدایہ میں ہے:

الاصل فیه التحریم [2]۔	اصل اس کی حرمت ہے(یعنی سونے، چاندی میں اصل یہ ہے کہ دونوں مردوں کے لئے حرام ہیں اور عورتوں کے لئے جواز ہے۔(ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

الفضة والذهب من جنس واحد والاصل الحرمة فیهما [3] اھ هذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی، والله تعالٰی اعلم۔	سونا، چاندی ایک ہی جنس ہیں۔اور ان دونوں میں اصل حرمت ہے۔(یعنی بلحاظ اصل دونوں حرام ہیں) اور یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے) یہ میری تحقیق اور عندیہ ہے۔لیکن واقعی اور صحیح علم میرے رب کے پاس ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۷۸

[2] الھدایۃ کتاب الکراھیۃ فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۵

[3] تبیین الحقائق کتاب الکراھیۃ فصل فی اللبس المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۱۶

مسئلہ ۵: از پیلی بھیت کچہری کلکٹری مرسلہ جناب مولوی عرفان علی صاحب رضوی برکاتی بیسلپوری ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کو زیور پہننا جائز ہے یا ناجائز؟ بر تقدیر اول کیا بجنے اور نہ بجنے والے ہر قسم کے زیوارات سونے اور چاندی کے بلا تخصیص جائز ہیں؟ جائز وناجائز ہر دو صورتوں میں کتب فقہ کی دو ایک عبارتیں اور کم سے کم دو تین حدیثیں نقل فرمادیجئے۔ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز ہے۔

قال اللہ تعالٰی "اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ"۔ [1]	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، کیا وہ جو زیور میں پروان چڑھے۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الذھب والحریر حل لاناث امتی وحرام علی ذکورھا، رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ عن زید بن ارقم والطبرانی فی الکبیر عنہ وعن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما [2]	سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں پر حرام ہے۔(ابوبکر بن ابی شیبۃ حضرت زید بن ارقم سے اور طبرانی نے الکبیر میں ان سے اور حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو راویت کیا ہے۔ت)

بلکہ عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعث اجر عظیم اور اس کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے بعض صالحات کہ کود اور ان کے شوہر دونوں صاحب اولیاء کرام سے تھے ہر شب بعد نماز عشا پورا سنگار کرکے دلھن بن کر اپنے شوہر کے پاس آتیں اگر انھیں اپنی طرف حاجت پاتیں حاضر رہتیں ورنہ زیور ولباس اتار کر مصلی بچھاتیں اور نماز میں مشغول ہو جاتیں۔اور دلھن کو سجانا تو سنت قدیمہ اور بہت احادیث سے ثابت ہے بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ انکی منگنیاں آتیں۔یہ بھی سنت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۱۸

[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۵۱۲۵ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/ ۲۱۱

لوکان اسامة جارية لکسوته وحليته انفقه رواه احمد[1] وابن ماجة عن ام المومنين رضی الله تعالٰی عنها بسند حسن۔	اگر حضرت اسامہ لڑکی ہوتے تو میں انھیں زنانہ کپڑے اور زیور پہناتا یہاں تک کہ وہ انھیں استعمال کرتے، چنانچہ مسند احمد اور محدث ابن ماجہ ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے سند حسن کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔(ت)

بلکہ عورتوں کا باوصف قدرت بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ مردوں سے تشبہ ہے۔ حدیث میں ہے:

کان رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم يکره تعطر النساء وتشبههن بالرجال[2]۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کے تعطّر (یعنی بے زیور رہنے) کو اور مردوں سے مشابہت بنانے والی عورتوں کو ناپسند فرماتے۔(ت)

(حدیث مذکور میں لفظ "**تعطر**" استعمال ہوا ہے جس کا معنی "خوشبو لگانا ہے، مگر) مجمع البحار میں ہے:

قيل ارادتعطل النساء باللام وهی من لاحلی عليها ولاخضاب واللام والراء يتعاقبان[3]۔	کہا گیا ہے کہ لفظ مذکور سے "تعطّل النساء" حرج لام کے ساتھ مراد ہے اور اس سے وہ عورتیں مراد ہیں جو نہ تو زیور پہنے ہوں نہ خضاب لگائے ہوں پس یہاں لام اور راء ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں۔(ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مولی علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

ياعلی مر نسائك لايصلين عطلا[4]۔ رواه ابن اثير فی النهاية۔	اے علی! اپنے مخدرات کو حکم دو کہ بے گہنے نماز نہ پڑھیں۔ (امام ابن اثیر نے النہایہ میں اس کو روایت فرمایا۔ت)

[1] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب الشفاعۃ فی التزویج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳، مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶ /۱۳۹

[2] نہایۃ لابن ابی اثیر باب العین مع الطاء تحف لفظ عطر "المکتبۃ الاسلامیہ ۳ /۲۵۶

[3] مجمع بحار الانوار باب العین مع الطاء تحت لفظ "عطر" مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۳ /۶۲۱

[4] نہایۃ لابن اثیر باب العین مع الطاء تحت لفظ عطل المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض ۳ /۲۵۷

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عورت کا بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں اور فرماتیں "کچھ نہ پائے تو ایک ڈوراہی گلے میں باندھ لے" مجمع بحار میں ہے:

عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کرھت ان تصلی المرأۃ عطلا ولو ان تعلق فی عنقھا خیطا[1]۔	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عورتوں کے بغیر زیور نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتیں (اور فرمایا کرتیں اگر اور کچھ نہ ہو تو ایک ڈوراہی گلے میں لٹکالے۔ (ت)

بجنے والا زیور عورت کے لئے اس حالت میں جائز ہے کہ نامحرموں مثلاً خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے بیٹوں، جیٹھ، دیور، بہنوئی کے سامنے نہ آتی ہو نہ اس کے زیور کی جھنکار نامحرم تک پہنچے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ" الاٰیۃ[2]۔	عورتیں اپنا سنگار شوہر یا محرم کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں۔

اور فرماتا ہے:

"وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّؕ"[3]	عورتیں پاؤں دھمک کر نہ رکھے کہ ان کا چھپا ہوا سنگار ظاہر ہو۔

فائدہ: یہ آیہ کریمہ جس طرح نامحرم کو گہنے کی آواز پہنچنا منع فرماتی ہے یونہی جب آواز نہ پہنچے اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز بتاتی ہیں کہ دھمک کر پاؤں رکھنے کو منع فرمایا نہ کہ پہننے کو بخلاف جہل وہابیہ کہ بجتا گہنا ہی حرام کہتے ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶و۷: از کاٹھیاواڑ مسئولہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک شخص لوہے اور پیتل کا زیور بیچتا ہے اور ہندو مسلمان سب خریدتے ہیں اور ہر قوم کے ہاتھ

---

[1] مجمع بحار الانوار باب العین مع الطاء تحت لفظ عطل مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۳/ ۶۲۲

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱

وہ بیچتا ہے۔ غرضکہ یہ وہ جانتا ہے کہ جب مسلمان خرید کریں گے تو اس کو پہنیں گے۔ تو ایسی چیزوں کا فروخت کرنا مسلمان کے ہاتھ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کانسہ جو بشکل پیتل ہوتا ہے استعمال کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مسلمان کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) کانسہ کے برتن میں حرج نہیں اور اس کا زیور پہننا مکروہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸و۹: از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار اسمٰعیل صاحب یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت ان مسائل میں:

(۱) سونے یا چاندی کی گھڑی جیب میں رکھنے کی مرد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔ نیز اس قسم کی گھڑی جیب میں پڑی ہے اور نماز ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وہ اشیاء جن پر سونے چاندی کا پانی چڑھا ہو جسے گلٹ کہتے ہیں مرد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) سونے کی گھڑی جیب میں ہو تو نماز میں حرج نہیں کہ جیب میں رکھنا پہننا نہیں۔ جیسے جیب میں اشرفیاں پڑی ہوں، ہاں سونے کی گھڑی چاندی کی گھڑی وقت دیکھنا امر دو عورت سب کو حرام ہے کہ عورتوں کو پہننے کی اجازت ہے نہ کہ اور طرق استعمال کی۔

(۲) کرسکتا ہے۔ سونے یا چاندی کا پانی وجہ ممانعت نہیں۔ ہاں اگر وہ شے فی نفسہٖ ممنوع ہو تو دوسری بات ہے جیسے سونے کا ملمع کی ہوئی تانبے کی انگوٹھی، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰: از مبارکپور محلّہ مرحی محال متصل کنجڑا محال مرسلہ حافظ محمد جعفر صاحب پیش امام ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تانبے پیتل کے برتن میں طعام تناول پانی نوش فرمایا کرتے یا کسی دوسری چیز کے برتن میں:

الجواب:

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تانبے، پیتل کے برتنوں میں کھانا پینا ثابت نہیں۔ مٹی یا کاٹھ کے برتن تھے اور پانی کے لئے مشکیزے بھی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱و۱۲: سید صفر علی صاحب ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی موضع خود مئو

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) سونے یا چاندی یا پیتل یا جست یا تانبے یا لوہے کی منہنال نیچہ میں لگا کر حقہ پینا جائز ہے؟

(۲) یشب یا کسی دوسرے پتھر کی منہنال استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) سونے یا چاندی کی منہنال حرام ہے باقیوں میں حرج نہیں۔

(۲) یشب وغیرہ پتھروں کی منہنال جائز ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳و۱۴: از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) لڑکیوں کو زیور کے لئے کان چھدوانے کا کوئی خاص حصہ مقرر ہے یا جس حصہ میں زیور پہننا چاہیں وہ حصہ چھدوا سکتی ہیں؟

(۲) عورتیں ناک کا پھول دہنی طرف پہنیں یا بائیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) کوئی خاص مقرر نہیں۔ہاں مشابہت کفار سے بچنا ضرور ہے۔بعض طریقے خاص کفار کے یہاں ہیں جیسے یہاں انوٹ کہتے ہیں ان سے بچیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) اس میں کوئی تخصیص شرعی نہیں جدھر چاہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵و۱۶: از شہر محلّہ سوداگران مسئولہ شمس الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں حضور پرنور اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہر قبلہ مدظلہ العالی کہ:

(۱) چھلہ چاندی یا پیتل کا پہننا کیسا ہے؟اور اس کے پہنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) مسجد میں امام کو بدن دبوانا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) تانبہ،پیتل،کانسہ،لوہا تو عورت کو بھی پہننا ممنوع ہے۔اور اس سے نماز ان کی بھی مکروہ ہے۔اور چاندی کا چھلا خاص لباس زنان ہے مردوں کو مکروہ۔اور مکروہ چیز پہن کر نماز بھی مکروہ۔مرد کو چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی جائز ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔** **(۲)** کوئی حرج نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

رسالہ

الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز ۱۳۰۹ھ

(سونے اور چاندی کی اشیاء کو استعمال کرنے کے بارے میں مزیدار مختصر کلام)

مسئلہ ۱۷: از اکولہ صوبہ برار مرسلہ حافظ یقین الدین صاحب ۲۷ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھنڈی تکمہ یا بند کے عوض انگوکھے کرتے ہیں چاندی سونے کے بوتام بے زنجیر لگانے جائز ہیں یا نہیں؟ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے اور سونے چاندی کا استعمال مرد کو مطلقاً حرام ہے۔ یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ اگر غلط ہے تو چاندی سونے کی کیا کیا چیزیں استعمال کرنی مرد کو جائز ہیں؟ اور چاندی کی انگوٹھی میں کیا کیا شرطیں ہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

سونے چاندی کے بوتام بطور مذکور لگانے جائز ہیں جن کا جواز سیر کبیر وذخیرہ ومنتقی وتتارخانیہ ودرمختار وطحاوی وہندیہ وغیرہا کتب معتمدہ سے ثابت۔ درمختار میں ہے:

فی التتارخانیۃ عن السیر کبیر لاباس بازرار الدیباج والذھب [1]۔	تتارخانیہ میں سیر کبیر سے نقل کیا گیا ہے کہ ریشم اور سونے کی گھنڈیوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۹

عالمگیری میں ہے:

لاباس بلبس الثوب فی غیر الحرب اذ اکان ازرارہ دیباأو ذھب کذا فی الذخیرۃ [1]۔	جنگ کے بغیر ایسا کپڑا پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں جس کی گھنڈیاں ریشم یا سونے کی ہوں۔اسی طرح ذخیرہ میں مذکور ہے۔(ت)

اور سونے چاندی کا استعمال مرد کو مطلقاً حرام ہو یہ صحیح نہیں۔شرع مطہر نے جہاں بے شمار صورتوں کی ممانعت فرمائی ہے وہاں بہت سی صورتوں کی اجازت بھی دی ہے۔مثلاً:

(۱) سونے کی گھنڈیاں **کماسمعت انفاً** (جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔ت)

(۲) سونے کا تکمہ،

فی الدرالمختار عن شرح الوھبانیۃ عن المنتقی لاباس بعروۃ القمیص وزرہ عن الحریر لانہ تبع [2] الخ وستسمع فی اللبس ترخیص الحریر ترخیص النقدین بل سیأتیك نص المسئلۃ عن ردالمحتار۔	درمختار میں شرح وہبانیہ نے "المنتقٰی" سے نقل کیا ہے کہ قمیص کا تکمہ اور اس کی گھنڈیاں ریشمی ہوں تو کوئی حرج نہیں کیونہ وہ تابع کی حیثیت رکھتی ہیں الخ۔عنقریب تم سنوگے کہ ریشم کے پہننے میں رخصت دینا سونے چاندی (نقدین) کے استعمال کرنے کی سی رخصت ہے۔عنقریب فتاوٰی شامی کے حوالے سے تمھارے پاس اس مسئلہ کی تصریح آئے گی۔(ت)

(۳) انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیل۔فی الدرحل مسمار الذھب فی حجر الفص [3] (پتھر کے نگینے میں سونے کی کیل لگانا جائز ہے۔ت)

(۴) چاندی کی انگوٹھی کی انگشتری میں سونے کے دندانے۔

فی درالمحتار کالاسنان المتخذۃ من الذھب علی حوالی خاتم الفضۃ فان الناس یجوزونہ من غیر نکیر	اور ردالمحتار میں ہے کہ جیسے سونے کے دندانے چاندی کی انگوٹھی کے آس پاس لگے ہوں تو جائز ہے کیونکہ لوگ بغیر کسی انکار کے اس کو جائز کہتے ہیں،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع فی اللبس نورانی کتب خانہ کراچی ۵ /۳۳۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۳۹

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۰

ویلبسون تلك الخواتم [1]۔	اور اس قسم کی انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔(ت)

(۵) کواڑوں یا صندوقچی یا قلمدان وغیرہا میں سونے کی گل میخیں بر یخیں اور خود یہ چیزیں سونے چاندی کی ہوں تو عورتوں کو بھی ناجائز یہ بعینہٖ اس صورت کی نظریں ہیں کہ انگرکھا کرتا تاش بادلے کا حرام اور گھنڈی بوتام سونے کے روا کہ یہ قلیل وتابع ہیں۔

فی الھندیۃ لاباس بمسامیر ذھب و فضۃ ویکرہ الباب منہ [2]۔	ہندیہ میں ہے سونے یا چاندی کی کیلیں لگانے میں کوئی حرج نہیں البتہ سونے چاندی کا دروازہ بنانا مکروہ ہے۔(ت)

(٦) یونہیں چاندی سونے کے کام کے دوشالے چادر کے آنچلوں۔ عمامے کے پلوؤں، انگرکھے، کرتے، صدری، مرزائی وغیرہا کی آستینوں، دامنوں، چاکوں، پردوں، تولیوں، جیبوں پر ہوں گریبان کا کنٹھا، شانوں پشت کے پان ترنج، ٹوپی کا طرہ، مانگ، گوٹ پر کام، جوتے کا کنٹھا، گچھا۔ کسی چیز میں کہیں کیسی ہی متفرق بوٹیاں یہ سب جائز ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی تنہا چار انگل کے عرض سے زائد نہ ہو اگرچہ متفرق کام ملا کر دیکھے تو چار انگل سے بڑھ جائے اس کا کچھ ڈر نہیں کہ یہ بھی تابع قلیل ہے۔اور اگر کوئی بیل بوٹا تنہا چار انگل عرض سے زیادہ ہو تو ناجائز کہ اگرچہ تابع ہے مگر قلیل نہیں اور کوئی مستقل چیز بالکل مغرق یا ایسے گھنے کام کی ہو کہ مغرق معلوم ہو تو بھی ناروا اگرچہ خود اس کی ہستی ایک ہی انگل عرض کی ہو کہ یہ اگرچہ قلیل ہے مگر تابع نہیں۔ جیسے ریشم یا لچکے پٹھے کے تعویذ یا ریشمی کمر بند یا جوتے کی اڈیوں پنجوں پر مغرق کام یا ریشم یا سونے چاندی کے کام سے مغرق ٹوپی، ہاں ایک قول پر آنچل پلو مطلقاً حلال ہیں خواہ کتنے ہی چوڑے ہوں اس میں کارچوبی دوشالے یا بنارسی عمامے والوں کے لئے بہت وسعت ہے مگر یہ زیادہ قوت اسی پہلے قول کو ہے کہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو۔

فی الدرالمختار یحرم لبس الحریر علی الرجل الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب وظاھر المذھب عدم	درمختار میں ہے کہ مرد کے لئے ریشم پہننا حرام ہے البتہ چار انگل کی مقدار ممنوع نہیں جیسے کپڑے پر نقوش وغیرہ بنالینا۔ اور ظاہر مذہب یہ ہے

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ کراچی ۵/ ۳۳۵

ومثله لو رقع الثوب بقطعة دیباج وظاهر المذهب عدم جمع المتفرق ومقتضاه حل الثوب المنقوش بالحریر تطریزا ونسجا اذا لم تبلغ کل واحدة من نقشة اربع اصابع وان زادت بالجمع مالم یر کله حریرا قال ط وهل حکم المتفرق من الذهب و الفضة کذالك یحرر [1]۔ قال فی القنیة وکذا فی القلنسوة فی ظاهر المذهب یجوز قدر اربع اصابع وفی التبیین عن اسماء رضی الله تعالٰی عنها انها اخرجت جبة طیالسة علیها لبنة شبر من دیباج کسوانی وفرجاها مکفوفان به فقالت هذه جبة رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان یلبسها وفی القاموس کف الثوب کفا خاط حاشیّته ولبنة القمیص نبیقته فی الهندیة یکره ان یلبس الذکور قلنسوة من الحریر اوالذهب او الفضة اوالکرباس الذی خیط علیه ابریسم کثیر اوشیئ من الذهب اوالفضة اکثر من قدر اربع اصابع اھ وبه یعلم حکم العرقیة المسماة بالطافیة	طول میں زیادہ ہوں اور یہی حکم ہے اس کپڑے کا جس کو ریشمی پیوند لگایا گیا ہو اور ظاہر مذہب میں متفرق کو جمع کرنا نہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ کپڑے پر ریشمی نقوش خواہ بنائے گئے ہوں یا بُنے ہوئے ہوں جائز ہیں جبکہ اس کا کوئی نقش بھی چار انگلیوں کی مقدار تک نہ پہنچنے پائے اگرچہ جمع کرنے سے زیادہ ہوجائیں بشرطیکہ سارا ریشمی نہ ہو۔علامہ طحطاوی نے فرمایا متفرق سونے چاندی کا جو حکم پہنچا ہے وہ یوں ہی تحریر کیا جاتا ہے۔قنیہ میں ہے اسی طرح ظاہر مذہب کے مطابق ٹوپی میں چار انگشت کے برابر کی مقدار جائز ہے۔ تبیین میں سیدہ اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت ہے کہ انھوں نے (زیادت کرانے کے لئے ایک طیالسی جبہ باہر نکالا کہ جس پر ایک بالشت کی مقدار کسروانی ریشم کا گریبان تھا اس کے دونوں اطراف ریشم سے مخطوط تھے پھر مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جبہ مبارک ہے جو آپ زیب تن فرمایا کرتے تھے، قاموس اللغات میں ہے (کف الثوب) اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کسی چیز کا کنارہ مخطوط و، فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ مردوں کو سونا چاندی ریشمی لباس پہننا یا ایسی سوتی ٹوپی پہننا جس پر بہت سے ریشم کی سلائی کی گئی ہو یا سونا چاندی چار انگلیوں کی مقدار سے زیادہ ہو تو یہ عمل مکروہ ہے (عبارت مکمل ہو گئی) اور اس سے عرقیہ جس کو طافیہ کہا جاتا ہے کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے، جب

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیرت ۵ /۲۲۴

جمع المتفرق للتفرق ولو فی عمامة وکذا المنسوج بذهب یحل اذا کان اربع اصابع والا لایحل للرجل وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقًا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف هو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیه رخصة عظیمة لمن ابتلی به فی زماننا [1] اھ ملخصا۔وفی ردالمحتار العلم عندنا یدخل فیه السجاف وما یخیط علی اطراف الاکمام ومایجعل فی طوق الجبة وهو المسمی قبة وکذا العروة والزر ومثله فیما یظهر طرة الطربوش ای القلنسوة مالم تزد علی عرض اربع اصابع وما علی اکناف العباءة علی ظهرها وما فی اطراف الشاش سواء کان تطریزا بالابرة اونسجا ومایرکب فی اطراف العمامة المسمی صجقا فجمیع ذٰلك لاباس به اذا کان عرض اربع اصابع وان زاد علی طولها و	کہ متفرق کو جمع نہ کیا جائے اگرچہ پگڑی میں ہو،اسی طرح سونے کی تاروں سے بنے ہوئے کپڑے کا استعمال جائز ہے جبکہ بمقدار چار انگشت ہو،ورنہ مرد کے لئے جائز نہیں۔سراج میں سیر کبیر کے حوالے سے منقول ہے نقوش علی الاطلاق جائز ہین خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔مصنف نے فرمایا کہ یہ چار انگلیوں کی قید کے مخالف ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔اس میں بڑی رخصت ہے اس شخص کے لئے جو ہمارے دور میں اس میں مبتلا ہوگیا ہے(ملخص مکمل ہوا) فتاوٰی شامی میں ہمارے نزدیک نقوش میں نقش ونگار پردے کے بھی داخل ہیں اور وہ جس کی آستینوں پر سلائی کی گئی ہو اور جو کچھ طوق جبہ پر کام کیا گیا جس کو "قبہ" کہا جاتا ہے اور اسی طرح تکمہ اور گھنڈی،اور یہی حکم ظاہر ہوتا ہے ٹوپی کے کناروں پر نقش ونگار کا جبکہ وہ چوڑائی میں چار انگشت کی مقدار سے زیادہ نہ ہوں۔اور جو کچھ گڈری کے کناروں اور اس کے پشت پر ہو اور جو کچھ سنہری نقش دار لباس کے کناروں پر کام کیا ہوا ہو،خواہ سوئی کے ساتھ بیل بوٹے بنائے گئے ہوں،چاہے بنے ہوئے ہوں یا پگڑی کے کناروں میں جس کو "صجق" کہا جاتا ہے جوڑے گئے ہوں ان سب میں حرج نہیں۔بشرطیکہ چوڑائی میں بمقدار چار انگلی ہوں اگرچہ

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۹۔۲۳۸

فاذا کانت منقشة بالحریر وکان احد نقوشها اکثر من اربع اصابع لاتحل و ان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشها علی اربع اصابع،وفی الهندیة تکره عصابة المفتصد وان کانت اقل من اربع اصابع لان اصل بنفسه کذا فی التمرتاشی اهط[1] اهملتقطا،**اقول:** وما وقف علیه ط وامر بتحریره فهو بحمد الله تعالٰی محرر عندی لاشبهة فیه و لقدرأیتنی کتبت علی هامشی نسختی ردالمحتار عند قوله وهل حکم المتفرق،الخ۔مانصه،**اقول:**معلوم ان الحریر و الذهب والفضة کلها متساویة فی حرمة البس حیث حرم فالترخیص فی لبس الحریر ترخیص فیهما والله تعالٰی اعلم[2] اھ۔ثم رأیت العلامة الشامی ذکر بعد نحو ورقتین عین ماذکرته ولله الحمد حیث قال"قد استوی کل من الذهب والفضة والحریر فی الحرمة فترخیص	اس پر ریشمی نقوش ہوں اور اس کا کوئی ایک نقش چار انگلیوں کی مقدار سے زیادہ ہوں تو جائز نہیں اور اگر کم ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کے مجموعی نقوش چار انگلیوں کی مقدار سے بڑھ جائیں۔فتاوٰی ہندیہ یعنی عالمگیری میں ہے پچھنے لگوانے والے کی پٹی اگر چار انگلیوں کی مقدار سے کم ریشمی ہوں تب بھی اس کا استعمال مکروہ ہے(اس لئے کہ وہ تابع نہیں۔بلکہ خود بذتہ،اصل ہے یونہی تمرتاشی میں مذکور ہے(طحطاوی کی عبارت پوری ہو گئی)۔**میں** (مراد صاحب فتاوٰی) **کہتا ہوں** کہ جس میں علامہ طحطاوی نے توقف کیا تھا اور اس کی تحریر کا حکم دیا تھا بحمداللہ تعالٰی وہ میرے نزدیک محرر ہے جس میں کوئی شبہہ نہیں۔بیشک میں نے ردالمحتار کے اپنے نسخہ کے حاشیہ میں علامہ موصوف کے قول ھل حکم المتفرق الخ جس کی موصوف نے تصریح فرمائی،لکھا ہے۔**میں کہتا ہوں** یہ تو معلوم ہے کہ ریشم سونا اور چاندی پہننے کی حرمت برابر ہے۔کیونکہ سب کا استعمال کرنا حرام ہے۔لہٰذا ریشم کی رخصت ان سب کی رخصت ہے۔اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے پھر میں نے علامہ شامی کو دیکھا کہ انھوں نے دو اوراق کے بعد بالکل وہی کچھ ذکر کیا جو کچھ میں نے ذکر کیا تھا اللہ تعالٰی ہی لائق حمد وثنا ہے۔چنانچہ انھوں نے

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۶۔۲۲۵

[2] جدالممتار علی ردالمحتار

العلم و الکفاف من الحریر ترخیص لھما من غیرہ ایضا بدلالۃ المساواۃ ویؤید عدم الفرق مامر من اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع وکذا کتابۃ الثوب بذھب او فضۃ[1] الخ۔ فھذا تحریرہ وللہ الحمد۔	فرمایا سونا، چاندی اور ریشم یہ سب حرام ہونے میں مساوی اور برابر ہیں۔ لہٰذا ریشمی نقش ونگار اور کفاف (کناروں کا مخطوط ہونا) کی رخصت دینا بعینہٖ سونے چاندی کی رخصت دینا ہے۔ کیونکہ دلالت حرمت میں یہ سب برابر ہیں، پس اس بات کی تائید گزشتہ عدم تفریق سے ہوتی ہے کہ سونے چاندی کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا بمقدار چار انگشت مباح ہے اور سونے چاندی کی کتابت (تحریر) کا بھی یہی حکم ہے۔ الخ۔ لہٰذا یہ ان کی تحریر ہے۔ خدا ہی کے لئے حمد وستائش ہے۔ (ت)

ان عبارات سے بھی یہ واضح ہوا کہ چاندی سونے کے کام بشرائط مذکورہ ہر طرح جائز ہیں خواہ اصل کپڑے کی بناوٹ میں ہوں یا بعد کی کلابتوں کامدانی وغیرہ سے بنائے جائیں خواہ کوئی جدا چیز۔ جیسے فیتوں۔ لیس، بیچک، بانکڑی وغیرہا ٹانکی جائے، ہاں یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ عورتوں یا بدوضع آوارہ فاسقوں کی مشابہت نہ پیدا ہو، مثلاً مرد کو چولی دامن میں گوٹا پٹھا ٹانکنا مکروہ ہوگا اگرچہ چار انگلی سے زیادہ نہ ہو کہ وضع خاص فساق بلکہ زنانوں کی ہے۔ علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص فاسقانہ وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے (جیسے ہمارے زمانے میں نیچری وردی) تو درزی اور موچی کو ان کا سینا مکروہ ہے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ ہے۔

فی فتاوٰی الامام قاضیخاں ان الاسکاف اوالخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیئ من ذی الفساق ویعطی لہ فی ذٰلك کثیرا جرلا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[2]۔	امام قاضی خاں کے فتاوٰی میں ہے کہ موچی اور درزی اگر بدکار لوگوں کی وضع کے مطابق جوتے اور کپڑے تیار کرنے کی اجرت مانگے اور اسے اس کام پر بہت زیادہ اجرت دی جائے تو اس کے لئے یہ کام کرنا مستحب نہیں رہتا کیونکہ اس میں گناہ پر مدد کرنا پایا جاتا ہے۔ (ت)

(۷) وہ کپڑے پہننے جن پر سونے چاندی کے پانی سے لکھا ہو جائز ہے۔

(۸) یوہی جائز الاستعمال برتنوں وغیرہ پر ان کا ملمع،

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۶

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع نولکشور لکھنؤ ۴ /۷۸۰

فی الھندیۃ لایکرہ لبس ثیاب کتب علیھا بالفضۃ والذھب وکذلك استعمال کل مموہ لانہ اذا زوب لم یخلص منہ شیئ کذا فی الینا بیع [1] اھ وفی الدر حل کتابۃ الثوب بذھب اوفضۃ والمطلی لاباس بہ بالاجماع [2] اھملخصا۔	فتاوٰی ہندیہ میں ہے ایسے کپڑے پہننے مکروہ نہیں کہ جن پر سونے یا چاندی سے کتابت کی گئی ہو اور اسی طرح تمام ملمع کاری والے کپڑوں کے استعمال کا یہی حکم ہے کیونکہ جب اسے ڈھالا جائے تو اس سے کچھ برآمد نہیں ہوتا ینابیع میں یہی مذکور ہے۔ درمختار میں ہے کہ کپڑے پر سونے چاندی کی کتابت جائز ہے اور ملمع کاری میں بالاجماع کوئی مضائقہ نہیں اھ ملتقطا (ت)

(۹) اسی طرح کسی چیز میں چاندی سونے کے تارپتر جوٹے ہونا بشرطیکہ وہ شیئ جس عضو سے استعمال میں آتی ہے اس عضو کی جگہ سے جدا ہوں مثلاً گلاس یا کٹورے میں وہاں منہ لگا کر پانی نہ پئیں۔ تخت، پلنگ، کرسی، کاٹھی میں موضع نشست پر نہ ہوں، رکاب میں پاؤں ان پر نہ رہے لگام، تلوار، نیزہ، تیر کمان، بندوق قلم، آئینہ کے گھر میں ہاتھ کی گرفت سے الگ ہوں، دیچی پوزی میں چاندی سونے کے پھول جائز کہ وہ جسم لگنے کی جگہ نہیں۔ چھڑی میں نیچے کی شام روا اوپر کی ناجائز کہ وہ ہاتھ رکھنے کی جگہ ہے، حقہ میں چاندی سونے کی مُنہنال حرام کہ پینے میں اس سے منہ لگتا ہے مگر دہن نَے سے نیچے سِر کی ہو کہ اسے منہ ہاتھ نہ لگایا جائے تو رواہ وعلی ہذا القیاس اشیائے کثیرہ جنھیں بعد علم قاعدہ فہیم آدمی سمجھ سکتا ہے اسی قلیل سے تھیں کواڑوں، صندوق، قلمدان، انگوٹھی کے رنگ میں سونے کی کیلیں جن کا ذکر اوپر گزرا۔

فی الدرالمختار حل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن یشترط ان یتقی موضع الفضۃ بفم وجلوس ونحوہ وکذا الاناء المضبب بذھب او	درمختار میں ہے جس برتن پر چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو اس سے پانی پینا جائز ہے اور چاندی کی ملمع کاری والی زین پر سوار ہونا اور اسی نوع کی کرسی پر بیٹھنا بھی جائز ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ جہاں چاندی پیوستہ ہو وہاں منہ نہ لگایا جائے اور نہ اس جگہ بیٹھے اور نہ سوار ہو، اسی طرح سے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۴

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۷

فضة والكرسی المضبب بهما وحلية مرأة و مصحف بهما كما لو جعله فی نصل سيف اوسكين اوقبضتها او لجام او ركاب ولم يضع يده موضع الذهب والفضة [1] اھ ملخصا، وفی ردالمحتار **قوله مفضض** وفی حكمه المذهب قهستانی قوله ای مزوق وفسره الشمنی بالمرصع بها قال فی غرر الافكار يجتنب فی المصحف ونحوه موضع الاخذ وفی السرج ونحوه موضع الجلوس وفی الركاب موضع الرجل و فی الاناء موضع الفم ونحوه فی ايضاح الا صلاح ويجتنب فی النصل والقبضة واللجام موضع اليد فالحاصل ان المراد الاتقاء بالعضو الذی يقصد الاستعمال به ففی الشرب لما كان المقصود الاستعمال بالفم اعتبر الاتقاء به دون اليد، ولا يخفی ان الكلام فی المفضض والا فالذی كله فضة يحرم استعماله بای وجه كان ولو بلامس	جس برتن سے سونا چاندی پیوستہ ہوں اور وہ کرسی جس پر یہ دونوں لگے ہوئے ہوں شیشہ اور مصحف جن پر سونے چاندی کا زیور لپٹا ہو، تلوار یا چھری کی دھار یا ان دونوں کے دستے، لگان یا رکاب پر سونا چاندی لگے ہوں لیکن بوقت استعمال ان سے ہاتھ مس نہ ہوں تو یہ سب جائز ہیں۔ردالمحتار میں ہے مصنف کا قول ای مزوق،علامہ شمنی نے اس کی تشریح "**المرصع**" (یعنی اس پر چاندی کا جڑاؤ ہو) سے فرمائی یعنی وہ جس پر چاندی جڑی ہوئی ہو، غرر الافکار میں فرمایا مصحف اور اس جیسی کسی چیز (جس پر ہاتھ رکھنے والی جگہ پر سونا چاندی پیوستہ ہو) تو اس کے پکڑنے میں پرہیز کرے اور سونے چاندی کو مس نہ کرے۔اسی طرح زین یا کرسی جس کے بیٹھنے کی جگہ پر سونا چاندی لگا ہو تو اس سے پرہیز کرے یعنی اس پر نہ بیٹھنے اور رکاب میں پاؤں والی جگہ سونا چاندی ہوت پاؤں نہ رکھے۔ اور برتن میں منہ لگانے کی جگہ سونا چاندی ہو تو منہ نہ لگائے یعنی استعمال نہ کرے۔اور اسی طرح ایضاح الاصلاح میں ہے تیر کے پھل۔ تلوار کے دستے اور لگام کو بھی بایں وجہ ہاتھ نہ لگائے اور اس سے بچے۔حاصل کلام، یہ ہوا کہ اس حصہ جسم اور عضو کو بچایا جائے جو کسی شے کے استعمال کرنے میں مقصود ہوتا ہے۔چونکہ

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۳۶ و ۲۳۷

بالجسد بخلاف القصب الذی یلف علی طرف قبضة النتن فانه تزویق فهو من المفضض فیعتبر اتقاؤه بالید والفم ولایشبه ذٰلك مایکون کله فضة کما هو صریح کلامهم وهو ظاهر قوله المضبب ای مشدد بالضباب وهی الحدیدة العریضة التی یضبب بها وضبب بالفضة شدبها مغرب، قوله وحلیة مرأةالذی فی المنح والهدایة وغیرهما حلقة بالقاف قال فی الکفایة والمراد بها التی تکون حوالی المرأة لا ماتاخذ المرأة بیدها فانه مکروه اتفاقا[1] اهملتقطا وفی الهندیة لاباس بالمضبب من السریر اذالم یقعد علی الذهب والفضة وکذا الثغر[2] اهملخصًا۔

پینے کے لئے منہ کا استعمال مقصود ہوتا ہے لہٰذا اس کے بچاؤ کا اعتبار ہوگا نہ کہ ہاتھ کا، اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کلام سونے اور چاندی کی ملمع کاری میں ہے ورنہ جو چیز تمام کی تمام چاندی کی ہو اس کا استعمال تو سرے سے حرام ہے خواہ استعمال ہاتھ سے ہو یا بغیر ہاتھ لگائے ہو بخلاف اس کانے کے جو تمباکو کے کانے کے کنارے پر لپیٹ دیا جاتا ہے کیونہ وہ "تزویق" ہے جو مفضض میں شامل ہے لہٰذا ہاتھ اور منہ سے اس کے بچاؤ کا اعتبار ہوگا اور یہ اس کے مشابہ نہیں جو تمام چاندی ہو جیسا کہ فقہائے کرام کا صریح کلام ہے اور یہی ظاہر ہے مصنف کا ارشاد المضبب یعنی ضباب کے ساتھ باندھا ہوا۔ اور ضباب وہ چوڑا لوہا ہوتا ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو باندھا جاتا ہے "ضبب بالفضة" کے معنی ہیں چاندی کے ساتھ باندھا گیا (مغرب) قولہ حلیۃ المراۃ منح الغفار اور ہدایہ وغیرہ میں یہ لفظ حلقۃ صرف قاف کے ساتھ ہے۔ الکفایۃ میں فرمایا کہ اس سے شیشے کا آس پاس (یعنی چاروں اطراف) مراد ہیں نہ کہ وہ جگہ جس کو عورت اپنے ہاتھ سے پکڑتی ہے کیونکہ وہ تو بالاتفاق مکروہ ہے (ملخص مکمل ہوا) فتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ سونے چاندی کے تاروں سے جڑا اور کسا ہوا تخت استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ سونے چاندی والی جگہ پر بیٹھنے سے پرہیز کرے۔ (ت)

یہاں تک جن چیزوں کا جواز بیان ہوا یہ سب اور ان کے سوا بعض اور بھی چاندی سونے دونوں کی جائز ہیں۔ اور بعض اشیاء وہ ہیں کہ سونے کی حرام اور چاندی کی جائز انھیں

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۸و۲۱۸
[2] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراهیة الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۴

میں انگشتری ہے جس سے سائل نے سوال کیا۔ شرعاً چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی کہ وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو پہننا جائز ہے اگرچہ بے حاجت مہر اس کا ترک افضل ہے۔ اور مہر کی غرض سے خالی جواز نہیں بلکہ سنت ہے ہاں تکبر یا زنانہ پن کا سنگار یا اور کوئی غرض مذموم نیت میں ہو تو ایک انگوٹھی کیا اس نیت سے اچھے کپڑے پہننے بھی جائز نہیں اس کی بات جدا ہے۔ یہ قید ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ سارا دارومدار نیت پر ہے۔

فی الدر المختار یتحلی الرجل بخاتم فضة اذالم یرد به التزین ویحرم بغیرها وترك التختم لغیر ذی حاجة افضل وکل مافعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجة لا[1] اھ ملتقطا، وفی الهندیة لبس الثیاب الجمیلة مباح اذا لم یتکبر وتفسیرہ ان یکون معها کما کان قبلها کذا فی السراجیه[2] اھ، **اقول**: وبما فسرت التزین ظهر الجواب عما اورد العلامة الشامی علی استثنائه انه سیاتی ان ترك التختم لمن لایحتاج الی الختم افضل وظاهرہ انه لایکرہ للزینة بلا تجبر[3] اھ یعنی ان	درمختار میں ہے کہ آدمی چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے بشرطیکہ نیت زیب وزینت کی نہ ہو، اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی بنی ہوئی انگوٹھیاں پہننا حرام ہے۔ جس کو پہننے کی ضرورت نہ ہو اس کے لئے انگوٹھی نہ پہننا زیادہ بہتر ہے اور جو کام تکبر کی وجہ سے کیا جائے مکروہ ہے اور جو کام کسی ضرورت کے تحت کیا جائے وہ مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔ فتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ اچھا لباس پہننا مباح ہے جبکہ تکبر نہ کیا جائے اور تکبر نہ ہونے کی تشریح یا علامت یہ ہے کہ عمدہ لباس پہننے کے بعد بھی وہی حالت و کیفیت ہو جو پہلے تھی۔ یونہی سراجیہ میں بھی مذکور ہے، **میں کہتا ہوں** کہ جو کچھ میں نے "تزئین" کی تشریح کی ہے اس کے استثناء تزئین پر علامہ شامی کے اشکال کا جواب واضح ہوگیا کہ عنقریب آئیگا کہ بغیر حاجت انگوٹھی نہ پہننا (ترک تختم) انگوٹھی پہننے سے بہتر ہے اس سے ظاہر ہے کہ زینت کے لئے پہننا مکروہ نہیں اھ یعنی اس مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر حاجت انگوٹھی پہننے سے زیب وزینت کے علاوہ کوئی غرض نہیں ہوتی۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراهیة الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۲

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۹

المسئلة تفيد الجواز من دون حاجة الختم وح لم يبق غرض الاالتزين ورأيتنى كتبت على ہامشه ما نصه **اقول**:قد فرق وان مسئلة الاكتحال بين الزينة والجمال فهلا يراد به مثله بها فيباح التجمل دون التزين [1] اھ وحاصل ماشرت اليه ان الزينة تطلق ويراد بها مايعم الجمال وهو جائز بل مندوب اليه بنية حسنة فان الله جميل يحب الجمال وهو اثرادب النفس وسها متها وتطلق ويراد بهاماينحو التخنث والتصنع مثل المرأة وهو مذموم ودليل على ضعف النفس ودناء تها ويرشدك الى الاطلاقين قول علمائنا لايكره دهن شارب ولا كحل اذا لم يقصد الزينة [2] وقولهم كما فى الفتح بالخضاب وردت السنة ولم يكن لقصد الزينة [3] مع قوله تعالٰى قل من حرم زينة الله [4] فليكن	اس کے حاشیہ پر لکھا جس کی عبارت یہ ہے **اقول: میں کہتا ہوں** اہل علم نے سرمہ کے مسئلے میں زینت اور جمال کے درمیان فرق کیا ہے پس یہی معنی مماثل یہاں کیوں نہیں مراد لیا جاتا۔ لہٰذا تجمّل کے لئے یہ کام مباح ہو نہ کہ زیب و زینت کے لئے اھ جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کبھی لفظ زینت بول کر اس سے وہ معنی مراد لیا جاتا ہے جو لفظ جمال سے لیا جاتا ہے اور وہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ بشرطیکہ نیت اچھی ہو کیونکہ اللہ تعالٰی جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے یہ ادب نفس اور اس کے حصہ کا اثر ہے کبھی لفظ زینت کااطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے تخنث (ہیجڑاپن) اور تصنع (بناوٹ و نمائش) کا مفہوم مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ جذبہ عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور یہ مذموم ہے اور نفس کی کمزوری، کمینگی اور گھٹیا پن کی علامت ہے۔ پس علمائے کرام کی طرف سے ان الفاظ کے دونوں اطلاق کی وضاحت تمھاری راہنمائی کرے گی۔ مونچھوں کو تیل لگانا اور سرمہ آنکھوں میں لگانا مکروہ نہیں جبکہ زینب وزینت

[1] جدالممتار علی ردالمحتار

[2] الدرالمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم وما لایفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

[3] فتح القدیر کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۷۰

[4] القرآن الکریم ۷/۳۲

المراد ھنا ھو المعنی الثانی فلا ایراد ولاتخالف واللہ تعالٰی الموفق ھذا فی ردالمحتار التختم سنۃ لمن یحتاج الیہ کما فی الاختیار وانما یجوز التختم بالفضۃ لو علی ھیأۃ خاتم الرجال امالو لہ فصان او اکثر حرم [1] اھملخصا۔	مقصود نہ ہو، فتح القدیر میں ہے کہ خضاب لگانے کا ذکر حدیث میں وارد ہوا ہے جبکہ زینت کے ارادہ سے نہ ہو باوجود یہ کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "کس نے اللہ تعالٰی کی زینت کو حرام ٹھہرایا ہے" اللہ تعالٰی ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ ردالمحتار میں ہے کہ عورتوں کے لئے انگوٹھی پہننا سنت ہے انھیں اس کی ضرورت اور حتیاج ہوتی ہے جیسا کہ الاختیار میں ہے چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لئے جائز ہے بشرطیکہ انگوٹھی مردانہ وضع کی ہو اور اس کے نگینے دو یا دو سے زیادہ ہوں تو اس کا استعمال ممنوع اور حرام ہے اھ ملخصا (ت)

(۱۰) یوہیں چاندی کی پیٹی **(۱۱)** کمر بند **(۱۲)** تلوار کا پرتلا جائز

فی الدرالمختار ولا یتحلی الرجل بذھب وفضۃ مطلقًا الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منھا ای الفضۃ [2] اھ، وفی ردالمحتار وحمائلہ من جملۃ حلیتہ شرنبلالیۃ اھ **قلت** ومثلہ للطحاوی عن ابن السعود عن الشرنبلالی عن البزازیۃ وعنھا نقل فی الھندیۃ وقال فی الغرائب لاباس باستعمال منطقۃ حلقنا ھافضۃ [3]۔	درمختار میں ہے کوئی آدمی مطلقًا سونے اور چاندی کا زیور نہ پہنے بجز چاندی کی انگوٹھی کے یا کمر بند (پیٹی یا بیلٹ) اور تلوار کو دستہ بھی استعمال کرنا مذکورہ دھاتوں کے سے جائز ہے اھ۔ ردالمحتار (فتاوٰی شامی) میں ہے کہ تلوار کا پرتلا از قسم زیور ہے۔ شرنبلالیہ۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) یوں ہی طحطاوی میں مذکور ہے ابوالسعود بحوالہ شرنبلالی اس نے فتاوٰی بزازیہ سے اس سے فتاوٰی ہندیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ الغرائب میں فرمایا ایسے کمر بند (پیٹی یا بیلٹ) کے استعمال کرنے کوئی حرج نہیں ہے،

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۳۱

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۰

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۲، حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دارالمعرفۃ بیروت ۴ /۱۸۰

(۱۳) ہلتے دانتوں میں چاندی کا تار باندھنا۔

(۱۴) افتادہ دانت کی جگہ چاندی کا دانت لگانا جائز، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک سونے کے تار اور دانت بھی روا۔

فی الدر المختار لایشد سنہ المتحرك بذھب بل بفضة وجوزھما محمد [1] اھ وفی ردالمحتار عن التاتارخانیة جدع اذنہ او سقط سنہ فعند الامام یتخذ ذٰلك من الفضة فقط وعند محمد من الذھب ایضًا [2] اھ ملخصاً۔	درمختار میں ہے کہ ہلتے ہوئے دانت چاندی سے نہ کہ سونے کی تاروں سے مضبوط نہ کئے جائیں لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے دونوں سے جائز قرار دیا ہے فتاوی شامی میں تتارخانیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کان کٹ جائے یا دانت گر جائے تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ صرف چاندی کے بنا کر لگائے جائیں جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک سونے کے لگانے بھی جائز ہیں اھ ملخصا۔ (ت)

(۱۵) صاحبین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما حالت جہاد میں سونے چاندی کے خود، زرہ، دستانے بھی جائز رکھتے ہیں مگر امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ناجائز۔

فی الدر المختار استثنی القھستانی وغیرہ استعمال البیضة والجوشن والساعدان منھما فی الحرب للضرورة [3] اھ وفی خزانة المفتین لاباس بالجوشن و البیضة من الذھب و الفضة فی الحرب [4] اھ وفی رد المحتار قال فی الذخیرة قالوا ھذا قولھما [5] الخ۔	درمختار میں ہے قہستانی وغیرہ نے جنگی ضرورت کے پیش نظر سونے چاندی کا خود، زرہ، اور دستانوں کا استعمال جائز قرار دیا ہے خزانۃ المفتین میں ہے جنگ میں سونے چاندی کی زرہ اور خود کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ردالمحتار میں ہے کہ ذخیرہ میں فرمایا گیا کہ لوگوں نے کہاں ہے کہ یہ قول امام صاحب کے دو [۲] (مایہ ناز) شاگردوں قاضی امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے الخ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۰

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۳۱

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۳۶

[4] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۵

[5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۱۸

اس تفصیل سے بحمدہ اللہ تعالٰی نے اس تحریم مطلق کا بطلان بھی واضح ہوااور تمام اور مسئلہ کا جواب بھی لائح **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸: از مارہرہ مطہرہ مسئولہ ابوالقاسم حضرت سید اسمٰعیل صاحب دامت برکاتہم ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم وزر کے چراغ میں بغرض بعض اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لیناکہ مقصود متعارف چراغ ہے مرادنہیں ہوتا بلکہ قوت عمل وسرعت اثر وتنبیہ موکلات مقصود ہوتی ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ)

الجواب:

دونوں ممنوع ہیں، علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

قال العلامة الوافی المنهی عنه استعمال الذهب و الفضة اذالاصل فی هذا الباب قوله علیه الصلٰوة و السلام هذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثهم و لما بین ان المراد من قوله حل لاناثهم مایکون حلیا لهن بقی ماعداه علی حرمته سواء استعمل بالذات او بالواسطة اه واقره العلامة نوح و ایده باطلاق الاحادیث الواردة فی هذا الباب اھ ابوا لسعود ومنه تعلم حرمة استعمال ظروف فناجین القهوة و الساعات من الذهب والفضة [1] اھملخصًا۔	علامہ وافی نے فرمایا کہ سونے چاندی کا استعمال ممنوع ہے اس لئے کہ اصل اس باب میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے: یعنی سونا، چاندی دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں البتہ ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں اور جب یہ بیان کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد "حل لاناثهم" (ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ت) سے مراد وہ سونا، چاندی ہے جو عورتوں کے لئے بطور زیور ہو، تو پھر اس کے علاوہ باقی سونا چاندی خواہ بالذات استعمال کیا جائے یا بالواسطہ، اپنی حرمت پر رہے گا اھ علامہ نوح نے اسی کو برقرار رکھا اور مطلق حدیثوں سے اس کی تائید کی جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں۔ ابوسعود کی عبارت پوری ہوئی۔ لہٰذا اس سے قہوہ کی پیالیوں اور سونے چاندی کی گھڑیوں کی حرمت معلوم ہوئی۔ تلخیص پوری ہوگئی۔ (ت)

---

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحة دار المعرفة بیروت ۴ /۱۷۲

علامہ شامی ردالمحتار میں ان تصریحات علامہ طحطاوی کو ذکر کرکے فرماتے ہیں: وھو ظاھر [1] (اور یہ ظاہر ہے۔ت) اسی میں ہے:

الذی کلہ فضۃ یحرم استعمال بای وجہ کان کما قدمناہ ولو بلامس بالجسد ولذا حرم ایقاد العود فی مجمرۃ الفضۃ کما صرح بہ فی الخلاصۃ ومثلہ بالاولٰی ظروف فنجان القھوۃ والساعۃ وقدرۃ التنباك التی یوضع فیھا الماء وان کان لایمسھا بیدہ ولا بفمہ لان استعمال فیما صنعت لہ [2] الخ۔	جو چیز مکمل چاندی ہے جس طریقے سے بھی اس کا استعمال کیا جائے حرام ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اگرچہ جس سے مس نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ چاندی کی انگیٹھی میں "عود" جلانا حرام ہے جیسا کہ خلاصہ میں اس کی تصریح کی گئی اور یہ بطریق اولٰی اس کی طرح ہے کہ قہوے کی پیالیاں گھڑی اور حقہ کے زیریں حصہ کا استعمال جس میں پانی ڈالا جاتا ہے اگرچہ اسے ہاتھ یا منہ سے مس نہ کرے اس لئے کہ جس مقصد کے لئے یہ چیزیں بنائی گئیں ان میں ان کا استعمال ہو رہا ہے۔ الخ (ت)

اور یہ عذر کہ چراغ استصباح یعنی روشنی لینے کے لئے ہوتا ہے اور یہاں اس نیت سے مستعمل نہیں تو جواز چاہیے۔

لما فی الدرالمختار ان ھذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراھۃ [3]۔	اس دلیل سے کہ درمختار میں ہے کہ یہ حکم رتب ہے جب ابتداء جس مقصد کے لئے چیز بنائی گئی لوگوں کے تعارف کے مطابق اس میں استعمال کی جائے ورنہ کراہت نہ ہوگی۔(ت)

نامقبول ہے کہ **اولاً**: عندالتحقیق مطلق استعمال ممنوع ہے اگرچہ خلاف متعارف ہے **لاطلاق الاحادیث والادلۃ کما مر** (اس لئے کہ اس باب میں احادیث اور دلائل بغیر کسی قید کے مطلق ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ت) کٹورا پانی پینے کے لئے بنتا ہے اور رکابی کھانا کھانے کو، پھر کوئی نہ کہے گا کہ چاندی سونے کے کٹورے میں کھانا کھانا یا اس کی رکابی میں پانی پینا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۱۹

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۱۹۔۲۱۸

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۳۶

ماذکرہ فی الدرر من اناطة الحرمة بالاستعمال فیما صنعت له عرفا فیه نظر فانه یقتضی انه لو شرب او اغتسل بانیة الدھن او الطعام انه لایحرم مع ان ذٰلك استعمال بلاشبهة داخل تحت اطلاق المتون و الادلة الواردة فی ذٰلك[1] الخ۔	جو کچھ درر میں بیان فرمایا کہ حرمت کا مدار عرفا اس کی بناوٹ کے مطابق استعمال کرنے پر ہے۔اس پر ایک اشکال ہے اس لئے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی پانی پیئے، یا غسل کرے تیل اور کھانے کے برتن میں توحرمت نہ ہوں حالانکہ یہ بلا شبہہ استعمال ان متون اور دلائل کے اطلاق کے نیچے داخل ہے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں الخ (ت)

ثانیاً: استصباح چراغ خانہ سے مقصود ہوتا ہے یہ چراغ اس غرض کے لئے بنتا ہی نہیں، اور جس غرض کے لئے بنتا ہے اس میں استعمال قطعاً متحقق تواستعمال فیما صنع لہ موجود ہے اور حکم تحریم سے مفر مفقود ہاں اگر سونے یا چاندی کی قلعی کرلیں تو کچھ حرج نہیں۔علامہ عینی فرماتے ہیں:

اما التمویه الذی لایخلص فلا باس به بالاجماع لانه مستهلك فلا عبرة ببقائه لونا[2] انتھی واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔	رہی وہ ملمع سازی کہ جس کا چھٹکارانہ ہو تو بالاجماع اس کے ہونے میں کچھ حرج نہیں اس لئے کہ وہ اصلاً تاہلاک شدہ ہے لہٰذا اس کی رنگت کا باقی رہنا معتبر نہیں۔عبارت پوری ہوئی۔ اور اللہ تعالٰی ٹھیک بات کو خوب جانتاہے اور اسی کی طرف جائے رجوع اور ٹھکانہ ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مردوں کو چاندی کا چھلا ہاتھ یا پاؤں میں پہننا کیسا ہے؟ **بینوا تو جروا** (بیان فرماؤتاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

حرام ہے،

فقد قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الذهب والفضة انهما محرمان علی	سونے چاندی کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۱۷

[2] البنایة فی شرح الهدایة کتاب الکراهیة المکتبة الامدادیة مکة المکرمه ۴ /۱۹۸

ذکور امته [1]. **قلت** ولایجوز القیاس علی خاتم الفضة لانه لایختص بالنساء بخلاف مانحن فیه فینهی عنه الاتری الی مافی ردالمحتار عن شرح النقایة انما یجوز التختم بالفضة لو علی هیئة خاتم الرجال امالو له فصان او اکثر حرم [2] انتھی ولان الخاتم یکون للتزین و للختم اما ھذا فلاشیئ فیه الاالتزین وقد قال فی الدرالمختار لایتحلی الرجل بفضة الا بخاتم اذالم یرد به التزین [3] اھملخصا۔ وفی الکفایة قوله الا بالخاتم ھذا اذا لم یرد به التزیین [4] اھ انتھی، واللّٰه تعالٰی اعلم۔	پر حرام ہیں **میں کہتا ہوں** اس کو چاندی کی انگوٹھی پر قیاس کرنا جائز نہیں (کہ یہ جائز ہے تو وہ بھی جائز ہونا چاہئے) کیونکہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں کے ساتھ مختص نہیں بخلاف اس کے جس کی ہم بحث کر رہے ہیں (یعنی چاندی کا چھلا) کہ اس سے مردوں کو منع کیا جائے گا کیا تم اس کی طرف نہیں دیکھتے جو فتاوٰی شامی میں شرح نقایہ کے حوالے سے آیا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی پہننا اگر مردانہ ہیئت کے مطابق ہو تو جائز ہے لیکن اگر اس کے دو یا نگینے ہو تو حرام ہے اور اس لئے کہ انگوٹھی زیب وزینت اور مہر کے لئے ہوا کرتی ہے لیکن چھلے میں زیب وزینت کے علاوہ کوئی مقصد باقی نہیں رہتا حالانکہ درمختار میں فرمایا کہ مرد سرائے انگوٹھی کے چاندی کا کوئی زیور نہ پہنے اور اس سے بھی زیب وزینت مراد نہ ہو، تلخیص پوری ہو گئی، کفایہ میں ہے کہ مصنف کا یہ کہنا "الا بالخاتم" اس استشہاد کا جواز اس وقت ہے جبکہ انگوٹھی پہننے سے زیب وزینت کا ارادہ نہ ہو، عبارت پوری ہو گئی اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو چاندی کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے، اور بے ضرورت مہر اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

مہر کے لئے چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی جسے مہر کی ضرورت

---

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة دارالمعرفة بیروت ۴ /۱۷۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۳۱

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۰

[4] الکفایة مع فتح القدیر کتاب الکراھیة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸ /۴۵۷

ہوتی ہو بے شبہہ مسنون اور سونے کی یا ایک مثقال سے زیادہ چاندی کی حرام، اور پورے مثقال بھر میں روایتیں مختلف۔ اور حدیث سے صریح ممانعت ثابت تو اسی پر عمل چاہئے۔ اور بے ضرورت مہر ایسی انگشتری پہننا مکروہ تنزیہی بہتر یہ کہ بچے، اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کی ہیئت انگشتری زنانہ سے جدا ہو ورنہ محض ناجائز، جیسے ایک سے زیادہ نگ ہوتا ہے کہ یہ صورت عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

فی درالمختار التختم سنة لمن یحتاج الیه کما فی الاختیار قال القهستانی وفی الکرمانی نهی الحلوانی بعض تلامذته عنه وقال اذا صرت قاضیا فتختم وفی البستان عن بعض التابعین لایختتم الا ثلثة امیر او کاتب او احمق وظاهرہ انه یکرہ لغیر ذی الحاجة لکن قول المصنف افضل کالهدایة وغیرها بفید الجواز وعبر فی الدرر باولی وفی الاصلاح باحب فالنهی للتنزیه[1] الخ وفیه قوله ولایزیدہ علی مثقال قیل ولا یبلغ به المثقال ذخیرة، **اقول:** ویؤیدہ نص الحدیث السابق من قوله علیه الصلٰوۃ والسلام ولاتتمه	فتاوٰی شامی میں ہے جس شخص کو مہر لگانے کی ضرورت ہو اسے انگوٹھی پہننا سنت ہے جیسا کہ "الاختیار" میں ہے قہستانی نے فرمایا کہ کرمانی میں ہے شمس الائمہ حلوانی نے اپنے بعض شاگردوں کو انگوٹھی پہننے سے منع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تو قاضی بن جائے گا تو پھر مہر کی ضرورت کی وجہ سے انگوٹھی پہن لینا۔ بستان میں بعض تابعین سے مروی ہے کہ صرف تین آدمی انگوٹھی پہنتے ہیں: ایک امیر، دوسرا کاتب اور تیسرا بے وقوف، اس کا بظاہر مفہوم یہ ہے کہ جو صاحب ضرورت نہ ہو اس کے لئے انگوٹھی پہننا مکروہ ہے لیکن مصنف کا قول ہدایہ وغیرہ کی طرح زیادہ عمدہ ہے۔ جو جواز کا فائدہ دیتا ہے چنانچہ درر میں لفظ "اولی" اور اصلاح میں لفظ "احب" سے تعبیر کی گئی یعنی نہ پہننا زیادہ پسندیدہ ہے۔ لہٰذا نہی تنزیہ کے لیے ہے الخ اور اسی میں ہے کہ مصنف کا قول "ولایزیدہ علی مثقال" یعنی مثقال سے زیادہ نہ ہو، اور یہ بھی کہا گیا کہ مثقال تک نہ پہنچے ذخیرہ، **میں کہتا ہوں**

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۳۱

مثقالا[1] انتھی، وفی الھندیۃ عن المحیط ینبغی ان تکون فضۃ الخاتم المثقال ولایزاد علیہ وقیل لا یبلغ بہ المثقال وبہ ورود الاثر انتھی[2]۔ وفی الخلاصہ انما یجوز التختم بالفضۃ اذا کان علی ھیئۃ ختم النساء بان کان لہ فصان اوثلثۃ یکرہ استعمالہ للرجال[3] انتھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	حدیث سابق کی تصریح اس کی تائید کرتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ انگوٹھی پوری مثقال نہ ہو، عبارت پوری ہوئی۔ فتاوٰی ہندیہ محیط کے حوالے سے مذکور ہے مناسب یہ ہے کہ چاندی کی انگوٹھی صرف ایک مثقال ہو اس سے زیادہ نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ مثقال تک بھی نہ پہنچے چنانچہ اثر میں یہی وارد ہوا ہے۔ عبارت پوری ہوئی، خلاصہ میں ہے چاندی کی انگوٹھی پہننا اس وقت جائز ہے جبکہ مردانہ انگوٹھیوں جیسی ہو لیکن اگر عورتوں کی انگوٹھیوں جیسی بنی ہو کہ اس میں دو یا تین نگینے ہوں تو ایسی انگوٹھی کا مردوں کو استعمال کرنا مکروہ ہے عبارت پوری ہوئی، اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جوتا مرد وزن کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

یہ جزئیہ کتب متداولہ میں فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی کی نظر سے نہ گزرا مگر بظاہر یہ ہے **والعلم عنداللہ** (پورا علم اللہ تعالٰی کے پاس ہے۔ ت) کہ جھوٹے کام کا جوتا مرد وزن سب کے لئے مکروہ ہونا چاہئے۔

فن المنسوج کغیرہ ولا شك ان النعال عن انواع الملبوسات والنساء والرجل سواء فی کراھۃ لبس النحاس۔	اس لئے کہ بُنی ہوئی چیز غیر بُنی ہوئی کی طرح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جوتا پہنی ہوئی چیزوں کی اقسام میں داخل ہے۔ اور مرد عورتیں تانبے کے استعمال کے مکروہ ہونے میں برابر ہیں یعنی دونوں کے لئے مکروہ ہے۔ (ت)

ہاسچے کام کا جوتا عورتوں کے لئے مطلقًا جائز اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ مغرق نہ ہو

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۲۳۵

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراھیۃ الفصل الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴ /۳۷۰

نہ اس کی کوئی بوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو یعنی اگر متفرق کام کا ہے اور ہر بوٹی چار انگل یا کم کی تو کچھ مضائقہ نہیں اگر چہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہو جائے، خلاصہ یہ ہے کہ جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہئے۔

وفی الفتاوٰی الھندیۃ یکرہ ان یلبس الذکور قلنسوۃ من الحریر والذھب والفضۃ والکرباس الذی خیط علیہ ابریسم کثیر اوشیئ من الذھب اوالفضۃ اکثر من قدر اربع اصابع [1] انتھی، قال العلامۃ الشامی وبہ یعلم حکم العرقیۃ المسماۃ بالطاقیۃ فاذ کانت منقشۃ بالحریر وکان احد نقوشھا اکثر من اربع اصابع لاتحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشھا علی اربع اصابع بناء علی مامر من ان ظاھر المذھب عدم جمع المتفرق [2] انتھی، وقد قال العلامۃ الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذھب والفضۃ والحریر فی الحرمۃ فترخیص الحریر ترخیص غیرہ ایضا بدلائل المساواۃ ویؤید عدم الفرق مامر من اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع [3] اھ۔	فتاوٰی ہندیہ میں ہے مردوں کے لئے ریشم یا سونے یا چاندی کی ٹوپی پہننا مکروہ ہے اور اسی طرح وہ سوتی کہ جس پر زیادہ تر ریشم کی سلائی کی گئی ہو ـــــــــــــ یا چار انگلیوں سے زیادہ سونا چاندی لگا ہوا انتہی۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ اسے پگڑی اور ٹوپی کے نچلے کپڑے کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے کہ جس کو "طافیہ" کہتے ہیں۔ جب اس میں ریشمی نقوش ہوں اور اس کا کوئی ایک نقش چار انگشت سے زیادہ ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں لیکن اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے اگر چہ اس کے مجموعی نقوش چار انگلیوں سے زیادہ ہو جائیں۔ یہ اس بناء پر ہے جیسا کہ گزر چکا کہ ظاہر مذہب میں متفرق کو جمع کرنا نہیں انتہی حالانکہ علامہ شامی نے یہ بھی فرمایا کہ سونا چاندی اور ریشم یہ سب حرمت میں برابر ہیں۔ لہٰذا ریشم میں رخصت دوسری چیزوں کی رخصت کی طرح ہے دلالت مساوی ہونے کی وجہ سے، اور گزشتہ کلام سے عدم فرق کی تائید ہوتی ہے کہ سونے کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا چار انگلی تک مباح ہے اھ ملخصًا۔

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۵

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۶

ملخصًا فافهم وتثبت اذبه تحرر ماكان العلامة الطحطاوی متوقفافيه۔والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدهاتم واحكم۔	لہٰذا سمجھئے اور ثابت رہئے، اس سے وہ بھی تحریر ہوگیا جس میں علامہ طحطاوی نے توقف کیا تھا۔اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۲: از کلکتہ دھرتلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام احمد قادر بیگ صاحب ۹/ ذی القعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے، چاندی، گلٹ، ریشم کی چین گھڑی میں لگانا اور اسے لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

سونے یا چاندی کے چین تو مطلق منع ہے اگرچہ انگرکھے میں نہ لگائی جائے صرف کھونٹی میں لٹکائیں یا گھڑی کے بکس ہی میں گھڑی رکھیں، اور جو چیز ممنوع ہے اس کے ساتھ نماز میں کراہت آئے گی، اور گلٹ میں اگر چاندی زائد یا برابر ہے تو اس کا حکم بھی چاندی کا ہے۔اور اگر تانبا غالب ہے تو اس میں اور ریشم کی چین میں میں جبکہ وہ انگرکھے میں نہ لگائی جائیں کوئی حرج نہیں۔رہا انگرکھے میں لگانا اگر یہ لگانا پہننے کے مشابہ ٹھہرے تو مکروہ ہوگا اور اس سے نماز بھی مکروہ کہ پہننا تانبے اور ریشم کا ممنوع ہے اور جو ممنوع کے مشابہ ہے مکروہ ہے۔اور اگر پہننے کے مشابہ نہ ٹھہرے تو نہ اس میں حرج نہ نماز میں کراہت، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام اسی طرف ناظر کہ یہ پہننے سے مشابہ نہیں مگر فقیر کو اس میں تامل ہے اور وہ خود بھی اس پر جزم نہیں رکھتے اور اسے لکھ کر تامل کا حکم فرماتے ہیں تو بہتر ہے اس سے احتراز ہی ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳ و ۲۴: از کلکتہ دھرم تالہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان دو مسئلوں میں:

(۱) ٹوپی جس پر ریشم یا کلابتوں کا کام ایسا ہو جس نے نصف سے زائد کپڑا چھپالیا ہو اس کا پہننا جائز یا حرام اور جس کا تمام کپڑا چھپا لیا ہو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) ازار بند ریشم کا مرد کو جائز یا حرام اور اس کے پاجامہ میں ہونے سے نماز کا کیا حال؟

الجواب:

(۱) مغرق کہ تمام کپڑا کام میں چھپ گیا ہو یا ظاہر ہو تو خال خال کہ دور سے دیکھنے والے کو سب کام ہی نظر آئے مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ وہ ٹوپی عرض میں چار ہی انگل یا اسے بھی کم ہو یونہی اگر اس میں کوئی بیل بوٹا چار اُنگل عرض سے زائد ہو تو بھی ناجائز اگرچہ سارے کپڑے میں صرف یہی ایک بوٹی ہو، اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو مطلقاً جائز اگرچہ نصف سے زائد کپڑا کام میں چھپا ہوا گرچہ متفرق بوٹیاں جمع کرنے سے چار اُنگل عرض سے زائد کو پہنچے۔

کل ذٰلك محقق فی فتاوٰنا مستفادا من ردالمحتار وغیرہ من الاسفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار وغیرہ کتب معتبرہ سے استفادہ کرتے ہوئے اس تمام کی تحقیق ہمارے فتاوٰی میں کردی گئی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲) مذہب صحیح پر ناجائز ہے **کما فی العالمگیریۃ والطحطاویۃ وغیرہما** (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیریہ اور طحطاوی وغیرہا میں ہے۔ت)

اور ناجائز کپڑا پہن کر نماز مکروہ تحریمی کہ اسے اتار کر پھر اعادہ کی جائے۔

کماھو معلوم من الفقۃ فی غیرما موضع نعم الجواز بمعنی الصحۃ حاصل وھو معنی مافی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ عن جامع الفتاوی عن محمد بن سلمۃ من صلی مع تکۃ ابریسم جاز وھو مسیئ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسا کہ فقہ کے متعدد مقامات سے معلوم ہے ہاں جواز اگر صحت کے معنی میں ہو تو صحت حاصل ہے اور یہی معنی مراد ہے جو ہندیہ میں تاتارخانیہ سے بحوالہ جامع الفتاوٰی محمد بن سلمہ سے منقول ہے کہ جس نے ریشم کے ازاربند کے ساتھ نماز ادا کی جائز ہے مگر وہ گنہگار ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوہے یا تانبے کا چھلا یہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ اس گمان سے پہنتے ہیں کہ ہمیں مہاسے وغیرہ کو مفید ہوتا ہے انھیں بھی جائز ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

چاندی سونے کے سوا لوہے، پیتل، رانگ کا زیور عورتوں کو بھی مباح نہیں چہ جائیکہ مردوں

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع فی اللبس نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۲

کے لئے اور عوام کا یہ احتراز خیال ممانعت شرع کو رفع نہیں کرسکتا کہ اگر ناجائز چیز کو دوکے لئے استعمال کرنا بھی ہو تو وہاں کہ اس کے سوا دوا نہ ملے، اور یہ امر طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے اخبار سے معلوم ہوا اور یہاں دونوں امر متحقق نہیں۔

فی الشامیة عن الجوهرة التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء [1] انتهی، وفیها عن غایة البیان التختم بالذهب والحدید والصفر حرام [2] الخ وفی الدر المختار کل تداوی لایجوز الا بطاهر وجوزہ فی النهایة بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیه شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامه [3] الخ والله تعالٰی اعلم۔ فقط۔	فتاوٰی شامی میں جوہرہ کے حوالے سے مذکور ہے لوہے، پیتل، تانبے، اور قلعی کی انگوٹھی مردوں اور عورتوں کو پہننا ممنوع ہے انتہی، اس میں غایۃ البیان کے حوالے سے ہے سونے لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ درمختار میں ہے کہ کسی دوا کا استعمال کرنا جائز نہیں مگر جبکہ پاک ہو، نہایہ میں اس حرام دوا کے استعمال کرنے کا جائز قرار دیا ہے کہ جس کے متعلق کوئی مسلمان طبیب بتائے کہ اس میں شفا ہے اور کوئی ایسی مباح دوا نہ پائے جو اس کے قائم مقام ہوسکے الخ۔ اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ فقط (ت)

رسالہ

الطیب الوجیز فی امتعة الورق والابریز

ختم شد

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۹

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۹

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ /۲۴۶

لباس ووضع وقطع

لحاف، توشک، عمامہ، ٹوپی، جوتے، وضع و قطع اور رنگ وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۲۶: از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ ۱۲رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریشمی کپڑا مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

نہ بلکہ حرام ہے۔ حدیث میں اس پر سخت وعیدیں وارد۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتلبسوا الحریر فانہ من لبسہ فی الدنیا لم یلبسہ فی الاٰخرۃ، رواہ الشیخان [1] عن الامیر المومنین عمر	ریشم نہ پہنو کہ جو اسے دنیا میں پہنے گا آخر میں نہ پہنے گا۔ (اس کو بخاری و مسلم نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب لبس الحریر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۶۷، صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۹۱، الترغیب والترھیب بحوالہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی ترھیب الرجال من لبسھم الحریر مصطفی البابی مصر ۳ /۹۶

والنسائی وابن حبان والحاکم وصححه عن ابی سعید الخدری والحاکم عن ابی هریرة و ابن حبان عن عقبة بن عامر رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین۔	کیا ہے، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن حبان نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ (ت)

نسائی کی ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من لبسه فی الدنیا لم یدخل الجنة [1]۔ رواه عن الامیر المؤمنین عمر رضی الله تعالٰی عنه۔	جو دنیا میں ریشم پہنے گا جنت میں نہ جائے گا، (امام نسائی نے اس کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انما یلبس الحریر من لاخلاق له فی الاخرة رواه الشیخان [2] واللفظ للبخاری رضی الله تعالٰی عنه۔	ریشم وہ پہنے گا جس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں (اس کو شیخین (بخاری ومسلم) نے روایت کیا اور الفاظ امام بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں۔ ت)

ایک حدیث میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من لبس ثوب حریر البسه الله عزوجل یوم القیمة ثوبا من النار۔ رواه احمد [3] والطبرانی عن جویریة رضی الله تعالٰی عنها۔	جو ریشم پہنے گا اللہ تعالٰی عزوجل اسے قیامت کے دن آگ کا کپڑا پہنائے گا (امام بخاری وطبرانی نے اس کو سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] الترغیب والترهیب بحواله النسائی ترهیب الرجال من لبسهم الحریر الخ حدیث ۲۰ مصطفی البابی مصر ۳ /۱۰۰

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب لبس الحریر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۶۷، صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۹۱

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث جویریة بنت الحرث المکتب الاسلامی بیروت ۶ /۳۲۴، المعجم الاوسط عن جویریة رضی الله تعالٰی عنها حدیث ۱۷۰، ۱۷۱ المکتب الفیصلیة بیروت ۲۴ /۶۵

حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

من لبس ثوب حریر البسه الله تعالٰی یوما من نار لیس من ایامکم ولکن من ایام الله تعالٰی الطوال [1] رواه الطبرانی وقال الله تعالٰی "وَاِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ﴿۴۷﴾" [2]۔	جو ریشم پہنے اللہ تعالٰی اسے ایک دن کامل آگ پہنائے گا وہ دن تمھارے دنوں میں سے نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کے ان لمبے دنوں سے یعنی ہزار برس کا ایک دن (اس کو امام طبرانی نے روایت کیا) جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

سیدنا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے اپنے دہنے ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لیا پھر فرمایا:

ان ھذین حرام علی ذکور امتی۔ رواه ابوداؤد [3] والنسائی۔ والله تعالٰی اعلم۔	بیشک یہ دونوں (ریشم اور سونا) میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (ابوداؤد اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷: از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم الله تعالٰی فی جواب ھذا السوال (اس سوال کے جواب میں آپ (رحمکم اللہ تعالٰی) کا کیا ارشاد گرامی ہے۔ ت): پائجامے دو طرح کے فی زماننا اکثر مروج و مستعمل ہیں: **اوّل:** غرارہ دار فراخ پائچہ جس کا استعمال بیشتر بزرگان دین کرتے ہیں اور اکثر علماء و صلحاء و اولیائے امت کے لباس میں داخل ہے۔

دوم: پائچہ عوام مومنین اور بعض خواص علماء خصوصا پچھان کی طرف کے باشندے استعمال کرتے ہیں ان دونوں میں سے کون باعتبار شرح شریف کے افضل واستر ہے اور کس کے استعمال کی بابت شرع سے صریح رخصت ہوسکتی ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] الترغیب والترهیب بحواله حذیقه موقوفاء ترهیب الرجال من لبسهم الحریر الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۹۹

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۷

[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الحریر النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵

الجواب:

اصل سنت مستمرہ فعلیہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین ازار یعنی تہبند ہے۔ اگرچہ ایک حدیث میں مروی ہوا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے عرض کیا۔ حضور پاجامہ پہنتے ہیں۔ فرمایا:

اجل فی السفر والحضر وفی اللیل والنہار فانی امرت بالتر فلم اجد شیئا استر منہ۔ رواہ ابو یعلی [1] وابن حبان فی الضعفاء والطبرانی فی الاوسط والدار قطنی فی الافراد والعقیلی فی الضعفاء عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	ہاں سفر وحضر میں شب و روز پہنتا ہوں اس لئے کہ مجھے ستر کا حکم ہوا ہے میں نے اس سے زیادہ ساتر کسی شیئ کو نہ پایا (اس کو ابویعلی اور ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے الاوسط میں اور امام دارقطنی نے الافراد میں اور امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

مگر یہ حدیث بشدت ضعیف ہے۔

حتی ان اباالفرج اورد ہ علی عادتہ ف الموضوعات والصواب کما بینہ الامام السیوطی، واقتصر علیہ الحافظ ابن حجر وغیرہ انہ ضعیف فقط۔ تفرد بہ یوسف بن زیاد الواسطی واہ۔	یہاں تک کہ حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے اپنی عادت کے مطابق اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ٹھیک بات جیسا کہ امام سیوطی نے بیان فرمائی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسی پر اکتفاء کیا وہ یہ ہے کہ وہ صرف ضعیف ہے چنانچہ یوسف بن زیاد واسطی اسے روایت کرنے میں متفرد (یعنی تنہا) ہے اور وہ کمزور ہے۔ (ت)

ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے خریدنا بسند صحیح ثابت ہے۔

رواہ الائمۃ احمد والاربعۃ وابن حبان وصححہ عن سوید بن قیس	ائمہ کرام مثلاً امام احمد ودیگر چار ائمہ اور ابن حبان نے اس کو روایت کیا ہے اور سوید بن قیس کے حوالہ

[1] مجمع الزوائد بحوالہ ابو یعلی والمعجم الاوسط للطبرانی کتاب اللباس باب فی السراویل دار الکتب العربی بیروت ۵ /۱۲۲

واحمد والنسائی فی القصة اخرٰی عن مالك بن عمیرة الاسدی رضی الله تعالٰی عنهما۔	سے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔امام احمد اور امام نسائی نے ایک دوسرے قصے میں حضرت مالک بن عمیرہ اسدی کے حوالے سے روایت کی۔رضی اللہ تعالٰی عنہما۔(ت)

اور ظاہر ہے یہی ہے کہ خریدنا پہننے ہی کے لئے ہوگا۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم زمانہ اقدس میں باذن اقدس پاجامہ پہنتے کما فی الھدٰی والمواھب وشرح سفر السعادۃ وغیرھا (جیسا کہ الہدٰی، المواہب اور شرح سفر السعادۃ وغیرہ میں مذکور ہے۔ت) امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ روز شہادت پاجامہ پہنے ہوئے تھے کما فی تھذیب الاسماء النووی وغیرہ (جیسا کہ تہذیب الاسماء امام نووی وغیرہ میں مذکور ہے۔ت)

ایک حدیث میں ہے کہ سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام روز مکالمہ طور اون کا پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔

رواہ الترمذی واستقربه والحاکم وصححه عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان علی موسٰی یوم کلمه ربه کساء صرف وکمه صوف وجبة صوف وسراویل صوف وکانت نعلاہ من جلد حمار میت [1]۔	اس کو امام ترمذی نے روایت کرتے ہوئے برقرار رکھا اور حاکم نے روایت کرکے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کی تصحیح فرمائی۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالٰی نے کلام فرمایا تو اس دن وہ اون کی بنی ہوئی چادر اونی جبہ اونی ٹوپی اور اونی شلوار میں ملبوس تھے البتہ ان کے جوتے مردہ گدھے کی کھال کے بنے ہوئے تھے۔(ت)

دوسری حدیث میں ہے کہ سب میں پہلے جس نے پاجامہ پہنا ابراھیم خلیل اللہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ ہیں،

رواہ ابونعیم عن ابی ھریرۃ رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله	ابو نعیم نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

[1] جامع الترمذی کتاب اللباس باب ماجاء فی البس الصوف امین کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۶-۲۰۷

تعالٰی علیه وسلم اول من لبس السراویل ابراهیم الخلیل۔[1]	تعالٰی علیہ وسلم کافرمان وارشاد ہے کہ سب سے پہلے جس نے شلوار پہنی وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام تھے۔(ت)

تیسری حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت سے پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لئے دعا مغفرت کی اور مردوں کو تاکید فرمائی کہ خود بھی پہنیں اور اپنی عورتوں کو بھی پہنائیں کہ اس میں ستر زیادہ ہے۔

رواہ الترمذی والعقیلی والضعفاء وابن عدی و الدیلمی عن امیر المومنین علی کرم الله وجهه بلفظ اللهم اغفر للمتسرولات من امتی یایها الناس اتخذوا السراویلات فانها من استر ثیابکم و حصنوا بها نساءکم اذاخرجن[2] وفی الحدیث قصة و فی اسانیده مقال رضبی یتقوی بتعدد طرقه خلافه الصنیع ابی الفرج۔	ترمذی نے اس کو روایت کیااور عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ابن عدی اور دیلمی نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس لفظ کے ساتھ روایت کی: اے اللہ! میری امت سے پاجامہ پہننے والی عورتوں کو بخشش فرما۔اے لوگو، پاجامہ (یعنی شلوار) پہنا کرو کیونکہ یہ تمھاری لباس ہیں سب سے زیادہ ستر پوش لباس ہے شلوار سے اپنی عورتوں کو محفوظ کرو جب وہ باہر نکلیں۔اور حدیث میں ایک واقعہ مذکور ہے اس کی سندوں میں اشکال پایا جاتا ہے۔بسا اوقات متعدد سندوں اور طرق کی وجہ سے حدیث قوی ہوجاتی ہے لیکن اس میں علامہ ابوالفرج ابن جوزی کا اپنی کارکردگی کی وجہ سے اختلاف ہے۔(ت)

بالجملہ پاجامہ پہننا بلاشبہہ مستحب بلکہ سنت ہے،

ان لم یکن فعلا فقولا والافلا اقل من السنتان تقریرا کماعلمت۔	اگر فعلی سنت نہ بھی ہو تو قولی سنت ضرور ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو کم از کم آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تقریری سنت تولامحالہ ہے۔جیسا کہ تم نے جان بھی لیا۔(ت)

---

[1] تهذیب تاریخ ابن عساکر ذکر ماکان من امر ابراهیم علیه السلام بعد ذٰلك داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ /۱۴۹، الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۳ دارالکتب العلمیه بیروت ۱ /۲۸

[2] کنزالعمال بحواله البزار حدیث ۴۱۸۳۸ مؤسسة الرساله بیروت ۱۵ /۴۶۳، الکامل لابن عدی ترجمہ ابراہیم بن زکریا العلم الخ دارالکتب العلمیه بیروت ۱ /۲۵۵، الموضوعات لابن جوزی کتاب اللباس دارالفکر بیروت ۳ /۴۶

لاجرم فتاوٰی عالمگیریہ میں فرمایا:

لیس السراویل سنة وھو من استر الثیاب للرجال والنساء کذا فی الغرائب [1]۔	پاجامہ (شلوار) سنت ہے اور یہ مردوں عورتوں دونوں اصناف کے لئے زیادہ ستر پوش ہے یونہی الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

اور روایت میں کوئی تخصیص پائچہ فراخ وتنگ کی نظر سے نہ گزری، یہ عادات قوم وبلد پر ہے مگر فراخ کے یہ معنی کہ عرض کے پائچے نہ غرارے دار جس میں کلیاں ڈال کر گھیر بڑھایا جاتا ہے۔ یہ مردوں کے لئے بلاشبہ ناجائز ہے کہ ان بلاد میں کلیوں دار پائچے خاص لباس عورات ہیں اور عورتوں سے تشبیہ حرام مرد اگر پہنتے ہیں تو وہی زنانے یا نقال یا بدوضع فساق، ان لوگوں سے بھی مشابہت ممنوع، **کما نص علیه فی الخانیة وغیرھا من معتمدات المذھب** (جیسا کہ فتاوٰی قاضیخاں وغیرہ مذہب کی معتبر کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ ت) یونہی طول میں نہ ٹخنوں سے زائد ہوں کہ لٹکتے ہوئے پائچے اگر براہ تکبر ہوں تو حرام وگناہ کبیرہ ورنہ مردوں کے لئے مکروہ وخلاف اولٰی۔ ہندیہ میں ہے:

اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیه کراھة تنزیه کذا فی الغرائب [2]۔	مرد کا اپنے تہبند کو ٹخنوں کے نیچے تک لٹکانا اگر بربنائے تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اس طرح الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

یکرہ للرجل لبس السراویل المخرفجة و ھی التی تقع علی ظھر القدمین کذا فی الفتاوی العتابیة [3]۔	مردوں کے لئے ایسے پاجاموں کا استعمال مکروہ ہے جو المخرفجہ یعنی پاؤں کی پشت سے نیچے تک ہوں، یونہی فتاوٰی عتابیہ میں بھی مذکور ہے۔ (ت)

گھنٹوں کے قریب ہو جیسا کہ آج کل جہال وہابیہ نے اختراع کیا ہے کہ فراخ پائچے جب اتنے چھوٹے ہوں گے تو بیٹھنے لیٹنے میں ران کا کوئی حصہ کھل جانا مظنون بلکہ مشاہد ہے۔ شرع مطہر کی عادت کریمہ ہے کہ ایسی جگہ جب ایک مقدار کو فرض فرماتی ہے اس کی تکمیل وتوثیق کے لئے ایک حد معتدل تک اس سے زیادت سنت بتاتی ہے عورتوں کا سارا پاؤں عورت تھا تو انھیں ایک بالشت ازار یا پائچے لٹکانے کا حکم عزیمت اور دو بالشت تک رخصت ہوئی کہ قدم ہی تک رکھیں تو حرکات میں بعض حصہ ساق یا

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۳

[2] فتاوی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۳

[3] فتاوی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۳

کعب کھل جاتا۔

روی النسائی وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کم تجر المرأۃ من ذیلہا قال شبرا قالت اذا ینکشف عنہا قال فزراع لایزید علیہ [1]۔	نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کی ہے۔انھوں نے فرمایاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کیا گیاکہ عورت اپنے دامن کو کتنی مقدار تک گھسیٹ سکتی ہے۔ آپ نے ارشادفرمایاکہ ایک بالشت تک، عرض کی گئی کہ پھر تو اس کا پاؤں کھل جائے گا،، پھر آپ نے فرمایاکہ کہ پھر ایک ہاتھ تک،اس سے زائد نہ ہو۔(ت)

یوہیں مرد کاستر عورت کے گھٹنے کے نیچے تک ہے تو فراخ پائچہ جب وہیں تک ہوگا حرکات میں کوئی حصہ زانوں یاران منکشف ہوجائے گالہٰذا نیم ساق تک عزیمت اور کعبین تک رخصت ہوئی کہ تقریباوہی ایک اور دو بالشت کاحساب ہے۔

فی المواھب وشرحہ للعلامۃ الزرقانی حاصل ماذکر فی ذٰلك الاحادیث ان للرجال حالین حال استحباب وھو ان یقتصر بالازار وغیرہ علی نصف الساق وحال جواز وھو الی الکعبین وکذٰلك النساء حالان حال استحباب وھو مایزید علی ماھو زائد للرجال بقدر ذراع [2] الخ۔	مواہب اللدنیہ اور اس کی شرح جوعلامہ زرقانی نے لکھی میں مذکور ہے کہ جوکچھ حدیثوں میں اس سلسلے میں ذکر کیاگیااس کاخلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لئے دو حالتیں ہیں ایک حالت استحباب ہے اور وہ یہ ہے کہ ازار وغیرہ (تہبند) میں نصف پنڈلی تک اکتفا کرے دوسری حالت جواز ہے اور وہ یہ ہے کہ ٹخنوں تک ہو،اور یونہی عورتوں کے لئے بھی دو حالتیں ہیں ایک حالت جواز ہے اور وہ یہ ہے کہ جتنی مقدار مردوں کے ہاں زائد ہے اس بمقدار ایک ہاتھ اضافہ کرے۔الخ(ت)

یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے،نہ خوب چست بدن سے سلے۔کہ

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس ۲/ ۲۰۶ وسنن النسائی کتاب الرینۃ ذیول النساء ۲/ ۲۹۸، سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب ذیل المرأۃ کم یکون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴، سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الذیل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۲

[2] المواھب اللدنیۃ النوع الثانی فی اللباس باب الخلاصۃ فی طول الازار المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۳۱، شرح الزرقانی علی المواھب النوع الثانی فی اللباس باب الخلاصۃ فی طول الازار دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۹

یہ سب وضع فساق ہے۔اور ساتر عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے۔یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی کپڑے پہنے ننگیاں،اس کی وجوہ تفسیر سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ چست ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اوپر سے بتائیں گے جیسے بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چست کرتیاں۔ردالمحتار میں ہے:

فی الذخیرۃ وغیرھا ان کان علی المرأۃ ثیاب فلا باس ان یتامل جسدھا اذا لم تکن ثیابھا ملتزقۃ بھا بحیث نصف ماتحتھا وفی التتبیین قالوا ولا باس بالتأمل فی جسدھا وعلیھا ثیاب مالم یکن ثوب یبین حجمھا فلا ینظر الیہ حنیئذ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من تامل خلف امرأۃ ورأی ثیابھا حتی تبین لہ حجم عظامھا لم یرح رائحۃ الجنۃ ولانہ متی کان یصف یکون ناظرا الی اعضائھا[1] اھ ملخصًا۔	ذخیرہ وغیرہ میں ہے کہ اگر عورت نے لباس پہن رکھا ہو تو اس کے جسم کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ لباس اس قدر تنگ اور چست نہ ہو کہ سب کچھ عیاں ہونے لگے۔التبیین میں ہے کہ ائمہ کرام نے فرمایا جب عورت لباس پہنے ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ لباس ایسا تنگ اور چست نہ ہو جو اس کے جسم کو ظاہر کرنے لگے (اگر ایسی صورت حال ہو تو پھر اس طرف نہ دیکھا جائے۔مترجم) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی نے عورت کو پیچھے سے دیکھا اور اس کے لباس پر نظر پڑی یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم واضح اور ظاہر ہوگیا تو ایسا شخص (جو غیر محرم کو بغور دیکھ کر لطف اندوز ہونے والا ہے) جنت کی خوشبو تک نہ پائیگا اور اس لئے کہ لباس سے انداز قد و قامت ظاہر ہو تو اس لباس کو دیکھنا مخفی اعضاء کو دیکھنے کے مترادف ہے۔اھ ملخصًا (ت)

نہ بہت اونچے گھٹنوں کے قریب ہوں کہ تنگ پائچوں میں اگرچہ احتمال کشف نہیں مگر پاؤں کے لباس میں جو حد مسنون ہے اس سے تجاوز یہ افراط ہوا،شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رسالہ آداب اللباس میں فرماتے ہیں:

ہمبرین قیاس سراویل کہ در عجم متعارفست	اس پر "سراویل" کو قیاس کرنا چاہئے کہ جو دیار عجم

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۴

وآں راشلواری گویند بمقدار ازاں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باشد واگرزیر شتالنگ باشد یا دوسہ چین واقع شود بدعت وگناہ است[1]۔	میں مشہور ہے جس کو شلوار کہتے ہیں پس یہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازار مبارک کی مقدار کے مطابق ہو لیکن اگر ٹخنوں سے نیچے ہو یا دو تین شکن نیچے واقع ہو جائے تو بدعت اور گناہ ہے۔(ت)

یہ افراط بدعت وہابیہ ہند ہے تو ان سے تشبیہ مکروہ ہے۔غرض ڈھیلے پائچے جب ان قباحتوں اور تنگ ان شناعتوں سے پاک ہوں تو دونوں شرعامرخص وپسند اور ادائے مستحب میں کافی وبسند ہیں ہاں غالب عادات علماء واولیاء میں وہی عرض کے پائچے دیکھے گئے اور انھیں کو اصل سنت فعلیہ یعنی تہبند سے زیادہ مشابہت، **کمالایخفی** (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ٹخنوں سے نیچے پائچے رکھنا مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤاور اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

پائچوں کا کعبین سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر راہ عجب وتکبر ہے تو قطعاً ممنوع وحرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔

اخرج الامام الھمام محمد بن اسمعیل البخاری فی صحیحہ قال حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لاینظر اللہ یوم القیمۃ	امام ہمام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں تخریج فرمائی اور فرمایا ہم سے عبداللہ ابن یوسف نے بیان کیا اس نے کہا کہ ہمیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بتایا انھوں نے ابوالزناد سے اس نے اعرج سے اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی قیامت کے روز اس

[1] آداب اللباس

الی من جواز ارہ بطرا [1]۔ **قلت** وبنحوہ روی ابوداؤد ابن ماجۃ من حدیث ابی سعید الخدری فی حدیث عبداللہ بن عمر انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من جر ثوبہ مخیلۃ لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ [2] الحدیث واخرج الامام العلام مسلم بن الحجاج القشیری فی صحیحہ قال حدثنا یحیی بن یحیٰی قال قرأت علی مالك عن نافع وعبداللہ بن دینار وزید بن اسلم کلھم یخبرہ عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لاینظر اللہ الی من جرثوبہ خیلا [3]۔ **قلت** وبمثلہ روی البخاری والنسائی والترمذی فی صحاحھم بالاسانید المختلفۃ والالفاظ المتقاربۃ۔	شخص پر نظر شفقت نہیں فرمائے گا جس نے از راہ تکبر اپنے تہبند کو زمین پر گھسیٹا، **قلت** (میں کہتا ہوں) یونہی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے حضرت عبداللہ ابن عمر کی حدیث میں روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تکبر سے ازار لٹکائے (یعنی زمین پر گھسیٹے) تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا، الحدیث امام علام مسلم بن حجاج قشیری نے اپنی صحیح میں تخریج کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سے یحیٰی بن یحیٰی نے بیان کی اس نے کہا میں نے حضرت امام مالک کے سامنے پڑھا، امام مالک نے نافع عبداللہ بن دینار اور زید بن اسلم سے روایت کی، ان سب نے حضرت عبداللہ بن دینار اور زید بن اسلم سے روایت کی، ان سب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے انھیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی اس کی طرف نہیں دیکھئے گا (یعنی اس کی طرف نگاہ رحمت نہیں فرمائے گا) جو از راہ تکبر اپنا کپڑا لٹکائے، **قلت** (میں کہتا ہوں) اس جیسی حدیث بخاری، نسائی اور ترمذی نے اپنی اپنی کتابوں (صحاح) میں مختلف سندوں اور قریبی ویکساں الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب جر ثوبہ من الخیلا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۶۱

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من جر ثوبہ من الخیلا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۶۱، سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی السبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۰۸، سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب من جر ثوبہ من الخیلا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۳

[3] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من جر ثوبہ من الخیلا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۶۰، صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم جر الثوب خیلاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۹۴، الجامع الترمذی کتاب اللباس باب ماجاء فی الکراھیۃ الازار امین کمپنی کراچی ۱ /۲۰۶

اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے۔

لاباس به کما یرشك الیه التقیید بالبطر والمخیلة۔	تو اس میں کچھ حرج نہیں جیسا کہ اس کی طرف "البطر و المخیلة" (اترانا اور تکبر کرنا) کی قید لگانا تمھاری راہنمائی کر رہا ہے۔(ت)

حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے۔ فرمایا: تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو۔

اخرج البخاری فی صحیحه قال حدثنا احمد بن یونس فذکر باسنادہ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال من جر ثوبه خیلاء لم ینظر اللہ الیه یوم القیمة فقال ابوبکر یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم احد شقی ازاری یسترخی الا ان اتعاهد ذٰلك منه فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لست ممن یصنعه خیلاء [1] **قلت** وبنحوہ روی ابوداؤد والنسائی۔	امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج فرمائی۔ فرمایا ہم سے احمد ابن یونس نے بیان کیا۔ پھر اس کی اسناد سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: جس شخص نے ازاراہ تکبر کپڑا لٹکایا اور نیچے گھسیٹا تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! میرا تہبند ایک طرف نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی پوری حفاظت کرتا ہوں (یعنی حفاظت میں ذرا سی کوتاہی یا لاپروائی ہو جائے تو تہبند ایک طرف لٹک جاتا ہے) آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو طرز تکبر سے ایسا کرتے ہیں (یعنی علت تکبر نہ ہونے کی وجہ سے تمھارے ازار کے لٹک جانے سے کوئی حرج نہیں **قلت** (میں کہتا ہوں) اسی کی مثل ابوداؤد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے۔(ت)

حدیث بخاری ونسائی میں کہ:

مااسفل الکعبین من الازار ففی النار [2]۔	ازار کا جو حصہ لٹک کا ٹخنوں سے نیچے ہوگیا وہ آگ میں ہوگا۔(ت)

[1] الصحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۰

[2] الصحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۱

اور حدیث طویل مسلم وابوداؤد میں:

ثلثة لایکلمھم الله یوم القیمة ولاینظر الیھم ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب[1]۔	تین شخص (یعنی تین قسم کے لوگ) ایسے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے قیامت کے دن نہ تو انھیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے درد ناک عذاب ہوگا: (۱) ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنے اسباب کو رائج کرنیوالا (یعنی فروغ دینے والا ہے) (ت)

علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر علماء در صورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں:

فی الفتاوٰی العالمگیری اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیه کراھة تنزیه کذافی الغرائب[2]۔	فتاوٰی عالمگیری میں ہے مرد کا اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔ (ت)

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولٰی، نہ حرام مستحق وعید، اور یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ پائچے جانب پاشنہ نیچے ہوں، اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح کالٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

روی ابو داؤد فی سننه قال حدثنا مسدد نایحیٰی عن محمد بن ابی یحیٰی حدثنی	امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد میں روایت فرمائی ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا اس سے یحیٰی نے اس نے محمد بن ابی یحیٰی سے روایت

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۱، سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳

عکرمۃ انہ رای ابن عباس یاتزر فیضع حاشیۃ ازارہ من مقدمہ علی ظہر قدمہ ویرفعہ مؤخرہ قلت لم تاتزر ہذہ الازارۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتزرھا [1] **قلت** ورجال الحدیث کلھم ثقات عدول ممن یروی عنھم البخاری کما لایخفی علی الفطن الماھر بالفن۔	کی ہے اس نے کہا مجھ سے عکرمہ تابعی نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب ازار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے۔ میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا ہے۔**قلت** (میں کہتا ہوں) حدیث کے تمام روای ثقہ (معتبر) اور عادل ہیں۔ ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ذہین۔ فہیم اور ماہر فن پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ازیں جا معلوم شود کہ بلند واشتن ازرا از جانب پس کافی ست در عدم اسبال [2] اھ۔	اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کو پچھلی جانب یعنی ٹخنوں کی طرف سے اونچا اور بلند رکھنا عدم اسبال (یعنی نہ لٹکانا) میں کافی ہے۔ اھ (ت)

ہاں اس میں شبہہ نہیں کہ نصف ساق تک پائچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سیدالابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہیں تک ہوتی تھی۔

فی صحیح مسلم حدثنی ابوالطاھر قال انا ابن وھب قال اخبرنی عمر بن محمد عن عبداللہ ارفع ازارك فرفعتہ ثم قل زد فزدت فازلت اتجرھا بعد فقال بعض القوم الی این	صحیح مسلم شریف میں ہے: مجھ سے ابوطاہر نے بیان کیا اس نے کہا مجھے ابن وہب نے بتایا، اس نے کہا مجھے عمر بن محمد نے حضرت عبداللہ کے حوالے سے بتایا (ان سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا) اپنا ازار اپر کیجئے، میں نے اوپر کیا۔ پھر فرمایا مزید اوپر کیجئے، پھر اس کے بعد

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی الکبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس فصل ۳ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۳/ ۵۵۶

فقال انصاف الساقین [1] وفی حدیث ابی سعیدن الخدری مما رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ازارۃ المؤمن الی انصاف ساقیہ [2] الحدیث۔	ہمیشہ میں اسے کھینچتا رہا، پھر لوگوں نے پوچھا آپ کس حد تک اوپر کرتے رہے؟ ارشاد فرمایا دو ۲ پنڈلیوں کے نصف تک۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی حدیث میں آیا ہے جو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت فرمائی۔ راوی نے فرمایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ مسلمانوں کا تہبند دونوں پنڈلیوں کے نصف تک ہونا چاہئے۔ الحدیث (ت)

امام نووی فرماتے ہیں:

فالمستحب نصف الساقین والجائز بلاکراھۃ ماتحتہ الی الکعبین [3] فی الفتاوٰی العالمگیریۃ ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق [4] واللہ تعالٰی اعلم۔	مستحب ہے کہ ازار (تہبند) پنڈلیوں کے نصف تک ہو اور بغیر کراہت جائز ہے کہ نیچے ٹخنوں تک ہو، اور فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے کہ مناسب ہے کہ ازار ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہو، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۹و۳۰: ۲۱ شعبان ۱۳۳۳ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کرتہ شریف کتنا نیچا تھا۔ اور گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا یا دائیں بائیں۔ اور چاک مبارک کھلی تھی یا یادوختہ، اور بٹن لگے تھے یا گھنڈی۔ اور کون سی رنگت کا مرغوب تھا؟

(۲) عمامہ شریف کے (کتنے) گز کا لانبا (لمبا) تھا اور وہ گز کتنا لانبا تھا؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم جر الثوب خیلاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۵

[2] سنن ابن ماجہ کتاب اللباس موضع الازار این ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴

[3] شرح الصحیح المسلم للنوی کتاب اللباس باب تحریم جر الثواب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۵

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳

الجواب:

(۱) قمیص مبارک نیم ساق تک تھا۔ مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قمیصه وردانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم الی انصاف الساقین[1]۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔(ت)

حاکم نے بتصحیح اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لبس قمیصاً وکان فوق الکعبین[2]۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے اوپر تک زرالمبا تھا(ت)۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

کان له صلی الله تعالٰی علیه وسلم قمیص من قطنٍ قصیر الطول قصیر الکم[3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتی کرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔(ت)

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ مبارک وے بود چنانکہ احادیث بسیار برآں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق ایں نمودہ اند[4]۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالٰی	تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۲/ ۴۲۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب اللباس دارالفکر بیروت ۴/ ۱۹۵

[3] شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۵۴

[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴

علیہ وسلم بر سینہ بود [1]	مبارک پر تھا۔(ت)

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

انها اخرجت جبة طيالسة كسروانية لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج [2]۔	سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جبہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم گھری ہوئی تھیں۔ (ت)

اس زمانہ میں گھنڈی تکمے ہوتے جن کو زر وعروہ کہتے بٹن ثابت نہیں۔نہ ان میں کوئی حرج ہے۔رنگ سبز وسرخ بھی ثابت ہے۔اور محبوب تر سفید۔حدیث میں ہے:

البسوا الثياب البيض فانها اطهر واطيب وكفنوا فيها موتاكم۔رواه احمد [3] والاربعة الاعن سمرة بن جندب رضي الله تعالٰى عنه۔	سفید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور خوب ہیں۔اور اپنے اموات کو سفید کفن دو۔(امام احمد اور دیگر ائمہ اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

(۲) عمامہ اقدس کے طول میں کچھ ثابت نہیں۔امام ابن الحاج مکی سات ہاتھ یا اس کے قریب کہتا ہے۔اور حفظ فقیر میں کلمات علماء سے ہے کہ کم از کم پانچ ہاتھ ہو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ۔اور شیخ عبدالحق کے رسالہ لباس میں اکتیس ہاتھ تک لکھا ہے۔اور ہے یہ کہ یہ امر عادت پر ہے جہاں علماء وعوام کی جیسی عادت ہو اور اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہو اس قدر اختیار کریں۔

فقد نص العلماء ان الخروج عن العادة شهرة و مكروه [4]۔والله تعالٰى اعلم۔	اہل علم نے تصریح کی ہے کہ معاشرے کی عادت سے باہر ہونا باعث شہرت اور مکروہ ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴

[2] صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ وسنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث سمرہ بن جندب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۷

[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ الصنف التاسع نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۸۲

مسئلہ ۳۱: ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

علمائے شرع شریف اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ چوڑی دار پائجامہ پہننا کیسا ہے اور جو اشخاص بوتام لگا کر پہنتے ہیں پنڈلیوں کو چمٹا ہوا اور تعبیر کرتے ہیں کہ یہ پائجامہ شرعی ہے۔ یہ قول ان کا صحیح ہے یا غلط۔ یعنی اسے شرعی پائجامہ کہنا۔ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

چوڑی دار پاجامہ پہننا منع ہے کہ وضع فاسقوں کی ہے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی عنہ آداب اللباس میں فرماتے ہیں:

سراویل کہ در عجم متعارف است کہ اگر زیر شتالنگ باشد یا دوسہ چین واقع شود بدعت وگناہ است [1]۔	شلوار جو عجمی علاقوں میں مشہور ومعروف ہے اگر ٹخنوں سے نیچے ہو یا دو تین انچ (شکن) نیچے ہو تو بدعت اور گناہ ہے۔ (ت)

یونہی بوتام لگا کر پنڈلیوں سے چمٹا ہوا بھی ثقہ لوگوں کی وضع نہیں۔ آدمی کو بدوضع لوگوں کی وضع سے بھی بچنے کا حکم ہے یہاں تک کہ علماء درزی اور موچی کو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فاسقوں کے وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے نہ سیے اگرچہ اس میں اجر کثیر ملتا ہو۔ فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

الاسکاف اوالخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیئ من زی الفساق ویعطی لہ فی ذٰلك کثیر الاجر لایستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ [2]۔	اگر موچی یا درزی سے جب فاسقوں کی وضع کے مطابق کوئی چیز بنوانے یا سلوانے کے لئے اجارہ دی جائے تو اس کام کے لئے اسے بہت اجرت دی جائے تو اس کے لئے یہ کام کرنا بہتر نہیں اس لئے کہ یہ گناہ کے سلسلے میں امداد ہے۔ (ت)

تو یہ پاجامہ بھی اس راہ سے شرعی نہ ہوا اگرچہ ٹخنوں سے اونچا ہونے میں حد شرع سے متجاوز نہیں، شرعی کہنا اگر صرف اسی حیثیت سے ہے تو وجہ صحت رکھتا ہے۔ اور اگر مطلقاً مرضی وپسندیدہ شرعی مراد جیسا کہ ظاہر لفظ کا یہی مفاد تو صحیح نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] آداب اللباس

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

مسئلہ ۳۲: از جالندھر محلّہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ احمد خاں صاحب ۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایڑی والی جوتی یعنی مثل جوتی مردوں کے عورت پہن لے تو درست ہے یا نہیں؟ مردانی جوتی عورت نمازی کے واسطے پاؤں کو ناپاکی سے بچانے کے لئے بہت خوب ہے۔ خیر جیسا شریعت میں حکم ہے باسند بحوالہ کتاب ارشاد فرمائیں۔

الجواب:

ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبہات من النساء بالرجال و المتشبھین من الرجال بالنساء، رواہ الائمۃ احمد و البخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما[1]۔	اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبہ کریں۔ (ائمہ کرام مثلا مام احمد بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لعن اللہ الرجل یلبس لبسۃ المراۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل۔ رواہ ابوداؤد والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح[2]۔	اللہ تعالٰی اس مرد پر لعنت کرے جو عورت جیسا لباس پہنے اور عورت پر بھی لعنت کرے جو مرد جیسا لباس پہنے۔ ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین بالنساء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۷۴، سنن ابی داؤد باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۱۰، جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی المتشبھات امین کمپنی دہلی ۲ /۱۰۲، سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸، مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۳۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۱۰

در مختار میں ہے:

غزل الرجل علی ھیأۃ غزل المرأۃ یکرہ[1]۔	عورت کے انداز سے مرد کا بال گوندنا مکروہ ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لما فیہ من التشبہ بالنساء[2]۔	اس لئے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

انما یجوز التختم بالفضۃ لو علی ھیأۃ خاتم الرجال امالو لہ فصان او اکثر حرم قھستانی[3]۔	فقہی اعتبار سے چاندی کی ایسی انگوٹھی پہننا جائز ہے جو مردوں کے لئے مروج ہو لیکن اگر اس میں دو یا دو سے زائد نگینے ہوں تو ایسی انگوٹھی کا استعمال مردوں کے لئے حرام ہے۔قہستانی (ت)

بلکہ بحمداللہ تعالٰی خاص اس جزئیہ میں حدیث حسن وارد، سنن ابوداؤد میں ہے:

حدثنا محمد بن سلیمان لُوَین وبعضہ قرأت علیہ عن سفیان عن ابن جزئیج عن ابن ابی ملیکۃ قال قیل لعائشۃ ان امرأۃ تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والرجلۃ من النساء[4] محمد بن سلیمان بن حبیب الاسدی بالتصغیر ثقۃ من العاشرۃ تقریب[5] والبقیۃ ائمۃ جلۃ معروفون وقد کان	(ہم سے محمد بن سلیمان لوین نے بیان کیا اس کا کچھ حصہ میں نے اس کے سامنے پڑھا اس نے سفیان، اس نے ابن جریج، اس نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی اور کہا۔ت) یعنی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی مردانی عورتوں پر۔(محمد بن سلیمان بن حبیب اسدی (یہ تصغیر کے ساتھ

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مجتبائی دہلی ۲ /۲۵۳

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۷۴

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۳۱

[4] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۱۰

[5] تقریب التہذیب لابن حجر العسقلانی ترجمہ ۵۹۴۴ حرف المیم فصل س دار الکتب العلمیہ بیروت ۲ /۸۲

الحکم بالصحة لولا عنعنة ابن جریج لاجرم قال المناوی [1] فی التیسیر والقاری فی المرقاة اسنادہ حسن۔	ہے) دسویں طبقہ کا معتبر راوی ہے۔ تقریب، باقی چند مشہور جلیل القدر ائمہ ہیں۔ حدیث پر صحت کا حکم ہوتا اگر ابن جریج کی روایت میں عنعنہ نہ ہوتا بیشک علامہ مناوی نے التیسیر میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے۔ (ت)

مرقاۃ میں ہے:

تلبس النعل ای التی تختص بالرجال [2] واللہ تعالٰی اعلم۔	تلبس النعل یعنی عورت اگر ایسا جوتا پہنتی ہے جو مردوں کے لئے مختص ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۳: کیا ہے حکم شرع شریف میں نسبت پہننے ٹوپی سچی یا جھوٹی سلمہ ستارہ یا ریشم کی۔

الجواب:

چار انگل سے زائد ناجائز اور اس کا استعمال ممنوع ہے۔ اور متفرق ریشم کا کام ہو خواہ سونے چاندی کا جمع نہ کیا جائے گا جب تک مثل مغرق کے نظر نہ آتا ہو۔ اور جھوٹے کام کا جزئیہ اس وقت نظر میں حاضر نہیں اگر سونا چاندی غالب یا مساوی ہے تو اس کا حکم سونے چاندی ہی کے مثل ہے اور مغلوب ہے یا صرف تابنا تاہم ظاہراً کراہت سے خالی نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ نساء یا فساق کی وضع مخصوص ہو کہ اس صورت میں کراہت یقینی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۴: ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رومال ریشمیں مرد کے واسطے استعمال کرنا یعنی ہاتھ میں یا کندھے پر رکھنا جائز ہے یا ناجائز یا مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب:

ہاتھ میں لینا جیب میں رکھنا، اس سے منہ پوچھنا یہ سب جائز (اگر بہ نیت تکبر نہ ہو کہ اس نیت سے تو کوئی روا نہیں) اور کندھے پر ڈلنا مکروہ تحریمی۔ اصل یہ ہے کہ ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لعن اللہ الرجلہ من النساء مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۲ /۲۹۲

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الرجل حدیث ۴۴۷۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸ /۲۴۶

کے نزدیک ریشم کا پہننا ہی مرد کو ممنوع ہے نہ کہ باقی طرق استعمال، اور رومال حسب معمول کندھے پر ڈالنا ایک نوع لبس ہے۔ ہاتھ یا جیب میں رکھنا پہننا نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

التعلیق یشبه اللبس فحرم لذٰلك لما علم ان الشبهة فی باب المحرمات ملحقة بالیقین رملی، والظاهر ان المراد بالکیس المعلق نحو کیس التمائم المسماة بالحمائلی فانه یعلق بالعنق بخلاف کیس الدارهم اذا کان یضعه فی جیبه مثلا بدون تعلیق وفی الدرالمنتقی ولا تکره الصلٰوة علی سجادة فی الابریسم لان الحرام هو اللبس اما الانتفاع بسائر الوجوه فلیس بحرام کما فی صلٰوة الجواهر واقره القهستانی وغیره[1]۔	لٹکانا حرام شیئ کا پہننے کے مشابہ ہے اس لئے کہ یہ معلوم ہے کہ محرمات کے باب میں شبہہ یقین کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔ رملی اور ظاہر یہ ہے کہ تھیلا سے مراد لٹکایا ہوا ہے جیسے تعویزات کا تھیلا کہ جس کو حمائلی کہا جاتا ہے کیونکہ اس گلے میں لٹکایا جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ دراہم کا تھیلا (بٹوہ) جبکہ اسے بغیر لٹکائے جیب میں رکھا جاتا ہے۔ درمنتقی میں ہے کہ ریشمی مصلی (جائے نماز) پر نماز ادا کرنا مکروہ نہیں۔ اس لئے کہ ریشم کا پہننا حرام ہے۔ لیکن پہننے کے سوا اور طریقوں سے فائدہ اٹھانا حرام نہیں جیسا کہ صلٰوۃ الجواہر میں مذکور ہے اور قہستانی وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وفی القنیة دلال یلقی ثوب الدیباج علی منکبیه یجوز اذا لم یدخل یدیه فی الکمین وقال عین الائمة الکرابیسی فیه کلام بین المشائخ اھ ووجه الاول ان القاء الثوب علی الکتفین نما قصد به الحمل دون الاستعمال فلم یشبه اللبس المقصود للانتفاع تأمل[2]۔	قنیہ میں ہے کہ دلال نے ریشمی کپڑا بیچنے کے لئے کندھوں پر اٹھا تو یہ جائز ہے جبکہ دونوں ہاتھ آستینوں میں نہ ڈالے۔ عین الائمۃ کرابیسی نے فرمایا اس میں مشائخ کرام کی گفتگو ہے (یعنی اعتراض اور اختلاف ہے) اھ۔ پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ کندھوں پر لٹکانے سے اٹھانا مقصود ہوتا ہے۔ نہ کہ پہننا لہٰذا یہ پہننے کے مشابہ نہیں جو انتفاع سے مقصود ہے۔ غور کیجئے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۶

اسی میں ہے:

الحرام هو اللبس دون الانتفاع **اقول:** ومفادہ جواز اتخاذ خرقة الوضوء منه بلا تکبر اذ لیس یلبس لاحقیقة ولا حکما بخلاف اللحاف والتکة وعصابة المفتصد تامل [1] اھ هذا ما ظهر لی والله تعالٰی اعلم۔	حرام صرف پہننا ہے صرف فائدہ اٹھانا حرام نہیں **میں کہتا ہوں** اس کا مفاد (حاصل) یہ ہے کہ ریشمی رومال سے اعضائے وضو پونچھنا اگر بلا تکبر ہو تو جائز ہے اس لئے کہ یہ نہ حقیقتاً پہننا ہے نہ حکماً بخلاف لحاف، تکمہ اور فصد کی پٹی کے۔ غور وفکر کیجئے اھ یہ وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت)

مسئلہ ۳۵: از ریاست کوچ بہار ملک بنگال مدرسہ محسنیہ راجشاہیہ مرسلہ مولوی خلیل اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ مذکورہ ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

مخدوم ومکرم من زاد مجدکم بعد از السلام علیکم ملتمس ہوں کہ مرسلا گرامی بنابر طلب نمونہ پارچہ رینڈی پہنچ کر باعث سرفرازی ہوا حسب فرمائش عالی پارچہ مذکور کا کسی قدر نمونہ مرسل ہے میرا اپنا مسلک یہ ہے کہ پارچہ مذکورہ شرعاً مباح الاستعمال ہے اور میں نے یہ مسلک بہت تحقیق اور بڑی جستجو اور قال اقول کے بعد اختیار کیا ہے۔ حضرت مخدومنا وشیخنا ابوالحسنات مولانا محمد عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ تعالٰی کے حضور میں ایک بزرک کے ساتھ جو اباحت استعمال کے قائل تھے میرا زبانی مباحثہ ہوا میں مدعی حرمت کا تھا آخر محاکمہ مولانائے مغفور سے انھیں کا مدعا صحیح ثابت ہوا یہاں ایک بنگالی مولوی صاحب نے آج کل اس کے حرام ہونے کا بہت بڑا زور وشور سے ایک فتوٰی لکھا ہے بلکہ زہر اگلا ہے کہ مباح کہنے والے کو یکبارگی کافر بنادیا ہے **نعوذ باللہ!**

مخفی باد کہ وجہ حرمت جامہ رینڈی درایۃً وروایۃً ہیچک وجہ بر نمی آرد وآں از قسم حریر منصوص الحرمۃ فی القرآن والحدیث نیست چہ عندالتعمیق والتفتیش بوضوح می پیوندد کہ ماہیت حریر وثوب مسطور الصدر یکے نبود بلکہ فرقے درمیان می باشد غذائے کرم آبریشم برگ تودست	واضح رہے کہ رینڈی کپڑے کی حرمت کی کوئی وجہ عقلاً نقلاً دکھائی نہیں دیتی اور وہ ریشم کی اس قسم سے نہیں جس کی حرمت قرآن وحدیث میں صراحۃً موجود ہے کیونکہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ریشم اور مذکورہ کپڑے میں کوئی مماثلت نہیں بلکہ دونوں کے درمیان فرق ہے۔ اس لئے کہ ریشم کے کیڑے کی

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۷

کماقال النظام الگنجوی۔

کریمے کہ از تود واز برگ تود

زحلواو زار بریشم آورد سود

تو وہماں توت است اہل راجشاہی کہ منبت و مخزن ابریشم ست زراعت توت مے کنند و کرم ابریشم رامی خورانند ومی پرور ندچنانچہ ایں ہمہ بچشم سر دیدہ ام ومی بینم وغزائے کرم جامہ مذکور ورق بیدانجیرست کہ ہندی آں را ریندی ست وعلاوہ برآں وجہ حرمت حریر تفاخر وتنعّم وزینت و نفاست وتشبہ بالاکا سرہ والجبابرہ واخوت آن ست وایں ہمہ در حریر یافتہ شود نہ در ریندی و علی فرض المحال اگر آں جامہ از قسم ابریشم ہم باشد پس وجہ عدم حرمت آں ایں خواہد بود کہ مراد از حریر منصوص حریر جید باشد نہ ردی بحکم ضابطہ اصول المطلق ینصرف نظرا الی فردہ الکامل ھذا ماخطر ببالی الکسیر واللہ تعالٰی اعلم بحقائق الاشیاء نمقہ العبد المشتاق الی ربہ الجلیل ابواسمعیل محمد خلیل اللہ المدرس الاول فی المدرسۃ المحسنیۃ الراجشاھیۃ تجاوز اللہ عن ذنوبہ۔

خوراک توت کے پتے ہیں۔ جیسا کہ مولٰنا نظامی گنجوی نے فرمایا:

"وہ ایسا سخی ہے کہ توت اور اس کے پتوں سے اس نے حلوے اور ریشم کا فائدہ عنایت کیا"

"تود" وہی درخت توت ہے جو ریشم کی پیداوار کا ذریعہ ہے چنانچہ راجشاہی کے باشندے توت کی باقاعدہ کاشت کرتے ہیں اور ریشم پیدا کرنے والے کیڑوں کو بطور خوراک کھلاتے ہیں اور ان کیڑوں کی پرورش کرتے ہیں یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دیکھ رہاں ہوں اور مذکورہ کپڑے کیڑے کی خوارک بیدانجیر ہے کہ ہندی میں اس کو ریندی کہتے ہیں اس کے علاوہ ریشم کی وجہ حرمت، تفاخر، تنعّم، زیب وزینت نفاست اور اکاسرہ جبابرہ یعنی متکبر اور سرکش لوگوں سے مشابہت ہے (کہ وہ نرم و نازک مائل ونفیس ریشم کو برائے تکبرہ غرور اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھتے ہیں) اور یہ چیزیں توت کے اصل ریشے میں پائی جایت ہے نہ کہ ریندی میں لیکن اگر بفرض محال وہ کپڑا از قسم ریشم ہی ہو تو پھر اس کے حرام نہ ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ ریشم جس کی حرمت منصوص ہے اس سے اعلی وعمدہ ریشم مراد ہے کہ ردی اور گھٹیا۔ اور اہل اصول کے قاعدہ کے مطابق جب مطلق بولا جائے تو اس سے اس کا "فرد کامل" مراد ہوگا۔ پس یہ عدم حرمت کی چند وجوہات میرے شکستہ دل میں کھٹکتی تھیں جو بیان ہوئیں اللہ تعالٰی حقائق اشیاء کو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔ اس کو رب جلیل کا شوق رکھنے والے بندے نے لکھا جو ابواسمٰعیل محمد خلیل اللہ مدرس اول مدرسہ محسنیہ راجشاہیہ میں ہے اللہ تعالٰی اس کے گناہوں سے در گزر فرمائے۔ (ت)

باردوم: از حیدرآباد دکن محلّہ سلطانپور مرسلہ سید عبدالرزاق صاحب وکیل ہائی کورٹ وسیکرٹری اسٹیٹ نواب فخر الملک بہادر وزیر جوڈیشل وپولیس ڈیپارٹمنٹ

بدیں عبارت بعالی خدمت عالی جناب مولوی احمد خاں صاحب قبلہ جو نمونہ کپڑے کا پیش ہے کہاجاتا ہے یہ ٹسر ہے۔ ٹسر اور ریشم کی تعریف ذیل میں ہے:

ریشم: ریشم کے کیڑے پرورش کئے جاتے ہیں جب ان کے انڈے بچے ہو کر بڑے ہوتے ہیں تو پانی میں ان کو جوش دیا جاتا ہے جب وہ گھل جاتے ہیں توان سے تار نکالا جاتا ہے وہی ریشم ہے۔

ٹسر: ٹسر کے کیڑے اس ملک میں بھی ہوتے ہیں جیسے بیر کے درخت کے کیڑے۔ یہ مثل ریشم کے کیڑوں کے پرورش نہیں کئے جاتے بلکہ قدرتاایک بونڈی میں پرورش پاتے ہیں۔ جب وہ خود بخود ہونے کے بعد مرجاتے ہیں تو بونڈی سے تار نکال لئے جاتے ہیں وہی ٹسر ہے۔

ریشم کی چمک اور ملائمت ٹسر میں نہیں ہوتی۔ اور چنیا سلک عورتوں کے لباس کے کام میں نہیں آتا۔ اور یہ کپڑا مثل چھلواری کے متعدد بار دھل سکتا ہے اور چھلواری سے مضبوط ہوتا ہے۔ اکثر علماء ومشائخ اسے پہنتے ہیں۔ مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ میں بھی علماء و خطباء کو پہنتے دیکھا گیا، اب یہ شبہہ پیدا ہو رہا ہے کہ شرعا اس خاص کپڑے کا پہنا درست ہے یا نہیں؟ اور اس سے نماز جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ہم نے حریر، دیبا خز عھ، کے احکام صحیح بخاری ومسلم ومشکوٰۃ شریف وہدایہ وفتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں تفصیل سے دیکھے لیکن یہ تشفی نہیں ہوئی کہ یہ خاص کپڑا مشروع ہے یا نہیں؟ لہٰذا صرف اس قدر دریافت کرنا منظور ہے کہ یہ کپڑا جو اس کے ساتھ پیش ہے مشروع ہے اور اس سے نماز جائز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ آج کل اس کپڑے کا بہت رواج ہو رہا ہے اس لئے مسلمانوں کو شک وشبہہ سے بچانے کے لئے اس خاص کپڑے کے جواز یا عدم جواز کا فتوٰی ضرور ہے۔

الجواب:

اللھم لك الحمد، جو کپڑا فقیر نے دیکھا ہے اواس کے متعلق بیان سائل نظر سے گزرا، اس نے صورۃً وصفۃً حریر سے مشابہت نہ پائی۔ یہ بہت خشن کثیف، ردی، اکثر معمولی کپڑوں سے بھی گری حالت میں ہے اسے نعومت، ملاست، نظافت، ابراق، تزیین، وتکبر وتفاخر سے کچھ علاقہ نہیں۔ قیمت میں بھی سنا گیا ہے، کہ بہت ارزاں ہے۔ وہ کرم جس سے یہ پیدا ہوتا ہے مسموع ہوا کہ وہ دود القز کے علاوہ اور کیڑا ہے۔ اس کی غذا ورق فرصاد یعنی برگ توت ہے۔ اور اس کی ورق الخروع یعنی برگ بید انجیر جسے ہندی میں انڈی اور دیار بنگلہ میں رینڈی کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے یہ کپڑا وہاں انھیں ناموں

سے مسمّٰی ہے، اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرات ممنوع و معصیت ہے۔

قال اللہ تعالٰی "قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ "[1] وقال تعالٰی "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ "[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان لوگوں سے فرمادیں (یعنی دریافت کریں) کیااللہ تعالٰی نے تمھیں ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے یا تم ویسے ہی اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھ رہے ہو؟ (ت) ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ (لوگو!) تمھاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس سلسلے میں یہ نہ کہہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، یقیناجو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ (ت)

علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ والکراھۃ الذین لابدلھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل[3]۔	اللہ تعالٰی پر افتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اور کراہت ثابت کرے اس لئے کہ ان دونوں کے لئے دلیل ضروری ہے بلکہ احتیاط اس کو مباح کہتے ہیں اس لئے کہ یہی اشیاء میں اصل ہے۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

فی الھدایۃ من فصل الحداد ان الاباحۃ اصل انتھی ویظھر ھذا الاختلاف فی المسکوت عنہ ویتخرج علیھا ما اشکل حال فمنھا الحیوان المشکل امرہ	ہدایہ کی فصل حداد میں ہے کہ اباحت اصل ہے انتہی اور جس چیز سے سکوت ہے (یعنی مسکوت عنہ) میں یہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اباحت پر ان مسائل کی تخریج کی جاتی ہے۔ جن کا حال معلوم کرنا مشکل ہو،

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[3] ردالمحتار بحوالہ الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان کتاب الاشربہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹۶

والنبات المجهول وسیته[1]۔	پس ان میں سے ایک تو وہ حیوان ہے جس کا معاملہ مشتبہ ہو اور دوسرے وہ نامعلوم جڑی بوٹیاں ہیں اور ان کا زہریلا ہونا ہے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

قوله والنبات المجهول الخ یعلم منه شرب الدخان[2]۔	مصنف کا اندیشہ ہے والنبات المجہول الخ اس سے دھواں نوشی کا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الذی یظهر ان هذه الدودة ان کانت غیر مائیة المولد وکان لها دم سائل فهی نجسة ولا فطاهرة فلا یحکم نجاستها قبل العلم بحقیقتها[3]۔	وہ جو ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ان کیڑوں کی جائے پیدائش پانی نہیں اور ان میں بہنے والا خون ہے تو وہ ناپاک ہیں بصورت دیگر پاک ہیں لہٰذا ان کی حقیقت معلوم ہونے سے قبل ان پر نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ (ت)

ادعائے تحریم کے لئے لازم ہے کہ شرع سے خاص اس کپڑے کی حرمت پر دلیل قائم ہو یا ثبوت کافی دیا جائے کہ شرعاً حریر اس کپڑے کو کہتے ہیں کہ جو کیڑے کے لعاب سے بنایا جایا اگرچہ دودالقز کا غیر ہو اگرچہ اس میں کوئی وجہ تزئین وتفاخر وتشبہ بالجبابرۃ والاکاسرۃ کی نہ ہو وودونہما خرط القتاد (اور ان دو کے بغیر صرف کانٹوں پر ہاتھ پھیرنا ہے یعنی سوائے تکلیف کچھ حاصل نہیں۔ت) یہ ایک مثال ہے جو کسی کام کے غیر حصول کے لئے بیان کی جاتی ہے۔ مترجم) بالجملہ جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحت اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں،

قال الله تعالٰی "خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا"[4] والله سبحانه وتعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اللہ وہی ہے جس نے تمھارے لئے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے پیدا کیا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول قاعدہ ہل الاصل فی الاشیاء الاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۹۸۔ ۹۷

[2] غمز العیون الفن الاول قاعدہ ہل الاصل فی الاشیاء الاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۹۸

[3] ردالمحتار کتاب الطہارت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

مسئلہ ۳۶: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دستار کے شملہ کہاں تک رکھنا مسنون ہے۔اور کہاں تک رکھنا مباح اور کہاں تک رکھنا ممنوع وغیر مشروع حرام ہے۔اگر کسی شخص نے ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھادوسرے نے بولا ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھنا حرام ہے۔آیایہ کہنا بموجب شرع کے ہے یانہیں؟آیایہ قائل گنہگار ہوایانہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤاجر پاؤ۔ت)

الجواب:

شملے کی اقل مقدار چار انگشت ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ اور بعض نے نشستگاہ تک رخصت دی یعنی اس قدر کہ بیٹھنے سے موضع جلوس تک پہنچے،اور زیادہ راجح یہی ہے کہ نصف پشت سے زیادہ نہ ہو جس کی مقدار تقریباوہی ایک ہاتھ ہے۔حد سے زیادہ داخل اسراف ہے۔اور بہ نیت تکبر ہو تو حرام،یونہی نشست گاہ سے بھی نیچا مثلا رانوں یا زانوں تک یہ سخت شنیع و ممنوع، زاور بعض نے انسان بدوضع آوارہ رندوں کی وضع ہے۔ڈیڑھ ہاتھ کا شملہ اگر بہ نیت تکبر نہ ہو تو اسے حرام کہنا نہ چاہئے۔خصوصا اس حالت میں کہ بعض علماء نے موضع جلوس تک بھی اجازت دی مگر حرام کہنے والے کو گنہگار بھی نہ کہیں گے جبکہ اس نے حرام بمعنی عام یعنی ممنوع لیا ہو جو مکروہ تحریمی کو شامل ہے۔اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

اقل مقدارِ عذبہ چہار انگشت ست و تطویل آں متجاوز از نصف ظہر بدعت ست وداخل اسبال واسراف ممنوع واگر بطریق تکبر وخیلاء باشد حرام و الامکروہ مخالف سنت [1]۔	پگڑی کے شملہ کی کم سے کم مقدار چار انگلیوں کے برابر ہے اور شملے کو اتنا لمبارکھنا کہ آدھی پشت سے بھی آگے چلا جائے بدعت ہے کپڑا لٹکانے میں اسراف ہے جو ممنوع ہے۔اور اگر تکبر اور تفاخر کے طور پر ہو تو حرام ہے۔ورنہ مکروہ اور خلاف سنت ہے۔(ت)

دستوار اللباس میں ہے:

از فتاوٰی حجۃ وجامع آوردہ کہ الذنب ستۃ انواع للقاضی خمس وثلثون اصابع واللخطیب احدی وعشرون اصابع وللعالم سبع وعشرون اصابع وللمتعلم سبعۃ عشر اصبعاوللصوفی سبع اصابع وللعامی اربع اصابع [2]۔	فتاوٰی حجۃ اور جامع میں نقل کی گیا ہے کہ شملہ کی چھ اقسام ہیں: (۱) قاضی کے لئے ۳۵ انگشت کے بمقدار (۲) خطیب کے لئے بمقدار ۲۱ انگشت (۳) عالم کے لئے بمقدار ۲۷ انگشت (۴) متعلّم کے لئے بمقدار ۱۷ انگشت (۵) صوفی کے لئے بمقدار ۷ انگشت (۶) عام آدمی کے لئے بمقدار ۴ انگشت۔(ت)

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس فصل دوم مطبع نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۴۵

[2] دستور اللباس

شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:

قال فی خزانۃ الفتاوٰی والمستحب ارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط الظہر ومنہم من قال الی موضع الجلوس ومنہم من قدر بالشبر[1]۔	خزانۃ الفتاوٰی میں فرمایا: پگڑی کا شملہ دو کندھوں کے درمیان نصف پشت تک لٹکانا مستحب (موجب ثواب) ہے۔ اور بعض اہل علم نے فرمایا: سرین تک ہو جبکہ بعض نے اس کی مقدار صرف ایک بالشت بتائی ہے۔ (ت)

عین العلم میں ہے:

یرسل الذیل بین الکتفین الی قدر الشبر اوموضع القعود اونصف الظہور وھو وسط مرضی والکل مروی[2]۔	شملہ دو کندھوں کے درمیان ایک بالشت کی مقدار لٹکائے (اور چھوڑے) یا سرین تک ہو یا نصف پشت تک ہو اور یہ متوسط اور پسندیدہ طریقہ ہے اور یہ سب کچھ مروی ہے۔ (ت)

شرح علامہ علی قاری میں ہے:

الاول اشہر واکثر واظہر والکل قد جمعتہ فی رسالۃ مستقلۃ اھ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	پہلا قول اکثر ور زیادہ مشہور ہے اور زیادہ ظاہر ہے اور ان سب اقوال کو میں نے ایک مستقل رسالہ میں جمع کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۷: مسئولہ مولوی حکیم امجد علی صاحب ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ

زعفران اور کسم اگر دوسرے رنگوں میں تھوڑے شامل کردئے جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر تھوڑے ملائے کہ مستہلک ہوگئے اور ان کا رنگ نہ آیا تو حرج نہیں۔

اذلاحکم للمستھلك ویشیر الیہ کلام التنویر کسرہ لبس	جو چیز نیست ونابود ہوجائے تو اس کے لئے کوئی حکم نہیں۔ صاحب تنویر کا کلام اسی طرف

[1] شرح شرعۃ الاسلام فصل فی سنن اللباس مکتبہ الاسلامیہ کوئٹہ ص ۴-۲۸۳

[2] عین اعلم الباب السابع فی الاتباع فی المعیشۃ مطبع امرت پریس لاہور ص ۲۴۸

[3] شرح عین العلم لملا علی قاری (بین السطور) مطبع امرت پریس لاہور ص ۲۴۸

المعصفر والمزعفر الاحمر اوالاصفر للرجال [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اشارہ کرتا ہے معصفر اور زعفرانی سرخ اور زرد رنگ مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۸: نیا کپڑا یا جوتا استعمال کرنے پر کیا پڑھے اور کون سے روز استعمال کرے؟ درزی کو کون سے روز سلنے کو دے؟

الجواب:

بسم اللہ کہہ کر پہنے اور پہن کر پڑھے۔

الحمدللہ الذی کسانی ھذا و رزقنیہ من غیر حول منی ولاقوۃ [2]۔	سب تعریف اور ستائش اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری قوت وطاقت (بچاؤ و تحفظ کے بغیر مجھے اس کے پہننے کی توفیق بخشی) (ت)

اور کپڑے کے استعمال یا درزی کو دینے کے لئے کوئی خصوصیت نہیں، ہاں منگل کے دن کپڑا قطع نہ کیا جائے۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: "جو کپڑا منگل کے روز قطع کیا جائے وہ جلے یا ڈوبے یا چوری ہو جائے" **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۹: از کالج علی گڑھ کمرہ نمبر ۶ مرسلہ عبدالمجید خاں یوسف زری سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

زید انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ کو استعمال نہیں کرتا ہے مگر پتلون پہنتا ہے اور پتلون پر ترکی کوٹ پہنتا ہے یہ لباس درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

دربارہ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص و شعاریت کے مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صور میں کفر تک ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح [3]۔	افرنگیوں کا لباس صحیح قول کی بنا پر کفر ہے۔ (ت)

ہیٹ اسی قسم میں ہے اور پتلون قسم اول میں اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰

[2] عمل یوم واللیلۃ باب مایقول از ستجد ثوبا حدیث ۲۷۱ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد دکن ص ۷۴

[3] الحدیقہ الندیہ النوع الثامنن من الانواع الستین السخیریہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰

نہیں جبکہ اس ملک میں کفار یا فساق کی وضع ہو فان کل بلدۃ وعوائدھا (کیونکہ ہر شہر اور اس کے رہنے وال۔ت) خصوصا اس حالت میں کہ ترک نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانے سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوعا بلکہ جبراً، سلطان محمود خاں کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا اور ینگچری فوج نے اس پر مخالفت کی اور کشت وخون وقع ہوا بالآخر بمجبوری مانی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰: مسئولہ حافظ بنو علی صاحب از خاص ضلع بھنڈارہ محلّہ کھم تالاب متوسط ضلع ناگپور ۱۳ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ خام رنگ مثلا سرخ، سبز، نیلا، پیلا ایسے رنگ کے کپڑے پہن کر نماز جائز ہے یا ناجائز؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤاور اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

عورت کو ہر قسم کا رنگ جائز ہے جب تک اس میں کوئی نجاست نہ ہو، اور مرد کے لئے دو رنگوں کا استثناء ہے۔ معصفر ار مزعفر یعنی کسم اور کیسر، یہ دونوں مرد کو ناجائز ہیں اور خالص شوخ رنگ بھی اسے مناسب نہیں۔ حدیث میں ہے:

ایاکم والحمرۃ فانھا من زی الشیطان [1]۔	سرخ رنگ سے بچو اس لئے کہ وہ شیطانی صورت اور ہیئت ہے۔(ت)

باقی رنگ فی نفسہٖ جائز ہیں کچے ہوں یا پکے ہاں اگر کوئی کسی عارض کی وجہ ممانعت ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے جیسے ماتم کی وجہ سے سیاہ لباس پہننا حرام ہے۔ **کما فی الھندیۃ** [2] (جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ میں ہے۔ت) بلکہ ماتم کے لئے کسی قسم کی تغییر وضع حرام ہے کما فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ لعلی القاری (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح المشکوٰۃ میں ہے۔ت) ولہٰذا ایام محرم شریف میں سبز لباس جس طرح جاہلوں میں مروج ہے ناجائز وگناہ ہے۔ اور اودا یا نیلا یا آبی یا سیاہ اور بدتر واخبث ہے۔ کہ روافض کا شعار اور ان کی تشبہ ہے اس طرح ان ایام میں سرخ بھی ناصبی خبیث بہ نیت خوشی وشادی پہنتے ہیں یونہی ہولی کے دنوں میں چنریاں اور بسنت کے دنوں میں بسنتی کہ کفار ہنود کی رسم ہے **واللہ تعالٰی اعلم**۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۷ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۸ /۱۴۸، کنز العمال بحوالہ ابن جریر عثمان عن قتادہ حدیث ۴۱۱۷۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵ /۳۱۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۳۳

مسئلہ ۴۱: ز موضع میر پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ یوسف علی ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لباس مسنون کیا ہے اور روایت مشہورہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ تہبند ہی استعمال فرمایا اور قمیص بلا بٹن یعنی گھنڈی دار پہنی ہیں تو بھی مسنون ہوا اور جب یہ مسنون ہوا تو اگر کوئی شخص پائجامہ پہنے یا قمیص یا بٹن پہنے یا چپن لگائے یا کالر لگائے یہ سب خلاف سنت ہے۔ تو کیا وہ مخالف سنت کہلا یا جائے گا اور مثلاً آپ نے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نان جویں ہی تناول فرمائی ہیں او دعوت میں جیسی بھی تو کیا جو شخص اپنے مکان پر نان گندم کھائے اور نان جو نہ کھائے تو مخالفین سنت میں داخل ہوگا؟ **بینوا توجروا**

(بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

یہ سنن زوائد ہیں بہ نیت اتباع اجر ہے ورنہ:

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ"[1]	فرمادیجئے اللہ تعالٰی کی زیب وزینت کس نے حرام ٹھہرائی جو اس نے بندوں کے لیے نکالی (یعنی ظاہر فرمائی) اور ستھری روزی (ت)

ہاں یہ ضرور ہے کہ کفار یا بدمذہبوں یا فساق کی وضع نہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۲: از بریلی شہر کہنہ محلّہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ حافظ رحیم اللہ صاحب ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ شریف کے گز کا باندھا تھا جیسا کہ عرب شریف کے لوگ باندھتے ہیں۔ یہاں کے لوگ باندھتے ہیں اور حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہبند باندھا تھا کہ پائجامہ پہنا تھا۔ اور حضور کے کرتہ شریف میں گھنڈی لگی تھی یا بٹن اور کرتہ شریف میں چاک کھلے تھے یا نہیں؟ گھنڈی آپ کے کرتہ مبارک میں سامنے تھی یا ادھر ادھر؟

الجواب:

عمامہ میں سنت یہ ہے کہ ڈھائی گز سے کم نہ ہو نہ چھ گز سے زیادہ، اور اس کی بندش گنبد نما ہو جس طرح فقیر باندھتا ہے۔ عرب شریف کے لوگ جیسا کہ اب باندھتے ہیں طریقہ سنت نہیں اسے اعتجار کہتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

کہ بیچ میں سر کھلا ہے۔ اوراعتجار کو علماء نے مکروہ لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہبند باندھا اور پاجامہ خریدنا اور پاجامہ پہننے کی تعریف فرمانا ثابت ہے پہننا ثابت نہیں۔ کرتہ مبارک میں بٹن ثابت نہیں۔ چاک دونوں طرف تھے، صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث میں ہے:

وفرجیھامکفوفین بالدیباج [1]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کرتہ مبارک کے دونوں چاک ریشم سے سلے ہوئے تھے۔(ت)

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ مبارک وی بود چنانکہ احادیث بسیار برآں دلالت دارد [2]۔	آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کرتہ مبارک کا گریبان آپ کے مقدس سینے پر تھا جیسا کہ بہت سی حدیثیں (ارشادات صحابہ کرام) اس پر دلالت (اور راہنمائی کرتی ہیں۔ت)

اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ بود [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تحقیق یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کرتے مبارک کا گریبان سینہ اقدس پر تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۴۳: از برٹس گائناڈمرارا پترس حضال وبچ ایسٹ بنگ مسئولہ عبدالغفور بتاریخ ۲۴ صفر المظفر روز شنبہ ۱۳۳۴ھ

زرد رنگ کپڑا مرد کو پہننا کیسا ہے خصوصاً جو شخص اپنے کو عالم کہے اور پھر زرد کپڑا پہنتا ہو۔

الجواب:

زعفران کا رنگا ہوا کپڑا مرد پر حرام ہے۔ اور کسی طرح کا زرد رنگ حرام نہیں۔ ہاں اگر وہ کسی ایسی وضع مخصوص

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذھب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۹۰

[2] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ /۵۴۴

[3] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ /۵۴۴

پر ہے جس سے انگشت نمائی و شہرت ہو تو مطلقًا مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴: از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل سنی حنفی قادری رضوی ۱۴رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

رومال خالص ریشمی کپڑے کا مرد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

رومال سے مراد اگر ہاتھ میں لپینے کا ہے تو کرسکتا ہے اور گر اوڑنے کا ہے تو نہیں۔

مسئلہ ۴۵: از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مخمل اور کمخواب سوتی یا ریشمی کا استعمال مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس طرف اکثر مسلمان مخمل کی ٹوپی اور سدری وغیرہ پہنتے ہیں۔ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

کمخواب یا مخمل سوتی مرد کو جائز ہے اور ریشمی ناجائز؟ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۶و۴۷: مرسلہ مصاحب علی طالب علم ۱۴صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

(۱) عورت نے اپنے خاوند کو اپنے ساتھ لٹا کر اپنا لحاف ریشمی یا چادر ریشمی خاوند کو بھی اڑھادی تو کیا یہ استعمال ریشمی کپڑے کا بہ تبع عورت کے، مرد کو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مرد کو مخمل پہننا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب

(۱) ناجائز ہے اور اوڑھنے میں تبعیت کے کوئی معنی نہیں۔ دونوں مستقل ہیں۔ اور یہ تبعیت کی کوئی صورت نہیں کہ ملک عورت کی ہے یا بناء اس کے لئے ہاں ریشمی توشک پر لیٹنا امام کے نزدیک جائز ہے۔

(۲) ریشمی مخمل ناجائز سوتی جائز۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۸: از بنارس محلہ پرکنڈہ مسئولہ مولانا مولوی عبدالحمید صاحب ۱۰شعبان ۱۳۳۵ھ

عورات کو پائجامہ ٹخنا کھول کر پہننا چاہئے یا ڈھانک کر؟

الجواب:

عورات کے گٹے ستر عورت میں داخل ہیں غیر محرم کو ان کا دیکھنا حرام ہے۔ عورت کو حکم ہے کہ اس کے پائچے خوب نیچے ہوں کہ چلتے میں ساق یا گٹے کھلنے کا احتمال نہ رہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعضاء عورۃ الحورۃ الساقان مع الکعبین والثدیان الخ۔[1]	آزاد (شریف داری) عورت کا محل ستر (چھپانے کی جگہ) ٹخنوں سمیت دو پنڈلیاں اور دو چھاتیاں ہیں۔(ت)

مالک وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ ام المومنین ام سلمہ اور ترمذی ونسائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

حدیث ام المومنین انہا قالت لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین ذکر الازار فالمرأۃ یارسول اللہ قال ترخی شبرا قالت اذن تنکشف عنا قال فذراع لاتزید علیہ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ سیدہ ام سلمہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی حدیث ہے کہ انھوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ جبکہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہبند کا ذکر فرمایا یارسول اللہ! عورت کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ بالشت بھر (اپنا تہبند) لٹکائے رکھے، عرض کی: پھر اس کا پاؤں برہنہ ہوگا۔ارشاد فرمایا: ایک ہاتھ چھوڑ دے (یعنی لٹکائے) لیکن اس سے زیادہ تو نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹: از موضع گھورٹی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع ندیاں مرسلہ نذیر احمد صاحب ۶ جمادی الاولٰی

لباس مسنون مرمردان وزنان چیست وخلافش مثلا شیروانی و چپکن واچکن وکوٹ انگریزی وفارسی وپاجامہ انگریزی و دھوتی وہ گزری وکلاہ ترکی و انگریزی وغیرہ از لباس مردان وبڈی ہندواں کہ طولش تاکمر وبدن دچسپاں بود وشامیز کہ پیراہن درازست زیر ساڑی دہ گزی می پوشدہ وساڑی دہ زراع وغیرہ از لباس زنان رواست	مردوں اور عورتوں کے لئے کون سا لباس سنت ہے اور اس کے مخالف کون سا لباس ہے۔مثلاً شیروانی، چپکن، اچکن، کوٹ انگریزی اور فارسی، پاجامہ انگریزی، دس گز دھوتی، ترکی اور انگریزی ٹوپی وغیرہ جو مردوں کا لباس ہے اور ہندوؤں کی "بڈی" کہ جس کی درازی کمر تک ہوتی ہے اور وہ جسم سے پیوستہ ہوا کرتی ہے۔اور "شامیز"

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب شروط الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۷۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الذیل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۲، سنن النسائی کتاب الزینۃ باب ماجاء فی ذیول النساء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۸، جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی ذیول النساء امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۶، سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب ذیل المرأۃ اکم یکون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴

یا نہ؟	کہ لمبا پیراہن ہے جو ساڑھی کے نیچے دس گز کا پہنتے ہیں۔اور ساڑھی کی مقدار دس ہاتھ وغیرہ ہوتی ہے۔یہ عورتوں کا لباس ہے۔کیا یہ دونوں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب:

کلیہ در لباس آنست کہ دردے رعایت سہ امرے باید کردیکے اصل اوحلال باشد ہمچو لباس ریشمیں یازری یا رنگین معصر و زعفران کہ مرد رامطلقاً روانیست دوم رعایت ستر آنچہ کہ متعلق بستر است چنانچہ مرد رازیر جامہ وزنان آزاد راازسرتاپا ہمہ لباس پیش اجانب وآنچہ پشت وشکم ازناف تا زیر زانوپوشد پیش محارم واگر تنہا پیش شوھر خودست حاجت ہیچ ستر ندارد الا حیاء۔وازفروع اینہم ست کہ لباس بموضع ستر آنچناں چسپیدہ کہ ہیأت آن عضو رانماید **کماذکرہ فی ردالمحتار حققناہ فی ما علقناہ علیہ**۔سوم لحاظ وضع کہ نہ زی کفار باشد نہ طرق وفساق وایں بردو گونہ است یکے آنکہ شعار مذہب ایشان باشد ہمچوں زنار ہنود وکلاہ مخصوص نصارٰی کہ ہیٹ نامند بس اینہا کفر بودواگر شعار مذہب نیست از خصوصیات قوم آنہا آنست ممنوع وناروا باشد حدیث صحیح **من تشبہ بقوم فھو منھم**[1]	قاعدہ کلیہ لباس پہننے میں یہ ہے کہ اس میں تین امور کی رعایت کرنی چاہئے ایک یہ کہ اصل میں اس کا استعمال کرنا جائز ہو مثلا جیسے ریشمی یا سنہری لباس۔یا سرخ یا زرد، زعفرانی رنگ کا لباس کہ علی الاطلاق مرد کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔(دوسری بات) ستر کی رعایت ہو اس لباس میں کہ جس کا ستر سے تعلق ہے۔جیسے مرد کے لئے زیر جامہ۔اور آزاد عورتیں سرے سے لے کر پاؤں تک غیر محرم (اجنبی) مردوں کے سامنے مکمل لباس پہنے ہوں۔البتہ محرم مردوں کے روبرو، پشت اور ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک پردہ پوش ہوں۔ہاں اگر تنہا شوہر کے پاس ہو تو پھر اہتمام ستر کی کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر شرم وحیاء مانع ہو تو الگ بات ہے۔اور اس کے ذیلی پہلوؤں میں سے یہ بھی ہے کہ لباس محل ستر پر کچھ اس طرح چسپاں ہو کہ اس عضو کی ہئیت نہ دکھائی دے۔جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ذکر فرمایا اور میں نے اس کے حواشی میں اس کی تحقیق کردی۔(تیسری بات) لباس کی وضع کا لحاظ رکھا جائے کہ کافروں کی شکل و

[1] سنن ابی داوٗد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۰۳

در صورت اولیٰ محمول برظاہر خود ست دور ثانیہ بر زجر و تہدید **ودر ثانیہ** امر باختلاف ممالک ومراسم مختلف شود مثلا دربنگالہ ساڑی عام ست مر زنان مسلمات ومشرکات راپس از باب تشبہ نباشد اچکن وچپکن وشیروانی ازتراشہائے جدیدہ است وجدت درعادت ممنوع نیست تامشتمل بر ممنوع شرعی نباشد دررنگ ملبوس مرداں کہ انگرکھا نامند نوپیدا ست فاما منع شرعی باخود ندارد مگر آنگاہ کہ چاک پردہ اش جانب راست باشد کہ بوجہ مشابہت ہنود حرام ست کوٹ انگریزی ممنوع ست وکوٹ فارسی ندیدہ ام واگر خصوصیت بقوم کفرہ یافسقہ دارد نیز ممنوع ست ہمچناں زیر جامہ انگریزی کہ پتلون نامند اگر مانع سجود باشد خود کبیرہ مردود باشد ورنہ بوجہ مشابہت ممنوع بود لباس مسنون ازارست یعنی تہبند وایں دھوتی بدوجہ ممنوع ست یکے لباس ہنود، دوم اسراف بے سود کہ بجائے دہ گز سہ چار گز کافی بود، کلاہ ترکی ابتدائے اودر نیچریاں شد آناں رابہرہ از اسلام نیست اگر ہم چناں می ماند دریں ممالک حکم جوازش نبودی کہ ایں جاترکان نیند بیدیناں باوعاوی اند مگر حالا مشاہدہ است کہ دربسیارے از مسلمانان نیزایں تپ سرخ سرایت کردہ پس شعار نیچریت نماند اہل علم وتقوی را از واحتراز باید کہ تاحال وضع علماء

صورت اور فاسقوں کے طرز و طریقے پر نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ ان کا مذہبی شعار ہو جیسے ہندوؤں کا زنار اور عیسائیوں کی خصوصی ٹوپی کہ "ہیٹ" کہتے ہیں۔ پس ان کا استعمال کفر ہے۔ اور اگر ان کے مذہب کا شعار تو نہیں لیکن ان کی قوم کا خصوصی لباس ہے تو اس صورت میں بھی اس کا استعمال ممنوع (ناجائز ہے) چنانچہ حدیث صحیح میں فرمایا: جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں شمار ہے۔ **پس پہلی دوسری** صورت میں یہ اپنے ظاہر پر محول ہے لیکن دوسری صورت میں ڈانٹ ڈپٹ اور ڈراوے پر محمول ہے۔ اور امر ثانی میں اختلاف ممالک اور مراسم کی بناء پر مختلف ہو جاتا ہے۔ مثلا بنگلہ دیش میں ساڑھی ایک عام لباس ہے جو میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کی شامل ہیں (لہذا اس میں کسی ایک کی کوئی خصوصیت نہیں) لہذا اس اس حالت میں از قبیل تشبہ نہیں۔ اچکن، چپکن اور شیروانی یہ ایک جدید (نیا) لباس ہے۔ اور عادۃ "جدت" ممنوع نہیں۔ بشرطیکہ کسی ممنوع شرعی میں شامل نہ ہو، نیز شکل مردانہ لباس کہ جس کو "انگرکھا" کہتے ہیں یہ بھی ایک جدید پیداوار ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ اپنے اندر ممانعت شرعی نہیں رکھتا۔ مگر جبکہ اس کے پردے کا چاک دائیں طرف ہو تو پھر ہندوؤں کی مشابہت کی وجہ سے حرام ہے۔ اور کوٹ انگریزی پہننا منع

وصلحاء شدہ است ہمچناں حال شیر وانی کہ کہ اگرچہ عوام را ازہر دو ممانعت برآمد خواص را از واحتراز باید، وبڈی وشامیز، معلوم نشد چیست بہمہ کلیہ کہ بالاگفتہ ایم رجوع باید کرد اگر وضع مخصوص کفار یا فساق ست احتراز لازم ست و نکتہ دیگر یاد باید داشت کہ در ملک وشہر خود ہرچہ وضع مسلماناں باشد اور اترک گفتن ووضع دیگر کہ موجب شہرت و انگشت نمائی باشد اختیار کردن نیز مکروہ ست علماء فرمودہ اند **الخروج عن عادۃ البلد شہرۃ ومکروہ** [1]، لباس مسنون مرزناں و مرداں راچادر وتہبند وجبہ و قمیص بود وسراویل یعنی زیر جامہ نیز کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگرچہ نپوشید، پوشندگان را ستود وخریدن خود ثابت ست زنے در راہ می گزشت پایش لغزیش برفتاد سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روئے ازاں سو گردانید حاضران عرضہ داشتند کہ او زیر جامہ دارد فرمود **اللھم اغفر للتمسرولات** [2] الٰہی زنان زیر جامہ پوش رامغفرت کن مرداں رافرمودی کہ ازار تانیم ساق دارند کعبین راز نہار نپوشند زنان را یک وجب فروہشتن رخصت دارد عرضہ کردند اذًا ینکشفن یا رسول اللہ ایں گاہ در مشی وغیرہ احتمال انکشاف ست فرمود یک زراع وبیش ازیں [3] نے نیز از

ہے۔اور کوٹ فارسی میں نے نہیں دیکھا،اگر کافروں یا فاسقوں سے کوئی خصوصیت رکھتا ہو تو پھر اس کا استعمال بھی ناجائز ہے۔اور اسی طرح زیر جامہ انگریزی کہ جس کو "پتلون" کہتے ہیں اگر سجدہ کرنے میں رکاوٹ پیدا کرے تو پھر گناہ کبیرہ قابل رد ہے۔ورنہ (کمتر یہ ہے) کہ بوجہ مشابہت ممنوع ہے۔لباس مسنون ازار یعنی تہبند ہے۔اور دھوتی دو وجوہ کی بناء پر ممنوع قابل ترک ہے اور ایک اس لئے کہ ہندوؤں کا لباس ہے۔دوسری وجہ بے فائدہ اسراف (فضول خرچہ) ہے۔کیونکہ دس گز کی بجائے صرف چار گز ہی کافی ہے۔ترکی ٹوپی کہ اس کی ابتداء نیچریوں سے ہوئی اور ان کا اسلام میں وئی حصہ نہیں۔اگر یہی حالت رہتی تو ان ممالک میں اس کا جواز نہ ہوتا کیونکہ یہاں کوئی ترکی نہیں۔صرف بے دین اس کے استعمال کی عادت رکھتے ہیں۔لیکن اب دیکھنے میں آیا ہے(اور یہ مشاہدہ ہوا ہے) کہ بہت سے مسلمانوں میں بھی یہ سرخ بخار سرایت کرگیا ہے۔لہٰذا اب نیچریت کا شعار نہیں رہا پس اہل علم اور اصحاب تقوی کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے یہاں تک کہ علماء اور صلحاء کا معمول ہوجائے اسی طرح شیروانی کہ اگرچہ عوام کو دونوں سے ممانعت نہیں لیکن خاص لوگوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔بڈی اور شامیز کے متعلق معلوم نہ ہوسکا کہ یہ دونوں

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقہ محمدیہ الصنف التاسع تمتۃ الاصناف الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۸۲

[2] کنز العمال بحوالہ البزار، عقد، عد، ق فی الادب وغیرہ حدیث ۲۱۸۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۴۶۳

[3] سنن ابی داؤد ۲/ ۲۱۲ وسنن النسائی ۲/ ۲۹۸ و سنن ابن ماجہ ص ۲۶۴ و جامع الترمذی ۱/ ۲۰۶

لباس زنان خمار بود کہ باوسرمی پوشیدند ونطاق کہ بر کمر بالائے ازرامی بستند، واللہ تعالٰی اعلم۔	کیا چیز ہیں۔ لیکن اسی ضابطہ کلیہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ جس کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں، اگر کافروں یا فاسقوں کی وضع ہو تو پرہیز کرے۔

(یہاں) ایک اور نکتہ یادر رکھنا چاہئے کہ اپنے ملک اور شہر میں عام مسلمانوں کی جو وضع اور طرز وطریقہ ہو اسے چھوڑ دینا اور دوسری وضع جو تشہیر اور انگشت نمائی کا سبب ہے اسے اختیار کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں اپنے شہر کی عادت اور طریقہ کار سے باہر ہوجانا وجہ شہرت اور مکروہ ہے۔ پس مردوں اور عورتوں کا مسنون لباس چادر، تہبند، جبہ، کرتہ ہے۔ شلوار یعنی زیر جامہ، اگرچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے نہیں پہنا لیکن پہننے والوں کی تعریف فرمائی اور آپ کا اسے خرید نا ثابت ہے۔ ایک عورت راہ سے گزر رہی تھی کہ اس کا پاؤں پھسلا اور گرگئی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس طرف سے اپنا منہ پھیر لیا چنانچہ حاضرین نے عرض کی کہ یہ عورت شلوار پہنے ہوئی تھی۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "اے اللہ! شلوار پہننے والی عورتوں کو بخش دے" اور مردوں کو حکم دیا کہ تہبند نصف پنڈلی تک رکھیں اور ٹخنوں کو کبھی نہ ڈھانپیں، اور عورتوں کو "ازار" ایک بالشت چھوڑنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے عرض کی۔ یارسول اللہ (علیک الصلوۃ والسلام) پھر تو برہنہ ہوجائیں گی، یعنی اے اللہ کے رسول: پھر تو ان کے چلنے میں برہنگی کا امکان ہے، ارشاد فرمایا: اچھا ایک ہاتھ لٹکا رکھیں لیکن اس سے زیادہ نہ ہو۔ اور عورتوں کے لباس میں دوپٹہ (خمار) بھی ہے کہ اس سے سرڈھانپتی ہیں اور تسمہ (نطاق) جو کمر پھر تہبند کے اوپر باندھتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰: از اردہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

ایسا لباس پہننا جس سے فرق کافر مسلمان کا نہ رہے شرعا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب:

حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[1]۔	جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔ (ت)

بلکہ اس میں بہت صورتیں کفر ہیں۔ جیسے زنار باندھنا۔ بلکہ شرح الدرر للعلامۃ عبدالغنی النابلسی بن اسمٰعیل رحمہما اللہ تعالٰی میں ہے:

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۰۳

لبس زی الافرج کفر علی الصحیح [1]۔	یعنی صحیح مذہب یہ ہے کہ فرنگیوں کی وضع پہننا کفر ہے۔(ت)

فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

امرأۃ شدت علی وسطھا حبلا وقالت ھذا زنار تکفر [2]۔	کسی عورت نے اپنی کمر میں رسی باندھی اور کہا یہ جنیو ہے کافرہ ہوگئی۔(ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۱: از حبیب گنج ضلع علیگڑھ مرسلہ روح اللہ منشی ریاست ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ معمولی جاپانی اور ولایتی کپڑے سلک کے بنے ہوئے جس میں کچھ بے چمک اور کچھ مختلف چمکدار ہوتے ہیں کچھ نرم ہوتے کچھ نہیں ہوتے حریر میں داخل ہیں اور ان کا استعمال مردوزن کو ناجائز ہے یا نہیں؟ ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

سلک کو بعض نے کہا کہ انگریزی میں ریشم کا نام ہے۔ اگر ایسا ہو بھی تو اعتبار حقیقت کا ہے نہ کہ مجرد نام کا، بربنائے تشبیہ بھی ہوتا ہے جیسے ریگ ماہی مچھلی نہیں۔ جرمن سلور، چاندی نہیں۔ جو کپڑے رام بانس یا کسی چھال وغیرہ چیز غیر ریشم کے ہوں اگرچہ صناعی سے ان کو کتنا ہی نرم اور چمکیلا کیا ہو مرد کو حلال ہیں اور اگر خالص ریشم کے ہوں یا بانا ریشم ہو اگرچہ تانا کچھ ہو تو حرام ہے۔ یہ امر ان کپڑوں کو دیکھ کر یا ان کا تار جلا کر واقفین سے تحقیق کرکے معلوم ہوسکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۲: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مخمل کا کپڑا مرد کے لئے پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جس مخمل پر ریشم کا رواں پورا اچھا ہوا ہوتا ہے اس کا پہننا مرد کو جائز نہیں ورنہ جائز ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۳: از احمد آباد گجرات پانچ پیلی مرسلہ حکیم انور حسین صاحب صفدری ۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

علمائے کرام اہلسنت وجماعت ادام اللہ فضلہم کا اس بات میں کیا ارشاد ہے کہ سرخ اور

---

[1] الحدیقہ الندیہ النوع التاسع مع انواع الستین السخریۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰

[2] خلاصہ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس السادس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۷

زرد (پیلا) رنگ کا کپڑا پہننا مرد کا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے نماز درست ہے نہیں؟ اگر پہننا مکروہ ہے تو اس میں کراہیت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ بعض احادیث سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سرخ جبہ زیب تن فرمانا ثابت اور زرد ملبوس رنگنا ظاہر۔ مثلاً:

عن جابر بن سمرة قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی لیلة مقمرة اضحیان فجعلت انظر الیہ والی القمر وعلیہ حلة حمراء فاذا ھو احسن عندی من القمر۔ رواہ الدارمی والترمذی [1]۔	حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو (ایک دفعہ) چاندنی روشن رات میں دیکھا تو پھر آپ کو اور چاند کو مسلسل دیکھنے لگا اور آپ اس وقت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے (پھر آخر میں نے یہ نتیجہ نکالا) کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین ہیں (یعنی آسمانی چاند سے مدنی چاند کا حسن بڑھا ہوا ہے) اس کو دارمی اور ترمذی نے روایت کیا (ت)

[کسی نے کیا خوب فرمایا: ؎

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں ان کے چہرے کو
میں ان کے نقش پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں مترجم]

نیز:

عن جابر بن عبداللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یلبس بردة الاحمر فی العیدین والجمعة [2] (مواہب) وعن یحیی بن عبداللہ بن مالك قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصبغ بالورس والزعفران ثیابہ حتی عمامتہ (ابوداؤد) [3]۔	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دونوں عیدوں اور روز جمعہ سرخ جوڑا پہنا کرتے تھے۔ (مواھب اللدنیہ) اور حضرت یحیٰی بن عبداللہ بن مالک سے روایت ہے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسم اور زعفران (یعنی سرخ اور زرد رنگ) سے اپنے کپڑے یہاں تک کہ اپنی دستار مبارک بھی رنگین

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی الرخصة فی لبس الحمرة الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۴

[2] المواھب اللدنیہ النوع الثانی فی اللباس باب لبس الثواب الاحمر المکتبة الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۵

[3] المواھب اللدنیہ بحوالہ ابی داؤد النوع الثانی فی اللباس باب لبس الثواب الاحمر المکتبة الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۵

کرتے تھے (ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے)۔(ت)

اور بعض احادیث سے اس کی نہی پیدا و ہویدا۔ مثلاً

عن ابن عمر قال رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علیّ ثوبین معصفرین فقال ان هذا لباس الکفار فلا تلبسها (مسلم[1]) ومعلوم ان ذلك یصبغ صباغا احمر (مواهب[2]) وفی الصحیح انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نهی عن التزعفر[3]۔	حضرت عبداللہ بن عمر (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) سے روایت ہے کہ فرمایا: آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میرے جسم پر "کسم" کے رنگ سے رنگے ہوئے دو کپڑے ملاحظہ فرمائے تو ارشاد فرمایا: یہ کافروں کا لباس ہے لہٰذا اسے نہ پہنو (مسلم) اور یہ معلوم ہی ہے کہ وہ سرخ رنگ سے رنگین کئے ہوئے تھے (مواہب لدنیہ)۔ اور صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زعفرانی (زرد) رنگ سے رنگین کئے ہوئے کپڑوں سے منع فرمایا (یعنی اس رنگ سے رنگین کئے ہوئے کپڑے مت استعمال کرو)۔(ت)

معصفر و مزعفر کی کیا تشریح ہے؟ موجودہ ولایتی پختہ و خام الوان بھی معصفر و مزعفر کے حکم میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب:

کسم کا رنگا ہوا سرخ اور کیسر کا زرد جنھیں معصفر و مزعفر کہتے ہیں مرد کو پہننا ناجائز و ممنوع ہے اور ان سے نماز مکروہ تحریمی۔ اور ان کے سوا اور رنگ کا زرد بلا کراہت مباح خالص ہے۔ خصوصاً زرد جوتا مورث سرور و فرحت۔

قال سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما واستند بقوله تعالٰی صفراء فاقع لونها تسر النظرین[4]۔	چنانچہ زرد جوتے کے متعلق سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ارشاد فرمایا اور اللہ تعالٰی کے اس قول "اس گائے کا رنگ خالص زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے" سے استدلال فرمایا۔(ت)

---

[1] المواهب اللدنیه النوع الثانی اللباس باب لبس الثواب الاحمر الکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۴، صحیح مسلم کتاب اللباس باب نهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۳

[2] المواهب اللدنیه النوع الثانی فی اللباس باب لبس الثوب الاحمر المکتب االاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۴

[3] صحیح مسلم کتاب اللباس باب نهی الرجل عن التزعفر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۸

[4] القرآن الکریم ۲/ ۶۹

اور خالص سرخ غیر معصفر اضطراب اقوال ہے اور صحیح و معتمد جواز بلکہ علامہ حسن شرنبلالی نے فرمایا: اس کا پہننا مستحب۔ حق یہ کہ احادیث نہی سرخ معصفر کے بارے میں ہیں جیسے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما مذکور سوال اور احادیث جواز سرخ غیر معصفر میں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سرخ جوڑا پہننا بیان جواز کے لئے ہے۔ منتخب الفتاوٰی میں ہے:

قال صاحب الروضۃ یجوز للرجال والنساء لبس الثواب الاحمر والاخضر بلاکراھۃ[1]۔	مصنف روضہ نے فرمایا: مردوں اور عورتوں کے لئے سرخ اور سبز کپڑا پہننا بغیر کراہت جائز ہے۔ (ت)

حاوی میں متعدد کتب سے نقل کیا:

یکرہ للرجال لبس المعصفر والمزعفر و المورس والمحمر ای الاحمر حریرا کان او غیرہ اذا کان فی صبغہ دم والافلا[2]۔	"معصر" (کسم کے رنگ سرخ کیا ہوا) اور "مزعفر" (زرد و زعفرانی رنگ) "مورس" (ورس سے رنگا ہوا) اور ویسے سرخ کپڑا خواہ ریشمی ہو یا نہ ہو جبکہ اس کے رنگ کرنے میں خون کی امیزش ہو، مردوں کے لئے ان سب کا استعمال کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر خون کی امیزش نہ ہو تو پھر کراہت نہیں۔ (ت)

مجمع الفتاوٰی میں ہے:

لوصبغ بالشجر البقم لایکرہ ولو صبغ بقشر الجوز عسلیا لایکرہ اجماعا[3]۔	اگر کپڑا درخت "بقم" سے رنگ لیا تو اس کا استعمال مکروہ نہیں۔ نیز اگر اخروٹ کے چھلکے سے شہد جیسی رنگ کرلی تو بالاتفاق مکروہ نہیں۔ (ت)

تحفۃ الاکمل علامہ حنس شرنبلالی میں جواز کی نقول کثیرہ لکھ کر فرمایا:

وجدنا نص الامام الاعظم علی الجواز ودلیلا قاطعا علی الاباحۃ وھو اطلاق الامر باخذ الزینۃ و وجدنا فی الصحیحین	حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ سے ہم نے جواز کی تصریح پائی اور اباحت پر ایک دلیل قاطع، اور زیب وزینت اختیار کرنے کے بارے میں ایک "مطلق امر" ہے (یعنی بغیر کسی قید اور پابند کرکے علی وجہ الاطلاق

---

[1] ردالمحتار بحوالہ منتخب الفتاوی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۸

[2] ردالمحتار بحوالہ الحاوی الزاھدی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۸

[3] ردالمحتار بحوالہ مجمع الفتاوی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۸

علی اوجه الاطلاق موجبه وبه تنتفی الحرمة والکراهة بل یثبت الاستحباب اقتداء بالنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم[1]۔	زیبائش کا حکم دیا گیا) اور بخاری ومسلم میں ہم نے اس کا موجب (سبب) پالیا۔ لہٰذا اس سے حرمت اور کراہت ختم (منتفی) ہو گئی۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقتداء (پیروی) کرتے ہوئے استحباب ثابت ہوگیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

هذاالنقول مع ماذکره عن المجتبٰی و القهستانی وشرح ابی المکارم تعارض القول بکراهة التحریم ان لم یدع التوفیق محمل التحریم علی المصبوغ بالنجس اونحو ذلک۔[2]	یہ متعدد نقول بشمول ان اقوال جو المجتبٰی قہستانی اور شرح ابی المکارم میں مذکور ہیں کراہت تحریمی کے معارض اور متصادم ہیں جبکہ دونوں میں اس طرح موافقت اور مطابقت نہ پیدا کی جائے کہ قول بالحرمۃ کا مبنٰی اور محل یہ ہے کہ رنگ کرنے میں نجاست یا اس جیسی کسی ممنوع اور ناپاک چیز کی ملاوٹ ہو اور اگر یہ نہ ہو پھر قول بالجواز ہے۔ (یعنی دونوں قولوں میں درحقیقت کوئی تعارض نہیں)۔ (ت)

بایں ہمہ انصاف یہ کہ شدت اختلاف کے باعث احتراز اولٰی اور اعتراض بے جا، عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الامام الغزالی فی الاحیاء فی شروط المنکر ان یکون کونه منکرا معلوما بغیر اجتهاد فکل ما ھو فی محل الاجتهاد فلا حسبته فیه[3]۔ والله تعالٰی اعلم۔	حجۃ الاسلام امام غزالی نے "احیاء علوم الدین" میں ارشاد فرمایا: منکر کی شرائط میں یہ ہے کہ اس کا منکر ہونا بغیر اجتہاد معلوم ہو پھر جو محل اجتہاد میں ہو۔ میں اس کو منکر گمان نہیں کرتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۴: عین الیقین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلّہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ مسنونہ دستار باندھنے کا کیا ہے دہنی طرف سے یا بائیں طرف سے اور کس طرف سے شروع کرنا کیسا ہے؟ مع دلیل۔

---

[1] ردالمحتار بحوالہ تحفۃ الاکمل کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۸

[2] ردالمحتار بحوالہ تحفۃ الاکمل کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۲۸

[3] الحدیقۃ الندیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱ /۱۵۷

الجواب:

حدیث میں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب التیامن فی کل شیئ حتی فی تنعلہ [1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر بات میں دہنی طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے یہاں تک کہ جوتا پہننے میں۔

لہٰذا مناسب یہ ہے کہ عمامہ کا پہلا پیچ سر کی دہنی جانب جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۵: از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئولہ مولوی محمد ثناء اللہ صاحب طالب علم ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ مسنونہ دستار باندھنے کا کیا دہنے سے یا بائیں طرف سے۔ اور کس طرف سے شروع کرنا چاہئے؟

الجواب:

دہنی جانب پہلا پیچ لے جائیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب التیامن فی کل شیئ حتی فی تنعلہ [2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر کام میں دائیں طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے یہاں تک کہ جوتا پہننے میں بھی (ت)

مسئلہ ۵۶: از پبی ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور مدرسہ قادریہ محمودیہ مسجد چھنگری مسئولہ مولٰنا مولوی حمد اللہ صاحب قادری محمودی ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعض صوفیہ بے علم شملہ ثانیہ کو بدعت سیئہ کہتے ہیں۔ فقیر کے تلمیذ مولوی اسرار محمد کا بیان ہے کہ یہ جو بعض لوگ جزء اخیر دستار کو بالائے دستار کشادہ رکھتے ہیں جائز ہے کہ دلیل امتناع موجود نہیں تو اصل اباحت پر باقی ہے۔ یہ اصول فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ فقیر نے اپنے تلمیذ کی تائید کی۔ اس بارے میں فیصلہ مفصلہ تحریر فرمائیں۔ **والسلام**

الجواب:

حدیث سے میرے خیال میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو شملے چھوڑے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۲، اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ کیفیۃ الوضوء دارالفکر بیروت ۲/ ۳۶۱، مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۰۲

[2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۲، اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ کیفیۃ الوضوء دارالفکر بیروت ۲/ ۳۶۱، مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۰۲

خیال ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سر پر دست اقدس سے عمامہ باندھا اور دو شملے چھوڑے۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سر پر اپنے دست انور سے عمامہ باندھنا اور آگے پیچھے دو شملے چھوڑنا سنن ابی داؤد [1] میں ہے۔ تو یہ سنت ہوا نہ کہ **معاذاللہ** بدعت سیئہ۔ فقیر اسی سنت کے اتباع سے بارہا دو شملے رکھتا ہے۔ مگر شملہ ایک بالشت سے کم نہ ہونا چاہئے۔ یہ جو بعض لوگ طرہ کے طور پر چند انگل اونچا سر پر چھوڑتے ہیں اس کا ثبوت میری نظر میں نہیں۔ نہ کہیں ممانعت۔ تو اباحت اصلیہ پر ہے۔ مگر اس حالت میں کہ یہ کسی شہر میں آوارہ و فساق لوگوں کی وضع ہو تو اس عارض کے سبب اس سے احتراز ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔ والسلام۔**

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب العمائم آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۰۸

دیکھنا اور چھونا

پردہ، حجاب، ستر عورت، زناء، مُشت زنی، دیوثی، خلوت اور بلوغ وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۵۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جیسا کہ مرد کے واسطے غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے ویسا ہی عورت کو غیر مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔ یا کچھ فرق ہے۔؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

دونوں صورتوں کا ایک حکم کچھ فرق نہیں۔

فان نظر کل الی عورته الاخر محرم قطعا وکذا الی غیر العورة ان لم یؤمن الشهوة هو الصحیح فی الفصلین ودرمختار [1] عن التاتارخانیه عن المضمرات اما عند الامن فالمنع لخوف الافتتان لفساد الزمان وفیه ایضًا	کیونکہ ہر ایک کا دوسرے کی عورت (یعنی مقام ستر) کو دیکھنا قطعی حرام ہے اور اسی طرح غیر جائے ستر کو دیکھنا بھی حرام ہے جبکہ شہوت سے امن نہ ہو، دونوں صورتوں میں یہی صحیح ہے۔ درمختار میں تاتارخانیہ سے بحوالہ الضمرات ہے اگر شہوت کا خطرہ نہ ہو تو پھر فتنہ کی وجہ سے ممانعت ہے۔ اور یہ فساد زمانہ کی وجہ سے ہے۔

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲ / ۲۴۲

یتفق الفصلان فافھم واللہ تعالٰی اعلم۔	اور اسی میں یہ بھی ہے کہ دونوں صورتیں برابر ہیں لہٰذا اس کو سمجھ لیجئے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۵۸: از گلگت چھاؤنی جو ئنال مرسل سید محمد یوسف علی صاحب شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کہ زلخ لگانے کا اللہ پاک کیا گناہ فرماتا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

یہ فعل ناپاک حرام وناجائز ہے اللہ جل وعلا نے اس حاجت کے پورا کرنے کو صرف زوجہ وکنیز شرعی بتائی ہیں اور صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ:

"فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ"[1]	جو اس کے سوا اور کوئی طریقہ ڈھونڈھے تو ہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

حدیث میں ہے: **ناکح الید ملعون**[2] جلق لگانے والے پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔ہاں اگر کوئی شخص جوان تیز خواہش ہو کہ نہ زوجہ رکھتا ہو نہ شرعی کنیز اور جوش شہوت سخت مجبور کرے اور اس وقت کسی کام میں مشغول ہوجانے یا مردوں کے پاس جابیٹھنے سے بھی دل نہ بٹے غرض کسی طرح وہ جوش کم نہ ہو یہاں تک کہ یقین یا ظن غالب ہوجائے کہ اس وقت اگر یہ فعل نہیں کرتا تو حرام میں گرفتار ہوجائے گا تو ایسی حالت میں زنا ولواطت سے بچنے کے لئے صرف بغرض تسکین شہوت نہ کہ بقصد تحصیل لذت و قضائے شہوت اگر یہ فعل واقع ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالٰی مواخذہ نہ فرمائے گا۔ پھر اس کے ساتھ ہی واجب ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو فوراً نکاح یا خریداری کنیز شرعی کی فکر کرے ورنہ سخت گنہگار و مستحق لعنت ہوگا۔یہ اجازت اس لئے نہ تھی کہ اس فعل ناپاک کی عادت ڈال لے اور بجائے طریقہ پسندیدہ خدا اور سول اسی پر قناعت کرے۔طریقہ محمدیہ میں ہے:

اما الاستمناء فحرام الا عند شروط ثلثۃ ان یکون عزب وبہ شبق وفرط شھوۃ(بحیث لو لم یفعل	مشت زنی حرام ہے مگر تین شرائط کے ساتھ جواز کی گنجائش ہے: (۱) مجرد ہو اور غلبہ شہوت ہو (۲) شہوت اس قدر غالب ہو کہ بدکاری زناء

[1] القرآن الکریم ۷۰ /۳۱

[2] الحدیقہ الندیہ الصنف السابع من الاصناف التسعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲ /۴۹۱، الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث نمبر ۱۰۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۵۷

ذٰلك لحملته شدة الشهوة على الزناء او اللواط والشرط الثالث ان يريد به تكسين الشهوة لاقضائها [1] اھ مزیدا من شرحها الحديقة الندية۔	یالونڈے بازی وغیرہ کا اندیشہ ہو (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس سے محض تکسین شہوت مقصود ہو نہ کہ حصول لذت۔ طریقہ محمدیہ کی عبارت مکمل ہو گئی جس میں اس کی شرح حدیقہ ندیہ سے کچھ اضافہ بھی شامل ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

يكون (اى) واجبا عند التوقان [2]۔	غلبہ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قلت وكذا فيما يظهر لو كان لايمكنه منع نفسه عن النظر المحرم او عن الاستمناء بالكف فيجب التزوج وان لم يخف الوقوع فی الزناء [3] والله تعالٰی اعلم۔	**میں کہتاہوں** اور اسی طرح کچھ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حالت ایسی ہو کہ یہ اپنے آپ کو نظر حرام اور مشت زنی سے نہ روک سکے تو شادی کرنا واجب ہے۔ اگرچہ زناء میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اللہ تعالٰی ہی بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۹: از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو شخص اپنا ستر غلیظ کھول کر خواہ مخواہ ہر شخص کے سامنے آئے وہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

فاسق، فاجر سخت تعزیر شدید کا مستحق ہے۔ حدیث میں اس پر لعنت آئی کہ:

لعن الله الناظر والمنظور اليه، رواه البيهقی فی شعب [4] الايمان عن الحسن مرسلا عن النبی صلی الله تعالٰی عليه۔	دیکھنے والا اور جس کی طرف دیکھا گیا دونوں ملعون ہیں (یعنی ان پر اللہ تعالٰی نے لعنت فرمائی ہے۔) امام بیہقی نے اس کو شعب الایمان میں بغیر سند نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حضرت حسن کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] الطريقه محمديه الصنف السابع من الاصناف التسعة الاستمناء باليد مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/ ۲۵۵، الحديقه النديه الصنف السابع من الاصناف التسعة الاستمناء باليد مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/ ۴۹۱

[2] درمختار شرح تنوير الابصار كتاب النكاح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۸۵

[3] ردالمحتار كتاب النكاح داراحياء لتراث العربی بيروت ۲/ ۲۶۰

[4] شعب الايمان للبيهقی حدیث ۷۷۸۸ دارالكتب العلميه بيروت ۶/ ۱۶۲

مسئلہ ۶۰: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ دام ظلہم العالی ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک فاحشہ مسلمہ سے پردہ جو آیا ہے وہ جس مصلحت سے معلوم ہے مگر ایسا موقع ہو کہ باہم فاحشہ اور غیر فاحشہ مسلمہ قرابت اخت عینی کی رکھتے ہوں تو وہ بھی اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اگر کبھی کبھی بتقاضائے محبت خون اسے اپنے سے مل لینے دے تو کیا مرتکب کبیرہ ہو گی؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

قول علماء:

لاینبغی للمرأة الصالحة ان تنظر الیه المرأة الفاجرة کمافی السراج الوہاج والهندیة وردالمحتار [1]۔	یہ مناسب نہیں کہ نیک اور پارسا عورت کی طرف بدکار عورت دیکھے، جیساکہ سراج وہاج فتاوٰی ہندیہ اور رد المحتار میں ہے۔(ت)

اور اسی طرح ارشاد الٰہی عزوجل:

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾" [2]	اگر تجھے شیطان (بری مجلس سے اٹھ کر چلے جانا) بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ (کم از کم مزید تو) نہ بیٹھو۔ (ت)

ہر صورت کو عام ہے اور مصلحت بھی عام بلکہ ایسی قرابت قریبہ میں برااثر پڑنے کا زیادہ احتمال کہ اجنبیہ سے نہ اتنا میل ہوتا ہے نہ اس کی طرف اتنا میل۔

والمهاجرة لامثال هذا لایعد من القطع المنهی عنه فقد صح مثله عن الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم فی اقل من هذا منهم عبدالله ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔	اس قسم کے چھوڑنے کو اس انقطاع میں شمار نہیں کیا جاتا کہ حدیث میں جس کی نہی وارد ہوئی ہے کیونکہ اس سے کم درجہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس نوع کی کاروائی بصحت ثابت ہے ان میں سے نہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں (ت)

ہاں یہ حکم احتیاطی ہے اگر نادرا کبھی کچھ دیر کو اسے مل لینے دے تو کبیرہ نہیں کما یدل علیه

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة بالنظر والمس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

قولھم لاینبغی (جیسا کہ اس پر ان کے قول "یہ مناسب نہیں" سے دلیل دی جاسکتی ہے) مگر احتیاط ضروری ہے جب دیکھے کہ اب کچھ بھی برا اثر پڑتا معلوم ہوتا ہے فوراً انقطاع کلی کرے اور اس کی صحبت کو آگ جانے، اور انصاف یہ ہے کہ برا اثر پڑتے معلوم نہیں ہوتا اور جب پڑجاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدرے دشوار ہے لہٰذا امان و سلامت جدا رہنے ہی میں ہے **وباللّٰه التوفیق** (اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے توفیق میسر آتی ہے۔ت)

مولانا قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: ؎

تاتوانی دور شو از یار بد | یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جان زند | یار بد بر جان وایمان زند [1]

(جب تک ممکن ہو برے یار (ساتھی) سے دور رہو کیونکہ برا ساتھی برے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے اس لئے کہ خطرناک سانپ تو صرف جان یعنی جسم کو تکلیف یا نقصان پہنچاتا ہے جبکہ برا ساتھی جان اور ایمان دونوں کو برباد کردیتا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۱: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی شیخ احمد جان صاحب مرحوم مرسلہ محمد احمد صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت جوان یا بڑھیا کسی عالم شریعت، واقف طریقت جامع شرائط سے بیعت کرے اور اپنے پیر سے فیض لے حجاب شرعی تو ہو یعنی کل بدن چھپا ہوا بلا چہرے کے مگر حجاب عرفی نہ ہو تو یہ بیعت کرنے اور اس طریق سے فیض لینا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

پردہ کے باب میں پیر و غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے۔

فی الدر المختار تمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین رجال لخوف الفتنة [2]۔	درمختار میں ہے کہ جوان عورت کو اندیشہ فتنہ کی وجہ سے مردوں کے سامنے چہرہ کشائی سے روکا جائے۔ (ت)

---

[1] گلدستہ مثنوی بکھرے موتی نذیر سنز لاہور ص ۹۴ و ۹۵

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۶

اسی میں ہے:

امافی زماننافمنع من الشابة قهستانی [1]۔	لیکن ہمارے زمانے میں جوان لڑکی کو نقاب کشائی سے منع کیا گیا ہے۔ قہستانی (ت)

اور بڑھیاکے لئے جس سے احتمال فتنہ نہ ہو مضائقہ نہیں۔

فیه ایضًا اما العجوز التی لاتشتهی فلا بأس بمصافحتها ومس یدها ان امن [2]۔	اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایسی بوڑھی عورت جو نفسانی یعنی جنسی خواہش نہ رکھتی ہو اس سے مصافحہ کرنے اور اس کے ہاتھ کو مس کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اطمینان خاطر حاصل ہو۔ (ت)

مگر ایسے خاندان کی نہ ہو جس کا یوں بھی سامنے آنا اس کے اولیاء کے لئے باعث ننگ وعار یا خود اس کے واسطے وجہ انگشت نمائی ہو۔

فانا قدامرنا ان ننزل الناس منازلهم کما فی حدیث [3] ام المومنین الصدیقه رضی الله تعالٰی عنها وفی حدیث مرفوع ایاك ومایسوء الاذن [4]۔	اس لئے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کریں جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث میں آیا ہے اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اپنے آپ کو ان باتوں سے بچاؤ جو کانوں کو بری لگیں (ت)

خصوصاً جبکہ اس کے سبب جانب اقربا سے احتمال ثوران فساد ہو فان الفتنة اکبر من القتل (کیونکہ فتنہ برپا کرنا قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۲: از جالندھر محلّہ راستہ متصل مکان ڈپٹی شیخ احمد جان صاحب مرحوم مرسلہ محمد احمد صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی اپنے پیر ومرشد کے پیر چوم لے بطور بزرگی کے تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جائز ہے۔ ابوداؤد [5] وغیرہ کی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کحدیث وفد عبد القیس

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۲۔۲۴۱

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۲۔۲۴۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلهم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[4] مسند احمد بن حنبل بقیه حدیث ابی الغادیه رضی الله تعالٰی عنه المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

[5] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلة الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

وغیرھم من الصحابۃ[1] رضی اللہ تعالٰی عنھم (جیسا کہ وفد عبدالقیس وغیرہ کی حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہے۔ت) اس بارہ میں فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے مفصل کلام لکھا کہ ہمارے مجموعہ فتاوٰی میں منسلک ہے۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳: از جالندھر محلّہ راستہ متصل مکان ڈپٹی شیخ احمد جان صاحب مرحوم مرسلہ محمد احمد صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نہایت نیک بخت ہے وہ چاہتی ہے کہ کسی بزرگ عالم شریعت اور واقف طریقت سے بیعت حاصل کرکے صفائی قلب اور صفائی باطن حاصل کروں مگر اس کا خاوند اس کار خیر سے بند کرتا ہے۔آیا اگر وہ عورت اپنے خاوند کی چوری کسی صالح بزرگ سے بیعت حاصل کرے تو درست ہے یا نہیں اور بلا اطلاع اپنے خاوند کے تعلیم سلوک باطنیہ کی اپنے پیر سے جا کر لے تو درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا یوم الحساب** (بیان فرماؤ تاکہ بروز قیامت اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

عالم عامل عارف کامل کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کرنے اور اس سے علم دین وراہ سلوک سیکھنے کے لئے شوہر کی اجازت درکار نہیں۔نہ اس باب میں اس کی ممانعت کا لحاظ لازم جب کہ اس کے حقوق میں کسی خلل کا اندیشہ نہ ہو۔

فی کتاب الجھاد من البحر والنھر والدروغیرہا انما یلزمھا امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ[2]۔	چنانچہ البحر الرائق، النہر الفائق، الدر وغیرہ اور ان کے علاوہ دیگر کتابوں کتاب الجہاد میں ہے کہ عورت پر مرد کی اطاعت ان معاملات میں ضروری ہے کہ جن کا مرجع نکاح اور اس کے متعلقات ہوں۔

ہاں امر غیر واجب عینی کے سیکھنے کو پیر کے گھر بے اذن شوہر جانے کی اجازت نہیں ہوسکتی بلکہ واجب کے لئے بھی جبکہ شوہر کے توسط سے سیکھ سکتی ہو۔

والمسألۃ دائرۃ فی الکتب سائرۃ وقد فصلناھا بتوفیق اللہ تعالٰی فی کتاب النکاح من فتاوٰنا۔	یہ مسئلہ کتب فقہ میں دائر یعنی گھومنے والا اور سائر یعنی چلنے والا ہے چنانچہ اللہ تعالٰی کے توفیق دینے سے ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی کی بحث نکاح میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔(ت)

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

[2] الدر المختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳۹

بلکہ اجنبی مردوں کے پاس بے ضرورت شرعیہ باذن شوہر جانے کی اجازت نہیں۔

حتی لو اذن کانا عاصیین کما فی الخلاصة والاشباہ [1] والدروغیرہا من الاسفار الغروان بغیت التفصیل فعلیك بفتاوٰنا ومن لم یعرف ناس زمانه فھو جاھل۔واللہ تعالٰی اعلم۔	حتی کہ اگر شوہر بیوی کو بغیر ضرورت شرعی باہر جانے کی اجازت دے تو بصورت عمل میاں بیوی دونوں گنہگار ہوں گے جیسا کہ خلاصہ، الاشباہ، الدر اور دوسری بڑی کتابوں میں موجود ہے۔اگر تمھیں تفصیل مطلوب ہو تو ہمارے فتاوٰی سے رجوع کریں۔اور جو شخص اپنے زمانے کے لوگوں کی معرفت نہیں رکھتا وہ نرا جاہل ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۶۴: از شہر کہنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص غیر منکوحہ عورت بالغہ سے خدمت لے اور کوئی شے اس لحاظ سے کہ مجھے ملے اور میں دل خوش کروں اور پاؤں دباؤں اور آپس میں باتیں کروں اور ایک ہی مکان میں رہنا اور عورت مذکورہ غیر محرم ہو تو یہ سب جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جو عورت حد شہوت کو نہ پہنچے یعنی ہنوز نو برس سے کم عمر کی ہے یا حد فتنہ سے نکل گئی یعنی ضعیفہ بڑھیا بد صورت کریہہ منظر ہے اس سے جائز خدمت یعنی اگرچہ خلوت میں بھی ہو حرام نہیں۔اور جو عورت اجنبیہ ان دونوں صورتوں سے جدا ہے وہ محل اندیشہ فتنہ ہے اس سے خلوت حرام ہے اور اگر بلا خلوت روٹی پکانے وغیرہ کے کام پر ہے تو مضائقہ نہیں۔باقی رہا پاؤں دبانا دبوانا اس سے تنہائی میں باتیں کرکے نفس کو خوش کرنا یہ خود صریح حرام اور شیطانی کام ہے۔والعیاذ باللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۶۵: از ایوان کچہری فوجداری مجسٹریٹ مرسلہ بخش اللہ خاں ۳ رمضان مبارک ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورات طوائف پیشہ خواہ بلا نکاح ایک کی پابند ہوں یا نہ ہوں ان سے اور ان کے ذکور سے اختلاط و اتحاد رکھنا اور شادی اور مجلسوں میں اپنے مکانات پر ان کو بطور برادرانہ بلانا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ طوائفوں کے سامنے کرنا اور جو لوگ شامل و شریک ان طوائفوں کے رہتے ہیں ان کو بہ نیت ترقی اعزاز و افتخار ایک دستر خوان پر اور دیگر اہل اسلام کو بھی ان کے ساتھ کھلانا پلانا اور ایسے ذکور روانات کے یہاں خود جاکر کھانا اور دوسروں کو طوائفوں کی دعوتوں میں

[1] خلاصہ الفتاوٰی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

لے جانا اور جو مسلمان ایسے برتاؤ کو اچھا نہ سمجھتا ہو اس کو برا کہنا بلکہ اس رواج کے قائم دائم اپنی کوشش کرنا یہ سب جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اور موروثوں کو نابالغ بچوں کو فحش گیت گانے یا فحش کلام کرنے سے منع نہ کرنا کس درجہ کا گناہ ہے؟ کتاب سے بیان فرماؤ رحمٰن سے ثواب پاؤ گے۔

الجواب:

ایسی حرکات نہایت شنیع وناپاک اور ایسے اشخاص سراسر خطاکار وبیباک اور ایسے برتاؤ معاذاللہ باعث عذاب وہلاک ہیں، رنڈی اگرچہ بلانکاح ایک کی پابند ہو علانیہ فاحشہ زانیہ اور اس کے مرد قلتبان ودیوث ہیں، یہ سب کے سب ہر وقت اللہ عزوجل کے غضب میں ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تفتح ابواب السماء نصف اللیل فینادی مناد ھل من داع فستجاب له ھل من سائل فیعطی ھل من مکروب فیفرج عنه لا یبقی مسلم یدعواللہ بدعوۃ الااستجاب اللہ عزوجل له الازانیۃ تسعی بفرجھا او عشار، رواہ احمد بسند مقارب والطبرانی[1] فی الکبیر واللفظ له عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالٰی عنه۔	آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے۔ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کریں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مشکلکشائی ہو۔ اس وقت جو مسلمان اللہ عزوجل سے کوئی دعا کرتا ہے مولٰی سبحانہ وتعالٰی قبول فرماتا ہے مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کھاتی ہے۔ یا لوگوں سے بے جا محاصل تحصیلنے والا۔ (امام احمد نے اس کو سند مقارب کے ساتھ روایت کیا۔ اور امام طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کی اور الفاظ اسی کے ہیں حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمائی۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر۔ رواہ الطبرانی[2] عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔	تین شخص کبھی جنت میں نہ جائیں گے دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی (امام طبرانی نے اس کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب حدیث ۷۳۳۵۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۰۵، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الزکوٰۃ باب فی العشارین والعرفاء دارالکتاب بیروت ۳/ ۸۸

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب النکاح باب فیمن یرضی لاہلہ بالخبث دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۲۷

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه و الدیوث و رجلة النساء، رواه الحاکم فی المستدرك [1] و البیهقی فی الشعب بسند صحیح عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔	تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو آزار دینے والا اور دیوث اور مرد بننے والی عورت۔ (حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب میں صحیح سند کے ساتھ اسے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

یہ لوگ کہ ان بدکار عورتوں دیوث مردوں سے دوستی رکھتے ہیں روز قیامت انھیں کے ساتھ اٹھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحب رجل قوما الاجعله الله معهم، رواه النسائی [2] عن امیر المومنین علی رضی الله تعالٰی عنه۔	جو جس قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالٰی اسے انھیں کے ساتھ کردے گا (اسے نسائی نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب قوما حشره الله فی زمرتهم رواه الطبرانی [3] فی الکبیر والضیاء فی المختارة عن ابی قرصافة رضی الله تعالٰی عنه۔	جو جس قوم سے دوستی کرے گا اللہ تعالٰی انھیں کے گروہ میں اٹھائے گا۔ (طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

المرء مع من احب۔ رواه الشیخان [4] عن ابن مسعود عن انس رضی الله تعالٰی	آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہوگا (اس کو امام بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ

[1] المستدرك للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲، شعب الایمان حدیث ۱۰۷۹۹ دار الکتب العلمیه بیروت ۷/ ۴۱۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشه ۶/ ۱۶۰، ۱۴۵ و کنز العمال حدیث ۳۴۴۲۲ ۱۵/ ۸۶۰

[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۵۱۹ المکتبه الفیصلیة ۳/ ۱۹

[4] صحیح البخاری کتاب الآداب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۱، صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب المرء مع من احب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۲

عنہما، ہو متواتر۔	تعالٰی عنہ سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا یہ حدیث متواتر ہے۔ت)

اُن کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کا حال بھی سن لیجئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اول مادخل النقص علی بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یاھذا اتق اللہ ودع ماتصنع فانہ لایحل لك ثم یلقاہ من الغدوھو علی حالہ فلا یمنعہ ذٰلك ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلوا ذٰلك ضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسٰی ابن مریم ذٰلك بما عصوا وکانوا یعتدونo کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ماکانوا یفعلون o الحدیث۔ رواہ ابوداؤد[1] واللفظ لہ والترمذی وحسنہ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ ان میں ایک شخص دوسرے سے ملتا اس سے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر اور اپنے کام سے باز آ کہ یہ حلال نہیں پھر دوسرے دن اس سے ملتا اور وہ اپنے اسی حال پر ہوتا تو یہ مرد اس کو اس کے ساتھ کھانے پینے پاس بیٹھنے سے نہ روکتا جب انھوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالٰی نے ان کے دل باہم ایک دوسرے پر مارے کہ منع کرنے والوں کا حال بھی انھیں خطا والوں کے مثل ہوگیا۔ پھر فرمایا بنی اسرائیل کے کافر لعنت کے گئے داؤد و عیسی بن مریم کی زبان پر۔ یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے نہ روکتے تھے۔ البتہ یہ سخت بری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے۔ (امام ابوداؤد نے حدیث مذکور کو روایت کیا اور یہ الفاظ انھیں کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾"[2]	اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ تحت آیۃ لعن الذین کفروا الخ امین کمپنی کراچی ۲/ ۱۳۰، سنن ابی داؤد کتاب الملاحم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

تفسیر احمدی میں ہے:

ھم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع [1]۔	ظالم لوگ بدمذہب اور فاسق اور کافر ہیں ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

مروی ہوا اللہ عزوجل نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے لوگ ہلاک کروں گا۔ عرض کی الٰہی! برے تو برے ہیں اچھے کیوں ہلاک ہوں گے۔ فرمایا:

انھم لم یغضبوا بغضبی واٰکلوھم وشاربوھم رواہ ابن ابی الدنیا[2] وابوالشیخ عن ابراھیم عن عمر الصنعانی۔	اس لئے کہ جن پر میرا غضب تھا انھوں نے ان پر غضب نہ کیا اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے (ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے ابراہیم سے انھوں نے عمر صنعانی سے اس کو روایت کیا۔ (ت)

ایسے لوگ شرعاً مستحق تذلیل واہانت ہیں اور نماز کی امامت ایک اعلیٰ درجہ کی تعظیم وتکریم ہے۔ شرع مطہر جس کی اہانت کا حکم دے اس کی تعظیم کیونکر روا ہوگی، ولہٰذا علماء کرام فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ سب موجود میں سے علم میں زائد ہو اسے امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اس کی تعظیم ہو حالانکہ شرعاً اس کی توہین واجب ہے۔ مراقی الفلاح وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

اما الفاسق الاعلم فلا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً [3]۔	امام کے طور پر کسی فاسق کو برائے امامت آگے کرنا جائز اور درست نہیں خواہ وہ بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم نہیں بلکہ ازروئے شرع اس کی توہین ضروری ہوتی ہے۔ (ت)

اپنی عورتوں کو رنڈیوں کے سامنے بے پردہ حجاب کرنے والے ان سے میل ملاقات کرانے والے یا سخت احمق مجنون بدعقل ہیں یا نرے بے حیا بے غیرت بے شرم۔ عورت موم کی ناک بلکہ رال کی پڑیاں بلکہ بارود کی ڈبیا ہے آگ ایک ادنٰی سے لگاؤ میں بھق سے ہوجانے والی ہے عقل بھی ناقص اور دین بھی ناقص اور طینت میں کجی اور شہوت میں مرد سے سو حصہ بیشی، اور صحبت بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا

---

[1] التفسیرات الاحمدیہ زیر آیت واما ینسینك الشیطن فلاتقعد مطبع کریمیہ بمبئی ص ۳۸۸

[2] فیض القدیر بحوالہ ابن ابی الدنیا تحت حدیث ۲۱۳۶ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۹۹

[3] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۳

ہے۔ پھر ان نازک شیشوں کا کیا کہنا، جو خفیف ٹھیس سے پاش پاش ہوجائیں۔ یہ سب مضمون یعنی عورات کا ناقصات العقل والدین اور کج طبع اور شہوت میں زائد اور نازک شیشیاں ہونا صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوئے ہیں۔ اور صحبت بد کے اثر میں تو بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ یہ حدیث جلیل کہ مشکوٰۃ حکمت نبوت کی نورانی قندیل ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کمثل صاحب المسك وکیر الحداد لایعدمك من صاحب المسك اما ان تشتریه اوتجد ریحه وکیر الحداد یحرق بیتك او ثوبك اوتجد منه ریحا خبیثة وفی حدیث ان لم یصبك من سواده اصابك من دخانه، رواه البخاری [1] عن ابی موسٰی الاشعری والمتاخر لابی داؤد والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	اچھے مصاحب اور برے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے مشک والا اور لوہار کی بھٹی کہ مشک والا تیرے لئے نفع سے خالی نہیں یا تو تو اس سے خریدے گا کہ خود بھی مشک والا ہوجائے گا ورنہ خوشبو تو ضرور پائے گا۔ اور لوہار کی بھٹی تیرا گھر پھونک دے گی یا کپڑے جلادے گی یا کچھ نہیں تو اتنا ہوگا کہ تجھے بدبو پہنچے۔ اگر تیرے کپڑے اس سے کالے نہ ہوئے تو دھواں تو ضرور پہنچے گا۔ (امام بخاری نے اسے حضرت ابوموسٰی اشعری سے روایت کیا ہے اور پچھلی حدیث ابوداؤد ونسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔ (ت)

فحش گیت شیطانی رسم اور کافروں کی ریت ہے۔ شیطان ملعون بے حیا ہے اور اللہ عزوجل کمال حیا والا۔ بیحیائی کی بات سے حیا والا ناراض ہوگا اور وہ بے حیاؤں کا استاد انھیں اپنا مسخرہ بنائے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجنة حرام علی کل فاحش ان یدخلها اخرجه ابن ابی الدنیا [2] فی فضل الصمت وابو نعیم فی الحلیة عن عبداللہ بن عمرو	جنت ہر فحش بکنے والے پر حرام ہے۔ (محدث ابن ابی الدنیا نے فضل الصمت میں اور محدث ابونعیم نے حلیہ، میں حضرت عبداللہ بن عمرو

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب فی العطار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۲، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یومران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸

[2] موسوعة رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۳۴۵ موسسة الرسالہ المکتبہ الثقافیہ بیروت ۵/ ۲۰۶

رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔ت)

یونہی بے ضرورت وحاجت شرعیہ لوگوں سے فحش کلامی بھی ناجائز وخلاف حیاء ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار،رواہ الترمذی [1] والحاکم و البیہقی فی الشعب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہم بسند صحیح۔	حیاء ایمان سے ہے،اور ایمان جنت میں ہے اور فحش بکنا بے ادبی ہے اور بے ادبی دوزخ میں ہے۔(ترمذی اور حاکم نے اس کی روایت فرمائی اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں سند صحیح کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبتان من النفاق۔احمد [2] والترمذی وحسنہ الحاکم وصححہ عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	شرم اور کم سخنی ایمان کی دو شاخیں ہیں اور فحش بکنا اور زبان کا طرار ہونا نفاق کے دو [۲] شعبے ہیں (امام احمد اور ترمذی نے اس کی روایت اور تحسین فرمائی اور حاکم نے بتصحیح اس کی روایت کی اور سب نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ماکان الفحش فی شیئ قط الاشانہ وماکان الحیاء فی شیئ قط الازانہ۔احمد [3] والبخاری	فحش جب کسی چیز میں دخل پائے گا اسے عیب دار کردے گا اور حیاء جب کسی چیز میں شامل

[1] جامع الترمذی کتاب البروالصلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲،المستدرک للحاکم کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۱/ ۵۲

[2] جامع الترمذی کتاب البروالصلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۳،المستدرک للحاکم کتاب الایمان ۱/ ۵۲ مسند احمد بن حنبل عن ابی امامۃ باھلی ۵/ ۲۶۹

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب الحیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۸،مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۶۵

فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجة عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔	ہوگی اس کا سنگار کردے گی۔(امام احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں ترمذی اور ابن ماجہ نے بسند حسن حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

البذاء شوم۔اخرجه الطبرانی[1] عن ابی الدردا رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔	فحش بکنا منحوس ہے۔(طبرانی نے ابی درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن اسے روایت کیا ہے۔ت)

یحیٰی بن خالد نے کہا:

اذا رایت الرجل بذی اللسان وقاحا دل علی انه مدخول فی نسبه، حکاه المناوی فی التیسیر[2]۔	جب تو کسی کو دیکھے کہ فحش بکنے والا بے حیاء ہے تو جان لے کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔(مناوی نے تیسیر میں اس کی حکایت فرمائی۔ت)

بچپن سے جو عادت پڑتی ہے کم چھوٹتی ہے تو اپنے نابالغ بچوں کو ایسی ناپاکیوں سے نہ روکنا ان کے لئے **معاذاللہ** جہنم کا سامان تیار کرنا اور خود سخت گناہ میں گرفتار ہونا ہے۔

قال الله تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۝"[3]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت درشت خو فرشتے موکل ہیں کہ اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں فرمایا جائے وہی کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک عادتوں کی توفیق دے اور بری عادتوں بری باتوں سے پناہ بخشے آمین۔واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] الجامع الصغیر برمز طب عن ابی الدرداء حدیث ۳۱۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۱

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر برمز عن ابی الدرداء تحت حدیث ۳۱۹۵ مکتبہ الامام الشافعی الریاض ۱/ ۴۳۸

[3] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

مسئلہ ۶۶:

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ کسی لڑکے کو اپنے ماں باپ اور بہنوں کے ایک مکان کی موجودگی میں اسی مکان کی کوٹھری میں کسی غیر عورت کے ساتھ زناکاری اور ہم مجلس ہونا کیسا ہے یعنی ماں باپ کو اس کی حرکت کا متحمل ہونا چاہئے یا نہیں، کیا کرنا چاہئے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمائے اجر و ثواب پائے۔ت)

الجواب:

زناکاری یا اجنبیہ عورت سے خلوت جہاں ہو حرام ہے خصوصًا باپ کے محل حضور میں دوسرا کبیرہ سخت واشد اور اس میں شامل ہے یعنی باپ کے ساتھ گستاخی اس کو ایذارسانی، ایسے شخص کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ "وہ اور دیوث جنت میں نہ جائیں گے" باپ کو ایسی حرکت ناپاک کا تحمل کرنا ہرگز روا نہیں بلکہ جہاں تک حد قدرت ہو باز رکھے۔ نہ باز رہے تو گھر سے دور کرے ورنہ اس کی آفت اس پر بھی آئے گی۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی** (خدا کی پناہ۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۷تا۷۱: از شہر کہنہ ۲۲ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسئلوں میں:

(۱) زید اپنی زوجہ کو پردہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے، دیور، بہنوئی وغیرہ سے پردہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید کی زوجہ پردہ کرنے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اپنے کنبہ میں ایسے قریب رشتہ کے پردہ کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ رسم بزرگوں سے جاری ہے میں ہرگز پردہ نہ کروں گی بدیں وجہ دیگر اشخاص کے گھر کی نسبت اور مثال دیتی ہے کہ یہ لوگ بھی اس طریقہ کے پابند نہیں ہیں میں کیونکر پابندی کروں۔

(۳) وہی لوگ جن کو کہ ایسے قریب کے رشتہ کے پردہ سے انکار ہے درپردہ فتنہ و فساد ہیں بلکہ مسماۃ کو ترغیب بد دینے والے اور کہنے والے ہیں کہ ایسے نوایجاد طریقوں سے اب یہ گھر برباد ہوگا۔ ان شخصوں کا یہ خیال بد کیسا ہے اور ان کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۴) وہ لوگ جو کہ رشتہ میں دیور و بہنوئی وغیرہ پردہ کرنے سے ناراض ہوتے ہیں بلکہ طعن کرتے ہیں کہ یہ خوب نیا رسم جاری ہے۔

(۵) زوجہ زوج سے اسی سبب سے کہتی ہے کہ تم مجھ کو طلاق دے دو ورنہ میں پردہ ہر گز نہ کروں گی ان لوگوں سے تو اس زوجہ کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد پھپی زاد، خالہ زاد بھائی یہ سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں بلکہ ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھا سکتی اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔ ولہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا ایک صحابی انصاری نے عرض کی، یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا:

الحمو الموت، رواہ احمد [1] والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جیٹھ دیور تو موت ہیں۔ امام احمد اور بخاری نے اسے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

خصوصًا جو وضع لباس وطریقہ پوشش اب عورات میں رائج ہے کہ کپڑے باریک جن میں سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یوں تو خاص محارم کے جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کسی کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے اور اگر بفرض غلط کوئی عورت ایسی ہو بھی کہ ان امور کی پوری احتیاط رکھے کپڑے موٹے سر سے پاؤں تک پہنے رہے کہ منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں تلووں کے سوا جسم کا کوئی بال کبھی نہ ظاہر ہو تو اس صورت میں جبکہ شوہر ان لوگوں کے سامنے آنے کو منع کرتا اور ناراض ہوتا ہے تو اب یوں سامنے آنا بھی حرام ہوگیا۔ عورت اگر نہ مانے گی اللہ قہار کے غضب میں گرفتار ہوگی جب تک شوہر ناراض رہے گا عورت کی کوئی نماز قبول نہ ہوگی اللہ کے فرشتے عورت پر لعنت کریں گے اگر طلاق مانگے گی منافقہ ہوگی۔ جو لوگ عورت کو بھڑکاتے شوہر سے بگاڑ پر ابھارتے ہیں وہ شیطان کے پیارے ہیں۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لاتجاوز صلوتہم اذانہم العبد الابق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجہا علیہا ساخط وامام قوم	تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں اٹھتی، آقا سے بھاگا ہوا غلام جب تک پلٹ کر نہ آئے۔ اور عورت کہ سوائے اور اس کا شوہر اس سے

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب لایخلون رجل بامرأۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۷، مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عامر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۴۹ و ۱۵۳، جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی کراہیۃ الدخول علی المغیبات امین کمپنی کراچی ۱/ ۱۳۹

وهم له کارهون۔رواه الترمذی [1] وحسنه عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه۔	ناراض ہو اور جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کے عیب کے باعث اس کی امامت پر راضی نہ ہوں (امام ترمذی نے اس کو حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس کی تحسین فرمائی۔ت)

حدیث ۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لاترفع صلاتهم فوق رؤسهم شبرا رجل ام قوما وهم له کارهون وامرأة باتت وزوجها علیها ساخط واخوان متصارمان،رواه ابن ماجة [2] ابن حبان بسند حسن عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔	تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے بالشت بھراوپر بلند نہیں ہوتی۔ایک وہی امام اور عورت کے سوائے اور شوہر ناراض ہے اور دو بھائی کہ آپس میں علاقہ محبت قطع کئے ہوں۔(ابن ماجہ اور ابن حبان نے بسند حسن اسے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایقبل الله لهم صلوة ولاتصعدلهم الی السماء حسنة العبدالأبق حتی یرجع الی موالیه فیضع یده فی ایدیهم والمرأة الساخط علیها حتی یرضی والسکران حتی یصحو رواه الطبرانی فی الاوسط [3] وابناء خزیمة وحبان فی صحیحهما عن جابر	تین شخصوں کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی نہ کوئی نیکی آسمان کو چڑھے،بھاگا ہوا غلام جب تک اپنے آقاؤں کی طرف پلٹ کر اپنے آپ کو ان کے قابو میں دے۔اور عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو یہاں تک کہ راضی ہو جائے اور نشے والا جب تک ہوش میں آئے۔(طبرانی نے "الاوسط" میں ابن خزیمہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب من ام قوماوہم لہ کارھون امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۷

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب من ام قوماوھم لہ کارھون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۶۹،الترغیب والترھیب بحوالہ ابن ماجہ وابن حبان الترھیب من امامۃ الرجل القوم لخ مصطفی البابی مصر۱/ ۳۱۴

[3] المعجم الاوسط حدیث ۹۲۲۷ عن جابر بن عبداللہ مکتبہ المعارف الریاض ۱۰/ ۱۰۷،۰۸،صحیح ابن خزیمہ حدیث ۹۴۰ المکتب الاسلامی ۲/ ۶۹ و موارد الظمآن حدیث ۱۲۹۷ ص۳۱۵،الترغیب والترھیب بحوالہ المعجم الاوسط وابن خزیمہ وابن حبان والترھیب من شرب الخمر ۳/ ۲۶۱

بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اس کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔(ت)

حدیث ۴: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا باتت المرأۃ ھاجرۃ فراش زوجھا لعنتھا الملئکۃ حتی تصبح۔رواہ البخاری [1] ومسلم والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جب عورت اپنے شوہر کا بچھونا چھوڑ کر سوئے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت کریں(اسے امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المرأۃ اذا خرجت من بیتھا وزوجھا کارہ لذلك لعنھا کل ملك فی السماء وکل شیئ تمر علیہ غیر الجن و الانس حتی ترجع۔روہ الطبرانی [2] فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	جو عورت اپنے گھر سے باہر جائے اور اس کے شوہر کو ناگوار ہو جب تک پلٹ کر نہ آئے آسمان میں ہر فرشتہ اس پر لعنت کرے اور جن وآدمی کے سوا جس جس چیز پر گزرے سب اس پر لعنت کریں(طبرانی نے الاوسط میں ابن عمر رضی اللہ تالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۶: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرأۃ سألت زوجھا الطلاق من غیر بأس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ۔رواہ احمد [3] و	جو عورت بے ضرورت شرعی خاوند سے طلاق مانگے اس پر جنت کی بو حرام ہے۔(امام احمد،

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب اذا باتت المرأۃ مہاجرۃ فراش زوجھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۲، صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم امتناعھا من الفراش زوجھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۴

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۵۱۷ مکتبۃ المعارف الریاض ۱/ ۳۱۴

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق کراھیۃ الخلع للمرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۴۹، مسند امام احمد عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۷۷، المستدرك للحاکم کتاب الطلاق کراہیۃ سوال الطلاق عن الزوج المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۰۰

ابوداؤد والترمذی وحسنه وابن ماجة وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم واقروہ عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنه۔	ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی۔ابن ماجہ ابن حبان اور حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا۔ پھر ان سب نے اسے برقرار رکھتے ہوئے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۷: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المختلعات ھن المنافقات رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر بسند حسن عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنه۔	خاوندوں سے طلاق مول لینے والیاں وہی منافقہ ہیں۔(امام طبرانی نے معجم الکبیر میں بسند حسن اسے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۸تا۱۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خبب علی امرئ زوجته او مملوکه فلیس منا رواہ احمد[2] والبزار وابن حبان والحاکم وقال صحیح و اقروہ عن بریدۃ وابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔	جو کسی شخص پر اس کی زوجہ یا اس کی باندی غلام کو بگاڑدے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔(امام احمد، بزار، ابن حبان اور حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اور سب نے اسے برقرار رکھتے ہوئے حضرت بریدہ سے روایت کیا۔ ابوداؤد اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔اور طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا۔ت)

رہا اس پر طعن کرنا اور نئی رسم بتانا یہ حکم خدا اور رسول پر طعنہ ہے۔ان لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر چاہئے اور حکم شرع کے مطابق اپنی ناجائز رسم کی سند پکڑنی اور جاہل بزرگوں کا حوالہ دینا یہ کافروں کی خصلت تھی ان سب پر توبہ فرض ہے۔اللہ تعالٰی مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے۔واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۹۳۵ عن عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۳۹

[2] مسند امام احمد عن بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۵۲، الترغیب والترھیب بحوالہ احمد وبزار وابن حبان کتاب النکاح مصطفی البابی مصر ۳/ ۸۲، موردالظمآن حدیث ۱۳۱۸ المطبعۃ السلفیہ ص۳۲۰، المعجم الاوسط حدیث ۴۸۳۴ ۵/ ۴۲۰ وسنن ابی داؤد کتاب الادب ۲/ ۳۴۷

رسالہ

مروج النجاء لخروج النساء ۱۳۱۶ھ

(عورتوں کے نکلنے کے بارے میں خلاصی کی چراگاہیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۷۲ تا ۷۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) عورات کو اس مکاں میں جہاں محارم وغیر محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یاناجائز؟

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد وعورات ہیں وہاں عورت کو کسی تقریب یاشادی یاغمی میں برقعہ کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یانہیں؟

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یانہیں؟

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں۔ مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یانہیں؟

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے۔ مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے۔ اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے۔ تو اس عورت کو جانا جائز ہے یانہیں؟

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یانہیں؟

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم ہیں تو جانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں ایک اس عورت کا خاوند اور دوسرا نامحرم ہے تو اس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین وغیر پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم اور غیر محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کئے ان عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہورہی ہے جس میں منہیات شرعیہ ہورہے ہیں اس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح سے جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آرہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے اسے حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اس گھر کے لوگ ان عورات کے نامحرم ہیں تو اس کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں ان میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں؟

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس ومحافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع وعدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے؟

(۱۶) جس مکاں میں مجمع عورات محارم وغیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اسی مکاں میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں اور ایسے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اس ذاکر یا واعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہئے یا نہیں **فقط بینوا توجروا عنداللہ الوہاب** (بیان کرو اللہ وہاب سے اجر پاؤگے۔ت) مقصود سائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول و فوائد ملحوظ خاطر عاطر رہیں کہ بعونہ عزمجدہ شقوق مذکورہ وغیر مزبورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے مؤید و معین ہوں **وباللہ التوفیق۔**

اوّل: اصل کلی یہ ہے کہ عورت کا اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقًا جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلا بے ستری نہ ہو، مجمع فساق نہ ہو۔ تقریب ممنوع شرعی نہ ہو، ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو، زنان فواحش وبیباک کی صحبت نہ ہو، چوبے شریعت کے شیطانی گیت نہ ہوں۔ سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا نہ ہو، نامحرم دولھا کو دیکھنا دکھانا نہ ہو، رتجگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

دوم: اجانب کے یہاں جہاں کے مردوزن سب اس کے نامحرم ہوں شادی غمی زیارت عیادت ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں اگرچہ شوہر کے اذن سے، اگر اذن دے گا خود بھی گنہگار ہوگا سوا چند صور مفصلہ ذیل کے۔ اور ان میں بھی حتی الوسع تستر و تحرز اور فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم: کسی کے مکان سے مراد اس کا مکان سکونت ہے نہ مکان ملک مثلًا اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا ناجائز۔

چہارم: محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ [عہ] جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ

[عہ]: ارادالحد المتفق علیہ من ائمتنا واحترز بہ عن اللعان عند ابی یوسف فانہ عندہ حرمۃ ابدیۃ۔

کسی صورت سے حلت نہیں ہو سکتی نہ بہنوئی یا پھوپھا یا خالو کہ بہن پھوپھی خالہ کے بعد ان سے نکاح ممکن علاقہ جزئیت رضاع ومصاہرت کو بھی عام مگر زنان جوان خصوصًا حسینوں کو بلاضرورت ان سے احتراز ہی چاہئے۔اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو کنواریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے، نہ اتنا خوف، نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب، نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد، **لیس الخبر کالمعاینة** (خبر معائنہ کی طرح نہیں ہوتی۔ت) تو ان میں موانع ہلکے اور مقتضی بھاری اور صلاح وتقوی پر اعتماد سخت غلط کاری، مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرسکتا اور کرے تو جھوٹا **اذلاحول ولاقوۃ الا باللہ** نہ کہ عورت جو عقل ودین میں اس سے آدھی اور رغبت نفسانی میں سو گنی۔ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ایک آگے اور ایک پیچھے، **تقبل شیطان وتدبر شیطان**[1]

والعیاذ باللہ العزیز الرحمٰن اللھم انی اسألك العفو والعافیة فی الدین والدنیا والاٰخرۃ لی وللمؤمنین وللمؤمنات جمیعا، اٰمین!	اللہ عزیز و رحمٰن بچائے۔ یا اللہ! میں تجھ سے دنیا وآخرت میں اپنے لئے اور تمام مومنین و مومنات کے لئے معافی وعافیت طلب کرتا ہوں آمین! (ت)

پنجم: محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم نامحرم ہی ہیں کہ ان میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگر بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمت ابدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب وہ اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم: رہے وہ مواضع جو محارم واجانب کسی کے مکان نہیں اگر وہاں تنہائی و خلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر ومحارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید وحفاظت ہے کہ ستر وتحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشائے فتنہ یکسر زائل۔ تو یوں بھی حرج نہیں اس قید کے بعد استثناء یک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف۔ وجہ یہ ہے کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشہ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب ندب من رأی امراۃ فوقعت فی نفسہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۹

اس کے اخراج کو کافی، اور اگر مجمع محل جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصا جہاں فضولیات وبطالات وخطیئات وجہالت کا جلسہ ہو۔ جیسے سیر و تماشے، باجے تاشے، ندیوں کے پن گھٹ، ناؤچڑھانے کے جمگھٹ، بینظیر کے میلے پھول والوں کے جھمیلے۔ نوچندی کی بلائیں، مصنوعی کربلائیں۔ علم تعزیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھاوے، حسین آباد کے جلوے، عباسی درگاہ کے بلوے، ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں۔ نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنھیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

رویدك انجشه رفقا بالقواریر [1]۔	انجشہ! دیکھنا، شیشیوں کو آہستہ لے چل۔ (ت)

اور محل حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر و تحفظ و تحرز فتنہ اجازت یک روزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

ہفتم: یہ اور وہ سب یعنی مکان غیر وغیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز ہونے کی نو ۹ صورتیں ہیں:

(۱) قابلہ (۲) غاسلہ (۳) نازلہ (۴) مریضہ (۵) مضطرہ (۶) حاجہ (۷) مجاہدہ (۸) مسافرہ (۹) کاسبہ۔

قابلہ: یہ کہ کسی عورت کو دردزہ ہو یہ دائی ہے۔

غاسلہ: جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہے تو اذن شوہر ضرور جبکہ مہر معجّل نہ ہو یا تھا تو پاچکی۔

نازلہ: جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ: کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے اسی طرح زچہ و مریضہ کا علاجًا حمام کو جانا جبکہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

مضطرہ: کہ مکان میں آگ لگی یا گراپڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن وامان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو شق نفس اور مال اس کا شقیق ہے۔

حاجہ: ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۷، مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۲۷

علیہ وسلم تتمہ حج بلکہ متممہ حج ہے۔

مجاھدہ: جب عیاذا باللہ عیاذا باللہ عیاذا باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذن مولٰی ہر پسر بے اذن والدین ہر پردہ نشین بے اذن شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعت جہاد وسلاح وزاد ہو۔

مسافرہ: جو عورت سفر جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دور نوکر ہے اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں اترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ: عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جوہر کہ خبر گیری نہیں کرتا۔ نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے، نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت، نہ بیت المال منتظم۔ نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت، نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت، نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آکر کرلے جیسے سینا پیسنا، ورنہ اس گھر میں نوکری کرلے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے، ورنہ جہاں کا مرد متقی پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کی پیرزال بدشکل کریہہ النظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں: شاہدہ، طالبہ، مطلوبہ۔

شاھدہ: وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رؤیت ہلال رمضان وسماع طلاق وعتق وغیرہا میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی وحاضری دارالقضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتق غلام و نکاح معاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول مامول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ: جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعوی نہیں ہوسکتا۔

مطلوبہ: جب اس پر کسی نے غلط دعوی کیا اور جواب دہی میں جانا ضرور۔

یہ صورتیں بھی علماء نے شمار فرمائیں۔ مگر بحمد اللہ تعالٰی پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آکر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول۔ یہ بیان کافی وصافی، بحمد اللہ تعالٰی تمام صور کو حاوی ووافی، بعونہ تعالٰی اب جواب جزئیات ملاحظہ ہو۔

جواب سوال اول: وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں سب صور کا مفصل بیان مع شرائط ومستثنیات گزرا۔

جواب سوال دوم: اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصور استثناء۔

جواب سوال سوم: زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت تعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائط مذکورہ اصل اول جائز مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل وخلاصۃ وفتح القدیر وبحر الرائق واشباہ وغمز العیون وطریقہ محمدیہ ودرمختار وابوالسعود و شرنبلالیہ وہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقًا ممانعت ہے اگرچہ محارم کے یہاں علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفیٰ رحمتی وعلامہ شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبداللہ بن عمرو وحدیث خولہ بنت الیمان وحدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا،

فلتنظر نفس ما ذا تری، (پس ہر جان کو غور کرنا چاہئے جو کچھ غور کرنا ہے۔ت) اور اگر شادیاں ان فواحش ومنکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جبکہ مہر معجّل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب سوال چہارم: نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب سوال پنجم: وہ مکان اگر اس زن محرم کا مسکن ہے تو اس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع وممنوع مل کر نا ممنوع نہ ہوں گے۔

جواب سوال ششم: اگر وہ مکان ان زنان محارم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گزرا ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب سوال ہفتم: **اللھم انی اعوذبك من الفتن والآفات وعوار العورات** (اے اللہ! فتنوں، آفتوں اور عورتوں کے مکر سے تیری پناہ۔ت) یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے علماء کرام نے مواضع استثناء ذکر کرکے فرمادیا:

وفیما عدا ذٰلك وان اذن كانا عاصیین منه [1]۔	ان کے ماوراء میں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہ گار۔

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر فی الحظر والاباحۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

اس نفی کا عموم سب کو شامل پھر ان مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی، اور اس کی مثال خانیہ[1] وغیرہا میں خالہ وعمہ وخواہر سے دی نیز علماء نے قابلہ وغاسلہ کا استثناء کیا اور پر ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنان اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہوتا تو استثناء میں مادر وخالہ وخواہر وعمہ و قابلہ وغاسلہ کے ذکر کے کوئی معنی نہ تھے احادیث ثلثہ مشار الیہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں[2] حدیثین اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں بیہودہ باتیں کرتی ہیں[3]۔ حدیث ثالث میں فرمایا ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل کرنے لوہا تپایا جب آگ ہوگیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلادی[4] **رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر** (جمیع احادیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا) عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل ودین سنگدل اور امر حق سے کم منفعل ہیں **ولذا لم یکمل منھن الا قلیل** (عورتوں سے کوئی کام کامل نہ ہو مگر قلیل۔ت) لوہے سے تشبیہ دی گئیں اور نار شہوات وخلاعات کہ ان میں رجال سے سو حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کا محلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین، ناموس، حیاء، غیرت، جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی، سلمٰی پارسا ہے ہاں پارسا ہے وبارک اللہ۔ مگر جان برادر! کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں کیا صحبت بد میں اثر نہیں جب قیمیوں سے جدا خود سر وآزاد ایک مکان میں جمع اور قمیوں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل **فانما خلقت من ضلع اعوج**[5] کج سے بنی کج ہی چلے گی آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جسے تشقیف زنان کی پروا نہیں یا حالات زماں سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے ع

معذور دارمت کہ تواورا نداندیدہ

(مجھے معذور رکھ کر تونے اسے دیکھا نہیں۔ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح باب النفقۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۹۴

[2] المعجم الکبیر مروی عن عبداللہ بن عمر حدیث ۱۳۲۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۱۷

[3] المعجم الکبیر خولہ بنت الیمان حدیث ۶۳۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۲۴۶، المعجم الاوسط حدیث ۱۲۶۷ مکتبۃ المعارف الریاض ۸/ ۶۴

[4] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الاذکار باب ماجاء فی مجالس الذکر دارالکتاب بیروت ۱۰/ ۷۷۔۷۸

[5] صحیح البخاری کتاب الانبیاء ۱/ ۴۶۹ و کتاب النکاح ۱/ ۷۷۹ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۵

مجمع زنان کی شناعت وہ ہیں کہ **لاینبغی ان تذکر فضلا ان تسطر** (جن کا ذکر نامناسب ہے چہ جائیکہ لکھا جائے۔ت) جسے ان نازک شیشوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھاجاتی ہیں حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرمادیں، غرض احادیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نساء میں خیر وصلاح نہیں آئندہ اختیار بدست مختار۔

جواب سوال ہشتم ونہم: ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم وجوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاط اعتبار ملک ولحاظ سکونت یہ ان سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب سوال دہم: ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گزرا، اور شوہر کے پاس جانا مطلقًا جائز جبکہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشہ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع وباطل ہو۔اور شوہر جس مکان میں رہے اگر چہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اس کے پاس رہنے کی بھی بشرائط معلومہ مطلقًا اجازت بلکہ جب نہ مہر معجّل کا تقاضا نہ مکان مغصوب ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورہ فقہ بجا لایا ہو تو واجب انھیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنص قطعی قرآن عظیم حرام ہے۔اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو مرد ہیں سوتن کی شرکت بھی ضرر رساں، اور جہاں ساس، نند، دیورانی، جٹھانی سے ایذا ہو تو ان سے بھی جدا رکھنا حق زنان **والتفصیل فی ردالمحتار۔**

جواب سوال یازدہم: یہ تقریبا وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز، جواب سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی۔اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے اور انھیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اٹھو مگر علماء نے اوّلًا کچھ تخصیصیں کیں جب زمانہ فتن کا آیا مطلقًا ناجائز فرمادیا۔

جواب سوال دوازدہم: اگر جانے میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انھیں منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز، اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کرسکیں گے تو جانا واجب۔جبکہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو۔اور اگر نہ یہ نہ وہ تو محل عار وطعن وبدگوئی وبدگمانی سے احتراز لازم۔خصوصًا مقتدا کو۔ورنہ بشرائط معلومہ جبکہ حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ، اگر چہ تحریم نہیں مگر حدیث ابن عمر

رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ شہنا کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نقل کیا اس سے احتراز کی طرف داعی خصوصاً نازک دل عورتوں کے لئے حدیث انجشہ ابھی گزری اور صلاح پر اعتماد نری غلطی ع

بسا کیں آفت از آواز خیزد

(بہت دفعہ آواز سے آفت آپڑتی ہے۔ت)

ع حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے۔

جواب سوال سیزدہم: جواب پنجم ملاحظہ ہو، عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جائے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک توڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب سوال چہاردہم: گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لئے ہے جیسے مہر معجّل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دے کر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یہ اجازت شوہر سے جائز ہوجائے گا۔ والّا لا۔

جواب سوال پانزدہم: "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ"[1] (مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ت) مرد کو لازم کہ اپنی اہلیہ کو حتی المقدور مناہی سے روکے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا"[2] (اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ۔ عورت بحال نافرمانی دہری گناہگار ہوگی۔ ایک گناہ شرع، دوسرے گناہ نافرمانی شوہر، اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل۔ مگر جبکہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو، مرد ہر مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہوسکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجالس منکرہ میں بھی جانا ممکن جبکہ مشیر فتنہ نہ ہو، "وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ"[3] (فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ت) مگر تجسّس واتباع عورات ودخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب سوال شانزدہم: عورتوں کے لئے محرم عورت کے معنی اصل پنجم میں گزرے اور نہ بھیجنے

---

[1] القرآن الکریم ۴ / ۳۴

[2] القرآن الکریم ۶۶ / ۶

[3] القرآن الکریم ۲ / ۲۱۷

میں اصلاً محذور شرعی نہیں اگرچہ مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر واعظ اکثر واعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل وناعاقل وبیباک وناقابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سروپا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع، نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ۔ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ، غایت مقصود پسند عوام اور نہایت مراد جمع حطام۔ یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہال مغرور کے اشعار گائیں تو شعراء بے شعور کے انبیاء کی توہین خدا پر اتہام اور نعت ومنقبت کا نام بدنام، جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام۔ اور اپنے یہاں انعقاد مجمع اثام۔ آج کل اکثر مواعظ ومجالس عوام کا یہی حال پر ملال۔ **فانالله وانا الیه راجعون**۔ اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ وذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچریاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنان زمان، تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر مگر مروجہ غیر ہے ذکر وتذکیر کے وقت لغو ولفظ شرعاً ممنوع وغلط، اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل ونادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ وذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زنان کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر ونامنکر اور بلحاظ تقریر جواب سوم وہفتم یہ شرائط عام تر، اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ وذاکر عالم سنی متدین ماہر اور عورتیں جاکر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس وسابق ولاحق وذہاب وایاب بلکہ جملہ اوقات میں جمیع منکرات وشنائع مالوفہ وغیر مالوفہ معروفہ وغیر معروفہ سب سے تحفظ تام وتحرز تمام پر اطمینان کافی ووافی ہو، اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں ہے نہ اجانب **فھذا مما استخیر الله تعالٰی فیه** (یہ وہ جس میں اللہ تعالٰی سے خیر کی دعا ہے۔ت) وجیز کردری میں فرمایا: عورت کا وعظ سننے کو جانا لاباس بہ ہے[1]۔ جس کا حاصل کراہت تنزیہی۔ امام فخر الاسلام نے فرمایا: وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ ہے۔ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی، اور انصاف کیجئے تو عورت کا بستر کامل وحفظ شامل اپنے گھر کے پاس مسجد میں صلحاء محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جاکر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں توسیعوں کا ویسا ہی احتمال نہیں رکھتا جیسا کہ غیر محلّہ غیر جگہ بے معیت محرم

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الفصل الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۵۷

مکان اجانب واحاطہ مقبوضہ اباعد میں جاکر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ محلے بالطبع ہونا پھر اسے علماء نے بلحاظ زمان مطلقًا منع فرمادیا باآنکہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضرین عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں۔ اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کرلیں۔ مصلے سے الگ بیٹھیں خیر ودعاء مسلمین کی برکت لیں تو یہ صورت اولٰی بالمنع ہے شرع مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اس کا سدباب کرتی اور حیلہ ووسیلہ شرک کے یکسر پر کترتی ہے غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا **لاتسکنوھن الغرف**[1] عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو۔ یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترتے ہیں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلٰی وسلمٰی پر بدگمانی کرو یا خاص زید وعمرو کے مکانوں کو مظنہ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زنان کو مجمع نا بایستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان **من الخرز سوء الظن** (بدگمانی میں حفاظت ہے۔ت)۔

نگہ دار دآں شوخ در کیسہ دُر　　　کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

(نگاہ رکھ اے ہوشیار آدمی جیب میں موتی والے۔ کیونکہ جیب کترے ہر ایک کو جانتے ہیں۔ت)

صالح وطالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصًا اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے۔ اور مطابق بھی ہو تو صالحین وصالحات معصوم نہیں اور علم باطن وادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے در گزرے تو آج کل عامہ ناس خصوصًا نساء میں بڑا ہنر آن ہوی جوڑ لینا طوفان لگادینا ہے کاجل کی کوٹھڑی کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبا کھائیے۔ لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دربا ہی جلادیا جائے ع

وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو سامان کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مؤمنین اور مومنات پر رؤف ورحیم۔ اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مابہ باس کے اندیشہ سے مالاباس بہ کہہ کر منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرمادی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے کہ زید کہے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا جان برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہئے **ماکل مرۃ تسلم الجرۃ** (مٹکا ہر مرتبہ سالم نہیں رہتا۔ت) ع

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ یحیٰی بن زکریا نمبر ۷۵۲۰ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴/ ۲۲۴

ہر بار سبو زچاہ سالم نرسید

(بھرا مٹکا ہر بار کنویں سے سالم نہیں پہنچتا۔ت)

اکل و شرب وغیرہا کی صدہا صورتوں میں اطباء لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا خدا پناہ دے بری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں سے علماء کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لئے ہے پھر سوا چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹوں کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ناترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو وشکم وساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں، اور زیادہ بانکپن ہوا تو دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا خاص ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ ان رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بااینہمہ وہ رؤف ورحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضاء کا ستر کیا بعینہٖ واجب تھا حاشا بلکہ وہی وداعی وسد باب پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہو جائینگے شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلا مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا فقیر کے پاس تو یہ ہے اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے بہرحال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز وبے خلل، لہذا فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ وذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار وہدایت کرے ہر مجلس میں جاسکتا ہے **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

کتب عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ **مروج النجا لخروج النساء** ختم شد

مسئلہ ۸۸: از الموڑہ محلّہ نقاری ٹولہ متصل تحصیل مرزا قاسم بیگ عنایت بیگ ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

جناب مولانا صاحب مخدوم ومطاع بندہ زاداللہ اشفاقہم بعد از تسلیم مع التکریم مدعا یہ ہے کہ ایک لڑکی ہے اس نے اپنے نان ونفقہ کا دعوی کیا ہے۔ اور اس لڑکی کو اس کے خاوند نے مار کر نکال دیا اس نے اپنے نان ونفقہ کا دعوی کیا ہے مگر اس میں یہ ہے کہ اس لڑکی کا دعوی کیا فوجداری میں صاحب مجسٹریٹ نے یہ حکم دیا کہ بڑے سول سرجن کا ملاحظہ کراؤ تو اس میں یہ ہے کہ اگر بڑا ڈاکٹر ملاحظہ کرے تو اس میں نکاح سے باہر ہوگی یا نہ ہوگی، دیکھنا بڑے ڈاکٹر کا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بڑا ڈاکٹر خواہ چھوٹا، مسلمان ہو خواہ غیر مذہب کا اپنا ہو یا خواہ پرایا۔ باپ ہو یا خواہ بیٹا۔ غرض

شوہر کے سوا کوئی مرد ہو اسے دکھانا حرام قطعی ہے سخت گناہ شدید ہے۔ اول تو نان نفقہ کے دعوے میں عورت کا ستر عورت دکھانے کی ضرورت نہیں، اگر ضرورت ہو بھی کہ مرد دعوی کرے یہ عورت مرد کے قابل نہیں تو ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ حاکم کسی مسلمان عورت کو حکم دے کہ وہ دیکھ کر بیان کرے مرد کو دکھانا مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۹: مرسلہ محمد اکرم حسین از دوہری بوساطت مولانا حامد حسین صاحب رامپوری مدرس اول مدرسہ اہل سنت بریلی ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی اور بی بی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا چھونا کیسا ہے یعنی مرد کو اپنی عورت کو اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

زن و شو کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتی کہ فرج وذکر کو بلکہ بہ نیت صالحہ موجب ثواب واجر ہے **کما نص علیہ سیدنا الامام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ** (جیسا کہ ہمارے سردار امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی تصریح فرمائی۔ت) البتہ بحالت حیض ونفاس زیر ناف زن سے زیر زانو تک چھونا منع ہوتا ہے **علی قول الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنهما به یفتی** (امام اعظم اور قاضی امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ارشاد کے مطابق یہ حکم ہے اور اس کے مطابق فتوی دیا جاتا ہے۔ت) اسی طرح اور عوارض خاصہ مثل اعتکاف واحرام وغیرہا کے باعث ان عوارض تک ممانعت ہو جاتی ہے۔ اور شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے مگر اس کے بدن کو چھونے کی اجازت نہیں **لانقطاع النکاح بالموت** (اس لئے کہ موت واقع ہو جانے سے نکاح منقطع ہو جاتا ہے۔ت) اور عورت جب تک عدت میں ہے شوہر مرد کا بدن چھو سکتی اسے غسل دے سکتی ہے جبکہ اس سے پہلے بائن نہ ہو چکی ہو۔

لبقاء النکاح فی حقها بالعدة نص علی ذٰلك فی تنویر الابصار والدرالمختار وغیرهما من معتمدات الاسفار۔ واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم۔	اس لئے کہ عدت کی وجہ سے عورت کے حق میں اس کا نکاح باقی رہتا ہے چنانچہ تنویر الابصار اور درمختار اور ان کے علاوہ دیگر متعدد بڑی کتب میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۹۰: ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ کون اشخاص ہیں کہ جن سے نکاح حرام اور

وہ کون کون ہے جن سے پردہ کرنا درست نہیں۔ **بینوا توجروا**۔ (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

پردہ صرف ان سے نادرست ہے جو بسبب نسب کے عورت پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوں اور کبھی کسی حالت میں ان سے نکاح ناممکن ہو جیسے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا، ان کے سوا جن سے نکاح کبھی درست ہے اگرچہ فی الحال ناجائز ہو جیسے بہنوئی جب تک بہن زندہ ہے یا چاچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے بیٹے، یا جیٹھ، دیور ان سے پردہ واجب ہے اور جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کبھی حلال نہیں ہوسکتا مگر وجہ حرمت علاقہ نسب نہیں بلکہ علاقہ رضاعت ہے جیسے دودھ کے رشتے سے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا، یا علاقہ صہر ہو جیسے خسر، ساس، داماد، بہو، ان سب سے نہ پردہ واجب نہ نادرست ہے کرنا نہ کرنا دونوں جائز اور بحالت جوانی یا احتمال فتنہ پردہ کرنا ہی مناسب۔ خصوصا دودھ کے رشتے میں کہ عوام کے خیال میں اس کی ہیبت بہت کم ہوتی ہے جن سے نکاح حرام ہے ان کی بعض مثالیں اوپر گزریں اور پوری تفصیل آٹھ دس ورق میں آئے گی کتب فقہ میں مفصل مسطور ہے جو خاص امر درپیش ہو اسی سے سوال کافی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۹۱: نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں؟ اور مقتضٰی احتیاط کیا ہے؟

الجواب:

اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا کہ آنکھ والے سے اور اس کا گھر میں جانا عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

افعمیاوان انتما الستما تبصرا نہ[1] **واللہ تعالٰی اعلم**۔	کیا تم دونوں اندھی ہو کیا تم اسے دیکھ نہیں رہی ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔ (ت)

مسئلہ ۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خلوت اجنبیہ کے ساتھ جائز اور زنان شوہر دار پر پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے۔ احادیث امیر المومنین عمر وعبداللہ بن عمر وجابر بن سمرہ وعامر

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء احتجاب النساء من الرجال امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۱

بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مرفوعا وراد:

الالا یخلون رجل بامرأة الاکان ثالثهما الشیطان [1] وفی الاشباہ وتحرم الخلوة بالاجنبیة ویکرہ الکلام معها۔	سن لو یعنی آگاہ ہوجاؤ کہ کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے پاس اکیلا نہیں بیٹھتا مگر حال یہ ہوتا ہے کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ (لہٰذا وہ لعین انھیں برائی میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے) اور الاشباہ والنظائر (کتب فقہ میں ہے) کہ غیر محرم عورت کے ساتھ تنہا بیٹھنا (اور خلوت اختیار کرنا) شرعاً حرام ہے اور اس سے باتیں کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ کام ہے۔ (ت)

اور زنان حرام کو بنص قرآن ستر واجب اور جوان عورتوں کو اس زمانہ میں حجاب لازم۔

فی الدر المختار وینظر من الاجنبیة الی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والافحرام وهذا فی زمانهم اما فی زماننا فمنع من الشابة قهستانی وغیرہ انتهی [2] ملخصًا۔ [3] واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے کسی اجنبی (غیر متعلقہ) عورت کو (مرد) دیکھ سکتا ہے لیکن اس دیکھنے کا جائز ہونا اس قید سے مقید ہے کہ دیکھنے والا بشہوت نہ دیکھے ورنہ عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور یہ حکم بھی ان کے زمانے میں تھا (مراد یہ کہ زمانہ سابق میں تھا) لیکن اب ہمارے زمانے میں یہ حکم ہے کہ جوان عورت کو دیکھنا ممنوع ہے۔ قہستانی وغیرہ میں یہی مذکور ہے انتهی ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۳: از محلّہ شہر کہنہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ تفضل حسین صاحب

علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ جو شخص نامحرم عورتوں سے اپنی پیٹھ اور ہاتھ اور پیر وقت نہانے کے ملوائے اور وقت سونے کے اپنے پیر دبوائے اور ناچنے والی عورتوں کو یعنی طوائفوں کو مرید کرے اور نال ان لوگوں کا کھائے، اور بعد مرید کرنے وہ طوائفیں جو کام کرتی تھیں وہی کام کرتی رہیں اس شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] جامع الترمذی کتاب الرضاع باب ماجاء فی کراھیة الدخول علی المغیبات امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۴۰، جامع الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعة امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۹، موارد الظمآن حدیث ۲۳۸۲ کتاب المناقب المطبعة السلفیہ ومکتبتها ص۵۶۸، المستدرك للحاکم کتاب العلم خطبہ عمر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۵۔۱۱۴

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الانثی ادارة القرآن کراچی ۲/ ۱۷۵

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحة باب فی النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۲۔۲۴۱

الجواب:

نامحرم عورتوں سے ہاتھ اور پیٹھ اور پنڈلیاں ملوانا یا دبوانا اگر نہ تو تنہائی میں ہو نہ محل فتنہ ہو تو حرج نہیں ورنہ گناہ ہے اور رنڈیوں سے اگر توبہ لے کر مرید کرے اور انھیں ہدایت کرے اور وہ نہ مانیں تو انھیں دور کرے اور ان کا حرام مال کسی حال میں نہ لے تو جائز ہے۔ مگر آج کل جو یہ طریقہ رائج ہے کہ دنیا پرست پیر رنڈیوں کو بلا توبہ مرید کرلیتے ہیں اور انھیں توبہ کی ہدایت نہیں کرتے اور ان کے نہ ماننے پر بقدر مقدور ان پر سختی نہیں کرتے ان سے بیزاری وجدائی نہیں کرتے ان کا حرام مال کھاتے ہیں ایسے پیر ضرور سخت شدید فاسق ہیں جو ایسا ہو اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۴: از سنبھل محلّہ کوٹ ضلع مراد آباد مرسلہ حافظ اکرام صاحب ۲۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اپنی حقیقی ہمشیرہ کے شوہر سے عورت کو پردہ کرنا فرض ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بہنوئی کا حکم شرع میں بالکل مثل حکم اجنبی ہے بلکہ اس سے بھی زائد کہ وہ جس بے تکلفی سے آمد ورفت نشست وبرخاست کرسکتا ہے غیر شخص کی اتنی ہمت نہیں ہوسکتی لہٰذا صحیح حدیث میں ہے:

قالوا یارسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت[1]۔	صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! جیٹھ، دیور، اور ان کے مثل رشتہ داران شوہر کا کیا حکم ہے۔ فرمایا یہ تو موت ہیں۔

خصوصًا ہندوستان میں بہنوئی کہ باتباع رسوم کفار ہند سالی بہنوئی میں ہنسی ہوا کرتی ہے۔ یہ بہت جلد شیطان کا دروازہ کھولنے والی ہیں۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۵: مسئولہ محمد حسین سوداگر لکھیم پور ضلع کھری اودھ بر دکان محمد ضامن علی سوداگر ۴ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ

علماء دین اس مسئلہ میں کیا فتوی دیتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک طوائف سے تعلقات ناجائز کئے جس کو عرصہ آٹھ برس کا ہوگیا۔ ز شروع زمانہ میں طوائف قسم کی رو سے پابند کی گئی مگر بعد کو عہد شکنی کی، ایک سال تک غیر پابندی کے ساتھ تعلقات رہے لیکن بعد کو پھر طوائف نے بہ کوشش خود پابندی اختیار کی۔ ظاہرہ ہرچند کوشش کی لیکن اس وقت تک پابند ظاہر ہے۔ اس درمیان میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو اس

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب لایخلون رجل بامرأۃ الا ذو محرم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۷، جامع الترمذی ابواب الرضاع ۱/ ۱۳۹ و مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عامر ۴/ ۱۴۹ و ۱۵۳

وقت تک بعمر گیارہ ماہ ہے وہ شخص اس ناجائز تعلق سے کنارہ کش ہونا چاہتاہے مگر احباب لوگ رائے دیتے ہیں کہ اگر لڑکی اپنی عمر کو پہنچ کر اپنے پیشہ میں رہی تو اس شخص کا نامہ اعمال خراب ہوگالہٰذا اس شخص کو یہ دریافت طلب ہے کہ دفعۃً وہ شخص تعلقات سے کنارہ کشی اختیار کرے تو شرع سے اس کے ذمہ گناہ عائد ہوگا یا نہیں، اگر صریح گناہ ہے تو اس کی بریت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے اس شخص کے بیوی اور بچے بھی موجود ہیں اس وجہ سے وہ نکاح سے بھی علیحدہ رہنا چاہتاہے اور وہ شخص عرصہ سات برس سے اسی طوائف کے مکان پر مقیم ہے کبھی گاہے گاہے مہینہ پندرہ روز کو بتلاش روزگار باہر بھی چلا جاتاہے طوائف اور اس کے دیگر عزیز واقارب کا مکان ایک ہی ہے لیکن اس کی نشست وبرخاست کی سرحد علیحدہ ہے اس میں کسی کا گزر نہیں بے پردگی ضرور ہے بہرحال جو کچھ احکام شرعی ونیز علمائے دین کی رائے ہو بواپسی ڈاک دستخط ثبت فرما کر احقر کے نام روانہ فرمائیں تاکہ اس شخص کو اس سے نجات ملے اور وہ شخص اپنی حرکات ناشائستہ سے توبہ بھی کرتا ہے۔ فقط۔

الجواب:

اللہ عزوجل ہدایت دے، شخص مذکورہ پر فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً یا تو اس عورت سے نکاح کرلے یا ابھی ابھی اسے جدا کردے جو آن دیر میں گزرے گی استحقاق عذاب الٰہی اس پر برابر رہے گا اور بے اس کے اس کی توبہ ہرگز مقبول نہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ:

المستغفر من الذنب وہو مقیم علیه کالمستهزئی بربه، رواہ البیهقی[1] فی شعب الایمان وابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	جو گناہ پر قائم رہ کر توبہ کرے وہ اپنے رب جل جلالہ سے (**معاذاللہ**) تمسخر کرتاہے۔ (امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی۔ ت)

اور وہ لڑکی شرعاً اس کی لڑکی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **للعاھر الحجر**[2]

[1] شعب الایمان حدیث ۷۱۷۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۴۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول الموصی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۳، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۹

(بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو) اور زانی کے لئے کنکر و پتھر ہیں۔ (یعنی اس سے نسب ثابت نہیں) اور جب یہ توبہ کرے گا وہ اگر گناہ کرے گی اس کا وبال اس پر عائد نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ج"[1]	کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائیگی (روز قیامت)۔ (ت)

ہاں اگر یہ گناہ سے بچ کر آئندہ کسی تدبیر سے لڑکی کو گناہ سے بچا سکے تو ضرور ہے کہ ایسا کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۶: ازمارواڑ موضع کنوٹوٹرہ علاقہ بھاؤنگر مسئولہ مولوی فضل امیر امام مسجد روز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر مسجد کے اندر وعظ یا میلاد کی محفل ہوتی ہو تو کیا عورتوں کو مسجد کے اندر باپردہ آنے کی اجازت ہے یا کہ نماز پڑھنا عورتوں کو مسجد کے اندر جائز یا کہ نہیں؟

الجواب:

عورتیں نماز مسجد سے ممنوع ہیں اور واعظ یا میلاد خواں اگر عالم سنی صحیح العقیدہ ہو اور اس کا وعظ و بیان صحیح و مطابق شرع ہو اور جانے میں پوری احتیاط اور کامل پردہ ہو اور کوئی احتمال فتنہ نہ ہو اور مجلس رجال سے دور ان کی نشست ہو تو حرج نہیں مگر مساجد کے جانے میں ان شرائط کا اجتماع خیال و تصور سے باہر شاید نہ ہو سکے، **ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل**[2] (جو کوئی اپنے زمانے والوں کو نہ پہچانے تو نادان (اور ناسمجھ) ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۷: ازبنارس چھاؤنی محلہ دبٹوری محال تھانہ سکرور رسیدہ مولوی عبدالوہاب بروز چہار شنبہ بتاریخ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

یہ کہ ایسے شخص کے سامنے جو ابھی جوان ہو اور وہ پیری مریدی کرتا ہو تو عورتوں کو بلاپردہ جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جبکہ خود پیر صاحب خواہش سے مجبور کرکے بلاتے ہیں۔

الجواب:

بے پردہ بایں معنٰی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم۔ یا عامی جوان ہو، یا بوڑھا، اور اگر بدن موٹے اور ڈھیلے کپڑوں سے ڈھکا ہے نہ ایسے باریک کہ بدن یا بالوں کی رنگت چمکے۔ نہ ایسے تنگ کہ بدن کی حالت دکھائیں اور جانا تنہائی میں نہ ہو اور پیر جوان نہ ہو، غرض کوئی فتنہ نہ فی الحال ہو، نہ اس کا اندیشہ ہو تو علم دین امور راہ خدا سیکھنے کے لئے جانے اور بلانے میں حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۸: ماہ صفر کے آخر چہار شنبہ کو عورتیں بطور سفر شہر سے باہر جائیں اور قبروں پر نیاز وغیرہ دلائیں جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہر گز نہ ہو سخت فتنہ ہے۔ اور چہار شنبہ محض بے اصل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۹: مسئولہ مسلمانان جام جودھپور کاٹھیاواڑ معرفت شیخ عبدالستار صاحب پوربند کاٹھیاواڑ متصل قندیل ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

چند عورتیں ایک ساتھ مل کر گھر میں میلاد شریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سنائی دیتی ہے یونہی محرم کے مہینے میں کتاب شہادت وغیرہ بھی ایک ساتھ آواز ملا کر پڑھتی ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سے محل فتنہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۰: از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ عبدالستار بن اسمٰعیل رضوی بروز شنبہ تاریخ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

بہو اپنے خسر کا پردہ کرے یا نہ کرے۔ اسی طرح جیٹھ دیور کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

جیٹھ اور دیور سے پردہ واجب ہے کہ وہ نامحرم ہیں اور خسر سے پردہ واجب نہیں جائز ہے۔ اس کا ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب۔ اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب اگر کرے گی گنہگار ہوگی اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت و رضاعت ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت و حالت پر لحاظ ہوگا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے۔ یہی حکم خسر اور بہو کا ہے۔ اور جہاں **معاذاللہ** فتنہ ہو پردہ واجب ہو جائے گا۔ "**وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ**

مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ "[1] (اللہ تعالٰی فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے جانتا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۱و۱۰۲: از فرخ آباد شمس الدین احمد ۱۸ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک شخص اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ کبھی تو ایک دالان میں تنہارات کو سوتا ہے اور دروازہ دالان کا موٹی چکوں سے پردہ دار ہوتا ہے۔ باہر سے اندر کا کچھ حال کسی کو نظر نہیں آتا اور چراغ وغیرہ بھی نہیں ہوتا۔ سوتے وقت اندھیرا کرلیا جاتا ہے، اور کبھی کوٹھری کے اندر ایک شخص اور کوٹھری کے باہر دوسرا شخص اور تیسرا کوئی نہیں۔اس طرح سے سوتے ہیں۔اور کبھی تنہا ایک مکان میں۔

(۲) روزانہ کے برتاؤ بالکل ایسے ہیں جیسے میاں بی بی کے ان دونوں کے بہت قریبی لوگوں سے جو سنا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم کو مسائل شریعت معلوم نہیں ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ان دونوں نے آپس میں خفیہ نکاح کرلیا ہے۔یہ ان لوگوں کا بیان ہے جو اس مکان میں یا تو ہمیشہ رہتے ہیں یا کبھی جاکر دو چار روز رہتے ہیں اور حالات دیکھتے ہیں کیا ان دونوں شخصوں کا ایسا تخلیہ جائز ہے۔اور ان دونوں یا ایک کے کسی رشتہ دار کو جو چھوٹا ہو اس معاملہ سے منع کرنا چاہئے حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ ان دونوں کو اس بات سے منع کیا جائے گا تو بہت سخت مخالف اور رنجیدہ منع کرنے والے سے ہوں گے۔ فقط۔

الجواب:

(۱) اس کی اجازت نہیں اگرچہ وہ اس پر حرام ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم [2]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	بیشک شیطان جسم انسانی میں اس کے خون کی طرح رواں دواں ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت)

(۲) ایسے برتاؤ سے ان پر احتراز لازم ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

من کان یؤمن باللہ وبالیوم الاخر فلا یقفن مواقف	جو کوئی، اللہ تعالٰی اور یوم آخرت پر صدق دل سے یقین رکھتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۴

التھم [1]۔	کہ وہ مقامات تہمت میں نہ ٹھہرے (تاکہ بلا وجہ بدنام نہ ہو جائے)۔(ت)

علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ چاہئے۔ یونہی حقیقی رضاعی بہن سے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از بنارس محلّہ پیر کنڈہ مسئولہ مولوی عبدالحمید صاحب ۷ شعبان ۱۳۳۵ھ

عورتوں کا بیان میلاد شریف آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زنانی محفل میں بآواز بلند نثر و نظم پڑھنا اور نظم خوش آواز و لحن کے ساتھ پڑھنا اور مکان کے باہر سے ہمسایہ کے مردوں اور نامحرموں کا سننا تو ایسا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

عورت کا خوش الحانی سے بآواز پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے حرام ہے نوازل میں فقیہ ابواللیث میں ہے:

نغمة المرأة عورة [2]۔	عورت کا خوش آواز کرکے پڑھنا "**عورۃ**" یعنی محل ستر ہے۔(ت)

کافی امام ابوالبرکات نسفی میں ہے:

لاتلبی جھرا لان صوتھا عورۃ [3]۔	عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ پڑھے اس لئے کہ اس کی آواز قابل ستر ہے۔(ت)

امام ابوالعباس قرطبی کی کتاب السماع پھر بحوالہ علامہ علی مقدسی امداد الفتاح علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار علامہ شامی میں ہے:

لانجیز لھن رفع اصواتھن ولا تمطیطھا ولا تلیینھا وتقطیعھا لما فی ذٰلک من استمالۃ الرجال الیھن و تحریک الشھوات منھم، ومن ھذا لم یجز	عورتوں کو اپنی آوازیں بلند کرنا، انھیں لمبا اور دراز کرنا، ان میں نرم لہجہ اختیار کرنا اور ان میں تقطیع کرنا (یعنی کاٹ کاٹ کر تحلیل عروض کے مطابق) اشعار کی طرح آوازیں نکالنا، ہم ان سب کاموں

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

[2] ردالمحتار بحوالہ النوازل باب شروط الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۷۲

[3] ردالمحتار بحوالہ الکافی باب شروط الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۷۲

ان تؤذن المرأۃ [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کی عورتوں کو اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ ان سب باتوں میں مردوں کا ان کی طرف مائل ہونا پایا جائے گا۔ اور ان مردوں میں جذبات شہوانی کی تحریک پیدا ہوگی۔ اس وجہ سے عورت کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اذان دے۔ اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴: از قصبہ باراں ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ قاضی امتیاز علی صاحب ۶ شوال ۱۳۳۵ھ

زانی اور دیوث سے کہاں تک احتراز کرنا چاہئے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زانی اور دیوث فاسق ہیں ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے میل جول سے احتراز چاہئے۔

قال اللہ " وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝۶۸ " [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں کبھی شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالم گروہ کے پاس مت بیٹھو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۵و۱۰۶: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسائل مفصلہ ذیل میں کہ:

(۱) وہ شخص کتنے ہیں جن سے عورتوں کو پردہ نہ کرنا جائز ہے؟

(۲) کتنے شخص ایسے ہیں جن سے عورتوں کو گفتگو کرنا اور ان کو اپنا آواز سنانا جائز ہے؟

الجواب:

(۱) تمام محارم مگر رضاعی محارم سے جوان عورت کو پردہ اولٰی ہے۔ اور ممکن ہو تو محارم صہری سے بھی۔

(۲) تمام محارم اور حاجت ہو اور اندیشہ فتنہ نہ ہو، نہ خلوت ہو تو پردہ کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۷: از ڈاکخانہ چیگانگ محلّہ میدنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر ۵/ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

یہاں کے مسلمان اپنی عورتوں کو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھیجتے ہیں اور غیر محرم آدمیوں سے کلام اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب شروط الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۷۲

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

ہنسی مذاق کرتی ہیں بالکل ہی بے دریغ وبے پردہ ہے۔ اگر ان لوگوں کو کوئی عالم وعظ ونصیحت کرے تو اس کو تمسخر واستہزاء کرتے ہیں اور طعن لعن کرتے ہیں حسب شریعت ان لوگوں پر کیا حکم ہے؟

الجواب:

یہ لوگ دیوث ہیں اور دیوث کو فرمایا کہ اس پر جنت حرام ہے۔ دیوثی بھی فقط اس فعل تک ہے وہ جو سائل نے بیان کیا کہ احکام شریعت کے ساتھ تمسخر واستہزاء اور عالم پر طعن ولعن کرتے ہیں یہ تو صریح کفر ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی** وہ ایمان سے نکل جاتے ہیں اور ان کی عورتیں نکاح سے۔

قال اللہ تعالٰی "اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ "[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اللہ تعالٰی اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو، لہٰذا معذرت نہ کرو اور بہانے نہ بناؤ۔ بلاشبہہ تم ایمان کے بعد کافر ہوگئے ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۸: از چتوڑ ضلع مراد آباد تحصیل مرسلہ اشرف علی خاں ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص مغلّوق ہے وہ اپنے اس فعل سے نہیں مانتا ہر چند اس کو سمجھایا ہے آپ تحریر فرمائیں کہ اس کا کیا حشر ہوگا اور اس کو کیا دعا پڑھنا چاہئے جس سے اس کی عادت چھوٹے۔

الجواب:

وہ گنہگار ہے۔ عاصی ہے۔ اصرار کے سبب مرتکب کبیرہ ہے۔ فاسق ہے۔ حشر میں ایسوں کی ہتھیلیاں گابھن اٹھیں گی جس سے مجمع اعظم میں ان کی رسوائی ہوگی اگر توبہ نہ کریں اور اللہ معاف فرماتا ہے جسے چاہے اور عذاب فرماتا ہے جسے چاہے۔ اسے چاہئے لاحول شریف کی کثرت کرے اور جب شیطان اس حرکت کی طرف بلائے فوراً دل سے متوجہ بخدا ہو کر لاحول پڑھے نماز پنجگانہ کی پابندی کرے نماز صبح کے بعد بلاناغہ سورۃ اخلاص شریف کا ورد رکھے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۱۰۹و۱۱۰: از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن ومولوی عبد العلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) اگر پیر ضعیف نہیں ہے جوان ہے اور مستورات اپنی خوشی سے بے پردہ اس کی خدمت کریں ہاتھ پیر دابیں جائز ہے؟

(۲) اگر لڑکیاں جوان جن کی صرف ماں مرید ہے وہ لڑکیاں مع اپنی ماں کے پیر کے اور پیر کی اولاد کے سامنے

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵و۶۶

آئیں شوہر یا رشتہ دار کی اجازت اس پر ہے وہ پیر اور وہ عورت اور رشتہ دار اور شوہر سب کو جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب:

(۱) اجنبی جوان عورت کو جوان مرد کے ہاتھ پاؤں چھونا جائز نہیں اگرچہ پیر ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) اگر سامنے آنا بے ستری سے ہے کہ کپڑے باریک ہیں جن سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بال یا گلے یا کلائیوں کا کوئی حصہ کھلا ہے تو سب کو حرام ہے۔ اور ستر کامل کے ساتھ ہو اور خلوت نہ ہو اور احتمال فتنہ نہ ہو تو حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۱: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الاخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ: تخمیناً ماہ سوا ماہ شادی سے قبل دولھا اور دولھن کو ابٹن ملا جاتا ہے اس کے لئے اپنے خویش واقارب برادری کی عورتیں بلائی جاتی ہیں دولھا خود بالغ ہو یا نابالغ ان کو اکثر وہ عورتیں جن سے رشتہ مذاق کا ہوتا ہے وہی بدن وغیرہ سارے بدن میں ابٹن لگاتی ہیں اور اس کے بعد سب کو گڑ تقسیم کیا جاتا ہے یہ اسراف ہے یا نہیں؟

الجواب:

ابٹن ملنا جائز ہے اور کسی خوشی پر گڑ کی تقسیم اسراف نہیں اور دولھا کی عمر نو دس سال کی ہو تو اجنبی عورتوں کا اس کے بدن میں ابٹن ملنا بھی گناہ وممنوع نہیں۔ ہاں بالغ کے بدن میں نامحرم عورتوں کا ملنا ناجائز ہے اور بدن کو ہاتھ تو ماں بھی نہیں لگا سکتی یہ حرام اور سخت حرام ہے۔ اور عورت ومرد کے مذاق کا رشتہ شریعت نے کوئی نہیں رکھا یہ شیطانی وہندوانی رسم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۲: از باگ ضلع امجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب سب انسپکٹر ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

عورتیں باہم گلا ملا کر مولود شریف پڑھتی ہیں اور ان کی آوازیں غیر مرد باہر سنتے ہیں تو اب ان کا اس طریقہ سے مولود شریف پڑھنا ان کے حق میں باعث ثواب کا ہے یا کیا؟

الجواب:

عورتوں کا اس طرح پڑھنا کہ ان کی آواز نامحرم سنیں باعث ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۳: مسئولہ تاج محمد صاحب محلّہ مرزاواری از اوجین ملک مالوہ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں بارہ کہ مسماۃ ہر دلعزیز طوائف بالغہ نے جلسہ عام سودوسوآدمی میں مسمّٰی دلگداز خاں سے بخوشی خاطر نکاح کیا قاضی صاحب شریعت پناہ کے نائب حسب قاعدہ شہر تشریف لائے اور باقاعدہ نکاح پڑھایا، دوروز منکوحہ مذکورہ ناکح مذکور کے گھر رہی اور پھر چار کوس مقام پر کہ وہاں دلگداز خان کا قیام ہے وہ اسے لے گیا ادھر مسماۃ ہر دلعزیز کی نائکہ مسماۃ دلکش نے بصلاح وکیل دلاور خاں بنام دلگداز خاں فراری کا مقدمہ قائم کرکے ذریعہ پولیس دلگداز خاں کو پھنسادیا اب دلاور خاں وکیل باوجود علم نکاح کے مسماۃ دلکش سے روپیہ محنتانہ معقول رقم کھا کرتدابیر اس قسم کی کررہے ہیں کہ مسماہ ہر دلعزیز دلگداز خاں سے علیحدہ کی جائے اور سپرد نائکہ ہو کر پیشہ حرام کاری کرے۔ دوران تحقیقات میں مسماۃ ہر دلعزیز کو بھی ورغلادیا ہے کہ وہ اب یہ کہتی ہے کہ میں نے بخوشی خود نکاح نہیں کیا بلکہ مجھے نشہ پلادیا تھا اور ہیچو قسم تعلیم گواہان وغیرہ جھوٹی کارروائی وکیل موصوف ونیز چند پیروکاران مسلمان منجانب مسماۃ دلکش بطمع زر وبعض بسلسلہ تعلقات ناجائز کررہے ہیں اگران کی کوشش سے ایسا ہوگیا کہ مسماۃ ہر دلعزیز کا نکاح ناجائز قرار پایا اور وہ سپرد اس نائکہ کے ہوگئی اور طوائف کا پیشہ کرنے لگی اور اس کے بطن سے حرام کاری کی لڑکی پیدا ہوئی اور اس کی اولاد در اولاد تاقیامت حرام کاری کرتی رہی تو اس کا مواخذہ بروز حشر کس سے ہوگا عنداللہ جواب دیں فقط۔

الجواب:

ایسی بات پوچھنا فضول ہے کوئی چھپا ہوا مسئلہ ہوتا تو احتمال ہوتا کہ ان کو معلوم نہیں حکم بتادیا جاتا اور جولوگ اللہ ورسول کو پیٹھ دے کر دیدہ ودانستہ علانیہ ایسے کبائر عظیمہ کا ارتکاب کریں ان پر فتوٰی کا کیا اثر ہوگا جان رہے ہیں کہ اللہ واحد قہار کا غضب اپنے سر لے رہے ہیں پھر فتوے سے کیا متاثر ہوسکتے ہیں۔ ہاں مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے قطعاً قطع تعلق کرلیں اور ان سے سلام کلام میل جول یک لخظہ چھوڑدیں ایسا نہ ہو کہ ان کی آگ میں یہ بھی جل جائیں۔

قال اللہ تعالٰی وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝۶۸ "[1]۔ وقال تعالٰی "وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" [2] واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو، اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

مسئلہ ۱۱۴: مرسلہ نظام خاں از ریوان محلّہ گھر گھر ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا کہتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے نکاح میں ایک بہن ہے دوسری کے ساتھ وہ زنا کا مرتکب ہے۔اور لڑکی کا باپ اور دادا حرام کرنے والے کو رکھے ہوئے ہیں اور ہر قسم کی ان کی مدد کرتے ہیں اور یہ لوگ اس کے معاون پڑھے لکھے ہیں شریعت سے واقف ہیں مگر اس فعل سے باز نہیں رکھتے اگر یہ تاکید کریں یقیناً یہ لوگ اپنے فعل ناشائستہ سے باز رہیں۔ایسی حالت میں یہ لوگ دائرہ اسلام سے باہر ہوئے یانہیں؟ ان سے سلام کلام، ان کا چھوا کھانا، ان کے پیچھے نماز، ان کی بیمار پرسی، ان کے جنازے کی نماز، ان کو مٹی دینا شرعاً جائز ہے یانہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

صورت مستفسرہ اگر واقعی ہے اور اس میں بدگمانی کو دخل نہیں تو وہ مرد وعورت زانی وزانیہ ہیں۔اور وہ اس کے معاون اور شنیع کبیرہ پر راضی ہونے والے، بندوبست نہ کرنے والے دیوث ہیں دیوث پر لعنت آئی ہے اسے امام بنانا ناجائز ہے۔اس سے سلام کلام ترک کردینا مناسب ہے مگر اتنی بات سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے۔نہ ان پر مرتدین کے احکام آسکیں جب تک **معاذاللہ** اس کبیرہ کو حلال نہ جانیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۵: از شہر محلّہ کنگھی ٹولہ مسئولہ نبی بخش ۱۱صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر عورتیں منہار کو بلا کر پردہ میں سے ہاتھ نکال کر منہار کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چوڑیاں پہنتی ہیں یہ جائز ہے یانہیں؟ اور بعض عورتیں اپنے مردوں کے سامنے منہار کے ہاتھ سے چوڑیاں پہنتی ہیں اور بعض شخص خود اپنے موجودگی میں بلا پردہ کے اپنی عورت کو چوڑیاں پہناتے ہیں۔یہ چوڑیاں غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر خواہ پردہ میں سے یا بلا پردہ کے جائز ہے یانہیں؟

الجواب:

حرام حرام ہے۔ہاتھ دکھانا غیر مرد کو حرام ہے۔اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حرام ہے۔جو مرد اپنی عورتوں کے ساتھ اسے روا رکھتے ہیں دیوث ہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۶: از شہر بریلی مسئولہ ننھے میاں صاحب ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت بسبب ناداری کے ایک معتبر جگہ پر ملازم ہے اور زید اور اس کی عورت شریف القوم ہے کپڑا اس طرح پر نہیں استعمال کیا جاتا کہ جس سے ستر کو

نقصان پہنچے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز زید کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہئے کہ اس کی عورت غیر محرم کے یہاں بے پردہ رہتی ہیں۔ اگر زوجہ زید ملازمت نہ کرے تو صرف تنخواہ زید کافی بسر اوقات کو نہیں ہوسکتی ہے۔

الجواب:

یہاں پانچ شرطیں ہیں:

(۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے۔

(۲) کپڑے تنگ وچست نہ ہو جو بدن کی ہیأت ظاہر کریں۔

(۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔

(۴) کبھی نامحرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔

(۵) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنہ فتنہ نہ ہو۔

یہ پانچ شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے توحرام پھر اگر زید اس پر راضی ہے یا بقدر قدرت بندوبست نہیں کرتا تو ضرور اس پر بھی الزام ورنہ نہیں۔

قال تعالٰی "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی"[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ (وزن) نہ اٹھائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۷: از ناتھ دوارہ ریاست اودیپور ملک میواڑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط ے اے کارساز قبلہ حاجات کارہا آغاز کردہ ایم رسانی بانتہا الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ و السلام علٰی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔	اللہ تعالٰی کے بابرکت نام سے شروع، جو بے حد رحم کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ (ت) اے کارساز اور اے حاجتوں میں قبلہ (کی حثیت رکھنے والے) ہم نے کاموں کی ابتداء تو کردی لیکن انتہا اور تکمیل پہنچا دینا تیرا کام) ہے۔ (ت) جملہ تعریف وستائش اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پرودگار ہے۔ اور اچھا انجام ان خوش نصیب حضرات کے لئے ہے جو اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور درود وسلام اس کے برگزیدہ رسول محمد کریم پر ہو اور ان کی سب اولاد اور تمام ساتھیوں پر ہو۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب جو کہ علم فقہ و حدیث سے واقف ہیں لوگوں کو پند و وعظ بھی کیا کرتے ہیں مگر ان کی مستورات نہایت بدعت و شرک میں مبتلا ہوتی ہیں جس کا اظہار مندرجہ ذیل ہے کہ محرم شریف کی تاریخ ۱۳ کو مستورات کو جمع کرکے اور ان سے چندہ جمع کرواکر چند اشیاء بازار سے خود جاکر مع مستورات کے خرید کرکے لانا، [1]چاول خام و [2]پھل و [3]مٹھائیاں، و [4]نخود بریاں و [5]پھولی جوار و [6]عطر و [7]اگر بتی وغیرہ ہم مہیا کرکے قبرستان میں مع مستورات مذکورہ کے لے جانا اور وہاں جاکر ایک سفید چادر کا زمین پر بچھانا اور کامل اشیاء مذکورہ بالا کو چادر کے چاروں کونہ اور وہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اہلبیت و شہیدان کربلا کو اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روح مطہر کو حاضر جان کر وہاں مع جملہ مستورات کے سینہ زنی و ماتم پرسی کروانا اور خود بھی بے پردگی کرنا بعدہ نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ ان اشیاء مذکورہ بالا پر فاتحہ وغیرہ دے کر تقسیم کرنا اور اولاد و دیگر امور کے بارے میں دعا کرنا اور ان مستورات کے خاوندوں کا ان کو ہدایت نہ کرنا اور ایسے شخص کے بارہ میں اللہ و رسول کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص کو شرع شریف میں کیا کہنا لازم آتا ہے اور مسلمانوں کو ایسے آدمیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ براہ مہربانی جیسا حکم موافق شرع کے ہو وہ مع حدیث و فقہ و حوالہ و آیت کلام اللہ و حدیث کے ارقام فرمادیں تاکہ مستورات خوف خدا کرکے باز آئیں اللہ تعالٰی آپ کو اجر عظیم فرمائے گا۔

الجواب:

عورات کا قبرستان جانا ممنوع ہے۔ اور سینہ زنی حرام ہے۔ اور یہ طریقہ بدعت ہے اور بے پردگی فاحشہ ہے۔ ایسا شخص مبتدع ہے۔ مسلمانوں کو اس سے احتراز چاہئے۔

مسئلہ ۱۱۸: از شہر بالجتی کنواں ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے شرع متین جن کی بیویاں تعزیہ دیکھنے دروازہ پر جائیں یا نویں محرم الحرام کو تنہا یا دیگر عورات کے ہمراہ یا خورد سالہ بچے کے ہمراہ یا تمام شب تعزیہ دیکھیں اور خاوند محافظ گھر رہیں ان کا نکاح رہا؟ ایسی بیویوں کی اولاد حلالی ہے یا نہیں؟

الجواب:

عورتوں کا گھر سے نکلنا خصوصًا تماشہ دیکھنے کو ناجائز ہے اور مردوں کا اسے روا رکھنا بے غیرتی ہے مگر اس سے نکاح یا اولاد میں کوئی خلل نہیں آتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۹ و ۱۲۰: از موضع ضلع گوڑگانوہ ڈاک خانہ ڈہنیہ مسئولہ محمد یسین خان ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

(۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں خود بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بیہوش ہوجاتی ہیں اچھلتی کودتی ہیں اور اللہ کی آواز مکان سے باہر دور دور سنائی دیتی ہے۔ان سے بیعت ہونا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤاور اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

(۱) پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔**واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) یہ صورت محض خلاف شرع وخلاف حیاء ہے۔ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

سلام وتحیت وتعظیم سادات

مصافحہ، معانقہ، بوسہ دست وپاوقبر، طواف قبراور سجدہ تعظیمی وغیرہ

مسئلہ ۱۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید کہتا ہے کہ معانقہ ہر وقت میں حرام اور مصافحہ کرنا مسنون، عمرو کہتا ہے کہ معانقہ کرنا وقت آمد ورفت سفر اور یوم عید اور ہنگام خوشی اور خصوصًا معانقہ کرنا ایک دلیل قوی بنابر افزونی اخلاص ومحبت مابین اہل اسلام ہے۔ جب زید معتقد اس امر کا ہے کہ معانقہ حرام اور مصافحہ مسنون زید مرتکب گناہ صغیرہ کا ہے یا گناہ کبیرہ کا پس جس شخص پر گناہ کبیرہ عاید ہوا یا صغیرہ تو اس پر توبہ جلسہ عام میں آئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پائے۔ت) فقط۔

الجواب:

کپڑوں کے اوپر معانقہ جہاں خوف فتنہ، شہوت نہ ہو بلاریب مشروع ہے اس کے جواز پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع اور سفر وغیر سفر میں بشرائط مذکورہ مطلقًا جائز۔ تخصیص سفر کی حدیث وفقہ سے ثابت نہیں نہ کہ استغفراللہ مطلقًا حرام ہو ابوجعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال سالت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المعانقۃ فقال تحیۃ الامم وصالح ودھم وان اول من عانق خلیل اللہ ابراھیم[1]۔	میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معانقہ کامسئلہ دریافت کیا۔ارشاد فرمایا تحیت ہے امتوں کی اور اچھی دوستی ہے ان کی،اور بیشک پہلے جس نے معانقہ کیا اللہ تعالٰی کے خلیل ابراہیم ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اس حدیث میں صریح تائید ہے عمرو کے قول کی کہ معانقہ ایک دلیل قوی ہے۔افزونی محبت پر۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

امامعانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع است خصوصًا نزد قدوم از سفر[2] الخ۔	اگر کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو گلے ملنا جائز ہے خصوصًا جبکہ آدمی سفر سے آئے الخ۔(ت)

درمختار میں ہے:

وکرہ تحریما تقبیل الرجل ومعانقتہ فی ازار واحد، وقال ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی لاباس بالتقبیل و المعانقۃ فی ازار واحد ولو کان علیہ قمیص اوجبۃ جاز بلاکراھۃ بالاجماع وصححہ فی الھدایۃ وعلیہ المتون[3] انتہی ملخصًا۔	کسی مرد کو بوسہ دینااور اس سے گلے ملناایک چادر میں مکروہ تحریمی ہے۔امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:ایک ازار میں بوسہ دینے اور معانقہ کرنے میں حرج نہیں اوراگر وہ کرتہ پہنے ہو یا جبہ تو بغیر کسی کراہت کے بالاجماع جائز ہے ہدایہ میں اس کی تصحیح فرمائی اور اسی کے مطابق سارے متون ہیں انتہی ملحصًا۔(ت)

اور ایسا ہی شیخ محقق نے کافی سے نقل کیا:

حیث قال وگفتہ اند کہ خلاف در جائیست کہ برہنہ تن باشند اما باقمیص وجبہ لاباس بہ است باجماع	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ لوگوں نے کہا ہے کہ معانقہ وغیرہ میں اس جگہ اختلاف ہے کہ جہاں ننگے ہوں،

---

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلی حدیث ۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۵۵

[2] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۰

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

وھو الصحیح کذا فی الکافی [1]۔	لیکن اگر کرتہ یا جبہ پہنے ہوں تو پھر بالاجماع کوئی حرج نہیں، اور یہی صحیح ہے یونہی کافی میں مذکور ہے۔(ت)

البتہ اگر دونوں ننگے بدن ہوں تو اس صورت کو بعض روایات میں مکروہ کہا ہے۔اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک یوں بھی کچھ حرج نہیں۔ بیشک جہاں خوف فتنہ ہو مثلاً عورت یا امرد خوبصورت سے معانقہ کرنا خصوصًا جبکہ بنظر شہوت ہو تو اس صورت کی کراہت وعدم جواز میں کسی کو کلام نہیں شرح وقایہ کی کتاب الکراہیۃ میں ہے:

وکرہ تقبیل الرجل و عناقہ فی ازارواحد وجازمع قمیص ومصافحۃ ش عطف علی الضمیر فی جاز ھذا عند ابی حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی عنہ لاباس بہما فی ازار واحد و امامع القمیص فلا باس بالاجماع والخلاف فیما یکون للمحبۃ واما بالشھوۃ فلا شك فی الحرمۃ اجماعًا [2] انتھی۔	کسی مرد کو بوسہ دینا اور ایک چادر میں اس سے گلے ملنا مکروہ ہے البتہ کرتہ پہنے ہوں تو جائز ہے۔اور مصافحہ کرنا بھی جائز ہے۔(تشریح) "مصافحتہ" اس عبارت کا عطف "جاز" کی ضمیر پر ہے۔اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے لیکن امام ابویوسف نے فرمایا: اللہ تعالٰی سب پر رحم فرمائے بوسہ دینا اور معانقہ کرنا اگر ایک چادر میں ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر قمیص پہنے ہو تو پھر بالاتفاق کچھ مضائقہ نہیں۔ اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ یہ کام پیار و محبت کے انداز میں ہو لیکن اگر شہوت سے ہو تو پھر اجماعًا حرمت میں کوئی شک نہیں انتہی(ت)

جن روایتوں میں معانقہ سے نفی آئی ہے ان میں جمعا بین الاحادیث یہی صورت مقصود، امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کہ اہل سنت کے پیشوا ہیں اس معنی کی تصریح فرمائی کماذکرہ الشیخ المحقق فی شرح المشکوٰۃ (جیسا کہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں بیان فرمایا۔ت) سو اس صورت میں مصافحہ بھی نادرست ہے کمالایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) احادیث کثیرہ میں وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام سے بارہا بحالت سفر اور بلاسفر معانقہ فرمایا اور اسے جائز رکھا۔ صحیح ترمذی میں عائشہ صدیقہ

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۱

[2] شرح الوقایہ کتاب الکراہیۃ مسئلۃ التقبیل والاعتناق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۵۴تا۵۶

رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ شریف آئے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے معانقہ کیااور بوسہ دیا:

عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قدم زید بن حارثۃ المدینۃ و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بیتی فاتاہ فقرع الباب فقام الیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عریانا یجر ثوبہ واللہ مارأیتہ عریانا قبلہ ولابعدہ فاعتنقہ وقبلہ[1]۔	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب زید بن حارثہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرماتھے۔جب حضرت زید نے آکر دروازے پر دستک دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام برہنہ ہی اٹھ کر اسی حالت میں ان سے ملنے تشریف لے گئے۔حالت یہ تھی کہ اس وقت اپنا کپڑا گھسیٹے جارہے تھے خدا کی قسم میں نے آپ کو اس سے پہلے یااس کے بعد کبھی برہنہ نہیں دیکھا،پھر آپ نے انھیں گلے لگالیااور انھیں بوسہ دیا۔(ت)

سنن ابوداؤد اور بیہقی میں شعبی سے مروی ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو گلے لگایااور بوسہ دیا،

عن الشعبی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تلقی جعفر بن ابی طالب فالتزمہ وقبلہ بین عینیہ[2]۔	امام شعبی سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعفر بن ابی طالب سے ملے تو انھیں گلے لگایا اور دو آنکھوں کے درمیان انھیں بوسہ دیا۔(یعنی ان کی پیشانی چومی)۔(ت)

امام احمد وابوداؤد ونسائی وغیرہم بہیسہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی کہ ان کے والد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اذن لے کر قمیص مبارک کے اندر اپنا سر لے گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گلے لگا کر بوسہ دینا شروع کیااور عرض کی یا رسول اللہ! کیا چیز روکنا جائز نہیں؟ فرمایا: پانی۔عن امرأۃ یقال لھا بھیسۃ عن ابیھا قالت استأذن ابی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

[1] جامع الترمذی کتاب الاستیذان والادب باب ماجاء فی المعانقۃ والقبلۃ امین کمپنی کراچی ۲/ ۹۸۔۹۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ مابین العینین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

وسلم فدخل بینه وبین قمیصه فجعل یقبل و یلتزم ثم قال یانبی الله ماالشیئ الذی لایحل منعه قال الماء [1] الحدیث۔

امام ابوالقاسم سلیمٰن بن احمد طبرانی جناب ہالہ بن ابی ہالہ فرزندار جمند حضرت ام المومنین خدیجہ الکبرٰی رضی الله تعالٰی عنہا سے راوی، وہ نبی صلی الله تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور آرام فرماتے تھے۔ان کی آواز سن کر جاگے اور انھیں سینہ اقدس سے لگایا اور بغایت محبت فرمایا۔ہالہ، ہالہ، ہالہ!

عن ھالة بن ابی ھالة انه دخل علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وھو راقد فاستیقظ فضم ھالة الی صدرہ وقال ھالة ھالة ھالة [2]۔

طبرانی معجم کبیر اور ابن شاہین کتاب السنۃ میں حضرت عبدالله بن عباس رضی الله تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے ایک غدیر میں تشریف لے گئے۔پھر فرمایا ہر شخص اپنے اپنے یار کی طرف پیرے۔اور خود حضور ابوبکر صدیق رضی الله تعالٰی عنہ کی طرف پیر گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا یہ میرا یار ہے۔

عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنھما قال دخل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم واصحابه غدیرا فقال لیسبح کل رجل الی صاحبه فسبح کل رجل منھم الی صاحبه حتی بقی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وابوبکر رضی الله تعالٰی عنه فسبح رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الی ابی بکر رضی الله تعالٰی عنه حتی اعتنقه ف فقال لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکنه صاحبی ف [3]۔	حضرت ابن عباس رضی الله تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی ایک تالاب میں داخل ہوگئے۔پھر فرمایا: ہر آدمی اپنے ساتھی کی طرف تیرے۔پھر ہر شخص اپنے اپنے دوست کی طرف تیرنے لگا، یہاں تک کہ حضور صلی الله تعالٰی علیہ وسلم اور صدیق اکبر رہ گئے پھر آپ اپنے ساتھی ابوبکر رضی الله تعالٰی عنہ کے ساتھ تیرنے لگے اور انھیں گلے لگایا اور فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا دوست ہے۔(ت)

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب مایجوز منعه آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۵

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۸۰۶ مکتبه المعارف الریاض ۴/ ۴۷۶

[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۷۶ المکتبه الفیصلیه بیروت ۱۱/ ۲۶۱

ف: خط کشیدہ الفاظ حدیث المعجم الکبیر کی حدیث ۱۱۹۳۸ میں ۱۱/ ۳۳۹ پر ملاحظہ ہوں۔

ظاہر ہے کہ یہاں سفر سے آنا جانا بھی نہ تھااور سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کرتہ اٹھانے کو عرض کیا: حضور نے اپنے بدن اقدس سے کرتہ اٹھادیا وہ حضور کو لپٹ گئے اور تہیگاہ اقدس پر بوسہ دیا اور حضور نے منع نہ فرمایا:

عن اُسید بن حضیر رجل من الانصار قال بینما ھو یحدث القوم وکان فیه مزاح بیننا یضحکھم فطعنه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی خاصرته بعود فقال اصبرنی قال اصطبر قال ان علیك قمیصا ولیس علی قمیص فرفع النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن قمیصه فاحتضنه وجعل یقبل کشحه قال انما اردت ہذا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم [1]۔	حضرت اسید بن حضیر سے روایت ہے کہ جو ایک انصاری آدمی تھے،وہ لوگوں سے باتیں کررہے تھے،اور وہ ہمارے درمیان ایک مزاح کرنے والے آدمی تھے جو لوگوں کو ہنسایا کرتے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لکڑی سے ان کے پہلوں میں ٹھونک ماری تو وہ کہنے لگے میرے لئے صبر کیجئے،آپ نے فرمایا: میں صبر کرتاہوں،وہ کہنے لگے کہ آپ تو کرتہ پہنے ہوئے ہیں۔پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جسم اقدس سے کپڑا اٹھایا تو وہ آپ کے جسم اقدس سے لپٹ گئے اور آپ کے پہلو مبارک کو بوسہ دینے لگے۔اور کہا کہ یا رسول اللہ ! میں تو یہی ارادہ رکھتا تھا۔(ت)

احمد یعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک بار حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے، حضور نے اپنے بدن اقدس سے چپٹا لیا۔**عن یعلی قال ان جاء حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنھما یستبقان الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فضمھما الیه** [2]۔

ابوداؤد اپنے سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملتا حضور مجھ سے مصافحہ فرماتے ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا میں گھر میں نہ تھا،جب آیا خبر پائی،حاضر ہوا،حضور نے مجھے اپنے بدن سے لپٹا لیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قبلة الجسد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن یعلی بن مرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۷۲

عن ایوب بن بشیر عن رجل من عنزۃ انہ قال قلت لابی ذر ھل کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصافحکم اذا لقیتموہ قال مالقیتہ قط الاصافحنی وبعث الی ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت انہ ارسل الی فاتیتہ وھو علی سریرہ فالتزمنی فکانت تلك اجود واجود [1]۔	حضرت ایوب بن بشیر قبیلہ عنزہ میں سے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں فرمایا میں نے حضرت ابوذر سے پوچھا: جب تم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے تو کیاآپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم سے مصافحہ کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی مگرآپ نے مجھ سے مصافحہ کیا،ایک دن آپ نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا مگر اس وقت میں گھر پر نہ تھا۔جب میں واپس آیا اور مجھے آپ کے یاد فرمانے کی اطلاع ہوئی تو حاضر خدمت ہوااور اس وقت آپ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے پھر آپ نے اسی حالت میں مجھے گلے لگایا۔یہ موقعہ بڑااچھااور بڑاشاندار تھا۔(ت)

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت می کند کہ روزے نزدآں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے می آید کہ حق تعالٰی بعد ازیں کسے رابہتر از وپیدانہ کردہ است وشفاعت او را روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد،جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ گوید ملتے نگزشتہ بود کہ حضرت ابوبکررضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف آوردند۔پس آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برخاستند وبرپیشانی ایشاں بوسہ دادند ودرکنار گرفتہ ساعتے آنست حاصل کردند [2]۔	حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ایک شخص آئے گا کہ اللہ تعالٰی نے اس کے بعد اس سے بہتر کوئی نہیں پیدافرمایا۔قیامت کے دن لوگوں کے حق میں اس کی شفاعت انبیاء کرام کی طرح ہوگی۔حضرت جابر(اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) نے فرمایا کہ کچھ زیادہ دیر نہ گزری کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لے آئے پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے (استقبال) کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیااور ان سے بغلگیر

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی المعانقۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۲

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ اللیل مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۰۶۔۳۰۷

	ہوئے اور کچھ دیر تک ایک دوسرے سے مانوس ہوتے رہے۔ (ت)

یہ سب صورتیں معانقہ بے سفر کی ہیں اور شیخ محقق ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

سیوطی در جمع الجوامع از معصب بن عبداللہ آوردہ کہ چوں آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن ابی جہل رادید بایستادہ و بجانب اورفت واعتناق کرد فرمود مرحبابالراکب المہاجر [1]	علامہ سیوطی "جوامع الجوامع" میں حضرت مصعب بن عبد اللہ سے روایت لائے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عکرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بن ابوجہل کو دیکھ تو اٹھ کھڑے ہوئے اور چند قدم چل کر اس کی طرف تشریف لے گئے پھر اسے گلے لگایا اور ارشاد فرمایا: خوش آمدید اے ہجرت کرنے والے سوار! (ت)

بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد، اور فقہاء کا قول سن ہی چکے کہ بے خوف فتنہ کپڑوں کے اوپر معانقہ بالاجماع بلا کراہت جائز ہے تو قول زید کہ معانقہ کرنا ہر وقت میں حرام ہے محض غلط و باطل ہے۔ اور شریعت مطہرہ پر کھلا افتراء وہ اپنے اس قول میں صحیح حدیثوں کو جھٹلاتا اور اجماع ائمہ کا خرق کرتا ہے اگر سچا ہے تو حدیث وفقہ سے اپنا دعوی علی الاطلاق ثابت کردے ورنہ خدا اور سول پر بہتان کرنے کا اقرار کرے اور جب معانقہ بشرائط مذکورہ بالا بلا تخصیص وقت وحال حدیث وفقہ سے مشروع ٹھہرا تو جس وقت وجس زمانہ میں کیا جائے گا مشروع ہی رہے گا اور مجرد خصوصیت وقت باعث حرمت نہ ہو جائیگی پس وہ معانقہ جو بعد نماز عید ہمارے زمانہ میں رائج ہے بشرائط مسطورہ بالا بلاشبہہ مشروع وجائز ہے اصل اس کی احادیث واجماع سے ثابت۔ گو تخصیص اس وقت کی قرون ثلثہ میں نہ پائی جائے،

کما صرح بمثل ذٰلك الامام العلامة النووی فی الاذکار والفاضل علاؤالدین فی الدرالمختار وغیرھما فی غیرھما۔	جیسا کہ امام نووی نے "الاذکار" میں اور فاضل علاؤالدین نے "در مختار" میں اور ان دونوں کے علاوہ باقی اہل علم نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی۔ (ت)

اور جو گناہ علانیہ کیا ہو اس کی توبہ بھی علانیہ چاہئے اور پوشیدہ کی پوشیدہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم بالصواب** (اللہ تعالٰی ٹھیک بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معانقہ بے حالت سفر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کہ اسے قدوم مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے۔ قول اس کا شرعًا

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۳

کیسا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

کپڑوں کے اوپر سے معانقہ بطور بر و کرامت واظہار محبت بے فساد نیت و مواد شہوت بالاجماع جائز، جس کے جواز پر احادیث کثیرہ وروایات شہیرہ ناطق۔ اور تخصیص سفر کا دعوٰی محض بے دلیل۔ احادیث نبویہ و تصریحات فقہیہ اس بارے میں بروجہ اطلاق وارد۔ اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب۔ اور بے مدرک شرعی تقیید اور تخصیص مردود و باطل ورنہ نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) ابن ابی الدنیا کتاب الاخوان اور دیلمی مسند الفردوس میں اور ابوجعفر اپنی کتاب میں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

واللفظ للعقیلی انہ قال سئلت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المعانقۃ فقال تحیۃ الامم وصالح ودھم وان اول من عانق خلیل اللہ ابراھیم [1]۔	(الفاظ محدث عقیلی کے ہیں کہ تمیم داری نے فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معانقہ کو پوچھا۔ فرمایا: تحیت ہے امتوں کی اور اچھی دوستی ان کی، اور بیشک پہلے معانقہ کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ ہیں علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خانیہ میں ہے:

ان کانت المعانقۃ من فوق قمیص او جبۃ جاز عند کل اھ ملخصًا [2]۔	گلے ملنا اگر قمیص یا جبہ پہن کر ہو تو سب کے نزدیک جائز ہے۔ اھ ملخصًا (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

اذا کان علیھما قمیص او جبۃ جاز بالاجماع [3] اھ مختصرًا۔	اگر دونوں نے قمیص یا جبہ پہن رکھا ہو تو بالاتفاق جائز ہے اھ مختصرًا (ت)

ہدایہ میں ہے:

---

[1] الضعفاء الکبیر حدیث ۱۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۵۵

[2] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الحظر والاباحۃ باب فیما یکرہ من النظر والمس نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۳

[3] مجمع الانہر کتاب الکراہیۃ فصل فی بیان احکام النظر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۱

قالوا الخلاف فی المعانقة فی ازار واحد واما اذا کان علیہ قمیص اوجبة فلا باس بھا بالاجماع وھو الصحیح [1]۔	فقہائے کرام نے فرمایا اختلاف اس معانقہ میں ہے جو صرف ایک چادر کے ساتھ ہو لیکن جب قمیص یا جبہ پہن رکھا ہو تو بالاتفاق گلے ملنے میں کوئی قباحت نہیں۔اور یہی صحیح ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

لوکان علیہ قمیص اوجبة جاز بلا کراھة بالاجماع وصححہ فی الھدایة وعلیہ المتون [2]۔	اگر آدمی قمیص یا جبہ پہنے ہو پھر معانقہ کرنا بغیر کراہت بالاتفاق جائز ہے۔ہدایہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا اور متون فقہ اسی کے مطابق ہیں۔(ت)

شرح نقایہ میں ہے:

عناقہ اذا کان معہ قمیص اوجبة اوغیر لم یکرہ بالاجماع وھوالصحیح [3] اھ ملخصًا۔	معانقہ کرنا بایں صورت کہ جبہ یا قمیص پہن رکھی ہو بالاتفاق مکروہ نہیں۔اور یہی صحیح ہے اھ ملتقطًا(ت)

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ اسمٰعیل نابلسی نے حاشیہ درر،اور شیخ محقق نے لمعات میں تصریح فرمائی۔اور اسی پر فتاوٰی ہندیہ وحدیقہ ندیہ وشرح درر مولٰی خسرو وغیرہا میں جزم کیا اور یہی وقایہ ونقایہ وکنز واصلاح وغیرہا متون کا مفاد اور شروح ہدایہ وحواشی درمختار وغیرہا میں مقرر،ان سب میں کلام مطلق ہے کہیں تخصیص سفر کی بو نہیں۔اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع است خصوصًا نزد قدوم از سفر [4]۔	اگر کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو معانقہ جائز ہے بالخصوص اس وقت جبکہ سفر سے واپسی ہو۔(ت)

یہ خصوصًا بطلان تخصیص پر نص صریح ہے رہیں احادیث نہی ان میں زید کے لئے حجت نہیں کہ ان سے اگر ثابت ہے تو نہی مطلق،پھر اطلاق پر رکھئے تو حالت سفر بھی گئی حالانکہ اس میں زید بھی ہم سے موافق۔اور توفیق پر چلے تو علماء فرماتے ہیں وہاں معانقہ بروجہ شہوت مراد،اور پر ظاہر کہ ایسی صورت

[1] الہدایۃ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی الاستبراء مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۶۶
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴
[3] شرح النقایۃ للبرجندی باب الکراھیۃ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۸۱
[4] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۰

میں تو بحالت سفر بھی بلکہ مصافحہ بھی ممنوع تا بمعانقہ چہ رسد، امام فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق اور اکمل الدین بابرتی عنایہ اور شمس الدین قہستانی جامع الرموز اور آفندی شیخی زادہ شرح ملتقی الابحر اور شیخ محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ اور امام حافظ الدین شرح وافی اور سید امین الدین آفندی حاشیہ شرح تنویر مولٰی عبدالغنی نابلسی شرح طریقہ محمدیہ میں اور ان کے سوا اور علماء ارشاد فرماتے ہیں:

وھذا لفظ الاکمل قال وفق الشیخ ابو منصور (یعنی الماتریدی امام اھل السنت و سید الحنفیۃ) بین الاحادیث فقال المکروہ من المعانقۃ ماکان علی وجہ الشھوۃ عبر عنه المصنف (یعنی امام برہان الدین الفرغانی) بقوله فی ازار واحد فانه سبب یفضی الیھا فاما علی وجه البر والکرامة اذا کان علیه قمیص اوجبة فلا باس به اھ[1]۔	یہ الفاظ امام اکمل الدین بابرتی کے ہیں انھوں نے فرمایا شیخ ابو منصور ماتریدی جو اہلسنت کے امام اور احناف کے پیشوا ہیں انھوں نے بظاہر باہم متعارض حدیثوں میں مطابقت اور موافقت کی روش اختیار کی، چنانچہ فرمایا وہ معانقہ مکروہ ہے جو شہوانی جذبات کے ساتھ ہو جس کی تعبیر مصنف یعنی امام برہان الدین فرغانی نے اپنے قول "فی ازار واحد" (صرف ایک چادر کے ساتھ) کی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا سبب ہے جو شہوت رانی تک پہنچادیتا ہے۔ لیکن اگر معانقہ نیکی اور اکرام کے جذبے کے ساتھ ہو اور قمیص یا جبہ پہن کر کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اھ (ت)

اور کیونکر روا ہوگا کہ بحالت سفر کے معانقہ کو مطلقًا ممنوع ٹھہرائے حالانکہ احادیث کثیرہ میں ثابت کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بارہا بے صورت مذکورہ بھی معانقہ فرمایا:

حدیث اوّل: بخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ بطریق عدیدہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

وھذا لفظ مولف منھا دخل حدیث بعضھم فی بعض قال خرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فجلس بفناء بیت فاطمة رضی اللہ تعالٰی عنه فقال ادعی الحسن بن	یعنی ایک بار سید دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلایا۔ حضرت زہرا نے

[1] الغنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۴۸۵

علی فحبسته شیئا فظننت انها تلبسه سخابا او تغسله فجاء یشتد وفی عنقه السخاب فقال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بیده هکذا فقال الحسن بیده هکذا حتی اعتنق کل واحد منهما صاحبه فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم اللهم انی احبه فاحببه واحب من یحبه[1]۔	بھیجنے میں کچھ دیر کی میں سمجھا انھیں ہار پہناتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی اتنے میں دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے گلے میں ہار پڑا تھا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست اقدس بڑھائے حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلا دئے یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لپٹ گئے۔ حضور نے گلے لگا کر دعا کی: الٰہی! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھ، جو اسے دوست رکھے گا اسے دوست رکھ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث دوم: صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یاخذ بیدی فیقعدنی علی فخذه ویقعد الحسن علی فخذه الاخری ثم یضمها ثم یقول اللهم ارحمهما فانی ارحمهما[2]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک ران پر مجھے بٹھالیتے اور دوسری پر امام حسن کو پھر دونوں کو لپٹا لیتے۔ پھر دعا فرماتے الٰہی! میں ان پر مہر کرتا ہوں تو ان پر رحم فرما۔

حدیث سوم: اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے:

ضمنی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الی صدره وقال اللهم علمه الحکمة[3]۔	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لپٹا لیا اور دعا فرمائی: الٰہی! اسے حکمت سکھادے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب السخاب للصبیان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸۲

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب وضع الصبی علی الفخذ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۸

[3] صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مناقب ابن عباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۱

حدیث چہارم: امام احمد اپنی مسند میں یعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انه جاء حسن وحسین رضی الله تعالٰی عنه عنهما یستبقان الی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فضمهما الیه [1]۔	ایک بار دونوں صاحبزادے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے آئے حضور نے دونوں کو لپٹا لیا

حدیث پنجم: جامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث ہے:

سئل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ای اهل بیتك احب الیك قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمة ادعی لی ابنی فیشمهما ویضمهما الیه [2]۔	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضور کو اپنے اہلبیت میں سے زیادہ پیارا کون ہے۔فرمایا: حسن و حسین۔ اور حضور دونوں صاحبزادوں کو حضرت زہرا سے بلوا کر سینے سے لگاتے اور ان کی خوشبو سونگھتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔

حدیث ششم: امام ابوداؤد اپنی سنن حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالٰی تعالٰی عنہما سے راوی:

بینما هو یحدث القوم وکان فیه مزاح بیننا یضحکهم فطعنه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی خاصرته بعود فقال اصبرنی فقال اصطبر قال ان علیك قمیصا ولیس علی قمیص فرفع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن قمیصه فاحتضنه وجعل یقبل کشحه قال انما	اس اثناء میں کہ وہ باتیں کررہے تھے اور ان کے مزاج میں مزاح تھا لوگوں کو ہنسارہے تھے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لکڑی ان کے پہلوں میں چبھوئی،انھوں نے عرض کی: مجھے بدلہ دیجئے۔فرمایا: لے۔عرض کی: حضور تو کرتا پہنے ہیں اور میں ننگا تھا۔حضور نے کرتا اٹھادیا انھوں نے حضور کو اپنے کنار میں

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن یعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۷۲

[2] جامع الترمذی کتاب المناقب مناقب الحسن والحسین امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۸

اردت ہذا یا رسول اللہ [1]۔	لیا اور تہیگاہ اقدس کو چومنا شروع کیا پھر عرض کی: یا رسول اللہ! میرا یہی مقصود تھا۔ع دل عشاق حیلہ گر باشد (عاشقوں کا دل کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ تلاش کرلیتا ہے۔ت) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی کل من احبہ وبارک وسلم۔

حدیث ہفتم: اسی میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے:

مالقیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قط الاصافحنی وبعث الی ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت انہ ارسل الی فاتیتہ وھو علی سریرہ فالتزمنی فکانت تلك اجود واجود [2]۔	میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے۔ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا۔میں گھر میں نہ تھا۔آیا تو خبر پائی حاضر ہوا۔حضور تخت پر جلوہ فرما تھے۔مجھے گلے سے لگایا تو یہ اور زیادہ جید و نفیس تر تھا۔

حدیث ہشتم: ابویعلی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

قالت رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التزم علیاً وقبلہ ویقول بابی الوحید الشھید [3]۔	میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے مولا علی کو گلے لگایا اور پیار کیا،اور فرماتے تھے میرا باپ نثار اس وحید شہید پر۔

حدیث نہم: طبرانی معجم کبیر اور ابن شاہین کتاب السنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ غدیرا فقال لیسبح کل رجل الی صاحبہ فسبح کل رجل منھم الی صاحبہ	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ایک تالاب میں تشریف لے گئے حضور نے ارشاد فرمایا: ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے۔سب نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی المعانقۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۲

[3] مسند ابویعلی ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۴۵۵۸ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۳۱۸

حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر فسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقہ فقال لوکنت ف متخذ اخلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکنہ صاحبی[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اورابوبکر صدیق باقی رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدیق کی طرف پیر کر تشریف لے گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا یار ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی صاحبہ وبارک وسلم۔

حدیث دہم: خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال کنا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یطلع علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احدا ھو خیر منہ ولا افضل۔ ولہ شفاعة مثل شفاعة النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر الصدیق فقام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقبلہ والتزمہ[2]۔	ہم خدمت اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر تھے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالٰی نے میرے بعد اس سے بہتر وبزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت انبیاء کی مانند ہوگی ہم حاضر ہی تھے کہ ابوبکر نظر آئے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قیام کیا اور صدیق کو پیار کیا اور گلے لگایا۔

حدیث یازدہم: حافظ عمر بن محمد ملا اپنی سیرت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقفا مع علی بن ابی طالب اذ اقبل ابوبکر فصافحہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعانقہ وقبل فاہ قال علی اتقبل فا ابی بکر فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا ابا الحسن منزلة	میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا، اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ فرمایا اور گلے لگایا اور ان کے دہن پر بوسہ دیا۔ مولٰی علی

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۷۶و ۱۱۹۳۸ المکتبة الفیصلیة بیروت ۳/ ۲۶۱و۳۳۹

[2] تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ترجمہ محمد بن العباس ابوبکر القاص دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۲۴

ف: خط کشیدہ الفاظ حدیث المعجم الکبیر کی حدیث ۱۱۹۳۸ میں ۱۱/ ۳۳۹ پر ملاحظہ ہوں

ابوبکر عندی کمنزلتی عند ربی [1]۔	کرم اللہ وجہہ نے عرض کی کیا حضور ابوبکر کا منہ چومتے ہیں، فرمایا اے ابوالحسن! ابوبکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا کہ میرا مرتبہ اپنے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم: ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المجالس میں مختصرا اور ریاض نضرہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مطولا صدیق اکبر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہار اسلام اور کفار سے ضرب وقتال فرمانا اور ان کے چہرہ مبارک پر ضرب شدید آنا اس سخت صدمہ میں بھی حضور اقدس سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خیال رہنا۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالارقم میں تشریف فرماتھے اپنی ماں سے خدمت اقدس میں لے چلنے کی درخواست کرنا مفصلا مروی یہ حدیث بتمامہ ہماری کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ العمرین میں مذکور، اس کے آخر میں ہے:

حتی اذاھدأت الرجل وسکن الناس خرجتابہ یتکیئ علیہما حتی ادخلتاہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالت فانکب علیہ فقبلہ وانکب علیہ المسلمون ورق لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رقۃ شدیدۃ الحدیث [2]۔	یعنی جب پچل موقوف ہوئی اور لوگ سو رہے ان کی والدہ ام الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی بہن ام جمیل رضی اللہ تعالٰی عنہما انھیں لے کر چلیں بوجہ ضعف دونوں پر تکیہ لگائے تھے یہاں تک کہ خدمت اقدس میں حاضر کیا دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر گر پڑے اور بوسہ دینے لگے اور صحابہ غایت محبت سے ان پر گرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے رقت فرمائی الحدیث۔

حدیث سیزدہم: حافظ ابوسعید شرف المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

صعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسم علی المنبر ثم قال این عثمان بن عفان، فوثب وقال ھا انا ذا یارسول اللہ فقال	حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا: عثمان کہاں ہیں۔ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ بے تابانہ اٹھے اور عرض کی: حضور!

---

[1] سیرت حافظ عمر بن محمد ملا

[2] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۱/ ۷۹

ادن منی فدنا منه فضمه الی صدره و قبل بین عینیه الحدیث۔[1]	میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا: پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں سینے سے لگایا اور آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔ الحدیث۔

حدیث چہاردہم: حاکم صحیح مستدرک بافادۃ التصحیح اور ابویعلٰی اپنی مسند اور ابونعیم فضائل صحابہ میں اور برہان خجندی کتاب اربعین مسمّٰی بالماء المعین اور عمر بن محمد ملا سیرت میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال بینانحن مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی نفر من المهاجرین منهم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحة والزبیر و عبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لینهض کل رجل الی کفؤه فنهض النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الی عثمان فاعتنقه وقال انت ولی فی الدنیا والاخرة۔[2]	ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے، حاضرین میں خلفاء اربعہ (ابوبکر، عمر، عثمان، علی) وطلحہ و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اٹھ کر جائے، اور خود حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف اٹھ کر تشریف لائے اور ان سے معانقہ کیا اور فرمایا: تو میرا دوست ہے دنیا وآخرت میں۔

حدیث پانزدہم: ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبٰی وہ اپنے والد ماجد حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہما سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عانق عثمٰن بن عفان فقال قدعانقت اخی عثمان فمن کان له اخ فلیعانقه۔[3]	حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا میں نے اپنے بھائی عثمان سے معانقہ کیا جس کے کوئی بھائی ہو اسے چاہئے اپنے بھائی سے معانقہ کرے۔

[1] اشرف النبی (فارسی) باب بست ونہم مطبوعہ تہران ص ۲۸۸ و ۲۹۰
[2] المستدرک باب فضائل عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ دارلفکر بیروت ۳/ ۹۷
[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۳۶۲۴۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۵۷

اس حدیث میں علاوہ فعل کے مطلقاً حکم بھی ارشاد ہوا کہ ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معانقہ کرنا چاہئے:

حدیث شانزدہم: حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بتول زہراء سے فرمایا: عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی کہ نامحرم شخص اسے نہ دیکھے، حضور نے گلے سے لگالیا اور فرمایا:

ذریۃ بعضہا من بعض [1]۔ او کما ورد صلی اللہ تعالٰی علی الجیب واٰلہ وبارك وسلم۔	یہ ایک دوسرے کی نسل ہے۔(ت) جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے اللہ تعالٰی کی رحمت وبرکت اور سلام ہو اس کے حبیب مکرم اور ان کی سب آل پر۔(ت)

بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد۔ اور تخصیص سفر محض بے اصل وفاسد، بلکہ سفر وبے سفر ہر صورت میں معانقہ سنت، اور سنت جب ادا کی جائے گی سنت ہی ہوگی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریحاً نہی ثابت نہ ہو یہاں تک کہ خود امام مانعین مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنے رسالہ نذور میں کہ مجموعہ زبدۃ النصائح میں مطبوع ہوا صاف مقر کہ معانقہ روز عید گو بدعت ہو بدعت حسنہ ہے۔

حیث قال ہمہ اوضاع از قران خوانی وفاتحہ خوانی وطعام خورانیدن سوائے کنند چاہ وامثالہ دعا واستغفار واضحیہ بدعت است گو بدعت حسنہ بالخصوص ست مثل معانقہ عید ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر [2] انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کہا ہے۔ قرآن خوانی فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانے کے تمام طریقے بدعت ہیں سوائے کنواں کھدوانے اور اسی نوع کے دوسرے کام، قربانی کرنے اور دعا استغفار کرنے کے۔ گویہ بدعت حسنہ بالخصوص ہیں جیسے عید کے دن گلے ملنا اور نماز فجر اور نماز عصر کے بعد مصافحہ کرنا انتہی اللہ تعالٰی سب کچھ جانتا ہے اور اس شان والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ پختہ ہے۔(ت)

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب النکاح الباب الثالث دار الفکر بیروت ۵/ ۳۶۲

[2] زبدۃ النصائح (رسالہ نذور)

رسالہ
صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین ۱۳۰۶ھ
(دونوں ہتھیلیوں سے مصافحہ ہونے میں چاندی کی تختیاں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۲۳: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو ناجائز و خلاف احادیث جانتے ہیں ان کا یہ دعوی صحیح ہے یا غلط؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ)

الجواب:

الحمدللہ اللھم لك الحمد یاباسط الیدین بالرحمۃ تنفق کیف تشاء، تصافح حمدك بمزید رفدك کما تعانق شکرك والعطاء، صل وسلم وبارك علی من یداہ بحر النوال، ومتبعا الزلال وجنتا البلاء، وعلی الہ وصحبہ و اھلہ وحزبہ ماتصافحت الایدی عند اللقاء واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الباسط کفیہ بالجود والصلۃ وعلی الہ وصحبہ اولی الود والاخاء والفیض والسخاء فی العسر والرخاء الی تصافح الاحباب وتعانق الاخلاء۔ اٰمین الہ الحق امین۔

بیشک، دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے۔ اکابر علماء نے اس کے مسنون و مندوب ہونے

کی تصریح فرمائی اور ہرگز ہرگز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے ممانعت میں نہ آئی۔ جائز شرعی کی ممانعت ومذمت پر اترنا شریعت مطہرہ پر افتراء کرنا ہے **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ قبل اس کے کہ اس اجمال کی تفصیل کرے، ایک واقعہ طیبہ ورؤیائے صالحہ ذکر کرتا ہے۔ **وللہ الحمد والمنۃ ومنہ الفضل والنعمۃ۔**

یہ مسئلہ فقیر غفرلہ المولی القدیر سے روز جمعہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ کو بعد نماز پوچھا گیا۔ جواب زبانی بیان میں آیا اور ازانجا کہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس قلتِ مہلت تھی قصد کیا کہ جمعہ آئندہ کی تعطیل ان شاء اللہ تعالٰی تحریر جواب کی کفیل ہوگی۔ اس اثناء میں سوال مذکور کا خیال بھی دل سے اتر گیا۔ ناگاہ شب سہ شنبہ ۲۳ ماہ مسطور کہ سر بشمال و روبقبلہ میں سوتا اور بخت بیدار تھا۔ خاص صبح کے وقت **بحمداللہ** دیکھا کہ سمت مدینہ طیبہ سے امام علام، مرشد الانام، قاضی البلاد ومفتی العباد، فقیہ النفس، مقارب الاجتہاد، امام اجل، ابوالمحاسن فخر الملۃ والدین ابوالمفاخر، حسن ابن امام بدرالدین منصور ابن امام شمس الدین محمود ابوالقاسم بن عبدالعزیز اوزجندی فرغانی معروف بہ امام قاضی خاں **قَدَّسَ اللہُ تَعَالٰی سرّہ، فَاَفَاضَ عَلَیْنَا نُوْرَہ،** (جن کے فتاوٰی کے لئے شرقاغرباً اعلی درجہ کا اعتبار اور اشتہار اور ان کا امام مجتہد، فقیہ النفس اعظم عمائد سے ہونا آشکار) فقیر کے سرہانے تشریف لائے، بلند بالا متوسط بدن، سفید پوشاک زیب تن، وسیع گھیر نیچے دامن، اور بزبان فارسی یہ دو جملے ارشاد فرمائے:

"مسند ایشاں حدیث انس است واو را مفہوم نیست"	اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ والی حدیث ہے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں۔ (ت)

لفظ یہی تھے یا اس کے قریب، معاجمال مبارک دیکھتے ہی قلب فقیر میں القاء ہوا کہ یہ امام قاضی خاں رحمہ اللہ تعالٰی ہیں۔ اور کلام مقدس سنتے ہی دل میں آیا کہ اسی مسئلہ مصافحہ کی نسبت ارشاد ہے **والحمدللہ رب العالمین۔**

فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی کو اس خواب مبارک کے ذکر سے مخالفین پر حجت لانا مقصود نہیں کہ وہ تو خواب کے اصلا قدر وقیمت نہیں رکھتے اگرچہ احادیث صحیحہ سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے امر عظیم جانتے اور اس کے سننے، پوچھنے، بتانے، بیان فرمانے میں نہایت درجے کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے:

هَلْ رَاٰى اَحَدٌ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا[1]۔	آج کے شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟

جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا۔ حضور تعبیر فرماتے۔ احمد وبخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ وطبرانی وحکیم ترمذی وابن جریر وابن عبدالبر وابن النجار وغیرہم محدثین کبار کے یہاں احادیث انس وابوہریرہ وعبادہ بن صامت وابوسعید خدری وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عمرو عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وجابر بن عبداللہ وعوف بن مالک وابورزین عقیلی وعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکرا عـــہ ہے"[2]

صحیح بخاری میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس اور راحمد وابنائے ماجہ وخزیمہ وحبان کے یہاں بسند صحیح ام کرز کعبیہ ___ اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ ___ اور معجم کبیر طبرانی میں بسند صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی وھذا لفظ الطبرانی (یہ الفاظ طبرانی کے ہیں۔ت) حضور لامع النور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدِي اِلَّا الْمُبَشَّرَاتُ قِيْلَ وَمَا الْمُبَشَّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ اَوْتُرٰى لَهٗ[3]۔	نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر بشارتیں، عرض کی گئی وہ بشارتیں کیا ہیں؟ فرمایا: نیک آدمی کہ خواب خود دیکھے یا اس کے لئے دیکھی جائے۔

اسی طرح احادیث اس بارہ میں متوافر اور اس کا امر عظیم مہتم بالشان ہونا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عـــہ: حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں۔ چو بیسواں، پچیسواں، چھبیسواں، چالیسواں، چوالیسواں، پینتالیسواں، چھیالیسواں، پچاسواں، سترھواں، چھہترواں ٹکڑا سب وارد ہیں۔ لہٰذا فقیر نے مطلق ایک ٹکرا کہا اور اکثر احادیث صحیحہ میں چھیالیسواں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ۱۲منہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرؤیا امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۳، صحیح البخاری کتاب التعبیر باب تعبیر الرؤیا بعد صلوٰۃ الصبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۳، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرؤیا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرؤیا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۹، صحیح البخاری کتاب التعبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۴ و ۱۰۳۵

[3] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۷۹

سے متواتر۔ان کی تفصیل موجب تطویل۔

اور احمد وبخاری وترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَااَرٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَایُحِبُّھَافَاِنَّمَاھِیَ مِنَ اللہِ فَلْیَحْمَدِ اللہ عَلَیْھَا وَلِیُحَدِّثَ بِھَا غَیْرہ [1]۔	جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے چاہئے کہ اس پر اللہ تعالٰی کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

فقیر بے نوا کو اس سے زیادہ کیا پیارا ہوگا کہ ایک امام اجل، رکن شریعت، ہادی ملت اس پر اپنا پر تو اجلال ڈالے۔اور محض اس کی امداد اور ارشاد کے لئے غریب خانہ پر بنفس نفیس کرم فرمائے اور بے سابقہ عرض و درخواست خود بکمال مہربانی مسئلہ دین ورد مخالفین تعلیم کرے۔کیا وہ غریب خستہ فقیر دل شکستہ اس سے امید نہ کرے گا کہ باوجود میرے ان عظیم وشدید گناہوں کے میرا رؤف ورحیم مولٰی عزوجل وعلا میرے ساتھ ایک نظر خاص رکھتا ہے اور مجھ سے ذلیل۔بے وقعت، خوار، بے حیثیت کا افتاء بھی اس بارگاہ رحمت میں گنتی شمار کے قابل ٹھہرائے۔

فالحمدللہ الذی بنعمته وجلاله تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی کنز الفقراء، حرز الضعفاء عظیم الرجاء، عمیم العطیات وعلی اله و صحبه اجمعین ۔ و الحمدللہ رب العالمین۔	تمامی تعریف ثابت ہے اس معبود حقیقی کے لئے جس کی نعمت وعظمت کے طفیل نیکیاں تمام و کمال کو پہنچیں، اور درود وسلام نازل ہو اس ذات اقدس پر جو فقیروں کا خزانہ، کمزوروں کی پناہ گاہ، بڑی امید والے اور عام بخشش کرنے والے ہیں اور ان کے تمام آل واصحاب پر تمامی تعریف سارے جہاں کے پالنہار کے لئے ہے۔(ت)

معہذا یہ بھی سنت صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی اس پر ارشاد ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھادی، صحیحین [2] میں ہے ابوحمزہ ضبعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا

---

[1] صحیح البخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا من اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۴، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۸

[2] صحیح البخاری کتاب المناسك باب التمتع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۳

جس سے مذہب ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی تائید ہوئی، ابن عباس نے ان کا وظیفہ مقرر کردیا اور اس روز سے انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کیا،

ان وجوہ پر نظر تھی کہ فقیر نے یہ خواب ذکر کی، خواب دیکھتے ہی آنکھ کھلی، نماز کا وقت تھا، وضو میں مشغول ہوا، اثنائے وضو ہی میں خیال کیا تو یاد آیا کہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث جامع ترمذی میں مروی کہ سائل نے عرض کی:

افیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم [1]۔	یعنی یارسول اللہ! جب مسلمان مسلمان سے ملے تو اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے۔ فرمایا ہاں۔

اس میں لفظ "یدہ" بصیغہ مفرد واقع ہوا لہٰذا ان صاحبوں کا محل استناد ٹھہرا۔

اب قبل اس کے کہ جواب امام علیہ الرحمۃ المنعام کی توضیح اور دیگر مباحث نفیسہ کی جو بحمد اللہ قلب فقیر پر فائض ہوئے تصریح کروں، پہلے اس کا بیان کرنا ہے کہ امام ہمام قدس سرہ نے خاص حدیث انس کو کیوں ان کا مستند بنایا حالانکہ کلمہ ید بصیغہ مفرد اس کے سوا اور بھی کئی حدیثوں میں آیا، اس تحقیق کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالٰی ان حدیثوں سے بھی جواب کھل جائے گا۔

فاقول: وباللہ التوفیق وہ احادیث مصافحہ جن میں لفظ ید بصیغہ مفرد واقع تین قسم ہیں:

قسم اول: احادیث فضائل جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے ــــــ مثلاً:

حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما جسے طبرانی نے معجم اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صالح روایت کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَالَقِیَ الْمُؤْمِنَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَاَخَذَ بِیَدِہٖ فَصَافَحَہ تَنَاثَرَتْ خَطَایَاھُمَا کَمَا تَنَاثَرُ وَرَقُ الشَّجَرِ [2]۔	جب مسلمان سے مسلمان مل کر سلام کرتا اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے ان کے گناہ جھڑ پڑتے ہیں جیسے پیڑوں کے پتے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[2] المعجم الاوسط حدیث ۲۴۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/ ۱۸۴، شعب الایمان فصل فی المصافحہ حدیث ۸۹۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۷۳

حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَلَقِیَ اَخَاہ المُسلم فاخذ بِیَدِہٖ تَحَاتَتْ عَنْھُمَا ذُنُوْبُھُمَا[1]۔	مسلمان جب اپنے بھائی سے مل کر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے ان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ امام احمد نے ایسی سند سے جس کے سب رجال سوا میمون بن موسٰی مرئی بصری صدوق مدلس کے ثقات عدول ہیں اور نیز ابویعلی وبزار نے روایت کی:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مُسْلِمِیْنِ الْتَقِیَا فَاَخَذَ اَحَدُ ھُمَا بیَدِ صَاحِبِہٖ اِلَّا مَا کَانَ حَقًّا عَلَی اللہِ عَزَّوَ جَلَّ اَنْ یَّحْضر دُعَا ئَھُمَا وَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اَیْدِیْھِمَا حَتّٰی یَغْفِرَ لَھُمَا[2]۔	جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ ان کی دعا قبول فرمائے اور ان کے ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں کہ ان کے گناہ بخش دے۔

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ احمد نے مسند اور ضیاء نے مختارہ میں بسند صحیح روایت کی حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما مسلمین التقیا فاخذ احد ہما بید صاحبہ و تصافحا وحمدااللہ جمیعا تفرقا لیس بینھما خطیئۃ[3]۔	جو دو مسلمان آپس میں مل کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور مصافحہ کریں اور دونوں حمد الٰہی بجالائیں بیگناہ ہو کر جدا ہوں۔

نیز **حدیث** براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ بیہقی نے بطریق یزید بن براء تخریج کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایلقی مسلم مسلما فیر حب بہ ویاخذ	جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۵۰ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۵۶

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۴۲، الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والبزار وابی یعلٰی الترغیب فی المصافحہ حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن براء بن عازب المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۳ و ۲۹۴

بیدہ الاتناثرت الذنوب بینھما کما یتناثر ورق الشجر [1]۔	ملائے ان کے گناہ برگ درخت کی طرح جھڑ جائیں۔

اقول: اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ وحدت ید میں ہیں تاہم ان دونوں حدیثوں میں منکرین کے لئے حجت نہیں۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مقام ترغیب وترھیب میں غالباً ادنٰی کو بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عقاب ہے تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے زائد مندوب یا محذور نہیں۔ ترھیب کی مثال تو یہ لیجئے۔

ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اعان علی قتل مومن بشطر کلمۃ لقی اللہ مکتوبا بین عینیہ ایس من رحمۃ اللہ [2]۔	جو کسی مسلمان کے قتل پر آدھی بات کہہ کر اعانت کرے اللہ سے اس حالت پر ملے کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہو خدا کی رحمت سے ناامید۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ آدھی بات کہہ کر اعانت کرے تو مستحق عذاب اور ساری بات سے مدد کرے تو نہیں؟ یہاں محل ترغیب ہے زیادہ مثالیں اسی کی سنئے، مثلاً اگر کوئی یوں کہے کہ جو شخص اللہ تعالٰی کی راہ میں ایک پیسہ دے اللہ تعالٰی اس پر رحمت فرمائے اس کے یہ معنٰی نہ ہوں گے کہ دو پیسے دے گا تو رحمت نہ ہوگی۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور امام مالک مؤطا میں بطریق سعید بن یسار مرسلاً اور طبرانی وابن حبان ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور معجم کبیر میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

وھذا حدیث ابن حبان فی صحیحہ عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ	یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جو ایک چھوہارا یا ایک نوالہ اللہ کی راہ میں دے اللہ تعالٰی اسے ایسا بڑھاتا

[1] شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۷۵

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الدیات باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلماً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۹۱

لیربی لاحد کم التمرۃ واللقمۃ کما یربی احد کم فلوہ اوفصیلہ حتی یکون مثل احد [1]۔	اور پالتا ہے جیسے آدمی اپنے بچھرے یا بوتے کو پرورش کرے یہاں تک کہ بڑھ کر کوہ احد کے برابر ہو جاتا ہے۔

اور صحاح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ یوں ہیں:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلھا بیمینہ [2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو ایک چھوہارے برابر پاک مال سے خیرات کرے اور اللہ تعالٰی قبول نہیں کرتا مگر پاک کو، تو رب عزوجل اسے اپنے داہنے دست قدرت سے قبول فرماتا ہے۔

کوئی احمق سے احمق بھی ان حدیثوں سے یہ معنی نہ سمجھے گا کہ ایک چھوہارے یا ایک ہی نوالہ کی خصوصیت ہے ایک دے گا تو قبول بھی ہوگا اور ثواب بھی بڑھے گا، جہاں دو یا زائد دے پھر نہ قبول کی توقع نہ ثواب کی ترقی ____ نہیں نہیں، بالیقین یہی معنٰی ہیں کہ ایک لقمہ یا ایک خرما بھی ان نیک جزاؤں کا باعث ہے۔ یوں ہی ان احادیث کا یہ مضمون نہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوگا تو وہ ثواب ملے گا دو ہاتھ سے کیا تو ناجائز ہوا یا اجر گیا۔ بلکہ برتقدیر عـــہ مذکور ان کا اسی قدر مفاد کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اس جزائے نیک کے لئے کافی ہے۔

قسم دوم: وہ احادیث جن میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ فرمایا۔

حدیث حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ سنن ابی داؤد میں بروایت ام المومنین

عـــہ: یعنی اس تقدیر پر کہ وہ الفاظ ارادہ وحدت ید میں فرض کرلئے جائیں۔

---

[1] موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۸۱۹ المطبعۃ السلفیہ ص ۲۰۹

[2] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقہ من کسب طیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۹، صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان اسم الصدقہ یقع علی کل نوع من المعروف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۶، جامع الترمذی ابوب الزکوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۴

صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مروی:

کانت اذا دخلت علیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قام الیها فاخذ بیدها فتقبلها و اجلسها فی مجلسه وکان اذا دخل علیها قامت الیه فاخذته بیده فتقبلته و اجلسته فی مجلسها [1]۔	جب حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا خدمت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتیں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیام فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے وہ حضور کے لئے قیام کرتیں اور دست اقدس لے کر بوسہ دیتیں اور حضور والا کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہما وبارک وسلم۔

حدیث معجم طبرانی کبیر:

عن ابی داؤد الاعمٰی قال لقینی البراء بن عازب فاخذ بیدی وصافحنی و ضحك فی وجهی فقال تدری لما اخذت بیدك قلت لا الا انی ظننت انك لم تفعله الالخیر۔ فقال ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لقینی ففعل بی ذلك۔ [2] الحدیث	یعنی ابوداؤد اعمٰی نے کہا حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ مجھے ملے میرا ہاتھ پکڑا اور مصافحہ کیا اور میرے سامنے ہنسے پھر فرمایا: تو جانتا ہے میں نے کیوں تیرا ہاتھ پکڑا؟ میں نے عرض کی: نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ آپ نے کچھ بہتر ہی کے لئے ایسا کیا، فرمایا: بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھ سے ملے تو حضور نے میرے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمایا۔

اقول: یہ بھی اصلا قابل استناد نہیں۔ قطع نظر اس سے یہ حدیث طبرانی پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ ابی داؤد اعمٰی رافضی سخت مجروح متروک ہے۔ امام ابن معین نے اسے کاذب کہا، اور حدیث حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ممکن کہ ہاتھ پکڑنا بوسہ دینے کے لئے ہو۔

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی القیام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی المصافحۃ حدیث ۳ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۲، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی باب المصافحۃ الخ دارالکتاب بیروت ۸/ ۳۷

بہر حال ان میں نہیں مگر وقائع جزئیہ کی حکایت اور عقلا ونقلا مبرہن وثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں ہزار جگہ ائمہ دین کو فرماتے سنئے گا۔

واقعۃ حال لاعموم لھا قضیۃ عین فلا تعم۔	واقعہ حال کے لئے عموم نہیں اور قضیہ معین عام نہیں ہوتا۔(ت)

خلاصہ یہ کہ ان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا یا ہمیشہ ایسا ہی ہونا چاہئے بلکہ صرف اتنا مستفاد کہ اس بار ایسا ہوا پھر کسی واقعے میں دو امروں سے ایک کا وقوع کبھی یوں ہوتا ہے کہ یہ جو واقع ہوا دوسرے سے افضل تھا بوجہ فضیلت اسے اختیار کیا کبھی یوں کہ دونوں مساوی تھے، ایک مساوی کرلیا، کبھی یوں کہ وہ دوسرا ہی افضل تھا اور اس واقعے میں بیان جواز کے لئے یہ مفضول صادر ہوا۔ کبھی یوں کہ اس پر کوئی ضرورت حائل تھی۔

الی غیر ذٰلک من الاحتمالات الکثیرۃ الشائعۃ التی لاتبقی للاستدلال علینا ولا اثرا۔	اس کے علاوہ بہت سے احتمالات مشہور ہیں جو ہمارے خلاف استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتے۔(ت)

اسی لئے جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں وہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ واقعہ جزئیہ میں نہ ہو، ورنہ بالاجماع ماعدا سے نفی کو مفید نہ ہوگا کما نص عَلَیْہِ عُلَمَاءُ الاُصُوْل (جیسا کہ علمائے اصول نے اس پر نص قائم کی ہے۔ت)

قسم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں۔ یہ البتہ قابل لحاظ ہیں کہ اگر کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے تو انھیں میں ہے، یہ دو حدیثیں ہیں:

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے:

حدثنا احمد بن عبدۃ الضبی نا یحیی بن مسلم الطائفی عن سفین عن منصور عن خیثمۃ عن رجل عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من تمام التحیۃ الاخذ بالید [1]۔	احمد بن عبدۃ الضبی نے یحیٰی بن مسلم سے اس نے سفین سے انھوں نے منصور انھوں نے منصور انھوں نے خیثمہ انھوں نے ایک شخص کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ پکڑنا کامل سلام میں سے ہے۔

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

اقول: یہ حدیث بھی لائق احتجاج نہیں۔

اوّلاً: اس کی سند ضعیف ہے۔جس میں **عن خیثمۃ عن رجل**۔ایک مجہول واقع۔

ثانیاً: امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی اور اس کے غیر محفوظ ہونے کی تصریح کی۔یحیٰی بن مسلم طائفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جن پر اس حدیث کا مدار ہے **کما فی الترمذی**[1] جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ت)علماء محدثین ان کا حافظہ برا بتاتے ہیں کما فی التقریب (جیسا کہ تقریب میں ہے۔ت)امام بخاری کہتے ہیں میرے نزدیک یہاں بھی ان کے حفظ نے غلطی کی۔انھوں نے سند مذکور سے حدیث: **لا سمر الا لمصل او مسافر**[2] (رات کی گفتگو صرف نمازی یا مسافر کے لئے جائز ہے۔یعنی بعد نماز عشاء باتیں کرنا سمر کے معنی رات میں بات کرنا ہے۔ت) سنی بھی بھول کر اس کی جگہ یہ روایت کر گئے حالانکہ یہ تو صرف عبدالرحمٰن بن یزید یا اور کسی شخص کا قول ہے **نقلہ الترمذی** (اسے ترمذی نے نقل کیا۔ت)

ثالثاً اقول: وباللہ التوفیق اس سب سے در گزریئے اور ذرا غور و تامل سے کام لیجئے۔تو یہ حدیث دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا پتا دیتی ہے کہ اس میں **اخذ بالید** بصیغہ مفرد کو تمامی تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے۔نہ یہ کہ صرف اسی پر تمامی وانتہا ہے۔تحیت کی ابتداء سلام اور مصافحہ تمام اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

لہٰذا جامع ترمذی میں حدیث ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لفظوں سے آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

تمام تحیتکم بینکم المصافحۃ[3]۔	تمھارا آپس میں تمامی تحیت کا مصافحہ ہے۔

یہاں "**من**" تبعیضیہ نہ لایا گیا کہ صرف ایک ہاتھ کا ذکر نہ تھا جو ہنوز تمامی کا بقیہ باقی ہو۔**واللہ تعالٰی اعلم**۔

حدیث دوم: وہی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ جس کی طرف امام ہمام فقیہ الانام قاضی خاں قدس سرہ نے اشارہ فرمایا۔جامع ترمذی میں ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[2] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[3] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

حدثنا سوید نا عبداللّٰہ نا حنظلۃ بن عبیداللّٰہ عن انس بن مالك رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رجل یا رسول اللّٰہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا، قال افیلتزمہ ویقبلہ قال لا، قال فیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم[1]۔	یعنی ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی کیا اسے گلے لگائے اور پیار کرے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں۔

اس حدیث کو ترمذی نے حسن بتایا بخلاف اول کہ خود ترمذی نے امام بخاری سے اس کی تضعیف نقل کردی تھی۔ تو ثابت ہوگیا کہ حضرات مخالفین اگر سند لائیں گے تو اسی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، باقی خیریت ___ لہٰذا امام ممدوح قدس سرہ نے اسی حدیث کی تخصیص فرمائی۔

اب بحمداللہ تعالٰی جواب جناب امام ہمام قدس سرہ کی توضیح سنئے ___ ظاہر ہے کہ افراد ید سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں جس کی بحث کتب اصول میں ختم ہوچکی۔

اقول: وباللّٰہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت)

اوّلاً: قرآن عزیز میں ہے:

"بِیَدِكَ الْخَیْرُؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۲۶)"[2]	تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے بیشک تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے؟ **معاذاللہ** دوسرے میں نہیں۔

ثانیاً: احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی حضرت سیدنا سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[2] القرآن الکریم ۳/ ۲۶

ان اللہ تعالٰی یقول لاھل الجنۃ یا اھل الجنۃ فیقولون لبیك یا ربنا وسعدیك والخیر فی یدیك الحدیث[1]۔	بیشك اللہ تعالٰی جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو۔ عرض کریں گے۔ لبیك اے رب ہمارے! ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں، تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

اسی طرح تفسیر مقام محمود میں حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ نسائی نے بسند صحیح اور حاکم نے بافادہ تصحیح اور طبرانی اور ابن مندہ نے روایت کی ___ یوں آئی:

یجمع اللہ الناس فی صعید واحد فلا تکلم نفس فاول مدعو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقول لبیك وسعدیك والخیر فی یدیك[2] الحدیث۔	اللہ تعالٰی روز قیامت لوگوں کو ایك میدان میں جمع میں فرمائے گا تو کوئی کلام نہ کرے گا سب سے پہلے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ندا ہوگی، حضور عرض کریں گے: الٰہی! میں حاضر ہوں خدمتی ہوں تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ابن مندہ نے کہا:

حدیث مجمع علی صحۃ اسنادہ وثقۃ رجالہ[3]۔	اس حدیث کی صحت اسناد وعدالت رواۃ پر اجماع ہے۔

یونہی حدیث بعث النار میں اللہ تعالٰی کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ندا فرمانا ___ اور ان کا جواب میں لبیك وسعدیك والخیر بیدیك[4] عرض کرنا مروی ___ الی غیر ذلك من الاحادیث کیا یہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید کلام الرب مع اہل الجنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۱، صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۷۸، جامع الترمذی ابواب صفۃ الجنۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۹، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۸۸

[2] المطالب العالیۃ حدیث ۴۶۴۵ توزیع عباس احمد الباز (مکہ المکرمہ) ۴/ ۳۸۶، المستدرك للحاکم کتاب التفسیر ذکر المقام المحمود دار الفکر بیروت ۲/ ۳۶۳، مجمع الزوائد کتاب البعث باب منہ فی الشفاعۃ دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۳۷۷

[3] المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۲

[4] مسند ابی عوانۃ بیان انہ لایدخل الجنۃ الانفس مسلمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۹

حدیثیں معاذاللہ اس آیت کے مخالف ہیں؟

ثالثاً: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ" [1]	تو فرماؤ بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعاً: فرماتا ہے: بیدہ

"بَلْ یَدٰهُ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ" [2]	اسی کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔

کیا معاذاللہ دوسرے ہاتھ میں مالکیت و مقدرت نہیں؟

خامساً: دیلمی کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ید اللہ مبسوطۃ [3]۔	اللہ کا ہاتھ کشادہ ہے۔

کیا معاذاللہ اس کا یہ مفہوم کہ ایک ہی ہاتھ کشادہ ہے قال اللہ تعالٰی:

"مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ" [4]	بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے۔

سادساً: حدیث میں ہے:

ید اللہ ملاٰی [5]۔	اللہ تعالٰی کا ہاتھ غنی ہے۔

کیا دوسرے ہاتھ سے غنا منفی ہے؟

سابعاً: حدیث شریف میں ہے:

ید اللہ ھی العلیا [6]۔	اللہ ہی کا ہاتھ اونچا ہے۔

کیا عیاذاً باللہ ایک ہی ہاتھ بلند و بالا ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۳

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۸۳

[3] کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق برمز "فر" حدیث ۱۰۱۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۷۵

[4] القرآن الکریم ۵/ ۶۴

[5] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورہ ہود ۲/ ۶۷۲ و کتاب التوحید ۲/ ۱۱۰۲

[6] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۴۶ و ۳/ ۴۷۳ و ۴/ ۱۳۷

ثامناً: قال اللہ تعالٰی:

"اِذَاۤ اَخۡرَجَ یَدَهٗ لَمۡ یَكَدۡ یَرٰىهَا ؕ"[1]	کافر ایسی اندھیری میں ہے کہ اپنا ہاتھ نکالے تو نظر نہ آئے۔

کیا اس کے یہ معنٰی کہ دونوں ہاتھ نکالے تو نظر آئیں گے۔

تاسعاً: قال اللہ تعالٰی:

"خُذۡ بِیَدِكَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّهٖ وَلَا تَحۡنَثۡ ؕ"[2]	اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار اور قسم جھوٹی نہ کر۔

علماء فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی باقی ہے یعنی اگر مثلاً کسی نے غصے میں قسم کھائی کہ زید کو سو لکڑیاں ماروں گا۔ اب غصہ فرو ہوا چاہتا ہے کہ قسم بھی سچی ہو اور زید ضرب شدید سے بچے بھی تو جھاڑو وغیرہ کی سو شاخیں جمع کرکے اسی طرح زید کے بدن پر مارے کہ وہ سب جسم پر جدا جدا پہنچیں کیا اگر دونوں ہاتھ میں جھاڑو لے کر ماریں تو اس ارشاد کا خلاف ہوگا؟

عاشراً: قال تعالٰی:

"یُعۡطُوا الۡجِزۡیَةَ عَنۡ یَّدٍ وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ ﴿۲۹﴾"[3]	جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

کیا اگر دونوں ہاتھ سے دیں تو تعمیل حکم نہ ہو۔

حادی عشر: بخاری، ابوداؤد اور نسائی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما اور احمد ترمذی ونسائی وحاکم ابن حبان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ[4]۔	مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اس کے زبان اور ہاتھ سے امان میں رہیں۔

کیا اس کے یہ معنی کہ ایک ہاتھ سے امان میں ہوں اور دوسرے سے ایذا میں!

ثانی عشر: احمد وبخاری مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۴۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۲۹

[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶، جامع الترمذی ابواب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۷

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مااکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ[1]	کسی نے کبھی کھانا اس سے بہتر نہ کھایا کہ اپنے ہاتھ کے کسب سے کھائے۔

اور احمد بسند صحیح اور طبرانی وحاکم حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نیز طبرانی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اطیب الکسب عمل الرجل بیدہ[2]۔	سب سے بہتر کمائی آدمی کی اپنے ہاتھ کا کسب ہے۔

کیا اگر دونوں ہاتھ کا کسب ہو تو وہ کھانا اس فضل سے باہر ہے!

ثم اقول: بلکہ بارہا لفظ ید بصیغہ مفرد لاتے ہیں اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں:

(۱) ید اللہ مبسوطۃ (اللہ تعالٰی جل مجدہ کا دست قدرت کشادہ ہے)

(۲) ید اللہ ملأی (دست قدرت بھرا ہوا ہے)

(۳) ید اللہ ھی العلیا (دست قدرت ہی بلند وبرتر ہے)

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ[3] (مسلمان وہ ہے جس کی زبان وہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے) میں یہی معنٰی مراد ہیں۔

(۵) حدیث **عمل یدیہ** (اس کے دونوں ہاتھ کا کسب) بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالبا کسب انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے اسی حدیث مقدام کی اسی صحیح بخاری میں دوسری روایت **من عمل بیدہ** ہے۔

(۶) اسی طرح حاکم وغیرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے:

اللھم انی اسئلك من کل خیر خزائنہ	الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں ان سب

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۸، مسند احمد بن حنبل عن مقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۳۱ و ۱۳۲

[2] کنز العمال بحوالہ حم، طب، ك عن رافع بن خدیج حدیث ۹۱۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۴

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶، صحیح مسلم کتاب الایمان باب جامع اوصاف الاسلام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸

بیدك واعوذبك من كل شر خزائنه بیدك [1]۔	بھلائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیری پناہ مانگتا ہوں ان سب برائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں۔

یہ حدیث دونوں جگہ دونوں طور پر مروی ہوئی بیدک اور بیدیک۔

(۷) صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان داؤد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایاکل الا من عمل یدہٖ [2]۔	داؤد نبی علیہ الصلوۃ والسلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

اور یوہیں حدیث مقدام کے تتمہ میں احمد وبخاری نے روایت کیا:

ان نبی داؤد کان یاکل من عمل یدہٖ [3]۔	بے شک داؤد علیہ الصلوۃ والسلام اپنے ہاتھ کے عمل سے ہی کھاتے تھے۔

سیدنا داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کا عمل قرآن عظیم سے معلوم ہے کہ زرہیں بنانا تھا اور وہ دوہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

لہٰذا صحیح بخاری میں دونوں حدیثوں کی دوسری روایتیں بلفظ "یدہ" آئیں ــــ پس ثابت ہوا کہ بہت جگہ یدویدَین میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور بے تکلف تثنیہ کی جگہ مفرد لاتے ہیں اور ایک ہی امر میں کبھی تثنیہ کبھی مفرد بولتے ہیں پھر افراد کو نفی تثنیہ کی دلیل سمجھا کس قدر عقل سے بعید ہے۔

ثم اقول: **وباللہ التوفیق** (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) میں موارد استعمال اور مواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں وہ قاعدہ ہی کیوں نہ ذکر کروں جو خاص اسباب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا اور ایسے الفاظ میں تثنیہ وافراد یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا علامہ زین بن نجیم مصری قدس سرہ نے جہاں خطبہ اشباہ میں فرمایا:

اعملت بدنی اعمال الجد مابین	میں اپنے بدن کو کوشش کے کام میں لایا جو

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب الدعاء دارالفکر بیروت ۱/ ۵۲۵

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہٖ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۸

[3] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہٖ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۸

بصری ویدی وظنونی [1]۔	میری آنکھ، ہاتھ اور گمان کے درمیان ہے۔

اس پر علامہ ادیب سید احمد حموی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

اطلق الید واراد الیدین لانہ اذا کان الشیئان لا یفترقان من خلق اوغیرہ اجزأ من ذکرھما ذکر احدھما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیك ومثل العینین المنخرین عــہ والرجلین والخفین والنعلین تقول لبست خفی ترید خفیك کذا فی شرح الحماسۃ [2]۔	یعنی مصنف نے لفظ ید بولا اور مراد دونوں ہاتھ ہیں کہ دو چیزیں جب آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں خواہ اصل پیدائش میں (جیسے ہاتھ۔ پاؤں، آنکھ، کان) یا اور طرح (جیسے موزے، جوتے، دستانے کہ جوڑا ہی مستعمل ہے) توان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے۔ کہتے ہیں آنکھ میں سرمہ لگایا اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے یونہیں نتھنے، قدم، موزے، کفش، تو کہتا ہے میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔ اسی طرح شرح حماسہ میں ذکر کیا۔

میں کہتاہوں یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس۔ ہند میں بھی بعینہا رائج، جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین ولاحقین سے واضح ولائح، خیر یہ توایک خاص قاعدہ تھا۔ علامہ ممدوح نے اس سے چند سطر اوپر اس سے عام تر تصریح فرمائی کہ:

اِسْتِعْمَالُ الْمُفْرَدِ مَوضِعُ الْمثنّٰی عَرَبِیٌّ شَائِعٌ سَائِغٌ [3]۔	یعنی تثنیہ کی جگہ مفرد لانا اہل عرب میں مشہور ومقبول ہے۔

اوراس کی سند میں ابوذؤیب کا شعر پیش کیا۔

فالعین بعدھم کان حداقھا ۔۔۔ سملت بشوك فھی عور تدمع [4]

(ان ممدوحین کے بعد آنکھ گویا اس کی پتلیاں کاٹنے سے پھوڑ دی گئی ہیں تو وہ اندھی ہو کر

عــہ: المنخرین الی اٰخرہ کذا فی نسختی الغمز والظاھر الرفع۔ منہ	منخرین میرے غمز کے نسخہ میں اسی طرح ہے، ظاہر یہ ہے کہ مرفوع ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۹

[2] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۹

[3] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۹

[4] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۹

آنسو بہارہی ہیں۔(ت)

دیکھو،اس نے ایک آنکھ کہا اور دونوں مراد لیں__ لہٰذا احداق کو جمع لایا ورنہ ایک آنکھ میں چند حدقے نہیں ہوتے،اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل ہی نہ رہا۔اور حدیث سے استناد کا بھرم کھل گیا۔**والحمدلله رب العالمین۔**

ثم اقول: وبالله التوفیق سب سے قطع نظر کیجئے اور بفرض غلط مان ہی لیجئے کہ لفظ "اَلْیَدُ" کا مفہوم مخالف نفی یدین ہوتی ہے تاہم حدیث مذکور محل استناد منکرین یعنی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظ یَد بصیغہ مفرد کلام امجد سید اوحد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے ہی نہیں۔سائل کے کلام میں ہے اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا:

فیاخذ بیدہ ویصافحه۔	کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمادیا کہ ہاں جائز ہے[1]۔

یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر ہے نہ اس سے سوال،پھر اس کلام سے اس کی نسبت نفی نکالنا محض خیال محال،دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو ورنہ بالاجماع نفی ماعدا مفہوم نہ ہوگی__ صَرَّحَ بِهٖ اَئِمَّةُ الْاُصُوْلِ (ائمہ اصول نے اس کی صراحت کردی ہے۔ت)__ مثلاً کوئی سائل سوال کرے صبح کی نماز میں قراءت جہری ہے یا نہیں؟ مجیب کہے ہاں۔اس سے کوئی عاقل یہ نہ سمجھے کہ ماورائے صبح میں جہر نہیں۔بلکہ جس قدر سے سوال تھا اسی قدر سے جواب دیا گیا۔یہ بحمداللہ تعالٰی دوسرے معنٰی ہیں کلام امام قاضی خاں قدس سرہ کے کہ "او ر امفہوم نیست" یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

وبالله التوفیق ثم اقول: (اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ پھر میں کہتا ہوں۔ت) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں ورنہ اگر نقد وتنقیح پر آئے تو وہ ہرگز نہ صحیح نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر ہے اور حنظلہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔امام یحیٰی بن سعید قطان نے کہا: **ترکته عمدا کان قد اختلط**[2] میں نے اسے عمداً متروک کیا صحیح الحواس نہ رہا تھا__ امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے یحدّث باعاجیب[3] تعجب خیز روایات لاتا ہے__

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحة امین کمپنی کراچی ۲/ ۹۷

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلة السدوسی دار المعرفة بیروت ۱/ ۶۲۱

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلة السدوسی دار المعرفة بیروت ۱/ ۶۲۱

امام یحیٰی بن معین نے کہا: لیس بشیئ تغیر فی اٰخر عمرہٖ [1] کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا ___ امام نسائی نے کہا: ضعیف ایک بار فرمایا: لیس بقوی [2] وہ قوی نہیں۔ ذکر کل ذٰلک الذھبی فی المیزان (ہر ایک کو امام ذہبی نے میزان میں بیان کیا۔ت) یوہیں امام ابوحاتم نے کہا: قوی نہیں ___

فی المغنی للامام الذہبی حنظلۃ السدوسی صاحب انس ضعفہ س، وقال ابوحاتم لیس بالقوی [3]۔	امام ذہبی کی مغنی میں ہے کہ حنظلہ سدوسی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد کو اس نے ضعیف کہا ہے اور ابوحاتم نے کہا قوی نہیں ہے۔(ت)

لاجرم امام خاتم الحفاظ نے تقریب میں اس کے ضعف پر جزم فرمایا:

حیث قال حنظلۃ السدوسی ابوعبدالرحیم ضعیف [4]۔	جہاں انھوں نے فرمایا کہ حنظلہ سدوسی ابوعبدالرحیم ضعیف ہے۔(ت)

اگر کہئے کہ امام ترمذی نے جو اس حدیث کی تحسین کی ___ **اقول:** ائمہ ناقدین نے امام ترمذی پر اس بارے میں انتقادات کئے ہیں اور وہ قریب قریب ان لوگوں میں ہیں جو تصحیح و تحسین میں تساہل رکھتے ___ امام عبدالعظیم منذری کتاب الترغیب میں فرماتے ہیں:

انتقد علیہ الحفاظ تصحیحہ لہ بل و تحسینہ [5]۔	حفاظ نے ان کی تصحیح پر بلکہ تحسین پر بھی تنقید کی ہے۔(ت)

ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

وَلھٰذا لایعتمد العلماء علی تصحیح الترمذی [6]۔	اسی لئے ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔(ت)

یہاں تک امام محدث ابوالخطاب ابن دحیہ نے جنھیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرۃ العینین

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

[3] المغنی فی الضعفاء للامام الذہبی

[4] تقریب التہذیب ترجمہ ۱۵۸۸ حنظلۃ السدوسی دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۵۰

[5] الترغیب والترہیب کتاب الجمعہ حدیث ۲۴ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۹۴

[6] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۹۴۳ کثیر بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۰۷

فی تفضیل الشیخین میں الحافظ المحدث المتقن [1] کہا۔ تحسین ترمذی کی نسبت وہ کچھ تحریر فرمایا جو امام فخر الدین زیلعی نے "نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ" میں نقل فرماکر مقرر رکھا۔

حیث قال قال ابنُ دِحْیَۃ فی العلم المشھور وکم حسن الترمذی فی کتابہ من احادیث موضوعۃ واسانید واھیۃ منھا ھذاالحدیث [2] اھ یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی عدد تکبیرات العیدین۔	جہاں انھوں نے فرمایا کہ ابن دحیہ نے "العلم الشھور" میں کہا ہے کہ ترمذی نے اپنی کتاب میں کتنی ہی موضوع احادیث اور کمزور سندوں کو حسن قرار دیا ہے انہی میں سے یہ حدیث ہے یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عیدین کی تکبیرات کی تعداد کے بیان میں۔(ت)

اور قاطع نزاع یہ ہے کہ خود اسی حدیث حنظلہ کو امام ائمہ المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تصریحا فرمادیا کہ منکر ہے ___ امام ذہبی تہذیب میں لکھتے ہیں:

حنظلۃ بن عبداللہ ویقال ابنُ عبیداللہ و قیل ابن ابی صفیۃ السدوسی وامام مسجد بنی سدوس بالبصرہ ابوعبید الرحیم عن انس قال یحیٰی القطان ترکتہ کان قد اختلط وضعفہ احمد وقال یروی عن انس مناکیر منھا قلنا أینحنی بعضنا لبعض [3] اھ ملخصا۔	حنظلہ بن عبداللہ اور ابن عبیداللہ اور ابن ابی صفیہ السدوس بھی ان کو کہا گیا ہے یہ بصرہ میں بنی سدوس کی مسجد کے امام ہیں کنیت ابوعبدالرحیم ہے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں یحیٰی بن قطان نے کہا میں نے ان کو متروک قرار دیا ہے کہ اختلاط ہوگیا تھا اور امام احمد نے ان کو ضعیف کہا ہے اور فرمایا یہ حضرت انس سے منکرات لاتے ہیں انہی میں سے ہے کہ ہم نے کہا کیا ہم آپس میں ایک دوسرے کے لئے جھکا کریں اھ ملخصا(ت)

امام ہمام مرجع ائمہ الحدیث کی تضعیف کے مقابل امام ترمذی کی تحسین کب مقبول ہو سکتی ہے۔

بالجملہ بحمدہٖ تعالٰی آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلا کوئی حدیث نہیں جس میں ان کے قول کی بو بھی نکل سکے۔ ثبوت ممانعت تو بڑی چیز ہے اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۰۰

[2] نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور ۲/ ۲۲۵

[3] تھذیب التھذیب للذہبی من اسمہ حنظلہ حنظلۃ بن عبداللہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۲/ ۶۲

اور ہوں اور وہ بالفرض سب صحاح وحسان ہوں تاہم تحقیقات بالا نے روشن کردیا کہ اصلا مفید انکار نہ ہوں گی۔ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تالٰی علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ارشاد ہوا کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ بغیر اس کے ثبوت ممانعت کا دعوٰی محض ہوس پکانا ہے یا جنون خام۔ والحمدللہ ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دوہاتھ سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق، اوّلاً: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکفی بین کفیہ التشھد [1] الحدیث۔	حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام المحدثین امام بخاری نے اپنی جامع صحیح کی کتاب الاستیذان میں مصافحہ کے لئے جو باب وضع کیا اس میں سب سے پہلے اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نشان دیا۔ پھر اس باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا **بَابُ الْاَخْذِ بِالیَدَینِ** یعنی یہ باب ہے دونوں ہاتھ میں ہاتھ لینے کا۔ اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مسندا روایت کی، اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ صحیح بخاری کی اس تحریر پر دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ ہاں اگر حضرات منکرین جس طرح ائمہ فقہ کو نہیں مانتے اب امام بخاری کی نسبت کہہ دیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔

معہذا مصافحہ دونوں جانب سے صفحات کف ملانا ہے اور یہ معنی اس صورت **کفّی بَیْنَ کفیہ** (میرا ہاتھ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے۔ ت) میں ضرور متحقق، تو اس کے مصافحہ ہونے سے انکار پر کیا باعث رہا۔ بعض جہلاء کا کہنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت وادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب المصافحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۲۶، صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب التشھد فی الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۴

دونوں ہاتھ ملائے جائیں تو ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوگا نہ کہ دونوں ___ **وَھٰذَا ظَاھِر جدًّا** (اور یہ بہت زیادہ ظاہر ہے۔ت) اور جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا تو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے ثبوت نہ ہونا کیا زیر نظر رہا۔

ثانیًا: اکابر علماء عامہ کتب مثل خزانۃ الفتاوٰی وفتاوٰی عالمگیریہ وفتاوٰی زاہدی و درمختار و منتقٰی شرح ملتقی ومنیۃ الفقہاء وشرح نقایہ ورسالہ علامہ شرنبلالی ومجمع الانہر شرح ملتقی الابحر و فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی المسعود الازہری وحاشیہ طحطاوی وحاشیہ شامی وغیرہا میں تصریح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے۔ ہندیہ میں ہے:

یجوز المصافحۃ والسنۃ فیہا ان یضع یدیہ علی یدیہ من غیر حائل من ثوب او غیرہ کذا فی خزانۃ الفتاوٰی [1]۔	مصافحہ جائز ہے۔ سنت اس میں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طور پر رکھے کہ درمیان میں کوئی کپڑا یا اور کوئی چیز حائل نہ ہو، ایسے ہی خزانۃ الفتاوٰی میں ہے۔(ت)

شرح تنویر پھر حواشی الکنز للسید میں ہے:

فی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ [2]۔	قنیہ میں ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔(ت)

شرح متن الحلبی للعلامۃ العلائی پھر ردالمحتار میں ہے:

السنۃ ان تکون بکلتا یدیہ [3]۔	سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرے۔(ت)

جامع الرموز میں ہے:

السنۃ فیہا ان تکون بکلتا یدیہ کما فی المنیۃ [4]۔	مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کرے۔ جیسا کہ منیہ میں ہے۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۴

[4] جامع الرموز کتاب الکراھیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۱۶

شرح علامہ شیخی زادہ قاضی رومی میں ہے:

السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ[1]	مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کرے۔(ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود[2]۔	ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے اور چاہئے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو۔(ت)

مخالفین کا یہ دعوٰی ہے کہ فقہاء کی جو بات ہم اپنے زعم میں حدیث کے خلاف سمجھیں گے اسے نہ مانیں گے یہاں تک کہ ان کے ارشادات کو اصلاً کسی حدیث کے مخالف نہیں بتاسکتے۔ نہ ماننے کی وجہ کیا ہے مگر یہ کہیے کہ فقہ وفقہاء سے خاص عداوت ہے کہ اگرچہ ان کی بات میں ادعائے مخالف حدیث کی راہ نہ پائیں تاہم قابل تسلیم نہیں جانتے۔

ثالثًا: صحیح بخاری شریف کے اسی باب مذکور میں ہے:

صافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیہ[3]۔	امام حماد بن زید نے امام اجل عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے:

حدثنی اصحابنا یحیی وغیرہ عن اسمعیل بن ابراھیم قال رأیت حماد بن زید وجاءہ ابن المبارك بمکۃ فصافحہ بکلتا یدیہ[4]۔	یعنی مجھ سے میرے اصحاب یحیٰی ابو جعفر بیکندی وغیرہ اسمٰعیل بن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حماد بن زید کو دیکھا اور ابن المبارک ان کے پاس مکہ معظّمہ میں آئے تھے تو انھوں نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

یہ امام اجل حماد بن زید ازدی بصری قدس سرہ اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ انس بن سیرین وثابت بنانی وعاصم بن بہدلہ وعمرو بن دینار ومحمد بن واسع وغیرہم علمائے تابعین شاگردان حضرت انس

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراہیۃ فصل فی احکام النظر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۱
[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المصافحہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۰
[3] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۲۶
[4] التاریخ البخاری باب اسمعیل ترجمہ ۱۰۸۴ دارالباز مکہ المکرمہ ۱/ ۳۴۳

بن مالک وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے علم حاصل کیا۔اور اجلہ ائمہ محدثین و علمائے مجتہدین مثل امام سفیان ثوری وامام یحیٰی بن سعید قطان وامام عبدالرحمٰن بن مہدی وامام علی بن مدینی وغیرہم کہ امام بخاری وامام مسلم کے اساتذہ واساتذۃ الاساتذہ تھے اس جناب کے شاگرد ہوئے امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرمایا کرتے:

ائمة الناس فی زمانهم اربعة سفٰين بالكوفة ومالك بالحجاز و الاوزاعی بالشام وحماد بن زيد بالبصرة[1]	مسلمانوں کے امام اپنے زمانے میں چار ہیں۔کوفہ میں سفیان۔حجاز میں مالک،شام میں اوزاعی،بصرۃ میں حماد بن زید۔

اور یہ بھی فرماتے:

مارأيت اعلم من مالك وسفين وحماد بن زيد[2]۔	میں نے مالک وسفیان وحماد بن زید سے زیادہ کوئی علم والا نہ دیکھا۔

اور یہ بھی فرماتے کہ:

مارأيت بالبصرة افقه منه ولم ار احدا اعلم بالسنة منه[3]۔	میں نے بصرے میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہ دیکھا اور میں نے ان سے زیادہ حدیث جاننے والا کوئی نہ پایا۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

حماد بن زيد من ائمة المسلمين[4]۔	حماد بن زید مسلمانوں کے اماموں میں سے ہے۔

اس جناب نے ماہ رمضان ۱۷۹ھ میں وفات پائی،جس دن انتقال ہوا یزید بن زریع بصری کو خبر پہنچی فرمایا: **اليوم مات سيد المسلمين**[5] آج مسلمانوں کے سردار نے انتقال کیا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔

ذكر كل ذٰلك الامام الذهبی فی تهذيب التهذيب۔	امام ذہبی نے ان میں سے ہر ایک کو تہذیب التہذیب میں ذکر فرمایا۔(ت)

اور دوسرے صاحب حضرت الانام علم الہدی شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک مروزی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔عالم میں کون سا قدرے لکھا پڑھا ہے جو اس جناب کی جلالت شان ورفعت مکان سے آگاہ نہیں۔وہ بھی اجلہ ائمہ تبع تابعین سادات محدثین،کبرائے مجتہدین اور امام بخاری ومسلم کے استاذ الاساتذین اور ہمارے امام اعظم کے خاص شاگردان ومستفدین سے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

[1] تهذيب التهذيب من اسمه حماد بن زيد دائرة المعارف النظاميه حيدرآباد دکن ۲/ ۱۰

[2] تهذيب التهذيب من اسمه حماد بن زيد دائرة المعارف النظاميه حيدرآباد دکن ۲/ ۱۰

[3] تهذيب التهذيب من اسمه حماد بن زيد دائرة المعارف النظاميه حيدرآباد دکن ۲/ ۱۰

[4] تهذيب التهذيب من اسمه حماد بن زيد دائرة المعارف النظاميه حيدرآباد دکن ۲/ ۱۰

[5] تهذيب التهذيب من اسمه حماد بن زيد دائرة المعارف النظاميه حيدرآباد دکن ۲/ ۱۰

علمائے دین فرماتے ہیں تمام جہاں کی خوبیاں اللہ تعالٰی نے ان میں جمع فرمادی تھیں **قالہ فی التقریب**[1] (اسے تقریب میں بیان کیا گیا۔ت اور فرماتے ہیں جہاں عبداللہ بن مبارک کاذکر ہوتا ہے وہاں رحمت الٰہی اترتی ہے ذکرہ الزرقانی وغیرہ (اسے زرقانی وغیرہ نے ذکر کیا۔ت) ان کا کچھ تذکرہ دیکھنا چاہو تو سردست شاہ عبدالعزیز صاحب کی **بستان المحدثین**[2] ہی دیکھو۔

ہم نے **بحمداللہ** خاص صحیح بخاری سے ایسے دو امام جلیل تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کردیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے یا ایسے حضرات تبع تابعین پر بھی **معاذاللہ** بدعت و مخالفت سنت کا گمان ہوگا یا اقرار کردیجئے گا کہ وہ بھی حدیث وسنت نہ جانتے تھے، محدث مجتہد جو کچھ ہیں بس آپ ہی تیرہ صدی کی چھٹن چند جاہلان ہندی وطن **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

رابعًا: ان حضرات کا داب کلی ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل وبے ثبوت ہونے کا حکم لگادیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بناء پر اسے ممنوع وناجائز ٹھہرادیتے ہیں۔ پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء ومشائخ کی تو کیا گنتی حضرات عالیہ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایہ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی **معاذاللہ** باطل وغیر ثابت بتاتے ہیں۔ یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنٰی عقل والا بھی قبول نہیں کرسکتا ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ "کے آمدی وکے پیر شدی" (کب آئے اور کب بوڑھے ہوئے۔ت) بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ "**لم ارولم اجد**" پر اختصار کرتے ہیں یعنی ہم نے نہ دیکھی ہمیں نہ ملی، نہ کہ تمھاری طرح عدم وجدان کہ عدم وجود کی دلیل ٹھہرادیں،

صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینوں میں لے گئے کہ اصلاتدوین میں بھی نہ آئیں۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ محفوظ تھیں مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہما ائمہ سے منقول کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے۔ اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنھیں امام نسائی نے مجتبٰی میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں **وھو کما تری** (یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔ت)___ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

مامن اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	اصحاب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کسی نے

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۵۸۱ عبداللہ بن مبارک ۱/ ۵۲۷

[2] بستان المحدثین کتاب الزہد والرقاق ص ۱۴۹ تا ۱۵۹

احد اکثر حدیثا عنه منی الاماکان من عبدالله بن عمرو فانه کان یکتب ولااکتب [1]۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں سوا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہ لکھتا۔

دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صاف فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں۔ حالانکہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدرجہا کم ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئیں اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پانچ ہزار تین سو۔ علامہ قسطلانی ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

یفهم منه جزم ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه بانه لیس فی الصحابة اکثر حدیثا عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم منه الا عبدالله بن عمرو ومع ان الموجود عن عبدالله بن عمرواقل من الموجود المروی عن ابی هریرة باضعاف لانه سکن مصر وکان الواردون الیها قلیلا بخلاف ابی هریرة فانه استوطن المدینة وهی مقصد المسلمین من کل جهة وروی عنه فیما قاله المؤلف نحو من ثمان مائة رجل وروی عنه من الحدیث خمسة الاف وثلاث مأة حدیث ووجد لعبدالله سبع مأة حدیث [2]۔	اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جزم ویقین سمجھ میں آتا ہے کہ صحابہ کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کسی نے اتنی کثیر تعداد میں حدیثیں روایت نہیں کیں سوائے عبداللہ بن عمرو کے، مگر اس کے باجود عبد اللہ بن عمرو کی مرویات ابوہریرہ سے کئی گنا کم ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو مصر میں سکونت پذیر تھے اور احادیث کریمہ کی تلاش و جستجو کرنے والوں کا ورود وہاں بہت کم ہوتا تھا بخلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آپ کا تو مدینہ میں ہی قیام تھا جو ہر چہار جانب سے مسلمانوں کا مرجع تھا۔ حضرت مولف علیہ الرحمہ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنیوالے لگ بھگ آٹھ سو افراد تھے، اور حضرت ابوہریرہ سے کل پانچ ہزار تین سو حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی سات سو حدیث ملتی ہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کنایۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العلم باب کنایۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۶)

اب کہئے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں۔اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔بس اسی پر قیاس کرلیجئے اور یہیں سے ظاہر کہ ائمہ اربعہ خصوصًاامام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب پر اگر ان کتب میں حدیثیں نہ ملیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے مذہب پر واقع میں حدیث نہیں بلکہ اگر بخاری ومسلم اور ان کے امثال تصریح بھی کردیں کہ فلاں مذہب امام ابو حنیفہ یا امام مالک پر کوئی حدیث نہیں تو بھی منصف ذی عقل کے نزدیک ان کے پاک مبارک مذہبوں میں اصلا قادح نہیں ہوسکتا۔آخر بخاری ومسلم کا علم محیط نہ تھا،کیا جو کچھ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ نے امت مرحومہ تک پہنچایا اس سب کا علم بخاری ومسلم کو حاصل تھا۔خود اجلہ صحابہ کرام جو گاہ بگاہ سفر وحضر میں دائما بارگاہ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ وعلیہم صلوات اللہ میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفائے اربعہ وحضرت عبداللہ بن مسعود وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی یہ دعوی نہیں کرسکتے تھے،کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کل اقوال وافعال پر ہمیں اطلاع ہے،کتب احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتاہے کہ بعض باتیں ان حضرات پر بھی خفی رہیں"تا بدیگرے چہ رسد"(دوسروں تک کیا پہنچے۔ت)پھر بخاری ومسلم وغیرہما کیونکر علم کل کا دعوی کرسکتے ہیں۔اگر وہ نفی کریں بھی تو اس کا محصل صرف اپنے علم کی نفی ہوگا یعنی ہمیں نہیں معلوم پھر اس سے واقع میں حدیث نہ ہونا درکنار،یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ابو حنیفہ ومالک کو بھی اپنے مذہب پر حدیث نہ معلوم ہو ان کا زمانہ زمانہ اقدس سے قریب تر تھااور اس وقت تک زمانہ خیر القرون تھا۔بوجہ قلّت کذب وکثرت خیر سندیں نظیف اور وسائط کم تھے،یہ ممکن کہ جو حدیثیں ابو حنیفہ ومالک کے پاس تھیں بخاری ومسلم کو نہ پہنچیں،ممکن کہ جو حدیثیں ان کے پاس بسند صحیح تھیں ان تک بذریعہ روایت ضعاف پہنچیں۔پھر کیونکر ان کانہ جاننا ان کے نہ جاننے پر قاضی ہوسکتاہے۔امام اجل ابویوسف رحمۃاللہ تعالٰی علیہ(جنھیں محدثین اہل جرح وتعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحا صاحب حدیث منصف فی الحدیث واتبع القوم للحدیث لکھتے ہیں۔بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی زیادہ محدث وکثیر الحدیث جانتے ہیں امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار اور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامۃ فقیہ العراقین ذکر کیا)یہ ارشاد فرماتے ہیں:بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث جھکتا۔بعد تحقیق معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی،امام ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

عن ابی یوسف ما رأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیہ من الفقۃ من ابی حنیفۃ وقال ایضا ماخالفتہ فی شیئ قط فتدبرتہ الارایت مذہبہ الذی ذہب الیہ انجٰی فی الاخرۃ وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان ہو ابصر بالحدیث الصحیح منی وقال کان اذا صمم علی قولہ درت علی مشائخ الکوفۃ ہل اجد فی تقویۃ قولہ حدیثا اواثرا فربما وجدت الحدیثین والثلاثۃ فاتیتہ بہا فمنہا مایقول فیہ ہذا غیر صحیح اوغیر معروف فاقول لہ وما علمك بذٰلك مع انہ یوافق قولك فیقول اناعالم بعلم اہل الکوفۃ[1]۔	حضرت ابویوسف سے روایت ہے کہ میں نے احادیث کی تشریح اور فقہ کی نکتہ آفرینی میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے زیادہ جانکار شخص نہیں دیکھا نیز انھوں نے فرمایا میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے مخالفت کی پھر میں نے اس میں غور وخوض کیا تو مجھے یہی محسوس ہوا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جس کی طرف امام ابوحنیفہ گئے ہیں۔ مجھ سے زیادہ حدیثوں پر ان کی نظر تھی۔ نیز فرمایا جب وہ کسی بات پر اڑ جاتے ہیں تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھے کوئی حدیث یا اثر ملے تو بسااوقات مجھے دو تین حدیثیں مل جاتیں، تو میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا۔ آپ فرماتے اس میں یہ فلاں حدیث صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے۔ میں عرض کرتا حضور! یہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا حالانکہ یہ حدیثیں توآپ کے قول کی تائید میں ہیں۔ تو فرماتے کوفہ والوں کے علم ہی سے تو مجھے علم ہوا ہے۔ (ت)

خیر **ایک درجہ** تو یہ ہوا۔

درجہ دوئم: اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمائے کتنی باقی ہیں، صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہوگئیں اور یہ آج سے نہیں ابتداء ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسّی ۸۰ علماء نے مؤطا لکھیں پھر سوائے مؤطائے مالک ومؤطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتا باقی ہے۔ امام مسلم کے زمانے کو ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک کے زمانے سے ایسا کتنا فاصلہ تھا۔ پھر بعض تصانیف مسلم کی نسبت امام ابن حجر نے حاکم سے نقل کیا کہ معدوم ہیں وعلی ہذہ القیاس صدہا بلکہ ہزارہا تصانیف ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا، مگر اتنا کہ تذکروں تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا۔

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳

درجہ سوم: اس سے بھی گزرئے جو کتابیں باقی رہیں ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کَے پائی جاتی ہیں ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعوی ہے۔

درجہ چہارم: اب سب کے بعد یہ فرمایئے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں۔

سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو اپنے پاس ہیں دیکھ بھال لیا اور اپنے زعم میں باطل میں کوئی حدیث نہ ملی تو بے ثبوت ہونے کا دعوی کر دیا۔ جان برادر! بارہا واقع ہوگا کہ اس مسئلہ کی حدیث انھیں کتابوں میں ملے گی اور آپ کی نظر اس پر نہ پہنچے گی کہ اول تو ہر مطلب کے لئے محدثین نے تراجم وابواب وضع نہ کئے اور جس کے لئے وضع کئے ان کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوں گی جو بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں لکھ آئے یا لکھیں گے اور یہاں بخیال تکرار ان کے اعادہ واثبات سے باز رہے۔ اگر یوں نہ مانئے اور اپنی وسعت نظر واحاطہ علم کا دعوی ہی کیجئے تو حضرات بے امتحان نہیں سہی اپنے میں جس صاحب کو بڑا محدث جانئے معین کیجئے، ہم دس سوال کرتے ہیں کہ ان کی نسبت جو حکم احادیث میں وارد ہو ارشاد فرمائیں پھر دیکھئے ان شاء اللہ تعالٰی کیسے غوطے کھاتے ہیں۔ اللہ عزوجل چاہے تو اکثر کا حکم نہ نکال سکیں گے، اور رب تبارک وتعالٰی کو منظور ہے تو انھیں کتابوں میں ان کی احادیث نکل آئیں گی، اس وقت معلوم ہوگا کہ دعوی اجتہاد کرنے والے کتنے پانی میں تھے۔ وائے بے انصافی ان لیاقتوں پر ائمہ مجتہدین سے ہمسری کا دعوی ہیہات ہیہات "چھوٹا منہ بڑی بات" آدمی کو کتنی بھاتی ہے مگر امتحان دیتے وقت مزا آتا ہے۔ ہاں ہاں یہ بات میں نے اس لئے نہیں کہی کہ سنئے اور اڑا جائے، نہیں نہیں ضرور اپنے کسی اعلٰی محدث کا نام رکھئے اور ہم جو سوالات کریں ان کا جواب ان سے بذریعہ احادیث لکھوایئے، ہم بھی تو دیکھیں کس برتے پر تتا پانی! جان برادر! حصر رواۃ ممکن نہیں، حصر رواۃ کیونکر ممکن نہیں۔ ابراہیم بن بکر شیبانی کے ذکر میں امام ابن الجوزی نے کہا:

ابراھیم بن بکر فی الرواۃ ستۃ لااعلم فیھم ضعفا سوٰی ھذا [1]	ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں۔ میں ان میں سے کسی میں ضعف نہیں جانتا سوا اس شیبانی کے۔

[1] میزان الاعتدال عن ابن الجوزی ترجمہ ۵۶ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴

اس پر امام ذہبی جیسے جلیل القدر عمدۃ الفن امام الشان نے فرمایا:

لوسماھم لافادنا فما ذکر ابن ابی حاتم منھم احدا[1]۔	اگر ان سب کا تذکرہ فرمادیتے تو ہمیں فائدہ بخشتے کہ ابن ابی حاتم نے تو ان میں سے ایک کا بھی تذکرہ نہ کیا۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالت قدر آفتاب نیمروز سے اظہر جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا کہ:

لعل قصور نظرنا اخفاھا عنا۔	امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور نے انھیں ہم سے چھپالیا۔

دیکھو علماء یوں فرماتے ہیں اور جاہلوں کے دعوے وہ طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمۃ[2] (میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ت) امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتاسکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی۔ ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنھوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا لکھ دیا کہ:

لعلہ خرج فی بعض کتب الحفاظ التی لم تصل الینا[3]۔	شاید وہ حافظان حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا، جنھوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا:

قصدت فیہ جمیع الاحادیث النبویۃ باسرھا[4]۔	میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کردوں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا:

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۶ دارالمعرفہ بیروت ۱/ ۲۴

[2] الجامع الصغیر للسیوطی حدیث ۲۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴

[3] الجامع الصغیر للسیوطی حدیث ۲۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴

[4] الجامع الصغیر للسیوطی خطبہ مؤلف دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۵

ہذا بحسب ما اطلع علیہ المصنف لاباعتبار مافی نفس الامر[1] قالہ المناوی۔	یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کو جمع کرنا۔(ت)

وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔اور پھر یہ دیکھئے ہوا بھی ایسا ہی، عبارت مذکورہ بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر نے لکھ دیا الامر کذٰلك[2] یعنی واقع ایسا ہی ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کی۔اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی، امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زعم کثیر من الائمۃ انہ لااصل لہ[3]	بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لئے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔

حدیث الوضوء علی الوضوء نور علی نورٍ (وضوء پر وضو کرنا نورٌ علی نور ہے۔ت) کی نسبت امام عبدالعظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کردی کہ لم نقف علیہ[4] ہمیں اس پر اطلاع نہیں۔حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود۔تیسیر میں ہے:

حدیث الوضوء علی الوضوء نور علی نور اخرجہ رزین ولم یطلع علیہ العراقی کالمنذری فقالا لم یقف علیہ[5]۔	وضوء پر وضوء کرنا نورٌ علی نور ہے۔یہ وہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں تو انھوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں(ت)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر خطبہ مؤلف مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اختلاف امتی الخ مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۴۹

[3] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابن حجر کتاب العلم الباب الثانی دارالفکر بیروت ۱/ ۲۰۵

[4] الترغیب والترھیب الترغیب فی المحافظۃ علی الوضو۔ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۳، المغنی عن حمل الاسفار للعراقی مع احیاء العلوم کتاب الطہارۃ باب فضیلۃ الوضوء مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۳۵

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من توضأ علی طھر مکتبۃ الامام شافعی ریاض ۱/ ۱۲۔۴۱۱

اس سے عجیب تر سنئے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ انھوں نے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر زانوں کے بیچ میں رکھے اور بعد نماز کے فرمایا:

ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

اس کی نسبت امام ابوعمر بن عبدالبر نے فرمایا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔ محدثین کے نزدیک صرف اس قدر صحیح ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔اور امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے تو کتاب الخلاصۃ میں سخت ہی تعجب خیز بات واقع ہوئی کہ فرمایا صحیح مسلم شریف میں بھی صرف اسی قدر ہے کہ ابن مسعود نے ایسا کیا اور یہ نہیں کہ **ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم** حالانکہ بعینہٖ یہی الفاظ صحیح مسلم میں موجود، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

فی صحیح مسلم عن علقمۃ والاسود انھما دخلا علی عبداللہ فقال أصلی من خلفکما قالا نعم فقام بینھما فجعل احدھما عن یمینہ والاخر عن شمالہ ثم رکعنا فوضعنا ایدینا علی رکبنا ثم طبق بین یدیہ ثم جعلھما بین فخذیہ فلما صلی قال ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ابن عبدالبر لایصح رفعہ والصحیح عندھم الوقف علی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔وقال النووی فی الخلاصۃ الثابت فی صحیح مسلم ان ابن مسعود فعل ذٰلك و لم یقل	صحیح مسلم میں حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے یہ دونوں حضرات عبداللہ ابن مسعود کے پاس آئے کہا کیا دوسروں نے نماز پڑھ لی ہے۔دونوں نے عرض کی ہاں حضور، پھر آپ دونوں کے بیچ میں کھڑے ہوگئے ایک کو داہنے طرف دوسرے کو بائیں طرف کرلیا، پھر ہم سبھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا۔ پھر دونوں ہاتھ کو ملایا، پھر انھوں نے دونوں رانوں کے بیچ میں رکھ دیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے توآپ نے فرمایا: ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا،ابن عبدالبر نے کہا: اس روایت کا حضور تک پہنچنا ثابت نہیں۔ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ ابن مسعود تک موقوف ہے۔امام نووی نے خلاصہ میں کہا کہ صحیح مسلم میں

ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعلہ قیل کانہما ذہلا فان مسلما اخرجہ من ثلث طرق لم یرفعہ فی الاولین ورفعہ فی الثالثۃ وقال ہکذا فعل الخ [1]۔	یہ روایت ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے ایسا کیا۔انھوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔یہ بھی کہا گیا کہ ان دونوں سے ذہول ہوگیا کیونکہ امام مسلم نے تین طریقوں سے اسے تخریج فرمایا،پہلی دو روایتیں مرفوع نہیں البتہ تیسری روایت میں انھوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا اسی طرح کیا الخ(ت)

میں یہاں اگر اس کی نظیریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر وحدیث میں مشہور ومتداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام طویل ہوجائے،بعض مثالیں اس کی فقیر نے اپنے رسالہ نور عینی فی الانتصار للامام العینی میں لکھیں یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم واحاطہ نظر کا دعوی ہے۔کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟___ کیا نہیں ممکن کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو اور تمھاری نظر سے غائب رہے؟___ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمھارے پاس ہیں؟___ ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں___ مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہوگئیں مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہوگئی تھیں؟___ ممکن کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے___ پھر "ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا" اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے۔خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈھ کر بیٹھ رہے اور کہدے ہم تلاش کرچکے تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے!___ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

درجۂ پنجم: الطف واہم،ان سب سے گزریئے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کرکے ہر حدیث کا پتا دے سکتے ہیں پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح حق اللہ تعالٰی پاک ذات اللہ کی یاد ہوئی۔فہم حدیث کا منصب ارفع واعظم کدھر گیا۔لاکھ بار ہوگا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں

[1] فتح القدیر باب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۹

احادیث میں ہوں گی جو آپ کو برزبان یاد ہیں اور آپ کی خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی۔ اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔ حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کیا معنٰی تھے:

رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ [1] رواہ الائمۃ الشافعی والاحمد والدارمی و ابوداؤد والترمذی وصححہ والضیاء فی المختارۃ والبیہقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہما ونحوہ لاحمد و الترمذی وابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسند صحیح وللدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	بہتیرے حاملان فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل و حافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد، دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا۔ اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید ابن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ اور اسی طرح احمد و ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی، اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابودرداء سے انھوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمن اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد جلیل الشان اور اجلہ ائمہ تابعین اور تمام

[1] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی البحث علی تبلیغ السماع امین کمپنی کراچی ۲/ ۹۰، سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل نشر العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۹، مسند احمد بن حنبل ۲/ ۲۲۵ و ۳/ ۸۰ و ۸۲ المکتب الاسلامی بیروت، سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء حدیث ۲۳۴ دار المحاسن القاہرۃ ۱/ ۶۵

ائمہ حدیث کے اساتذہ الاساتذہ سے ہیں۔امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اس زمانے میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر مجلس تھے، امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے امام نے فوراً جواب دئے۔امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے، فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں۔اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔امام اعمش نے کہا:

حسبك ماحدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ماعلمت انك تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بكلا الطرفین [1]۔	بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابوحنیفہ! تم نے فقہ وحدیث دونوں کنارے لئے۔والحمدللہ۔

یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل واعظم ان کے استاد اکرم واقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پایا، حضرت امیر المومنین مولٰی علی وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید وابوھریرہ وانس بن مالک وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن زبیر وعمران بن حصین وجریر بن عبداللہ ومغیرہ بن شعبہ وعدی بن حاتم وامام حسن وامام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاد ہیں جن کا پایہ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو، ایسے امام والا مقام با آں جلالت شان فرماتے:

انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحدیث فرویناه الفقهاء من اذا علم عمل۔نقله الذهبی فی تذكرة الحفاظ [2]۔	ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے، روایت کردی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کارروائی

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۴

[2] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۷۷ عامر بن شرحبیل الشعبی دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۷۹

	کریں گے، (اسے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے۔ت)

مگر آج کل کے نامشخص حضرات کو اپنی یاد و فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام امت کے مقابل **انا خیر منه** (میں اس سے بہتر ہوں۔ت) کی بنیٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے، **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

خامسًا: بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم، یعنی اگر کسی فعل کا کرنا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے کیا ہی نہ ہو، اس کا حاصل اتنا ہوگا کہ حدیث میں اس فعل کا نہ ہونا آیا ان دونوں عبارتوں میں جو فرق ہے ذی عقل پر پوشیدہ نہیں۔ امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

عدم النقل لاینفی الوجود [1]۔	کسی مسئلہ کا منقول نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں اسی عدم نقل و نقل عدم میں تمیز نہ کرنے کو جہل و تعصب کے مفاسد سے کہتے ہیں:

حیث قال وجدت بعضھم لایمیز بین قولنا لیست الاشارۃ فی ظاہر المذھب وقولنا ظاھرا لمذہب انھا لیست و مفاسد الجھل والتعصب اکثر من ان تحصی [2]۔	میں نے بعض حضرات کو یہاں تک دیکھا کہ وہ ہمارے قول لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب (ظاہر مذہب میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں) اور ہمارے قول ظاھر المذھب انھا لیست (ظاہر مذہب اس کے برخلاف ہے) والے اصولی قول میں امتیاز ہی نہیں کرتے جہالت و تعصب کے مفاسد تو بیشمار ہیں۔(ت)

سادسًا: یہ بھی سہی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات، ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع کی، نہ کہ وہ چیز جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ کی، قرآن عظیم نے یوں فرمایا:

"مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ" [3]	رسول جو تمھیں دے لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰

[2] حجۃ اللہ البالغہ الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ المکتبہ السلفیہ لاہور ۲/ ۱۲

[3] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

یوں نہیں فرمایا ہے کہ: مَاۤ فَعَلَ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا لَمْ يَفْعَلْ فَانْتَهُوْا جو رسول نے کیا کرو اور جو نہ کیا اس سے باز رہو۔
امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نفل کی نسبت یہ تحقیق فرما کر کہ نہ ان کا فعل حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ کسی صحابی سے ثابت، ارشاد فرماتے ہیں:

الثابت بعد هذا هو نفی المندوبیة اما ثبوت الکراهة فلا الا ان یدل دلیل اٰخر [1]۔	ان سب سے یہ ثابت ہوا کہ مستحب نہیں رہی کراہت وہ ثابت نہ ہوئی، اس کے لئے دوسری دلیل چاہئے۔

امام احمد محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدَمُ الْفِعْلِ لَایَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ [2]۔	فعل تو جواز کے لئے دلیل ہوتا ہے اور نہ کرنے سے منع کرنا نہیں سمجھا جاتا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر [3]۔	نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔

پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے۔
سابعًا: مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس و محبت ہے حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تصافحوا یذهب الغل عن قلوبکم [4]۔اخرجه ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ	آپس میں مصافحہ کرو تمہارے سینوں سے کینے نکل جائیں گے۔ (ابن عدی نے حضرت عبداللہ

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹

[2] المواهب اللدنیه

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلثہ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

[4] الکامل لابن عدی ترجمہ محمد بن ابی زعیزعة الخ دار الفکر بیروت ۶/ ۲۲۱۱، کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۲۵۳۴۴ موسسة الرساله بیروت ۹/ ۱۳۰، الترغیب والترهیب بحواله مالك عن عطاء الخراسانی الترغیب فی المصافحة مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۴

تعالٰی عنهما ونحوه ابن عساکر عن ابی هریرة اوله تهادوا وتحابوا ونحوهٰذا اخرجه مالك فی المؤطا [1] بسند جید عن عطاء الخراسانی مرسلاً۔	ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی ہے اور اس کی مثل ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کیا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے ہدیہ لینا دینا چاہئے تم آپس میں محبت کروگے اور اس کی مثل امام مالک نے مؤطا میں جید سند کے ساتھ مراسل طریقہ پر عطاء خراسانی سے روایت کی ہے۔(ت)

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

السر فی المصافحة وقوله مرحبا بفلان ومعانقة القادم ونحوها انها زیادة المؤدة والتبشیش ورفع للوحشة والتدابر [2]۔	مصافحہ اور مرحبا فلاں کو، اور آنے والے سے معانقہ جیسے امور میں محبت اور خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ان سے وحشت اور اجنبیت ختم ہوتی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

التحابب فی الناس خصلة یرضاها الله تعالٰی وافشاء السلام اٰلة صالحة لانشاء المحبة وکذالك المصافحة و تقبیل الید ونحو ذلك [3]۔	لوگوں میں محبت وہ خصلت ہے جو اللہ تعالٰی کی رضا کا باعث ہے اور سلام کی عادت محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یوں ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ بھی(ت)

اور بیشک یہ امور عرف وعادت قوم پر مبنی ہوتے ہیں جو امر جس طرح جس قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت وموانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو وجہ یہ کہ اس کی کسی خصوصیت سے شرع مطہر کی کوئی خاص غرض متعلق نہیں۔ اصل مقصود سے کام ہے جس ہیئت سے حاصل ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ انھیں امور میں جو وقت ملاقات بغرض مذکور مشروع ہوئے ایک مرحبا کہنا تھا کہ اس سے بھی خوشدلی اور اس شخص کے آنے پر فرحت ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث براء ابن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزرا کہ حضور صلی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] مؤطا امام مالك باب ماجاء فی المهاجرة میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۷، کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۰۵۶ مؤسسة الرساله بیروت ۶/ ۱۱۰

[2] حجة الله البالغة آداب الصحبة السر فی افشاء السلام الخ المکتبة السلفیه لاہور ۲/ ۱۹۸

[3] حجة الله البالغة آداب الصحبة السر فی افشاء السلام الخ المکتبة السلفیه لاہور ۲/ ۱۹۷

لایلقی مسلم مسلما فیر حب بہ ویأخذ بیدہ الا تناثرت الذنوب بینھما [1] ۔الحدیث۔	جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ جھڑ جائیں۔

پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں، فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں۔اور ہندوستان میں آیئے آیئے تشریف لایئے،اوراس کی مثل کلمات ____ اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث ومزاحمت سنت نہ جانے گا،رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کااستعمال ہوتا ہے۔یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلاف سنت قرار پاتے۔تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوشدلی بغرض ازدیاد محبت ہے۔یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفھوم ہوتا تھا۔یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتاہے۔تو غرض شریعت کی ہر طرح حاصل ہے۔خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوانہیں بلکہ اہل یمن آئے انھوں نے اپنے رسم ورواج کے مطابق مصافحہ کیا،شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔اگر رسم کسی اور طریقے سے ہوتی اور اسکی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی۔ہاں ! وہ بات جس میں کسی طرح مقاصد شرع سے مخالفت ہو بے شک ناپسند ہوگی اگرچہ کسی قوم میں اس کی رسم پڑی ہو۔جیسے سلام کے عوض بلاضرورت شرعیہ انگلی یا ہتھیلی کااشارہ کہ بوجہ مشابہت یہود ونصارے اس سے ممانعت آئی،حدیث ضعیف میں ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منامن تشبہ بغیرنالاتشبھوا بالیھود ولا بالنصارٰی فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وان تسلیم النصارٰی بالاکف [2] رواہ الترمذی والطبرانی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال الترمذی ھذا حدیث اسنادہ ضعیف۔	ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرے۔یہود ونصارٰی سے تشبہ نہ کرو کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصارٰی کا سلام ہتھیلیوں سے ہے(اس کو ترمذی اور طبرانی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔ترمذی نے کہااس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔

[1] نصب الرایۃ کتاب الکراھیۃ فصل فی الاستبراء نوریہ رضویہ لاہور ۴ /۵۲۶،شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶ /۴۷۵

[2] جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲ /۹۴

ثامناً: جو امر نوپیدا کہ کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع اور اس کا فعل فعل سنت کا مزیل ورافع ہو وہ بیشک ممنوع ومذموم ہے جیسے السلام علیکم کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب مجرا کورنش، بندگی کا رواج ہے ___ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السلام علیکم کہیں اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں، اس احداث نے ان سے سنت سلام اٹھادی۔ یہ بیشک ذم وانکار کے لائق ہے. بخلاف دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے کہ بالفرض اگر سنت میں ایک ہی ہاتھ کا رواج تھا تو دو ہاتھ سے مصافحہ سے وہ بھی ادا ہوئی اور اس کے ساتھ ایک اور امر زائد ہوا جو کسی طرح اس کے منافی نہ تھا، اس میں سنت ثابتہ کا اصلا رد ورفع نہیں پھر ممنوع ومذموم ٹھہرانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

انما البدع المذمومۃ ماتصادم السنن الثابتۃ[1]۔	بدعت مذمومہ وہی ہے جو سنن ثابتہ کا رد کرے۔

یہاں مصافحے کی نظیر تلبیہ حج ہے کہ صحاح ستہ میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اسی قدر منقول:

لبیك اللھم لبیك، لبیك لا شریك لك لبیك، ان الحمد والنعمۃ لك والملك، لا شریك لك۔

پھر خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما باآں شدت اتباع سنت اس میں یہ لفظ بڑھایا کرتے:

لبیك وسَعَدَیْك وَالْخَیْرُ بِیَدَیْك وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْك والْعَمَل۔

اور یہ زیادت امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی فرماتے کما اخرجہ مسلم[2]۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لبیك عدد التراب زیادہ کیا اخرجہ اسحق بن راھویۃ فی مسندہ[3]۔

اور سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لبیك ذا النعماء والفضل الحسن بڑھایا اخرجہ ابن سعد فی الطبقات[4]

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب التلبیۃ وصفتھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۵

[3] نصب الرایۃ بحوالہ اسحق بن راہویہ کتاب الحج باب الاحرام نوریہ رضویہ لاہور ۳/ ۲۹

[4] نصب الرایۃ بحوالہ ابن سعد فی الطبقات کتاب الحج باب الاحرام نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۰

ہمارے علماء اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ان المقصود الثناء واظهار العبودية فلايمنع من الزيادة عليه۔قاله الامام برهان الدين على ابو الحسن الفرغانى قدس الله تعالٰى سره الصمدانى فى الهداية ثم الامام فخر الدين الزيلعى فى تبيين[1] الحقائق شرح كنز الدقائق وغيرهمافى غيرهما۔	تلبیہ سے مقصود اللہ تعالٰی کی تعریف اور بندگی کا اظہار ہے تو اس پر اور کلمات بڑھانا ممنوع نہیں (اسے برہان الدین علی ابو الحسن فرغانی قدس سرہ الصمدانی نے ہدایہ میں پھر امام فخر الدین زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں اور دیگر حضرات نے اپنی کتابوں میں فرمایا۔(ت)

یونہی جبکہ مصافحے سے اظہار محبت وازدیاد الفت مقصود تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں بلکہ بحسب عرف بلد مؤید ومؤکد ہے۔زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔

تاسعًا: دونوں ہاتھ سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث،ائمہ دین کی عبارتیں اوپر گزریں اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہولیا۔خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔تمام بلاد اسلام مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ سے ہندو سندھ تک علماء وعوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو بات مسلمانوں میں متوارث ہو بے اصل نہیں ہوسکتی۔امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

انه المتوارث ومثله لايطلب فيه سند بخصوصه[2]۔	وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لئے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

محقق علائی دمشقی شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

ان المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم[3]۔	بے شک یہ امر مسلمانوں میں متوارث ہے تو ان کا اتباع ضرور ہوا۔

[1] الهداية كتاب الحج باب الاحرام المكتبة العربيه کراچی ۱/ ۲۱۷،تبيين الحقائق كتاب الحج باب الاحرام المطبعة الكبرٰى بولاق مصر ۲/ ۱۱

[2] فتح القدير كتاب السرقه فصل فى كيفية القطع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۱۵۳

[3] درمختار شرح تنوير الابصار كتاب الصلٰوة باب العيدين مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۷

عاشراً حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خالقوا الناس باخلاقھم اخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین[1]۔	لوگوں سے وہ برتاؤ کرو جس کے وہ عادی ہو رہے ہیں (اس کو حاکم نے روایت کیا اور اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا۔ت)

یہ حدیث عسکری نے کتاب الامثال میں یوں روایت کی: خالطوا الناس باخلاقھم[2]۔ لوگوں کے ساتھ ان کی عادتوں سے میل کرو۔ ولہذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو ہرگز اس میں اختلاف نہ کیا جائے بلکہ انھیں کی عادات واخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہئے۔ شریعت مطہرہ سنی مسلمانوں میں میل پسند فرماتی ہے اور ان کو بھڑکانا۔ نفرت دلانا۔ اپنا مخالف بنانا، ناجائز رکھتی ہے۔ بے ضرورت تامہ لوگوں کی راہ سے الگ چلنا سخت احمق جاہل کا کام ہے۔ امام حجۃ الاسلام قدس سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

الموافقۃ فی ہذہ الامور من حسن الصحبۃ والعشرۃ اذ المخالفۃ موحشۃ وکل قوم رسم ولا بد من مخالطۃ الناس باخلاقھم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلاقًا فیھا حسن العشرۃ والمجاملۃ وتطیب القلب بالمساعدۃ[3]۔	ان امور میں لوگوں سے موافقت صحبت ومعاشرت کی خوبی سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت دلاتی ہے اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور بالضرورۃ لوگوں کے ساتھ ان کی عادات کا برتاؤ کرنا چاہئے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا، خصوصًا وہ عادتیں جن میں اچھا برتاؤ اور نیک سلوک اور موافقت کرکے دل خوش کرنا ہے۔

یہاں تک کہ فرمایا:

کذالک سائر انواع المساعدات اذا قصد بھا تطییب القلب واصطلح علیھا	ایسے ہی مساعدت کی ساری قسمیں جبکہ اس سے دل خوش کرنا منظور ہو اور کچھ لوگوں نے وہ روش

---

[1] المغنی عن حمل الاسفار مع احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[2] کنز العمال بحوالہ العسکری فی الامثال حدیث ۵۲۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/ ۱۹

[3] احیاء العلوم کتاب آداب السماع الوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

جماعة فلا باس بمساعدتهم عليها بل الاحسن المساعدة الافيما ورد فيه نهى لايقبل التاويل [1]۔	قرار دے لی ہو تو ان کے موافق ہو کر اس پر عمل کرنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ بلکہ موافقت کرنا ہی بہتر ہے۔ مگر جس امر میں شرع سے ایسی نہی آگئی ہو جو قابل تاویل نہیں۔

عین العلم میں ہے:

الاسرار بالمساعدة فيما لم ينه عنه و صار معتادا بعد عصرهم حسنة وان كان بدعة [2]۔	جس امر میں شرع سے نہی نہ آئی اور صدر اول کے بعد معمول ہو اس میں موافقت کرکے لوگوں کو خوش کرنا اچھا ہے اگرچہ بدعت ہی سہی۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے رسالہ جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلٰوۃ فی النعال میں یہ مضمون بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور بیشک مقصود شرع کے یہی مطابق ہے مگر جن لوگوں کو مقاصد شریعت سے کچھ غرض نہیں اپنی ہوائے نفس کے تابع ہیں وہ خواہی نخواہی ذرا ذرا سی بات میں مسلمانوں سے الجھتے اور ان کی عادات وافعال کو جن پر شرع سے اصلاممانعت ثابت نہیں کرسکتے ممنوع وناجائز قرار دیتے ہیں۔ حاشا کہ ان کی غرض حمایت شرع ہو ____ حمایت شرع چاہئے تو جن امور کی تحریم وممانعت میں کوئی آیت وحدیث نہ آئی خواہ مخواہ بزور زبان انھیں گناہ ومذموم ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کیوں کرتے۔ قال اللہ تعالٰی:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾" [3]	اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلانہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ صرف مقصود ان حضرات کا عوام مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اور براہ تلبیس وتدلیس اپنے لئے ایک جدا روش نکالنا اور اس کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے سامان جمع کرنا ہے کہ اگر وہی مسائل بیان کریں جو تمام علماء اسلام فرماتے ہیں تو ان جیسے اور ان سے بہتر ہزاروں لاکھوں ہیں۔ یہ خاص کرکے کیوں کر گنے جائیں۔ ہاں

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[2] عین العلم الباب التاسع فی الصمت الخ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

جب یوں فتنہ ڈالیں اور نیا مذہب نکالیں گے تو آپ ہی نزدیک ودور معروف ومشہور ہوجائیں گے۔ آخر نہ دیکھا کہ امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

خروجہ عن العادۃ شھرۃ ومکروہ[1]۔	یعنی جس جگہ جو طریقہ لوگوں میں رائج ہے اس کی مخالفت کرنا اپنے آپ کو مشہور بنانا شرعاً مکروہ وناپسند ہے۔

اسی طرح مجمع بحار الانوار میں منقول:

ھو علی عادۃ البلدان فالخروج عنھا شھرۃ ومکروہ[2]۔	یہ علاقوں کی عادت پر ہے جس سے خروج نری شہرت اور ناپسندیدگی ہے۔(ت)

اسی کو مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں ناقل کہ:

خروج از عادت واہل بلد موجب شہرت است ومکروہ است[3]۔	علاقہ والوں کی عادت سے خروج شہرت کے لیے ہوتا ہے اور یہ ناپسند بات ہے۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شھرۃ البسہ اللہ یوم القیمۃ ثوب مذلۃ ثم یلھب فیہ النار۔ رواہ ابوداؤد[4] وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔	جو شہرت کا لباس پہنے اللہ تعالٰی اسے روز قیامت ذلت کا کپڑا پہنائے پھر اس میں آگ بھڑکادی جائے۔(اس کو ابوداؤد و ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن روایت کیا۔ت)

جب دوہاتھوں سے مصافحہ اب تمام مسلمانوں میں رائج اور تم کسی حدیث سے اس کی ممانعت ثابت نہیں کرسکتے تو بلاوجہ عادت مسلمین کاخلاف کرنا سوا اپنی شہرت چاہنے نکو بننے اور اس وعید شدید

---

[1] الحدیقہ الندیہ الباب الثانی الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۸۲

[2]

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

[4] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲، سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۶۶

کے مستحق ہونے کے اور کس غرض پر محمول ہو سکتا ہے ___ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق رفیق عنایت فرمائے (آمین!)
یہ چند جملے ہیں کہ بطور اختصار بر سبیل ارتجال زبان قلم سے سیر زد ہوئے اور وہ مباحث نفیسہ واصول جلیلہ جن کی طرف ضمن کلام میں جابجا اشارہ ہوا اگر ان کی تحقیق تام و تنقیح تمام پر آئیں تو مبسوط کتابیں لکھنا چاہئے جسے بیان کافی وارشاد شافی پر اطلاع منظور ہو کتب علماء مثل اذاقۃ الاثام واصول الرشاد وغیرہما تالیف طیبات امام المحققین سراج المدققین حضرت والد قدس سرہ الماجد کی طرف رجوع کرے۔ امید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ وابحاث فائقہ خاص علم فقیر کا حصہ ہوں۔ **والحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والہ وصحبہ اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ
"صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین"
ختم شد

مسئلہ ۱۲۴: از ضلع سورت اسٹیشن سائیں مقام کٹھور مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ
فجر کی نماز کے بعد مصافحہ لیتے ہیں سو جائز ہے یا نہیں ہر روز؟

الجواب:

جو لوگ بعد قیام جماعت یا شروع تکبیر آکر نماز میں شامل ہوئے کہ امام و دیگر مقتدین سے قبل نماز

ملاقات نہ کرنے پائے انھیں تو ان سے بعد سلام مصافحہ کرنا قطعاً سنت۔

لانہا سنۃ لانہا عند ابتداء کل لقاء و ہذا ابتداء لقائہم ہذا۔	کہ ہر ملاقات پر مصافحہ کرنا سنت ہے (یعنی ملاقات کا آغاز مصافحہ کرنا مسنون ہے)۔ (ت)

اور وہ جو بے لحاظ اس تخصیص کے مصافحہ بعد فجر وعصر یا بعد عصر و مغرب مطلقاً صدہا سال سے مسلمین میں معتاد و مرسوم، اس بارے میں اصح یہی ہے کہ جائز و مباح ہے۔

کما حققہ المولی المحقق سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی بعض فتاواہ وذکرھنا المولی الفاضل زینۃ عصرنا محب الرسول عبدالقادر القادری فی رسالتہ المناصحۃ فی تحقیق المصافحۃ تحقیقا جمیلا یتضح بہ الصواب توفیقا انیقا یندفع بہ الاضطراب۔	جیسا کہ ہمارے والد بزرگوار قدس سرہ الماجد نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی، یہاں ہمارے دور کی ایک نفیس اور خوبصورت ہستی عاشق زار رسول والا تبار مولانا فاضل عبد القادر قادری نے اپنے رسالہ المناصحہ فی تحقیق مسائل المصافحۃ (یعنی باہم خیر خواہی کرنا ہاتھ ملانے کے احکام کی تحقیق بیان کرنے میں) تحقیق پیش فرمائی ہے اور خوبصورت موافقت پیدا کی ہے جس سے حقیقت واشگاف ہوتی ہے۔ اور اضطراب دور ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ شہاب الدین مصری شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: الاصح انہا مباحۃ [1] (زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ مصافحہ کرنا مباح ہے۔ت) ہاں جہاں مداومت سے خوف ہو کہ جہال اس خصوصیت خاصہ کو واجب یا سنت بخصوصہا نہ سمجھنے لگیں وہاں اہل علم کو مناسب کہ ان اوقات میں کبھی کبھی ترک بھی کردیں۔ ہذا ہو الانصاف فی امثال الباب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اس قسم کے باب میں یہی انصاف ہے۔ اللہ تعالٰی راہ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ت)

مسئلہ ۱۲۵: ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوقت سننے اسم پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے انگوٹھے چومنے ضرور ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو کس کس موقع اور کون کون محل پر۔ **بینوا توجروا**

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۲ /۱۳

الجواب:

ضرور بمعنی فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ تو اصلا نہیں۔ ہاں اذان سننے میں علمائے فقہ نے مستحب رکھا ہے۔ اور اس خاص موقع پر کچھ احادیث بھی وارد جو ایسی جگہ قابل تمسک ہیں کما حققناہ فی رسالتنا منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ **منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین** یعنی آنکھوں کو روشن کرنا انگوٹھے چومنے کے عمل سے میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) مگر نماز میں یا خطبہ یا قرآن مجید سنتے وقت نہ چاہئے، نماز میں اس کی ممانعت تو ظاہر، اور استماع خطبہ و قرآن کے وقت یوں کہ اس وقت ہمہ تن گوش ہو کر تمام حرکات سے بازرہنا چاہئے۔ پنچایت کے وقت جو آیہ کریمہ "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ"[1] پر اس قدر کثرت سے انگوٹھے چومے جاتے ہیں گویا صدہا چڑیاں جمع ہو کر چہک رہی ہیں یہاں تک کہ دور والوں کو قرآن عظیم کے بعض الفاظ کریمہ بھی اس وقت اچھی طرح سننے میں نہیں آتے۔ یہ فقیر کو سخت ناپسند و گراں گزرتا ہے صرف انگوٹھے لبوں سے لگا کر آنکھوں پر رکھنے میں اس وقت کوئی حرج نہ بھی ہو تو بوسہ تعظیم میں آواز نکلنے کا خود حکم نہیں۔ جیسے بوسہ سنگ اسود و آستانہ کعبہ و قرآن عظیم و دست و پائے علمائے و صلحاء نہ کہ ایسی آوازیں کہ چڑیاں بسیرا لے رہی ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۲۶: از بلگرام شریف محلّہ میدانپورہ مرسلہ سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جواب سلام کفار وہنادک کن الفاظ میں دیا جائے؟ اور خود بھی ضرورت اور بے ضرورت ان کو سلام کرے تو کس طور سے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

کافر کو بے ضرورت ابتداء بسلام ناجائز ہے **نص علیہ فی الحدیث والفقہ** (حدیث پاک اور فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ت) اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انھیں سلام شرعی کرنے کی حاجت نہیں مثلاً یہی کافی کہ لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب، یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا **وغیر ذٰلک**، کافر اگر بے لفظ سلام سلام کرے تو ایسے ہی الفاظ رائجہ جواب میں بس ہیں۔ اور بلفظ سلام ابتداء کرے تو علماء فرماتے ہیں جواب میں **وعلیک** ہے مگر یہ لفظ یہاں مخصوص باہل اسلام ٹھہرا ہوا ہے۔ اور وہ کافر بھی اسے جواب سلام نہ سمجھے گا بلکہ اپنے ساتھ استہزاء

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

خیال کرے گا تو جس لفظ سے مناسب جانے جواب دے لے اگرچہ سلام کے جواب میں سلام ہی کہہ کر۔

فقد نص محمد انه ینوی فی الجواب السلام فافهم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بیشک امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تصریح فرمائی کہ جواب میں سلام کی نیت کی جائے۔ اور اللہ تعالٰی بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۷: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں بستم ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

چہ مے فرمایند علمائے راہ شریعت وطریقت ومفتیان مطاع حقیقت ومعرفت دریں مسئلہ کہ مرشدان چند مریدان خود راہدایت سخت بپابوسی بدہن کنانیدہ می بوسانند می گویند کہ ایں درست ست وبرمزار بزرگان دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین خم شدہ سلام نمایند وبرقبر بوسہ می دہند مانند روافض این فعل در شریعت وطریقت درست است یا اشد شرک وکفر ؟ بیان فرمایند بعبارت کتب کہ عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور خواہند شد۔	کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت وطریقت ومفتیان راز داران معرفت وحقیقت اس مسئلہ میں کہ بعض شیوخ ومرشدین نے اپنے کچھ مریدین کو ہدایت وتاکید کر رکھی ہے کہ وہ ان کے پاؤں کو بوسہ دیا کریں یعنی چوما کریں۔ بزرگان دین رحمہم اللہ تعالٰی کے مزارات پر جھک کر سلام کیا کریں اور ان کی قبور کو روافض کی طرح بوسہ دیا کریں بقول ان کے ایسا کرنا جائز ہے۔ کیا واقعی شریعت وطریقت میں ایسا کرنے کی اجازت ہے اور یہ شرک وکفر نہیں ہے؟ کتب اسلامی کے حوالے سے بیان فرمائیں تاکہ اللہ تعالٰی کے ہاں ماجور ہوں اور لوگوں کے ہاں مشکور (ت)

الجواب:

بوسہ قبر بمذہب راجح ممنوع است فی شرح عین العلم لعلی قاری ولا یمس ای القبر ولا التابوت والجدار فورد النهی عن مثل ذٰلک بقبرہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فکیف بقبور سائر الانام و	صحیح اور قابل ترجیح مذہب میں کسی بھی قبر کو بوسہ دینے یعنی چومنے کی اجازت نہیں بلکہ ممانعت ہے۔ چنانچہ محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شرح عین العلم میں ہے کہ قبر، تابوت اور دیوار کو ہاتھ نہ لگایا جائے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قبر اطہر کے بارے میں اس طرح کرنے سے روکا اور منع کیا گیا ہے پھر باقی

لایقبل فانه زیادة علی المس فهو اولی بالنهی [1] ہمچناں خم شد سلام دادن فی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنه عند الترمذی قال اینحنی له قال لا [2]، اما چیزے ازینہا شرک وکفر نتواں بود این غلو وہابیہ ضالہ است ودست و پائے اولیائے وعلماء رابوسہ دادن زنہار ممنوع ھم نیست بلکہ ثابت ودرست ست، وفد عبدالقیس رضی اللہ تعالٰی عنهم چوں بخدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسیدند واز دور نگاہ شان بر جمال جہاں آرائے حضور اقدس سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم افتاد بے تابانہ خود را ازپشت سوار یہا افگندند ودواں دواں بحضور رسیدہ بوسہ بردست وپائے اقدس دادند سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انکار نفرمودہ امام بخاری درادب مفرد	لوگوں کی قبور کے ساتھ یہ معاملہ کیسے روا ہوسکتا ہے اور قبر کو بوسہ نہ دیا جائے کیونکہ یہ تو ہاتھ لگانے سے کہیں بڑھ کر ہے لہٰذا اس کے لئے نہی بطریق اولٰی ہے۔ اسی طرح جھک کر سلام کرنا منع ہے چنانچہ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے یہ حدیث روایت کی ہے، انھوں نے استفسار کیا کیا اسکے آگے جھک جائے، ارشاد فرمایا: نہیں، مگر واضح رہے کہ ان میں سے کوئی کام بھی کفر وشرک نہیں ہو سکتا۔ یہ گمراہ کرنے والے وہابیوں کا غلو ہے۔ جہاں تک اولیاء کرام اور علمائے عظام کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے کا تعلق ہے تو یہ عمل ہرگز منع نہیں بلکہ جائز اور ثابت ہے، چنانچہ وفد عبدالقیس رضی اللہ تعالٰی عنہم کے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچنے کے بارے میں یہ روایت مذکور ہے کہ جب دور سے ان کی نگاہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے جمال جہاں پر پڑی تو وہ بے تاب ہو کر اپنی اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اترے اور دوڑ کر بارگاہ اقدس میں پہنچے اور آپ کے مبارک ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ان کو منع نہیں فرمایا (جو بلاشبہ دلیل جواز ہے) امام بخاری الادب المفرد

[1] شرح عین العلم لمنلا علی قاری الباب الثامن مطبع الاسلامیہ لاہور ص ۱۶۷

[2] جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی المصافحة امین کمپنی دہلی ۲ /۹۷

وامام ابوداؤد در سنن وبیہقی از زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کنند **فجعلنا نتبادر فنقبل یدرسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ورجله** [1] ودر حدیث ست کہ زنے از شوئے خودش گلہ پیش حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلی الہ آورد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود آیا تو اورا دشمن می داری؟ عرضہ داد بلی۔ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر او را و شوھر او رافرمود سرہائے خود نزدیک کنید ہمچناں کردند سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیشانی زن بر پیشانی مرد نہادہ دعا کرد کہ خدا یا بامیاں ایناں الفت نہ ویکے رامحبوب دیگرے کن بازآں زن بخدمت انور رسید وبوسہ بردہن وپائے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چید سرور جہانیاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پرسید کہ حالا تو وشوے تو برچہ حالاعرضہ

میں امام ابوداؤد وسنن میں اور امام بیہقی یہ سب حضرت زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پھر ہم لوگ (خدمت اقدس میں پہنچنے کے لئے) جلدی کرنے لگے پھر ہم (وہاں پہنچ کر) حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے مبارک ہاتھ پاؤں کو چومنے لگے۔حدیث پاک میں ہے کہ ایک عورت نے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے شوہر کے خلاف شکایت کی۔حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تو اس کو (یعنی اپنے خاوند کو) پسند نہیں کرتی؟ اس نے جواب ہاں میں دیا یعنی مجھے شوہر پسند نہیں ہے۔اس کے بعد آپ نے اس سے اور اس کے شوہر سے فرمایا کہ تم دونوں اپنے اپنے سر میرے قریب کرو۔جب دونوں نے اپنے اپنے سر آپ کے بالکل قریب کردیئے تو آپ نے عورت کی پیشانی مرد کی پیشانی پر رکھی اور دعا فرمائی۔اے اللہ! ان دونوں کے درمیان الفت و محبت رکھ دے انھیں ایک دوسرے کا محبوب بنادے۔پھر اس عورت نے ایک دفعہ حاضر ہو کر آپ کے چہرہ انور اور آپ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔سردار دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اب اپنے شوہر کے

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلة الرجل الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳،السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب ماجاء فی قبلہ الجسد المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۷/ ۱۰۲،الادب المفرد باب ۴۴۵ تقبیل الرجل المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۲۵۳

داد کہ ہیچ نو و کہن و ہیچ پسر نیز مر از وے محبوب تر نیست سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود من گواہی می دہم کہ من رسول خدا ایم، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت و من گواہی می دہم کہ تو رسول خدا فقیر گوید و من فقیر یکے از سگان کوئے شما گواہی می دہد کہ واللہ العظیم تو رسول خدائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی الک و صحبک وبارک وکرم۔ البیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان امرأۃ شکت زوجہا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اتبغضیہ قالت نعم فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادنیا رؤسکما فوضع جبہتہا علی جبہۃ زوجہا ثم قال اللھم الف بینہما وحبب احدھما الی صاحبہ ثم لقیتہ المرأۃ بعد ذٰلک فقبلت رجلیہ فقال کیف انت وزوجک قال ماطارف ولا تالد ولا ولد احب الی منہ فقال اشھد انی رسول اللہ فقال عمر وانا اشھد انک رسول اللہ[1]۔ ونیز

بارے میں تمھاری کیا کیفیت ہے ؟ اس نے جواباً عرض کیا کوئی جوان کوئی بوڑھا اور کوئی لڑکا مجھے اس سے زیادہ محبوب نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ فقیر کہتا ہے میں بندہ محتاج آپ کی گلی کے کتوں میں سے ایک کتا بھی گواہی دیتا ہے کہ اللہ العظیم کی قسم آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں آپ پر آپ کی آل پر اور آپ کے ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت اور کرم فرمائے، امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کے خلاف شکوہ کیا آپ نے فرمایا: کیا تو اس سے بغض رکھتی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: تم دونوں اپنے سر میرے قریب کرو۔ پھر آپ نے عورت کی پیشانی اس کی شوہر کی پیشانی پر رکھی اور فرمایا: اے اللہ! ان دونوں میں الفت پیدا کردے اور انھیں ایک دوسرے کا محبوب بنادے پھر اس کے بعد اس عورت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ کے پاؤں مبارک چومے، آپ نے اس سے

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی دعائہ لزوجین احدھما یبغض الاٰخر بالالفہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۲۹

درحدیث ست کہ مردے حاضر خدمت شدہ عرضہ داشت کہ یارسول اللہ! مراچیزے بنما کہ باویقینم فزاید فرمود بسوئے ایں درخت رفتہ او را بخواں رفت گفت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تر امیخواند درخت ہماندم آمد وبرسید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلام گفت باز گرد بازگشت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آن صحابی راپروانگی داد تابوسہ برسر مبارک وہر دو پائے اقدس زد، الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ علمنی شیئا ازداد بہ یقینا فقال اذھب الی تلک الشجرۃ فادعھا فذھب الیھا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدعوک فجاءت حتی سلمت علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم قال لھا ارجعی فرجعت قال ثم اذن لہ فقبل	فرمایا: تمھارے شوہر کا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا: اب مجھے اس سے زیادہ کوئی جوان، بوڑھا اور بچہ محبوب نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتاہوں کہ یقینا میں اللہ تعالٰی کا رسول ہوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں بھی گواہی دیتاہوں کہ آپ بلاشبہ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: اے اللہ تعالٰی کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز دکھاؤ جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو۔ ارشاد فرمایا: اس درخت کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ تمھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاتے ہیں: وہ شخص اس درخت کے پاس گیا اور اس سے کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلارہے ہیں وہ درخت اسی وقت بارگاہ اقدس میں حاضر ہوگیا اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ درخت واپس چلا گیا۔ اس صحابی نے آپ کے سر مبارک اور مبارک ومقدس پاؤں کو بوسہ دینے کی اجازت چاہی توآپ نے اجازت دے دی، اور اس نے بوسہ دیا۔ حاکم نے المستدرک میں روایت کی اور فرمایا اس کی سند صحیح ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اس نے عرض کی اے

راسه ورجلیه وقال لو کنت امرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها [1]،امام اجل سیدنا جعفر صادق وامام سفیان ثوری ومقاتل بن حیان وحماد بن سلمه وغیرهم ائمہ مجتہدین پیش امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم آمدہ گفتند بمار سیدہ است کہ تو در مسائل قیاس بکثرت میکنی امام باایشاں مناظرہ کرد ومذہب خود پیش نمود وگفت کہ پیش از ہمہ عمل بقرآن عظیم میکنم باز بحدیث باز باجماع باز باقوال صحابہ وچوں دریں ہمہ نیابم آں گاہ براہ قیاس شتابم ایں مناظرہ در مسجد جامع کوفہ روز جمعہ از آغاز نہار تاوقت زوال جاری بود آخر ہا ہمہ ائمہ مذکورین برخاستند وبوسہ برسر و زانوئے امام اعظم دادند وگفتند تو سردار علمائے پیش ازیں انچہ نادانستہ بحق تو گفتہ بودیم بما عفو کن امام گفت حق جل وعلا ماوشمار ہم را مغفرت کند الامام العارف الشعرانی قدس سرہ فی المیزان کان ابومطیع	اللہ تعالٰی کے رسول: مجھے کوئی ایسی چیز دکھائیں جس سے میرے یقین میں ترقی (زیادتی) ہو، فرمایا اس درخت کے پاس جاؤ اور اسے میرے ہاں بلالاؤ۔ پھر وہ اس درخت کے پاس گیا اور اس سے کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلارہے ہیں چنانچہ وہ درخت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوگیا اور اس نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا، پھر آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ لوٹ جاؤ، وہ حسب ارشاد لوٹ گیا۔ راوی فرماتے ہیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس شخص کو اجازت دی تو اس نے آپ کے سر مبارک اور دونوں پاؤں کو بوسہ دیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ امام کبیر سیدنا امام جعفر صادق، امام سفیان ثوری، مقاتل بن حیان اور حماد بن سلمہ اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ درجہ اجتہاد پر فائز ہونے والے امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں گئے اور امام صاحب سے فرمانے لگے کہ ہمیں یہ اطلاع پہنچی ہے آپ مسائل شرعی میں بہت زیادہ قیاس آرائی سے کام لیتے ہیں۔ امام صاحب نے ان سے مناظرہ کیا اور وضاحت سے اپنا مذہب (نظریہ) پیش کیا اور فرمایا میں تو سب سے پہلے قرآن پر عمل کرتا ہوں اس کے

[1] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ باب حق الزوج علی الزوجۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۷۲

یقول کنت یوما عندالامام ابی حنیفة فی جامع الکوفة فدخل علیه سفین الثوری ومقاتل بن حیان وحماد بن سلمة وجعفر الصادق وغیرہم من الفقہاء فکلموا الامام اباحنیفة وقالوا قد بلغنا انک تکثر من القیاس فی الدین وانانخاف علیک منه فان اول من قاس ابلیس فناظر ھم الامام من بکرة نہار الجمعة الی الزوال وعرض علیھم مذہبه وقال انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنة ثم باقضیة الصحابة مقدما مااتفقوا علیه علی مااختلفوا فیه وحینئذ اقیس فقاموا کلھم وقبلوا یدیه ورکبته وقالوا له انت سیدالعلماء فاعف عنافیما مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم فقال غفر الله لناولکم اجمعین [1] انتھی والله سبحانه وتعالٰی اعلم۔	بعد حدیث پھر اجماع امت، پھر اقوال صحابہ کرام پر، جب ان سب میں کوئی مسئلہ نہ پاؤں تو پھر قیاس سے کام لیتا ہوں، یہ مناظرہ جامع مسجد کوفہ میں جمعہ کے دن صبح سے لے کر زوال کے وقت تک جاری رہا۔ باآخر مذکورہ تمام امام اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے حضرت امام اعظم رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کے سر اور زانوؤں پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ آپ علماء کرام کے سرخیل ہیں اور ہم اس سے پہلے بے خبری میں آپ کے متعلق جو سنی سنائی کہتے رہے وہ ہمیں معاف کردیں۔ امام صاحب نے فرمایا: اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر مجھے اور آپ سب کو معاف کردے۔ امام عارف عبدالوہاب شعرانی "المیزان" میں فرماتے ہیں حضرت ابومطیع فرمایا کرتے تھے کہ میں جامع مسجد کوفہ میں امام صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس سفیان ثوری، مقاتل بن حیان حماد بن سلمہ، امام جعفر صادق اور بعض دیگر فقہائے کرام تشریف لائے اور امام صاحب سے گفتگو کرنے لگے کہ ہمیں اطلاع پہنچی کہ آپ دین میں زیادہ تر قیاس سے کام لیتے ہیں لہذا ہم اس طرز عمل سے خوف محسوس کرتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان تھا۔ ان کی یہ مناظرانہ گفتگو جمعہ کے روز فجر سے لے کر سورج ڈھلنے تک ہوتی رہی۔ امام صاحب نے اپنا مذہب وموقف ان کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: میں عمل کرنے میں کتاب اللہ کو سب سے مقدم سمجھتا ہوں، پھر سنت کو، پھر صحابہ کرام کے متفق فیصلوں کو ان کے اختلافی فیصلوں سے مقدم سمجھتاہوں، اور جب قرآن حدیث اور اجماع صحابہ سے کسی مسئلہ میں براہ راست واضح ہدایت اور مثال نہ مل سکے تو پھر اس وقت قیاس کے ذریعے مسئلے کا حل ڈھونڈتا ہوں، یہ سننے کے بعد تمام علماء وفقہاء نے اٹھ کر امام صاحب کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو

[1] میزان الشریعة الکبرٰی فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام اباحنیفه الی انه یقدم القیاس الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۶ و۶۵

	بوسہ دیا اور کہا آپ تو سید العلماء ہیں ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کیونکہ ہم بلاوجہ بغیر کسی تحقیق کے آپ کے پیچھے پڑے رہے آپ ہماری کوتاہی اور خطا معاف فرمادیں آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہمیں اور آپ سب کو معاف فرمائے، اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۲۸: از سیتاپور منشی مشرف احمد صاحب سر رشتہ دار کلکٹری سیتاپور ۲۹ صفر ۱۳۱۳ھ

عالی جناب مولانا صاحب مخدوم ومطاع نیاز کیشاں زاد مجدکم وافضالکم بعد بجاآوری تسلیم عرض یہ ہے کہ اللہ تعالٰی اور جناب سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرے" حدیث شریف میں ہے کہ باعث برکت ہے۔ اگر گھر میں سوا اہلیہ کے نہ ہو تو زوجہ پر سلام علیک کرے یا نہیں؟ ایک صاحب اس بارہ میں حجت کرتے ہیں کہ ازواج مطہرات پر سلام علیک کرنا کہیں حدیث سے ثابت نہیں ہوا ہے حالانکہ سیاق اس امر پر وارد ہے کہ اہلیہ پر بھی سلام علیک کرنا چاہئے۔ اس کا جواب ان آیات واحادیث سے جن میں گھر جانے کے وقت سلام کرنے کا حکم ہے اور جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سلام ازواج مطہرات سے کرنا ثابت ہو ارقام فرمائیں۔ فقط۔

الجواب:

قال اللہ "فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً ؕ" [1]۔	(اللہ عزوجل نے فرمایا) جب تم گھروں میں جاؤ تو سلام کرو اپنی جانوں پر ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کی طرف سے برکت والی پاکیزہ۔

معالم التنزیل میں ہے:

ای یسلم بعضکم علی بعض ھذا فی دخول الرجل بیت نفسہ یسلم علی اھلہ ومن فی بیتہ وھو قول جابر وطاؤس والزھری وقتادہ والضحاک وعمرو بن دینار قال قتادہ اذا دخلت بیتک فسلم علی اھلک فھم احق من سلمت علیہ [2]۔	یعنی تمھارے بعض بعض کو (ایک دوسرے کو) سلام کیا کریں۔ یہ اس وقت کے لئے ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں جائے تو گھر میں موجود اپنوں اور دیگر وہاں حاضرین کو سلام دے۔ جابر، طاؤس، زہری، قتادہ، ضحاک اور عمرو بن دینار کا یہی قول ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے گھر والوں کو سلام پیش کیا کرو، جن کو تم سلام دیتے ہو ان سے زیادہ حق گھر والے رکھتے ہیں۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[2] معالم التنزیل علی ھامش تفسیر خازن تحت آیۃ ۲۴/ ۶۱ مصطفی البابی مصر ۵/ ۹۱

حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

یابنی اذادخلت علی اھلک فسلم یکون برکۃ علیک وعلی اھل بیتک، رواہ عنہ الترمذی وقال حسن غریب[1]۔	اے میرے بیٹے! جب تو اپنے اہل پر داخل ہو تو سلام کر، وہ برکت ہوگا تجھ پر اور تیرے اہل خانہ پر (امام ترمذی نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا اور فرمایا حدیث حسن غریب ہے۔ت)

دوسری حدیث میں ہے حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ نے فرمایا:

اذادخلتم بیوتکم فسلموا علی اھلھا فان الشیطان اذا سلم احدکم لم یدخل بیتہ، رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما[2]۔	جب تم اپنے گھروں میں جاؤ تو اہل خانہ پر سلام کرو کہ جب تم میں کوئی گھر میں جاتے سلام کرتا ہے تو شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا (خرائطی نے مکارم الاخلاق میں اس کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ت)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جاء الی البیت بلیل سلم سلامایستمعہ المستیقظون ولاینتبہ منہ الراقدون[3]۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب رات کو مکان میں تشریف فرما ہوتے ایسی آواز سے سلام فرماتے کہ جاگنے والے سن لیتے اور سوتے نہ جاگتے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

سلام سنت ست نزد درآمدن درخانہ براہل خانہ[4]۔	گھر میں داخل ہونے پر گھر والوں کو سلام کرنا سنت ہے۔(ت)

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب فی التسلیم اذا دخل بیتہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۵

[2] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ خرائطی فی مکارم الاخلاق کتاب آداب الاخوۃ والصحبۃ الباب الثالث دارالفکر بیروت ۶/ ۲۷۴

[3] شرح سفر السعادۃ (صراط مستقیم) فصل در اسلام وآداب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۴۱۰

[4] شرح سفر السعادۃ (صراط مستقیم) فصل در اسلام وآداب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۴۱۰

صحیح مسلم و سنن ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل بیتہ بدا بالسواک[1]۔	حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کاشانہ اقدس میں تشریف فرما ہوتے پہلے مسواک فرماتے۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

لاجل السلام علی اھلہ فان السلام اسم تشریف فاستعمل السواک للاتیان بہ[2]۔	یہ مسواک اپنے اہل پاک پر سلام فرمانے کے لئے تھی کہ سلام معظم نام ہے تو اس کے ادا کو مسواک فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

عین العلم میں ہے:

یسلم عندالدخول فی بیتہ لئلا یدخل الشیطان معہ وھو مامور بہ[3] اھ ملخصًا۔	اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کریں تاکہ شیطان ان کے ساتھ داخل نہ ہو سکے اھ ملخصًا(ت)

عالمگیری میں محیط سے ہے:

اذا دخل الرجل فی بیتہ یسلم علی اھل بیتہ[4]۔	جب آدمی اپنے گھر میں جائے تو اپنے گھر والوں کو سلام پیش کرے(ت)

صیرفیہ پھر تتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے: ویسلم فی کل دخلۃ[5] (گھر میں ہر بار داخل ہوتے وقت سلام کیا جائے۔ت)

بالجملہ یہ سنت قرآن وحدیث سب سے ثابت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۸، سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۷، سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کان اذا دخل الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۴۸

[3] عین العلم الباب الثامن مطبع السلامیہ لاہور ص ۱۵۴

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۵

[5] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۵

مسئلہ ۱۲۹: از شہر مذکور

بواپسی ڈاک بعد بجاآوری تسلیم دست بستہ گزارش ہے فتوٰی عطیہ حضور ملا، وہ صاحب یہ چاہتے ہیں کہ کسی حدیث میں خاص تصریح ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ازواج مطہرات پر سلام کیا، زیادہ بجزآں کیا عرض کروں۔ خاکسار۔

الجواب:

صحیح مسلم شریف کتاب النکاح، باب فضیلۃ اعتاق امتہ ثم یتزوجہا حدیث طویل انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نکاح ام المومنین صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وام المومنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے:

فجعل یمر علی نسائہ فیسلم علی کل واحدۃ منھن سلام علیک کیف انتم یا اھل البیت [1]۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات پر گزرنا شروع فرماتے ان میں ہر ایک پر سلام فرماتے اور سلام علیکم کے بعد مزاج پرسی کرتے۔

دوسری روایت میں ہے:

فخرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واتبعتہ فجعل یتبع حجر نسائہ یسلم علیھن [2] واللہ تعالٰی اعلم۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور میں سایہ دار ہمراہ تھا ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور انھیں سلام فرماتے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰: از کٹرہ پرگنہ منورہ ضلع گیا مکان سید ابوصالح صاحب خاں بہادر مرسلہ مولوی کریم رضا خاں صاحب ۲۴ صفر ۱۳۱۴ھ

مصافحہ بعد نماز جمعہ وعیدین وصبح وعصر بعد وعظ کے اور یہ معانقہ بعد عیدین کے جائز ہے یا نہیں اور جو کوئی اس فعل کے کرنیوالے کو جہنمی اور مردود اور رافضی کہے اس کا کیا حکم ہے: ؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب:

مصافحہ ومعانقہ مذکورہ جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہوں جائز ہیں۔ اور بہ نیت محمود مستحب ومندوب

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب فضیلۃ اعتاقہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۰۔۶۱

[2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب فضیلۃ اعتاقہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۰۔۶۱

اس فعل پر جہنمی ومردود ورافضی کا حکم لگانے والا خود ان الفاظ کا مستحق اور ضال ومضل وفاسق ہے۔

قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم سباب المسلم فسق [1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔(ت)

غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درروغرر میں ہے:

المصافحة سنة عقب الصلوات کلها وعند کل لقی ولنا فیها رسالة سمیتها سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلٰوة والسلام [2]۔	مصافحہ کرنا تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے موقع پر سنت ہے۔اسی موضوع پر ہمارا ایک رسالہ ہے جس کا نام سعادۃ اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلٰوة والسلام رکھا ہے۔(یعنی درود وسلام پڑھنے کے بعد مصافحہ کرنے میں مسلمانوں کے لئے سعادت ہے)۔(ت)

حاشیۃ الکنز لعلامۃ السید الازہری میں ہے:

من المستحب(ای یوم العید)اظهار الفرح و البشاشة والتهنیة والمصافحة بل هی سنة عقب الصلوات کلها [3]۔	عید کے دن خوشی فرحت اور مبارکباد کا اظہار کرنا اور باہم ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا مستحب ہے بلکہ ہر نماز کے بعد مصافحہ سنت ہے۔(ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

کذا تطلب المصافحة فهی سنة عقب الصلٰوة کلها [4]۔	یوں ہی مصافحہ کی طلب کی جائے کیونکہ یہ ہر نماز کے بعد سنت ہے۔(ت)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں:

قال النووی اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واما ما اعتاده	امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ جان لیجئے کہ ہر میل ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن

---

[1] صحیح البخاری کتاب الآداب باب ماینهی عن السباب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۹۳

[2] غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ الدرر الحکام باب الصلٰوۃ العیدین میر محمد کتب خانہ کراچی ۱ /۱۴۲

[3] فتح المعین شرح الکنز لملا مسکین باب الصلٰوۃ العیدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱ /۳۲۵

[4] حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام العیدین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۹

الناس من المصافحة بعد صلوۃ الصبح و العصر فلا اصل له فی الشرع علی ہذا الوجه ولکن لاباس به فان اصل المصافحة سنة و کونہم حافظوا علیہا فی بعض الاحوال لایخرج ذٰلک البعض من کونه من المصافحة التی ورد الشرع باصلها **اقول:** هکذا ینبغی ان یقال فی المصافحة یوم العید[1]۔	نماز فجر اور نماز عصر کے بعد عام لوگوں نے مصافحہ کرنے کی جو عادت بنالی ہے شریعت میں اس طریقے کی کوئی اصل نہیں مگر ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل مصافحہ سنت ہے لیکن لوگوں کا بعض حالات میں اس کی محافظت کرنا اس بعض کو اس مصافحہ سے نہیں نکالتا کہ جس کی اصل شریعت میں وارد ہوئی ہے۔ **میں کہتا ہوں** کہ اسی طرح مناسب ہے کہ عید کے دن مصافحہ کرنے کو کہا جائے۔ (ت)

خود مولائے وہابیہ معلم ثانی نجدیہ منکرین زمانہ کے امام الائمہ میاں اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اصول وہابیت کو یوں ذبح فرماتے ہیں:

ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورانیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ دعا و استغفار و اضحیہ بدعت ست گو بدعت حسنہ بالخصوص ست مثل معانقہ روز عید و مصافحہ بعد نماز صبح یا عصر۔[2]	قرآن خوانی و فاتحہ خوانی کے تمام طریقے یوں ہی کھانا کھلانا، یہ سب کام بدعت ہیں گو کہ بدعت حسنہ ہیں جیسے عید کے دن بغلگیر ہونا اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (ہاں البتہ میت کے ایصال ثواب کے لئے) کنواں کھودنا اور اسی طرح کا کوئی اور عمل کرنا مثلاً دعا، استغفار اور قربانی کرنا یہ سب کام جائز ہیں۔ (ت)

حضرات منکرین جوش پاسداری مذہب میں ائمہ وعلمائے سابقین کو جو چاہیں کہیں اور شاید بکمال جرأت شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی آنکھ پھیر لیں، مگر کیا اپنے بڑے پیشوا میاں اسمٰعیل صاحب کو بھی جہنمی مردود رافضی مان لیں گے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو بلند مرتبہ اور ذی شان ہے۔ ت) تفصیل اسی مسئلہ کی ہمارے رسالہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید (گلے میں ہار عید کے دن بغلگیر ہونے کے جواز

---

[1] مسوی مصفی شرح موطا امام مالک باب یستحب المصافحة اسلامی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۴۱

[2] زبدۃ النصائح (رسالہ نذور)

میں۔ت) میں ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از کٹرہ پرگنہ منورہ ضلع گیا مکان سید ابو صالح صاحب خان بہادر مرسلہ مولوی عبدالکریم خاں صاحب ۲۴ صفر ۱۳۱۴ھ

کسی عالم یا کسی دوسرے بزرگ کا ہاتھ چومنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

ہاں جائز ہے بلکہ مستحب و مندوب و مسنون و محبوب ہے جبکہ بہ نیت صالحہ محمودہ ہو، امام بخاری ادب مفرد میں اور ابوداؤد و بیہقی زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

فجعلنا نتبادر فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورجلہ[1]۔	پھر ہم جلدی کرنے لگے تاکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر ان کے ہاتھ اور پاؤں چومیں (ت)

تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

لاباس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر ونقل المصنف عن الجامع انہ لا باس بتقبیل ید الحاکم المتدین والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبٰی[2]۔	کسی عالم اور پارسا شخص کے بطور تبرک ہاتھ چومنے میں کوئی حرج نہیں (درر) مصنف نے الجامع سے نقل فرمایا کہ دیندار حاکم اور عادل بادشاہ کے ہاتھوں کو بھی بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سنت ہے (مجتبٰی)۔(ت)

رد المحتار میں ہے:

قولہ وقیل سنۃ ای تقبیل ید العادل والسلطان العادل قال الشرنبلالی وعلمت ان مفاد الاحادیث سنیتہ اوندبہ کما	مصنف کا قول "کہا گیا کہ یہ سنت ہے" (یعنی عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا) علامہ شرنبلالی نے فرمایا کہ حدیثوں کا مفاد سنیت یا استحباب ہے جیسا کہ علامہ عینی نے اس کی طرف

[1] الادب المفرد باب ۴۴۵ تقبیل الرجل ص ۳۵۳ والسنن الکبرٰی کتاب النکاح ۷/ ۱۰۲، سنن ابی داؤد کتاب الآداب باب قبلہ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

اشار الیه العینی [1]۔	اشارہ کیا ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

قدم عن الخانیة والحقائق ان التقبیل علی سبیل البر بلا شهوة جائز بالاجماع [2]۔	فتاوٰی قاضی خاں اور الحقائق کے حوالے سے پہلے بیان کیا گیا کہ نیکی کے انداز پر بغیر شہوت بوسہ دینا بالاتفاق جائز ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

اما علی وجه البر فجائز عند الکل خانیة [3]۔والله تعالٰی اعلم	بھلائی کے طریقے پر بوسہ دینا سب کے نزدیک جائز ہے۔ فتاوٰی قاضیخان اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۳۲: ۱۶رجب ۱۳۱۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کہ مصافحہ صبح کے وقت بعد نماز کرنا مسنون ہے یا نہیں اور اگر کسی نے بعد نماز صبح کے مصافحہ کیاتو وہ بدعت ہے یا سنت؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

اگر نماز سے پیشتر آج ملاقات نہ ہوئی تھی بعد نماز ملے یہ مصافحہ خاص مسنون ہے **لکونها عند اول اللقاء** (اس لئے کہ یہ مصافحہ پہلی ملاقات کے وقت ہوا ہے۔ت) اور اگر پہلے مل چکے تھے تو اب بعد نماز کے گویابعد غیبت ملاقات جدیدہ ہے مصافحہ مذہب اصح میں مباح ہے۔

کما حققه فی المرقاة وقال فی نسیم الریاض انه الاصح [4]۔والله سبحانه وتعالٰی اعلم۔	جیسا کہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کی تحقیق فرمائی گئی، اور نسیم الریاض میں فرمایا: یہی زیادہ صحیح ہے۔واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۴۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۴۵

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۲۴

[4] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الثامن فی نظافة جسمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم دارالکتب العلمیه بیروت ۲ /۱۳

مسئلہ ۱۳۳: ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک جگہ پر بیٹھے ہوں اور ایک شخص نے آکر کہا اسلام علیکم اس کے جواب میں انھوں نے جواب دیا: آداب عرض یا تسلیمات یا بندگی۔ یا ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ ماتھے تک اٹھایا اور منہ سے کچھ جواب نہ دیا۔ پس کفایہ اشخاص مذکورہ اس صورت میں اٹھ گیا یا نہیں؟ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

نہ۔ اور سب گنہگار رہے۔ جب تک ان میں سے کوئی وعلیکم السلام، وعلیک یا اسلام علیکم نہ کہے کہ الفاظ مذکورہ بندگی، آداب، تسلیمات وغیرہا الفاظ سلام سے نہیں ہیں۔ اور صرف ہاتھ اٹھادینا کوئی چیز نہں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔ ردالمحتار میں ظہیریہ سے ہے:

لفظ السلام فی المواضع کلھا السلام علیکم اوسلامٌ علیکم بالتنوین وبدون ھذین کما یقول الجھال لایکون سلاما [1] اھ**اقول:** فلا یکون جوابا لان جواب السلام لیس الا بالسلام اما وحدہ او بزیادۃ الرحمۃ والبرکات لقولہ تعالٰی "اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا" [2]۔ ومعلوم ان مااخترعوا من الالفاظ والاجزاء بالایماء اما ان یکون تحیۃ اولا علی الثانی عدم براءۃ الذمۃ ظاھر لان المامور بہ التحیۃ وعلی الاول لیس عین السلام وھو ظاھر ولا احسن منہ فان المخترع لایمکن ان یکون احسن من الوارد فخرج عن کلا الوجھین و بقی الواجب الکفائی علی کل عین۔	سب مقامات پر لفظ سلام (بصورت) السلام علیکم (بغیر تنوین معرف بہ لام ذکر کرنا) یا دوسری صورت تنوین کے ساتھ ذکر کرنا ہے سلامٌ علیکم ان دونوں صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کرنا جائز نہیں جیسے جہلاء کا طریقہ ہے لہٰذا وہ سلام تصور نہیں ہوگا۔ **اقول:** (میں کہتاہوں) کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سلام کا جواب نہ ہوگا کیونکہ لفظ سلام کا جواب اسی لفظ سے ہوسکتاہے یا صرف یہی لفظ جواب میں کہا جائے یا اس کے ساتھ رحمت اور برکات کا اضافہ کیا جائے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر جواب دو اور اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم وہی لوٹا دو (یعنی اگر کوئی شخص تمھیں اسلام علیکم کہے تو اسے اضافی الفاظ کے ساتھ یوں جواب دو

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۶۷

[2] القرآن الکریم ۴ /۸۶

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔اور اگر یہ نہ ہوسکے تو پھر اتنا ہی جواباً کہہ دو علیکم السلام) اسی سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب فقط سلام ہی سے ہوسکتا ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ لوگوں نے جو الفاظ یا طریقے سلام کے لئے اشارہ وغیرہ کی صورت میں از خود گھڑ لئے ہیں ان کی دو صورتیں ہی ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ وہ تحیہ ہو یعنی سلام تصور ہو اور دوسرے یہ کہ وہ تحیہ یعنی سلام نہ ہو۔ بصورت ثانی ذمہ داری پوری نہ ہونا (عدم براءت ذمہ) ظاہر ہے کیونکہ جس بات کا حکم دیا گیا (مامور بہ) وہ تحیہ یعنی سلام ہے اور پہلی صورت میں نہ تو وہ بعینہٖ سلام ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ اس سے بہتر (احسن)۔اس لئے کہ خودساختہ اور بناوٹی چیز منقول اور وارد شدہ سے کسی طرح اچھی قرار نہیں دی جاسکتی۔ پس دونوں صورتوں میں سلام کا جواب نہ ہوا۔ لہٰذا واجب کفایہ بذمہ ہر فرد باقی رہا اور ادا نہ ہوا۔(ت) مرقاۃ شریف میں ہے:

قد صح بالاحادیث المتواترۃ معنی ان السلام باللفظ سنۃ وجوابہ واجب کذٰلک [1]۔	جو احادیث تواتر معنی کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں ان سے بصحت ثابت ہے کہ سلام دینا اس کے الفاظ کے ساتھ سنت ہے اور اس کا جواب دینا بھی اسی لفظ سے واجب ہے۔(ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من تشبہ بغیرنا لاتشبھوا بالیھود ولا بالنصارٰی فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع و تسلیم النصارٰی الاشارۃ بالکف، رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما وقال اسنادہ ضعیف [2] قال العلامۃ القاری لعل وجھہ انہ من عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وقد تقدم الخلاف فیہ وان المعتمد ان سندہ حسن	ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے غیروں کی شکل بنے، نہ یہود سے مشابہت پیدا کرنہ نصارٰی سے کہ یہود کا سلام انگلی سے اشارہ کرنا ہے اور نصارٰی کا سلام ہتھیلی سے اشارہ (امام ترمذی نے اس کو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے اور فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے۔ ملا علی قاری نے فرمایا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت مذکورہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند کے ساتھ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ المصابیح کتاب الاداب الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸ /۴۳۱

[2] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء فی فضل الذی یبدأ الخ امین کمپنی دہلی ۲ /۹۴

لاسیما وقد اسندہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابن عمرو فارتفع النزاع وزال الاشکال [1] اھ.**اقول:** رحم اللہ مولانا القاری انما حالہ الامام السیوطی علی ت یعنی الترمذی ففیم یرتفع النزاع ویزول الاشکال ثم لیس تضعیف الترمذی لما ظن فان الجمھور ومنھم الترمذی علی الاحتجاج بعمروبن شعیب وبروایتہ عن عن ابیہ عن جدہ بل الوجہ انہ من روایۃ ابن لھیعۃ اذیقول الترمذی، حدثنا قتیبۃ نا ابن لھیعۃ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فذکرہ قال الترمذی ہذا حدیث اسنادہ ضعیف وروی ابن المبارک ھذا الحدیث عن ابن لھیعۃ فلم یرفعہ اھ [2] وقد قال فی کتاب النکاح باب	مذکور ہے اور اس میں پہلے اختلاف گزر چکا ہے۔ لیکن معتمد یہ ہے کہ اس کی سند حسن ہے خصوصًا جبکہ امام سیوطی نے جامع صغیر میں اس کو ابن عمرو کی طرف منسوب اور حوالے کیا ہے۔ لہٰذا نزاع ختم اور اشکال زائل ہوگیا۔اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی ملا علی پر رحم فرمائے کہ امام سیوطی نے تو اسے "ت" یعنی ترمذی کے حوالے کیا ہے پھر نزاع کیسے ختم اور اشکال کیسے زائل ہوسکتا ہے پھر امام ترمذی کا ضعیف کہنا بھی ملا علی قاری کے خیال اور زعم کے مطابق نہیں اس لئے کہ جمہور نے (جن میں امام ترمذی بھی شامل ہیں) عمرو بن شعیب بروایتہ عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرنے سے استدلال کیا ہے (لہٰذا یہ وجہ ضعف نہیں ہوسکتی) بلکہ وجہ ضعف یہ ہے کہ حدیث مذکور ابن لہیعہ کی روایت ہے اس لئے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے ابن لہیعہ نے بیان کیا اس نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر پوری حدیث ذکر فرمائی (اس کے متعلق) امام ترمذی نے فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے۔اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے حدیث ابن لہیعہ سے غیر مرفوع روایت فرمائی اھ۔اور امام ترمذی نے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۴۳۱

[2] جامع الترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی فصل الذی یبدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴

ماجاء فی من یتزوج المرأۃ ثم یطلقھا قبل ان یدخل بھا رواہ بعین السند ثم قال ھذا حدیث لایصح ابن لھیعۃ یضعف فی الحدیث[1] اھ مختصرًا۔ وکذا ضعفہ فی غیر ہذا المحل فالیہ یشیر ھنا نعم الاظھر عندی ان حدیث ابن لھیعۃ لاینزل عن الحسن وقد صرح المناوی فی التیسیر ان حدیثہ حسن[2]۔	کتاب النکاح میں یہ باب ذکر فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے شادی کرے اور پھر ہمبستری سے پہلے ہی اسے طلاق دے دے (تو کیا حکم ہے امام ترمذی نے بالکل بعینہٖ اسی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں (کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ نامی راوی ہے جسے حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے اھ مختصرا۔ یونہی اس مقام کے علاوہ بھی امام ترمذی نے اس کی تضعیف کی ہے لہٰذا امام ترمذی یہاں اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں (یعنی ابن الہیعہ کے ضعف کی طرف) ہاں البتہ میرے نزدیک زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ابن لہیعہ کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں چنانچہ علامہ مناوی نے "التسیر" میں تصریح فرمائی کہ اس کی حدیث حسن ہے۔ (ت)

ہاں لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی ہو تو مضائقہ نہیں۔

اخرج الترمذی قال حدثنا سوید نا عبداللہ بن المبارک نا عبدالحمید بن بھرام انہ سمع شھر بن حوشب یقول سمعت اسماء بنت یزید تحدث ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	امام ترمذی نے تخریج کیا اور فرمایا ہم سے سوید نے بیان کیا ہے۔ ان سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں ہم سے عبدالحمید بن بہرام نے بیان کیا کہ اس نے شہر بن حوشب کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے اسماء دختر یزید سے سنا کہ وہ بیان کرتی تھیں کہ ایک دن مسجد میں رسول اللہ

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی من یتزوج الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۳

[2] التیسیر للامام المناوی تحت حرف للام مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۳۲۹

مر فی المسجد یوما وعصبة من النساء قعود فالوی بیدہ ھذا حدیث حسن [1] الخ۔قال الامام النووی وھو محمول علی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع بین اللفظ والاشارۃ ویدل علی ھذا ان اباداؤد روی ھذا الحدیث وقال فی روایتہ فسلم علینا اھ.قال العلامۃ القاری بعد نقلہ قلت علی تقدیر عدم تلفظہ علیہ الصلٰوۃ والسلام بالسلام لامحذور فیہ لانہ ماشرع السلام علی من مر علی جماعۃ من النسوان وان مامر عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام مما تقدم علی السلام المصرح فھو من خصوصیاتہ علیہ الصلٰوۃ والسلام فلہ ان یسلم ولا یسلم وان یشیر و لایشیر علی انہ قد یراد بالاشارۃ مجرد التواضع من غیر قصد	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا گزر ہوا جبکہ کچھ عورتوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی آپ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔یہ حدیث حسن ہے الخ۔امام نووی نے فرمایا یہ اس بات پر محمول سمجھا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ نے لفظ سلام اور اشارہ دونوں کو بیک وقت جمع کرکے استعمال کیا(یعنی زبان مبارک سے انھیں سلام کہا اور ہاتھ مبارک سے انھیں متوجہ کرنے کے لئے اشارہ فرمایا جو جائز اور درست اقدام ہے۔مترجم)اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا اھ۔حضرت ملا علی قاری نے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں اس تقدیر پر کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اپنی زبان مبارک سے لفظ سلام نہ بولا ہو تو پھر کوئی شرعی محذور(خلاف ورزی)نہیں کیونکہ جو کوئی عورتوں کے گروہ کے پاس سے گزرے اس کے لئے انھیں سلام کرنا مشروع نہیں۔اور اگر آپ نے زبان مبارک سے مستورات کی جماعت کو سلام کیا ہو جیسا کہ گزشتہ حدیث میں سلام کرنے کی تصریح موجود ہے تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی دیگر خصوصیات کی طرح یہ بھی آپ کی خصوصیت ہو

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی التسلیم علی النساء امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴

السلام [1] الخ	لہٰذا آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ مستورات کے گروہ کو سلام کریں یا نہ کریں۔اشارہ فرمائیں یا نہ فرمائیں۔(گویا آپ کی ذات پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔مترجم)علاوہ یہ کہ کبھی اشارہ سے بغیر قصد سلام کے صرف تواضع مراد ہوتی ہے الخ۔
اقول: مبنی کلہ علی انہ لم یرد السلام ولایظھر فرق بین ماذکر اولا ومازاد فی العلاوۃ سوی انہ ذکر فیھا للاشارۃ محملاوھو التواضع وھذہ شاھدۃ الواقعۃ سیدتنا اسماء رضی اللہ تعالٰی عنھا شاھدۃ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلم فان لم یحمل علی التلفظ لزم ان تکون نفس الاشارۃ تسلیما وھو معلوم الانتفاء من الشرع فوجب الحمل علی الجمع تأمل لعل لکلامہ محملا لست احصلہ۔واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں)اس سب کی بنیاد اس پر ہے کہ آپ نے ارادہ سلام نہ فرمایا ہو۔لہٰذا پہلے مذکورہ کلام اور اس کے علاوہ اضافی کلام میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ اس دوسری توجیہ میں اشارہ کا محل تواضع بیان کردیا گیا۔اور اس واقعہ کی عینی گواہ سیدہ اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا ہیں جو چشم دید واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کو سلام کیا(لہٰذا اس کا محمل تلفظ ہے۔مترجم)اور اگر اس کو تلفظ پر حمل نہ کیا جائے تو پھر نفس اشارہ کا سلام ہونا لازم آئے گا اور شریعت میں اس کی نفی معلوم ہی ہے۔پھر لامحالہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقہ مذکورہ کو سلام اور اشارہ دونوں کے جمع پر حمل کرنا واجب(ضروری)ہوا۔یہاں اچھی طرح غور وفکر کیجئے شاید ان کے کلام کا کوئی اور قابل قدر محمل بھی ہو جو میں نہیں حاصل کرسکا،اور اللہ تعالٰی پاک۔برتر سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۳۴: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بالالتزام بعد صلٰوۃ فجر مصافحہ کرنا مسنون ہے یا مستحب؟ یا عبث یا مکروہ؟ **بینوا توجروا عنداللہ** (اللہ تعالٰی کے لئے بیان فرماؤتاکہ اس کے ہاں اجر وثواب پاؤ۔ت)فقط۔

الجواب:

مباح ہے۔فی نسیم الریاض الاصح انھا بدعۃ مباحۃ [2]۔واللہ تعالٰی اعلم بالصواب(نسیم الریاض میں ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ کرنا ایسی بدعت ہے جو مباح ہے۔اور اللہ تعالٰی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآدب الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۴۳۱

[2] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۲/ ۱۳

ہی اچھی طرح راہ صواب کا عالم ہے۔ت)

مسئلہ ۱۳۵تا۱۳۹: مرسلہ عبدالمجید خاں ضلع ہگلی ڈاکخانہ ریشڑا سرکاری

(۱) کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں بعد مصافحہ زید نے بکر کا ہاتھ چومہ آنکھوں سے لگایا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مرید اپنے پیر کا ہاتھ بعد مصافحہ چومنا ایک ضروری امر اپنے لئے سمجھے جائز ہے یا نہیں؟

(۳) پیر کو اپنے مرید سے اپنا ہاتھ چومواناچاہئے یا نہیں؟

(۴) ہاتھ چومنا کسی کا بزرگ سمجھ کر جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) ہاتھ چومنا سنت ہے یا فعل بزرگان دین یا فعل تابعین یا فعل صحابہ کرام؟ جواب ازروئے فقہ وحدیث نہ رسوم شیوخ پابند طریق۔

الجواب:

بزرگان دین مثل پیر مہتدی وعالم سنی کے ہاتھ چومنا جائز بلکہ مستحب بلکہ سنت ہے ہاں کسی دنیادار کا ہاتھ دنیا کے لئے چومنا منع ہے۔ درمختار میں ہے:

لاباس بتقبیل ید العالم والمتورع علی سبیل التبرک [1]۔	کچھ حرج نہیں کہ کسی عالم اور زاہد کے ہاتھوں کو حصول برکت کے لئے بوسہ دیا جائے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الشرنبلالی وعلمت ان مفاد الاحادیث سنیتہ اوندبہ کما اشار الیہ العینی [2]۔	علامہ شرنبلالی نے فرمایا: تو نے یہ سمجھ لیا کہ حدیثوں کا مفاد (اس کام کا) سنت یا مستحب ہونا ہے جیسا کہ علامہ عینی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

فی المحیط ان التعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ [3]۔	محیط میں ہے اس کی تعظیم اور عزت افزائی کی خاطر (ایسا کرنا) جائز ہے لیکن حصول دنیا کے لئے (ایسا کام کرنا) مکروہ ہے۔(ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۵

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

مگر ہاتھ چومنا بایں معنی ضروری نہیں کہ فرض یا واجب ہے۔ہاں رسم و عرف مسلمین میں اس کی دست بوسی شائع ہو تو اسکا ایک فعل مسنون یا مستحب ہے۔احتراز کرکے مسلمانوں کی عادت کاخلاف کرنااور وحشت دلانا یہ جائز نہیں حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے:

خروجه عن العادة شهرة و مکروه[1]۔	لوگوں کی مقرر عادت سے باہر ہونا (اور اس کا خلاف کرنا) ایک گونہ شہرت (نمائش) اور مکروہ ہے۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا ولا تنفروا[2]۔	خوشخبری سناؤاور (لوگوں کو) نفرت نہ دلاؤ۔(ت)

اور پیر کا اپنے مریدوں سے ہاتھ چوموانا بایں معنی کہ وہ چومنا چاہیں تو یہ منع نہیں کرتا بلکہ ہاتھ بڑھادیتا ہے کوئی حرج نہیں رکھتا بلکہ اگر قدم چومنا چاہیں اور یہ منع نہ کرے جب بھی جائز ہے۔درمختار میں ہے:

طلب من عالم اوزاهد ان یدفع الیه قدمه ویمکنه من قدمه لیقبله اجابه وقیل لا[3]۔	کسی عالم یا کسی زاہد (پرہیزگار) سے کسی نیاز مند نے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے پاؤں اس کے حوالے کردے اور ان پر اسے تسلط اور قابو پانے کا اختیار دے تاکہ وہ انھیں بوسہ دے تو عالم اور زاہد اس کی درخواست قبول فرمائے، (یعنی پاؤں چومنے کی اجازت دے) اور (ایک ضعیف روایت میں) کہا گیا کہ ایسا کرنے کی اجازت نہ دے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لما اخرجه الحاکم ان رجلاتی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاذن له فقبل رجلیه[4]۔	اس لئے محدث حاکم نے اس روایت کی تخریج فرمائی کہ ایک صاحب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے (انھوں نے آپ کے پاؤں چومنے کی درخواست کی) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں اجازت دی تو انھوں نے آپ کے قدم چومے واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] الحدیقه الندیه شرح الطریقه محمدیه الصنف التاسع تتمة الاصناف التسعة نوریہ رضویہ ۲/ ۵۸۲

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یتخولهم بالموعظة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[4] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۵

رسالہ
ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال ۱۳۰۸ھ
(بوسہ تعظیمی کے مستحسن ہونے میں درست ترین کلام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۴۰: از سورت کٹھور مسجد پرب مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب از علیگڑھ مدرسہ مولانا مولوی محمد لطیف اللہ صاحب مرسلہ مولوی سندی صاحب طرفہ ایں کہ از ہر دو جابوقت واحد سوال آمد (طرفہ یہ کہ ایک ہی وقت دونوں جگہوں سے سوال آیا۔ت) ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذامیں کہ شہر موریس میں قبلہ رخ کی دیوار کے ساتھ محراب کے متصل بیت اللہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا دو گز لمبااور سوا گز چوڑالٹکا ہوا ہے اور وہاں کے باشندے میمن وغیرہ سب سوداگر خاص وعام بعد پنچگانہ اس ٹکڑے کو بوسہ دیتے ہیں اور بعد نماز جمعہ کے تو بوجہ کثرت نمازیوں کے بوسہ دینے میں بہت ہی ہجوم کرتے ہیں۔ کوئی چار بوسے دیتا ہے کوئی زیادہ کوئی کم، جیسا کسی کا موقع لگاویسا ہی اس نے کیا،اور کوئی ہجوم اور کثرت کی وجہ سے محروم بھی رہ جاتا ہے۔اور اس امر میں اس کو معظم چیز سمجھا کر کمال کوشش کرتے ہیں۔ کسی قدر جاننے والے لوگ تو تعظیم کا بوسہ دیتے ہیں۔اور عوام کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیا سمجھ کر بوسہ دیتے ہیں

لیکن ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس میں بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ آیا یہ امر شرعا موجب ثواب ہے یا کسی امر خارجی کی وجہ سے مستوجب عذاب ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان کروتاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ، ونصلی علی رسولہ الکریم ط

بوسہ تعظیم شرعاوعرفا انحاء تعظیم سے ہے اسی قبیل سے ہے بوسہ آستانہ کعبہ وبوسہ مصحف وبوسہ نان وبوسہ دست وپائے علماء واولیاء۔

وکل ذلك مصرح به فی الکتب کالدرالمختار [1] من معتمدات الاسفار۔	درمختار جیسی دیگر معتمد کتب میں اس تمام کی تصریح کی گئی ہے۔(ت)

خود احادیث کثیرہ میں صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا دست وپائے اقدس حضور پر نور سید یوم المنشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومہر نبوت کو بوسہ دینا وارد۔

کما فصلنا بعضه فی کتابنا البارقة الشارقة علی المارقة المشارقة۔	جیسا کہ ہم نے بعض کو اپنے کتاب البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔(ت)

اور مانحن فیہ سے اقرب واوفق حدیث عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے کہ انھوں نے منبر انور سرور اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے موضع جلوس اقدس کو مس کرکے اپنے چہرے سے لگایا رواہ ابن سعد فی طبقاتہ [2] (ابن سعد نے اپنی طبقات میں اسے روایت کیا۔ت) اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے مروی کہ رمّانا اعطر کو جو مزار اقدس واز ہر پر ہے یعنی اس کے بازو پر جو گول شکل کا ایک کنگرہ سا بنا دیتے اسے دہنے ہاتھ سے مس کرکے دعا مانگا کرتے، امام قاضی عیاض رتعت روحہ فی الریاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

قال نافع کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما یسلم علی القبور أتیه مائة مرة واکثر یجیئ الی القبر فیقول السلام علی النبی، السلام علی ابی بکر ثم ینصرف ورئی (بمعنی ابصر) واضعا یده علی مقعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم	حضرت نافع رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جب حجرہ پاک کی قبروں پر سلام کرنے حاضر ہو کر سو سے زائد مرتبہ کہتے "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام" پھر پلٹتے ہوئے منبر شریف پر

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۵

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارصادر بیروت ۱/ ۲۵۴

من المنبر ثم وضعها علی وجهه وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا اخلا المسجد حسوا رمانة المنبر التی تلی القبر بیامنهم ثم استقبلوا القبلة یدعون[1]۔	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ کو ہاتھ سے مس کرکے اپنے چہرے پر لگاتے۔ ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جب مسجد نبوی سے نکلتے تو قبر انور کے کناروں کو اپنے داہنے ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ رو ہوکر دعا کرتے (ت)

غرض شرعاً و عرفاً معلوم و معروف کہ جس چیز کو معظم شرعی سے شرف حاصل ہو اس کا وہ شرف بعد انتہائے مماست بھی باقی رہتا ہے اور اس کی تعظیم اس کی معظم کی انحائے تعظیم سے گنی جاتی ہے اور معاذاللہ اس کی توہین اس معظم کی توہین تاج سلطان کو مثلاً زمین پر ڈالنا صرف اسی وقت اہانت سلطان نہ ہوگا جبکہ وہ اس کے سر پر رکھا ہی بلکہ جدا ہونے کی حالت میں بھی ہر عاقل کے نزدیک یہی حکم ہے یونہی تعظیم۔ شفاء شریف میں ہے:

من اعظامه واکبارہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اعظام جمیع اسبابه واکرام مشاهده وامکنته من مکة والمدینة ومعاهده ومالمسه علیه الصلٰوة والسلام او عرف به صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2]۔	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام اسباب تمام مشاہد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آپ کے تمام مکانات، متعلقہ اشیاء اور جن چیزوں کو آپ نے مس فرمایا یا جو آپ سے معروف ہیں کی تعظیم و تکریم بجالانا ہے۔ (ت)

اور بیشک تعظیم، منسوب بلحاظ نسبت تعظیم منسوب الیہ ہے۔ اور بیشک کعبہ شعائر اللہ سے ہے تو تعظیم غلاف تعظیم کعبہ و تعظیم شعائر اللہ شرعاً مطلوب۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی حکم زیارۃ قبر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۷۰

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فعلك ومن اعظامه واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۴۴

"وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲ "[1]	اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقوٰی ہے۔(ت)

بلکہ نظر ایمان سے مس ولمس کی بھی تخصیص نہیں جس شے کو معظم شرعی سے کسی طرح نسبت سے واجب التعظیم و مورث محبت ہے ولہذا بلدۃ طیبہ مدینہ طیبہ سکینہ علی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ کے درودیوار کو مس کرنا اور بوسہ دینا اہل حب وولا کا دستور اور کلمات ائمہ وعلماء میں مسطور، اگرچہ ان عمارات کا زمانہ اقدس میں وجود ہی نہ ہو شرف مس سے تشرف درکنار وللہ در من قال (اللہ تعالٰی کے لئے خوبی جس نے کہا)۔

آمرُّ علی الدیار دیار لیل　　　اقبل ذالجدار وذوا الجدارا

وصاحب الدیار شغفن قلبی　　　ولکن حب من سکن الدیارا[2]

(میں دیار لیلٰی سے گزرتے ہوئے دیواروں اور دیواروں کو بوسہ دے رہا تھا اور میرے دل میں اس دیار والی رچی بسی ہے لیکن اس دیار کے باسیوں سے محبت ہے۔ت)

شفاء شریف میں ہے:

وجدیر لمواطن اشتملت تربتھا علی جسد سید البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدارس ومشاھد وموافقت ان تعظم عرصاتھا وتنستسم نفحاتھا وتقبل ربوعھا وجدراتھا[3] اھملخصًا۔	جن مقامات کی مٹی حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے جسد پاک کو لگی ہے ان راستوں، مشاہد اور مواقف کے میدانوں کی تعظیم، فضاؤں کی تکریم، ٹیلوں اور دیواروں کو بوسہ دینا مناسب ہے۔اھ ملخصًا۔(ت)

پھر ارشاد فرماتے ہیں:

یادار خیر المرسلین ومن بہ　　　ھدی الانام وخص بالایات

عندی لاجلك لوعۃ وصبابۃ　　　وتشوق متوقد الجمرات

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] شفاء السقام الباب الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۷۳، جواہر البحار ومنھم امام المقری فمن جواہر فرح المتحال فی مدح النعال النبویہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۷۷، نسیم الریاض فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۳۴

[3] الشفاء بتعریف المصطفٰی فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۴۵و۴۶

وعلیّ عہد ان ملأت محاجری | من تلکم الجدرات والعرصات
لاعفرن مصون شیبی بینہا | من کثرۃ التقبیل والرشفات [1]

(خیر المرسلین جہاں کے ہادی اور معجزات والے کی رہائش گاہ میرے ہاں آپ کی وجہ سے درد، عشق اور اظہار جس سے کنکریاں جل رہی ہیں جس وقت میں ان دیواروں اور میدانوں کی زیارت سے اپنی نگاہوں کو سیراب کروں تو بوسے اور چوسنے کی کثرت سے اپنی سفید ریش کو ضرور مٹی سے ملوث کروں گا۔ت)

اس سے بھی ارفع واعلٰی واضح وجلی یہ ہے کہ طبقۃً فطبقۃً شرقاً وغرباً عجماً عرباً علمائے دین وائمہ معتمدین نعل مطہر وروضہ معطر حضور سید البشر علیہ افضل الصلٰوۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے والی انکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے۔ علامہ ابوالیمن ابن عساکر شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل تالیفیں کیں اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف ہے۔ جزاھم وبھم جزاء حسنا ورزقھم ببرکۃ خیر النعال امنا وسکنا اٰمین (اللہ تعالٰی ان کو جزاء حسن اور اس بہتر نعال شریف کی برکت سے امن وسکون عطا فرمائے آمین۔ت)

۱ محدث علامہ فقیہ ابوالربیع سلیمن بن سالم کلاعی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: ؎

یاناظر اتمثال نعل نبیہ | قبل مثل النعل لامتکبرا [2]

(اے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نقشہ نعل مبارک دیکھنے والے! اس نقشہ کو بوسہ دے بے تکبر کے)

۲ قاضی شمس الدین صیف اللہ رشیدی فرماتے ہیں: ؎

لمن قدمس شکل نعال طٰہ | جزیل الخیر فی یوم الحسان
وفی الدنیا یکون بخیر عیش | وعز فی النہاء بلا ارتیاب
فبادروالثم الاثار منہا | بقصد الفوز فی یوم حسان [3]

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/ ۴۶

[2] جواھر البحار ومنھم الامام احمد المقری الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۶۳

3

نقش نعل طٰہٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مس کرنے والے کو قیامت میں خیر کثیر ملے گی اور دنیا میں یقینا نہایت اچھے عیش وعزت وسرور میں رہے گا تو روز قیامت مراد ملنے کی نیت سے جلد اس اثر کریم کو بوسہ دے)

۳شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری نعل مقدس سے عرض کرتے ہیں۔

فی مثلك یانعال اعلی النجبا — اسرار بیمنها شهدنا العجبا

من مرغ خده به مبتهلا — قد قام له ببعض ماقد وجب [1]

(اے سیدالانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نعل مبارک! تیرے نقشہ میں وہ اسرار ہیں جن کی عجیب برکتیں ہم نے مشاہدہ کیں جو اظہار عجز ونیاز کے ساتھ اپنا رخسار اس پر رگڑے وہ بعض حق اس نقشہ مقدسہ کے جو اس پر واجب ہیں ادا کرے)

وہی فرماتے ہیں:۔

مثال نعل بوطی المصطفٰی سُعدا — فامد الی لثمه بالذل منك یدا

واجعله منك علی العینین معترفا — بحق توقیره بالقلب معتقدا

وقبله واعلن بالصلاۃ علی — خیر الانام وکرر ذاك مجتهدا [2]

(یہ نقشہ اس نعل مبارک کا جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم سے ہمایوں ہوئے تو اس کے بوسہ دینے کو تذلل کے ساتھ ہاتھ بڑھا اور زبان سے اس کے وجوب وتوقیر کا اقرار اور دل سے اعتقاد کرتا ہوا اسے آنکھوں پر رکھ اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر باعلان درود بھیج اور کوشش کے ساتھ اسے بار بار بجالا)

۴سید محمد موسٰی حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح فرماتے ہیں:۔

مثال نعال المصطفٰی اشرف الورٰی — به مورد لاتبغی عنه مصدرا

فقبله لثما وامسح الوجه موقنا — بنیت صدق تلق ما کنت مضمرا [3]

(مصطفٰی اشرف الخلق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نقشہ نعل اقدس میں وہ مقام حضور ہے

1
2
3

جس سے تو نے رجوع نہ چاہے تو اسے یقین اور سچی نیت کے ساتھ چہرہ سے لگا دل کی مراد پائے گا)

۵محمد بن سبتی فرماتے ہیں:ـ

فمی قبلتھا مثل نعل کریمۃ   بتقبیلھا یشفی سقام من اسمہ استشفٰی [1]

اے میرے منہ اسے بوسہ دے یہ نعل کریم کا نقشہ ہے اس کے بوسہ سے شفا طلب کر مرض دور ہوتا ہے)

۶علامہ احمد بن مقری تلمسانی صاحب فتح المتعال میں فرماتے ہیں:ـ

اکرم بتمثال حکی نعل من   فاق الوری بالشرف الباذخ

طوبی لمن قبلہ منباء   یلثمہ عن حبہ الراسخ [2]

(کس قدر معزز ہے ان کی نعل مقدس کا نقشہ جو اپنے شرف عظیم میں تمام عالم سے بالا ہیں خوشی ہو اسے جو اسے بوسہ دے اپنی راسخ محبت ظاہر کرتا ہوا)

۷علامہ ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں:ـ

الثم ثری الاثر الکریم فحبذا   ان غزت منہ بلثم ذا التمثال [3]

نعل مبارک کی خاک پر بوسہ دے کر اس کے نقشے ہی کا بوسہ دینا تجھے نصیب ہو تو کیا خوب بات ہے)

۸علامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمٰن بن علی مغربی جنھیں علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب شریف میں احد الفضلاء المغاربۃ (فضلائے مغرب میں سے ایک۔ت) کہا۔ اپنی مدحیہ میں فرماتے ہیں:ـ

مثل نعل من احب ھویتہ   فھا انا فی یوم ولیلی الثمہ [4]

(میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعلین مبارک دوست رکھتا اور رات دن

---

[1]

[2] فتح المتعال

[3]

[4] شرح الزرقانی علی المواھب نعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مصر ۵/ ۵۷

اسے بوسہ دیتاہوں)

[9]امام ابوبکر احمد ابن امام ابومحمد بن حسین انصاری قرطبی فرماتے ہیں:ـ

ونعل خضعنا ھیبۃ لبھائھا وانا متی نخضع لھا ابدا نعلو

فضعھا علی اعلی المفارق انھا حقیقتھا تاج وصورتھا نعل[1]

(اس نعل مبارک کے جلال انور سے ہم نے اس کے لئے خضوع کیا اور جب تک ہم اس کے حضور جھکیں گے بلند رہیں گے تو اسے بالائے سر رکھ کہ حقیقت میں تاج اور صورت پر نعل ہے)

[10]شرح مواہب میں ان امام کا ترجمہ عظیمہ جلیلہ مذکور اور ان کا فقیہ محدث وماہر وضابط ومتین الدین وصادق الودع وبے نظیر ہونا مسطور امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری نے مواہب اللدنیہ ومنح محمدیہ میں ان امام کے یہ اشعار ذکر نقشہ نعل اقدس میں انشاد کئے اور مدحیہ علامہ ابوالحکم مغربی کما احسنھا[2] (کیا ہی اچھا ہے۔ت) اور نظم [11]علامہ ابن عساکر سے ﷲ درہ[3] (اللہ اکیلے اس کی بھلائی ہے) فرمایا۔

[12]علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

الثم التراب الذی حصل لہ النداوۃ من اثر النعل الکریمۃ ان امکن ذٰلک والافقبل مثالھا[4]۔	اگر ہوسکے تو واس خاک کو بسہ دے جسے نعل مبارک کے اثر سے نم حاصل ہوئے ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ دے۔

علامہ تاج الدین فاکہانی نے فجر منیر میں ایک باب نقشہ قبور لامعۃ النور کا لکھا اور فرمایا:

من فوائد ذٰلک ان من لم یمکنہ زیارۃ الروضۃ فلیزر مثالھا ولیلثمہ مشتاقا لانہ ناب مناب الاصل	یعنی اس نقشہ کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ عالیہ کی زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کرلے اور شوق سے اسے بوسہ دے

[1] المواھب اللدنیۃ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷۰

[2] المواہب اللدنیہ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۶۸

[3] المواہب اللدنیہ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۶۷

[4] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۴۸

کما قدناب مثال نعله الشریفة مناب عینها فی المنافع والخواص بشهادة التجربة الصحیحة ولذا جعلواله من الاکرام ولااحترام مایجعلون للمنوب عنه[1] الخ۔	کہ یہ مثال اس اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مقدس کا نقشہ منافع وخواص میں یقینا یہ اس کا قائم مقام ہوا جس پر تجربہ صحیحہ گواہ ہے والہذا علمائے دین نے نقشہ اعزاز واحترام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں الخ۔

۳سیدی علامہ محمد بن سلیمن جزولی قدس سرہ، صاحب دلائل الخیرات نے بھی علامہ مذکور کی پیروی کی اور دلائل شریف میں نقشہ روضہ مبارک کا لکھااور خود اس کی شرح کبیر میں فرمایا:

انما ذکرتها تابعا للشیخ تاج الدین الفاکهانی فانه عقد فی کتابه "الفجر المنیر" بابا فی صفة القبور المقدسة وقال ومن فوائد ذٰلک[2] الخ۔	میں نے شیخ تاج الدین فاکہانی کی اتباع میں اس کو ذکر کیا انھوں نے اپنی کتاب الفجر المنیر میں قبور مقدسہ کا باب قائم کیااور فرمایا اس کے فوائد سے یہ ہے الخ (ت)

۴اسی طرح علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرمایا:

حیث قال اعقب المؤلف رحمه اللّٰه تعالٰی ورضی عنه ترجمة الاسماء بترجمة صفة الروضة المبارکة و القبور المقدسة وموافقا فی ذٰلك وتابعا للشیخ تاج الدین فاکهانی فانه عقد فی کتابه الفجر المنیر بابا فی صفة القبور المقدسة ومن فوائد ذٰلك ان یزور المثال من لم	جہاں انھوں نے فرمایا مؤلف رحمہ اللہ تعالٰی نے اسماء کے عنوان کے بعد روضہ مبارک اور قبور مقدسہ کے بیان کے لئے باب قائم فرمایا شیخ تاج الدین فاکہانی کی موافقت کرتے ہوئے کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب "الفجر المنیر" میں قبور مقدسہ کے بیان کے لئے عنوان قائم فرمایا اور اس کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ جس کا اصل روضہ پاک

[1] الفجر المنیر

[2] شرح دلائل الخیرات للجزولی

یتمکن من زیارۃ الروضۃ ویشاھدہ مشتاقا ویلثمہ ویزداد فیہ حبا وقد استنابوا مثال النعل عن النعل وجعلوا لہ من الاکراہ والاحترام ماللمنوب عنہ وذکروا لہ خواصا وبرکات وقد جربت[1] الخ۔	کی زیارت نصیب نہ ہو تو وہ نقش نعل کی زیارت کرے اور بوسہ دے اور خوب محبت کا مظاہرہ کرے علماء نے نعل کے نقشہ کو نعل کے قائم مقام قرار دے کر اس کے لئے وہی اکرام واحترام اقرار دیا جو اصل نعل شریف کے لئے ہے اور انھوں نے اس کے خواص وبرکات ذکر کئے جن کا تجربہ ہو چکا ہے۔(ت)

دیکھو علمائے کرام کے یہ ارشادات نقشوں کے باب میں ہیں جو خود عین منتسب بھی نہیں بلکہ اس کی مثال وتصویر ہیں تو غلاف کعبہ معظم شرعی یعنی کعبہ معظّمہ سے خاص نسبت مس رکھتا ہے اس کی نسبت بہ نیت تعظیم وتبرک ان افعال کے جواز میں شک وشبہہ کیا ہے،

قال المقتضی فی العموم موجود والمانع فی الخصوص مفقود وذٰلک کاف فی حصول المقصود والحمد للہ العلی الودود	عموم کا تقاضا ہے جبکہ خاص کے لئے کوئی مانع نہیں ہے مقصد کے حصول کے لئے یہ کافی ہے۔اللہ تعالٰی بلند وذات کے لئے حمد ہے۔(ت)

رہا لوگوں کا اس پر ہجوم کرنا یہ بھی آج کی بات نہیں قدیم سے آثار متبرکہ پر اہل محبت وایمان یونہی ہجوم کرتے آئے۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث میں ہے جب عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سال حدیبیہ قریش کی طرف سے خدمت اقدس حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں حاضر ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو دیکھا۔

انہ لایتوضأ الا ابتدروا وضوءہ وکادوا یقتتلون علیہ ولا یبصق بصاقا ولایتنخم نخامۃ الا تلقوھا باکفھم فدلکوا بھا	یعنی جب حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں حضور کے آب وضو پر بیتابانہ دوڑتے ہیں قریب ہے کہ آپس میں کٹ مریں اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] مطالعات المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۴۴

وجوھھم واجسادھم الحدیث [1]	لعاب دہن مبارک ڈالتے یا کھکارتے ہیں اسے ہاتھوں میں لیتے اور اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے ہیں۔

کادوایقتلون علیه کی حالت کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے خود حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہہ عالیہ میں ثابت **کادوایکونون علیه لبدا** سے کہ یہاں سوال میں مذکور جہاز ائد ہے یونہی بوسہ سنگ اسود پر ہجوم وتنزاحم قدیم سے ہے بالجملہ اس نفس فعل کا جواز یقینی اور جب نیت تبرک وتعظیم شعائر اللہ ہے تو قطعاً مندوب اور شرعا مطلوب مگر پنجگانہ نماز کے بعد علی الدوام اس کی زیارت وتقبیل کاالتزام اور جمعہ کے دن عام عوام کے بیقیدانہ ہجوم واژدحام میں اگر اندیشہ بعض فاسد دینیہ ہو تو اس تقیید والتزام واطلاق اژدحام سے بچنا چاہئے اور خود ہر وقت پیش نظر معلق رہنا باعث اسقاط حرمت ہوتا ہے والہذا حرمین طیبین کی مجاورت ممنوع ہوئی، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد حج تمام قوافل پر درہ لئے دروہ فرماتے اور ارشاد کرتے اے اہل یمن یمین کو جاؤ۔ اے اہل شام! شام کا راستہ لو۔ اے اہل عراق! عراق کو کوچ کرو کہ اس سے تمھارے رب کے بیت کی ہیبت تمھاری نگاہوں میں زیادہ رہے گی" راہ اسلم وطریق اقوم یہ ہے کہ اسے کسی صندوقچہ میں ادب وحرمت کے ساتھ رکھیں اور احیانا خواہ مہینے میں کچھ دن قرار دے کر بروجہ اجلال حسن واعظام مستحسن اس کی زیارت مسلمین کو کرادیا کریں جس طرح سلطان اشرف عادل نے شہر دمشق الشام کے مدرسہ اشرفیہ میں خاص درس حدیث کے لئے ایک مکان مسمّٰی بدار الحدیث بنایا اور اس پر جائداد کثیر وقف فرمائی اور اس کی جانب قبلہ مسجد بنائی اور محراب مسجد سے شرق کی طرف ایک مکان نعل مقدس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے تعمیر کیا اور اس کے دروازے پر مسی کواڑ رز سے ملمع کرکے لگائے کہ بالکل سونے کے معلوم ہوتے تھے۔ اور نعل مبارک کو آبنوس کے صندوق میں بادب رکھا اور بیش بہا پردوں سے مزین کیا یہ دروازہ ہر دوشنبہ وپنچشنبہ کو کھولا جاتا اور لوگ فیض زیارت سراپا طہارت سے برکات حاصل کرتے۔ **کماذکر العلامة المقری فی فتح المتعال وغیرہ وغیرہ** (جیسا کہ علامہ مقری نے فتح المتعال میں اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے دیگر کتابوں میں ذکر کیا ہے) یہ مدرسہ ودار الحدیث مذکور ہمیشہ مجمع ائمہ وعلماء ہے امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم اس میں مدرس تھے پھر امام

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشرط فی الجہاد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۹، الشفاء الشریف حقوق المصطفٰی فصل فی عادۃ الصحابۃ فی تعظیمہ الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/ ۳۱

خاتم المجتہدین ابوالحسن تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی صاحب شفاء السقام ان کے جانشین ہوئے یونہی اکابر علماء درس فرمایا کئے۔ سلطان موصوف کے اس فعل محمود پر کسی امام سے انکار وماثور نہ ہوا بلکہ امید کی جاتی ہے کہ خود وہ اکابر اس کی زیارت میں شریک ہوتے اور فیض وبرکت حاصل کرتے ہوں، محدث علامہ حافظ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ تعالٰی نور النبراس میں فرماتے ہیں قال شیخنا الامام المحدث امین المالکی:

وفی دار الحدیث لطیف معنی   وفیھا متنھی اربی وسؤلی

احادیث الرسول علی تتلی   وتقبیلی لاٰثار الرسول [1]

(یعنی ہمارے استاذ امام محدث امین الدین مالکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں مدرسہ دار الحدیث میں ایک لطیف مقصد ہے اور اس میں میرا مقصد اور مطلوب بروجہ کامل حاصل ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثیں مجھ پر پڑھی جاتی ہے اور حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آثار شریفہ کا بوسہ مجھے نصیب ہوتا ہے)

غرض طریقہ زیارت تو یہ رکھیں پھر جسے بے ادب وحرمت بے دقت وزحمت شرف بوس مل سکے فبہا ورنہ صرف نظر پر قناعت کرے بوسہ سنگ اسود کہ سنت مؤکدہ ہے۔ جب اپنی یا غیر کی اذیت کا باعث ہو ترک کیا جاتا ہے تو اس بوسہ کا تو پھر دوسرا درجہ ہے۔

ھذا ھو الطریق اسلم والحاکم الوسط القوم الاقوم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	یہ سلامتی کا طریقہ ہے اور درمیانہ حکم مضبوط و قوی ہے اور اللہ تعالٰی زیادہ علم والا ہے اس کا علم اتم واحکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۱: اکثر مخلوق خدا کا یہ طریقہ ہے کہ وقت اذان اور وقت فاتحہ خوانی یعنی پنجایت پڑھنے کے وقت انگوٹھے چومتے ہیں اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کرتے ہیں آیا یہ قول درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انگوٹھے کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں یہ جو کچھ اس میں روایت کہا جاتا ہے

[1] نور النبراس حافظ برہان الدین حلبی

کلام سے خالی پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا اسے مسنون ومؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے وہ بیشک غلطی پر ہے۔ ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد۔

اخرجه الدیلمی مسند الفردوس و اوردہ الامام السخاوی فی المقاصد الحسنه[1] والعلامة خیر الدین الرملی فی حواشی البحر الرائق وذکرہ العلامة الجراحی فاطال وبداللتیا والتی قال لم یصح فی المرفوع من هذا شیئ کما اثرہ المحقق الشامی فی رد المختار[2]	اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں خیر الدین رملی نے بحرالرائق کے حاشیہ میں اور علامہ جراحی نے طویل بیان فرمایا اور بحث کے بعد فرمایا اس بارے میں مرفوع صحیح حدیث نہیں ہے جیسا کہ محقق علی شامی نے ردالمحتار میں نقل فرمایا ہے (ت)

اور بعض کتب فقہ میں مثل جامع الرموز شرح نقایہ وفتاوٰی صوفیہ وکنزالعباد وشامی حاشیہ درمختار کے کہ اکثر ان میں مستندات علماء طائفہ اسمعیلیہ سے ہیں وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا۔ فاضل قہستانی شرح مختصر وقایہ میں لکھتے ہیں:

واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولٰی من الشهادة الثانیة صلی الله تعالٰی علیك یا رسول الله وعند سماع الثانیة منها قرة عینی بك یا رسول الله ثم یقال اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ضفری الابهامین علی الیعینین فانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم یکون قائد اله الی الجنة کما فی کنز العباد انتهی[3]	جان لو بیشک اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر صلی اللہ تعالٰی علیک یارسول اللہ اور دوسری شہادت کے سننے پر قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن چھوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے جیسا کہ کنزالعباد میں ہے انتہی (ت)

ردالمحتار حاشیہ درمختار میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

[1] المقاصد الحسنه حدیث ۱۰۲۱ دار الکتب العلمیه بیروت ص ۳۸۴

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الاذان دار حیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۷

[3] جامع الرموز کتاب الصلٰوۃ فضل الاذان مکتبہ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۲۵

ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ [1] الخ	ایسے ہی فتاوٰی صوفیہ میں ہے الخ (ت)

پس حق اس میں اس قدر کہ جو کوئی بامید زیادت روشنائی بصر مثلاً از قبیل اعمال مشائخ جان کر یا بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیت و فعل و صحت حدیث و شناعت ترک اسے عمل میں لائے اس پر بہ نظر اپنے نفس فعل واعتقاد سنیت کے خیر کچھ مواخذہ بھی نہیں کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا اس فعل سے نہی و منع کہ مستلزم نہیں کما صرح بہ الفاضل علی القاری فی شرح الاربعین و ھذا ظاھر جدا (جیسا کہ فاضل علی قاری نے شرح الاربعین میں اس کی وضاحت کی اور یہ خوب ظاہر ہے۔ت) اور صیغہ اعمال میں تصرف استخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے جیسا کہ تصانیف شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے ظاہر اور خود یہ نفس حکم تجویز استخراج بھی ان کے کلام میں مصرح ہوامع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادین فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت طلوع صبح صادق باسفار مقابل صبح نشستن و چشم را بآں نور دختن و یا نور ا گفتن تا ھزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد [2] الخ۔	جاری اعمال میں اجتہاد سے اختراع کا راستہ کشادہ ہے جیسا کہ طبیب حضرات کے ہاں قرابادین کے نسخوں میں ہے اس فقیر کو معلوم ہے کہ از صبح صادق تا روشنی بیٹھنا اور منہ مشرق کی طرف کرنا اور آنکھوں کو صبح کے نور پر لگانا اور یا نور ہزار بار تک پڑھنے سے قوت ملکیہ حاصل ہوتی ہے (ت)

اور اسی میں ہے:

چند نواع از کرامت از ہیچ ولی الاماشاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ منامات صادقہ کشف و اشراف بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر ودر دعائے او ورقی و اعمال تصریفیہ او تا عاملے بقیض او منتفع شوند [3] الخ	چند کرامتیں ایسی ہیں جو کسی ولی سے جدا نہیں ہو پاتیں جن میں ایک سچی خوابیں اور دلوں کی خواہشوں پر اطلاع اور انہی میں سے دعاؤں کی تاثیر اور دم وغیرہ جاری اعمال اس سے عامل کو فیض حاصل ہوتا ہے الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الاذان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۷

[2] ہوامع لشاہ ولی اللہ

[3] ہوامع لشاہ ولی اللہ

البتہ اسمعیلیہ کا حکم لزومی والتزامی کہ یہ فعل اور اس کے امثال محض حرام و سخت بد یدینی و مثل شرک مخل اصل ایمان اور زنا و قتل ومومن سے بد تر جس کے صغرٰی یعنی فعل ابتداع پر اسمعیلیہ کو خود اقرار اور کبرٰی تصریحات وتفویۃ الایمان سے آشکارا اگرچہ علمائے اسمیعلیہ بنظر مصلحت اس سے تنزل کیا کریں محض باطل ومردود و مخذول و مطرود ہے۔

وعلیھم اثباتہ بالبرھان ولنا رد علیھم باوضع بیان ان شاء اللہ الرحمٰن المستعان۔	اور ان پر شرک اور حرام کو ثابت کرنا لازم ہے اور ہمیں ان کا رد کرنا واضح دلائل سے ان شاء اللہ لازم ہے۔(ت)

اور پنجائت کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا اور فقیر کے نزدیک یہاں پر بنائے مذہب ارجح واصح غالبا ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہئے۔ والعلم بالحق عن الملک العلام الجلیل۔

مسئلہ ۱۴۲: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خان از مکان میر خادم علی اسسٹنٹ ۳ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ

چہ میفرمایند علمائے شریعت محمدی وفضلائے طریقہ احمدی دریں مسئلہ کہ مس ابہامین ونہادن علی العینین در وقت اذان موذن وغیرہ فعل وطریقہ انیقہ مستحب صحابہ کرام وسنت خیر البشر آدم علیہ السلام ست او ر اعلائے ظواہر غیر مقلدین بہ سبب حقارت واستخاف واہانت وحرام گویند مرتد وکافر می شوند یا نہ؟ بیان فرمایند بسند کتاب اجر یابند روز حساب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔	کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت وفضلائے طریقت اس مسئلہ میں کہ مؤذن کی اذان کے وقت اپنی آنکھوں پر انگوٹھے چوم کر لگانا یہ فعل و طریقہ صحابہ کرام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اس عمل کو غیر مقلدین فرقہ کے لوگ حقارت کے طورپر حرام کہتے ہیں کیا وہ کافر اور مرتد ہوں گے یا نہیں؟ کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں اللہ تعالٰی اجر عطا فرمائے قیامت کے روز۔ تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔(ت)

الجواب:

قال سیدنا اللہ صلی اللہ تعالٰی	سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

علیه وسلم من رأی منکم منکر ا فلیغرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذٰلك اضعف الایمان [1] ہر کہ از شماامر نا روابیند باید کہ بدست خویش تغیر ش دہد واگر نہ تواند پس بزبان واگر نتواند پس بدل وآں ضعیف ترین الایمان ست **رواہ الائمۃ احمد والستۃ الاالبخاری عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه** ونیز در حدیث آمد **النصح لکل مسلم** [2] دین آنست کہ ہر مسلمان راخیر خواہی کنند **اصله عند احمد والشیخین و ابی داؤد والنسائی عن تمیم الداری والترمذی و النسائی ابی ہریرۃ واحمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهم اجمعین**۔ پس بیش از جواب امرے ضروری ومہم تر باید شنید خیر البشر وخیر الناس وافضل الخلق واکرم البریہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول رب العلمین ست صلی اللہ تعالٰی علیہ علیہم	فرمایا: تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے اسے روکے اور اگر اس کی طاقت نہیں تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ اس کو ائمہ ستہ میں سے بخاری کے علاوہ سب نے اور امام احمد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ نیز حدیث میں ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی دین ہے، اس کو امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے پس جواب سے قبل ایک ضروری بات اور اھم امر سن لینا چاہئے کہ افضل الخلق اور اکرم الناس اور خیر البشر اور اکرم البریۃ جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول رب العالمین ہیں آپ پر اور آپ کی آل واصحاب سب پر دورد وسلام ہو

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النھی عن المنکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۹ و ۵۲

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث جریر بن عبداللہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۶۵-۳۶۶، صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدین النصیحۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴-۵۵

وعلی الہ وصحبہ اجمعین کافہ مسلمین بریں معنی اجماع دارند فقیر غفرلہ اللہ المولٰی القدیر در تفضیل مطلق حضور افضل برحق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسالہ مبسوط گرد آوردہ ام مسمّٰی بہ "قلائد نحور الحور من فرائد بحور النور" ملقب بنام تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجمعین آنجا بہ دہ آیت وصد حدیث نقش حق برکرسی تحقیق نشاندہ ام کہ ہیچ یکے از انبیائے مرسلین وخلق اللہ اجمعین بجمال رفیع وجلال منیع حضور سید العالمین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمیرسد، ماناکہ قلم سائل طغیان کردد بجائے ابوالبشر خیر البشر سرزد او ارادہ الخیریۃ الجزئیۃ من جھۃ الابوۃ متاؤلا لبعض مایذکر فی الباب والاول اسلم بل ھو المفرع ان سائد الواقع واللہ بذات الصدور اعلم حق آنست کہ ہمچو عبارت احتراز واجب ولازم وفرض متحتم ست واللہ الھادی، اکنوں بجواب مسئلہ پردازیم آرے دریں باب از خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر وریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

تمام مسلمانوں کا اس معنی پر اجماع ہے۔ فقیر غفرلہ اللہ المولٰی القدیر (مصنف علیہ الرحمۃ) نے حضور افضل برحق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فضیلت مطلقہ پر مبسوط رسالہ مسمّٰی بہ "قلائد نحور الحور من فوائد بحور النور" ملقب بنام "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجمعین لکھا ہے۔ اس میں دس آیات کریمہ اور سو حدیث شریف سے حق کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی حدیث شریف سے حق کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی بھی انبیاء ومرسلین اور تمام مخلوق میں سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے مرتبہ کمال بلند وبالا کو نہ پہنچا، ہوسکتا ہے کہ سائل کا قلم پھسل گیا ہو ابوالبشر کی جگہ آدم علیہ السلام کی خیر البشر لکھنا سرزد ہوگیا ہو یا سائل نے تاویل سے کام لے کر ابوت والی جزوی فضیلت کی بناء پر آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو خیر البشر کہہ دیا ہو۔ جیسا کہ بعض مقامات پر ایسی تاویل سے کام لیا جاتا ہے لیکن پہلا احتمال اگر واقع میں ایسا ہو تو اس میں احتیاط ہے اللہ تعالٰی دلوں کا حال بہتر جانتا ہے حق یہی ہے کہ ایسی عبارت سے پرہیز لازم بلکہ اہم فرض ہے۔ اللہ تعالٰی ہدایت کا مالک ہے۔ اب سوال کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، یہ درست ہے کہ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھول حضرت

امام حسن مجتبٰی وحضرت سیدنا ابوالعباس خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام وغیر ہم حدیثہا اور کتب علماء مرویست کہ امام شمس الدین سخاوی در مقاصد حسنہ بتفصیل برخے از انہا پرداخت ومحو کلام محدثین کرام محققین اعلام کہ در تصحیح وتضعیف وجرح وتوثیق راتساہل وتشدید سپردہ اند آنست کہ دریں باب حدیثے از حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدرجہ صحت فائز نشدہ در مقاصد فرمود **لا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ** [1] در موضوعات کبیر ست **مایروی فی ھذا فلا یصح رفعه البتہ** [2] در ردالمحتار علامہ اسمعیل جراحی نقل فرماید **لم یصح فی المرفوع من ھذا شیئ** [3]۔ وبرخادم حدیث مخفی نیست کہ دراصطلاح محدثین نفی صحت نفی حسن ہم نمی کند تابہ نفی صلاح وتماسک وصلاح تمسک یادعوی وضع چہ رسد، **قال القاری فی الموضوعات قال ابوالفتح الازدی لایصح فی العقل حدیث قالہ ابوجعفر العقیلی**

امام حسن مجتبٰی اور حضرت سیدنا ابوالعباس خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام وغیرھم سے علماء کی کتب میں مرویات موجود ہیں جبکہ امام شمس الدین سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ روایات کی تصحیح وتضعیف اور جرح وتوثیق میں سختی اور نرمی سے کام لینے والے محدثین ومحققین کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی کوئی مرفوع حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی، مقاصد حسنہ میں فرمایا اس مسئلہ کے متعلق کوئی حدیث مرفوع صحت کو نہیں پہنچی۔ موضوعات کبیر میں ہے اس مسئلہ میں مرویات کا مرفوع ہونا یقینا صحیح نہیں ہے۔ ردالمحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی سے منقول ہے کہ اس میں کوئی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے۔ کسی بھی خادم حدیث پر مخفی نہیں ہے۔ کہ محدثین کی اصطلاح میں کسی حدیث کی صحت کا منتفی ہونا اس کے حسن کے انتفاء کو مستلزم نہیں کہ اس سے استدلال کی نفی لازم آئے چہ جائیکہ وہاں حدیث کے موضوع ہونے کا دعوی کیا جائے، ملا علی قاری نے موضوعات میں فرمایا کہ ابوالفتح الازدی نے فرمایا ہے کہ عقل کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں۔ یہ بات ابوجعفر عقیلی

---

[1] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵

[2] اسرار المرفوعۃ حدیث ۸۲۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۱۰

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الاذان داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۷

وابو حاتم بن حبان انتھی ولایلزم من عدم الصحۃ وجود الوضع کما لایخفی[1] **اھ ملخصًا**۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ، فرمود **قول من قال فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجۃ لایتوقف علی الصحۃ بل الحسن کاف**[2]۔ باز در فضائل اعمال حدیث ضعیفہ باجماع ائمہ مقبول ست **نص علیہ غیر واحد من الحفاظ منھم الامام النووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ**۔ باز چوں نیک درنگری کلمات مذکورہ علمائے محدثین ظاہر ست درآنکہ نفی صحت ہمیں باحادیث مرفوعہ مخصوص ست وایں جاخود درآثار موقوفہ کفایتے ست کافیہ و حجتے وافیہ، لاجرم علامہ علی قاری مکی رحمہ اللہ تعالٰی درکتاب مذکور بعد قول مسطور **لایصح رفعۃ البتۃ**[3] میفرماید **قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام**	اور ابوحاتم بن حبان نے فرمائی ہے اھ اور اس عدم صحت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ واضح ہے اھ ملخصًا۔ محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد بن الہمام نے فرمایا کسی حدیث کے متعلق عدم صحت کا قول اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس سے حدیث کی حجیت ختم نہ ہوگی کیونکہ حجیت محض صحت پر موقوف نہیں بلکہ حدیث کا حسن ہونا بھی حجیت کے لئے کافی ہے۔ نیز اعمال کے فضائل میں ضعیف احادیث بھی اجماع ائمہ کے مطابق مقبول ہے۔ یہ بات کئی ائمہ وحفاظ حدیث سے منصوصہ ان میں امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی بھی شامل ہیں اور پھر یہ کہ اس مسئلہ میں علمائے حدیث کے الفاظ کو غور سے دیکھا جائے تو انھوں نے یہاں صرف مرفوع حدیث کی صحت کی نفی فرمائی ہے جبکہ موقوف روایات یہاں حجت کے لئے کافی ہیں، چنانچہ ملا علی قاری نے اپنے قول مذکور "یہ روایت بطور مرفوع صحیح نہیں ہے" کے بعد لکھا ہے **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) جب اس روایت کا رفع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تک ثابت ہے تو اس پر عمل کے لئے یہ کافی دلیل ہے کیونکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام

[1] الاسرار المرفوعۃ تحت حدیث ۱۲۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸
[2] فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸
[3] الاسرار المرفوعۃ تحت حدیث ۸۲۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین [1] یعنی چوں اسناد ایں فعل بجانب جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ بہ پایہ ثبوت رسید در عمل بسند ست زیرا کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ لازم باد برشماسنت من وسنت خلفائے راشدین من رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین در کنزالعباد وشرح نقایہ علامہ شمس ہروی وفتاوٰی صوفیہ وردالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہا اسفار کہ ایں ہمہ از مستندات کبرے مانعین ست باستحباب ایں عمل تصریح رفت سیدی خاتمۃ المحققین امین الدین محمد عابدین شامی قدس سرہ السامی فرماید **یستحب ان یقال عند سماع الاولٰی من الشھادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیك یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منھا قرۃ عینی بك یارسول اللہ ثم یقول اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین فانہ علیہ الصلٰوۃ والسلام یکون قائدا لہ الی الجنۃ کما فی کنز العباد اھ قھستانی ونحوہ فی الفتاوٰی الصوفیۃ** [2] الخ باز اگر بالفرض ہیچ نبودی تا از قبیل اعمال علماء ومشائخ ہست رحمہ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین

نے فرمایا: تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل لازم ہے یعنی چونکہ اس فعل کی اسناد جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تک پائیہ ثبوت کو پہنچتی ہیں اس لئے عمل کے لئے سند ہے کیونکہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ "تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سنت پر عمل لازم ہے" کنزالعباد، شرح نقایہ، علامہ شمس ہروی، فتاوٰی صوفیہ، رد المحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب جومانعین حضرات کے بڑوں کی مستند کتابیں ہیں یہ تمام اس عمل کے استحباب پر متفق ہیں سید محمد عابدین شامی قدس سرہ، نے فرمایا: اذان میں پہلی بار شہادت سن کر صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری بار سن کر قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہہ کر آنکھوں پر انگوٹھے رکھ کر کہے اے اللہ! مجھے سمع وبصر سے فائدہ عطافرما (اس عمل کی برکت سے) حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اس کے لئے جنت لے جانے میں قیادت فرمائیں گے، جیسا کہ کنزالعباد میں ہے اھ قہستانی فتاوٰی صوفیہ میں اسی طرح کی عبارت ہے الخ۔ پھر بالفرض اگر کوئی روایت بھی نہ ہو تو کم از کم علماء ومشائخ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے اعمال اور وظائف میں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۷۹

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ والسلام باب الاذن دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۷

کہ بغرض زیادت روشنائی بصر بجاآوردہ وبحسن نیت وصدق طویت ببرکت او فائدہ حاصل کردہ اندا امام سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی از جمعی کثیر از علماء وصلحاء نقلش نمود، علامہ طاہر فتنی علیہ رحمۃ الغنی در مجمع بحار الانوار فرمودہ **روی تجربۃ ذٰلک عن کثیرین** [1] ودرہمچوں مقام زنہار بورود تصریح درقرآن وحدیث حاجت نیست علماء راسلفاء وخلفاء اجماع عملی وسکوتی قائم ست کہ درامثال امور بہر جلب سرور سلب شرور گونا گو اعمال واوفاق واذکار اوراد وادعیہ ونقوش ورقی وتعاویز برآرند وخود خوانند ونویسند وبکار برند وبہ دیگراں تعلیم کنند واجازت دہند وبریں معنی از ہیچ معتمدی انکار نشوند ودر مواہب اللدنیہ ومنح فعتمدی انکار نشوندو در مواہب للدنیہ ومنح محمدیہ امام قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ومدارج النبوۃ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہما چیزہا ازیں باب مذکور ست، واینک علامہ ابن الحاج مکی مالکی صاحب کتاب المدخل کہ تشدیدے بلیغ وارد درانکار بدع و موادث اوخویشتن در ہمیں کتاب اعمال جدیدہ بہر غرض عدیدہ ذکر کردہ واز سیدی عارف باللہ ابو محمد مرجانی	یہ شامل ہے کہ وہ انکھوں کی بینائی میں اضافہ کے لئے یہ وظیفہ کرتے چلے آئے ہیں اور اپنی حسن نیت اور صدق عزم سے اس وظیفہ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں امام سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے کثیر علماء وصلحاء کی جماعت سے نقل فرمایا ہے۔ علامہ طاہر فتنی علیہ الرحمۃ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں کثیر بزرگوں سے اس کا مجرب ہونا مروی ہے۔ایسے مقام میں قرآن وحدیث کی تصریح کی کوئی حاجت نہیں علماء کرام کا سلفا خلفا اجماع عملی اور سکوتی چلاآرہا ہے کہ خوشی کے حصول شر کے دفعیہ کے لئے گونا گو اعمال اذکار اوراد، دعائیں، تعویذ ونقوش کرتے خود لکھتے اور پڑھتے اور دوسروں کو تلیم دیتے اور اجازتیں دیتے چلے آرہے ہیں ان امور میں کسی بھی معتمد علیہ شخصیت کا انکار ثابت نہیں۔ مواہب اللدنیہ ومنح محمدیہ امام قسطلانی شارح بخاری اور مدارج النبوت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہما میں ایسے بہت سے امور مذکور ہیں، علامہ ابن الحاج مکی مالکی رحمہ اللہ تعالٰی جو کہ بدعات کے رد میں شدت فرماتے ہیں نے اپنی کتاب المدخل میں متعدد واغراض کے لئے جدید اعمال ذکر فرمائے ہیں اور انھوں نے اپنے اساتذہ ومشائخ مثلاً عارف باللہ ابو محمد مرجانی

[1] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الاسن الخ مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۳۴

وغیرہ مشائخ واساتذہ خود آورد کہ ہر گز چیزے از آنہا از حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ بلکہ از صحابہ وتابعین ہم روئے ثبوت ندیدہ است بلکہ چیز ہا بنی کہ خود دار مختراعا ایں علماء باشد ہم ازیں باب ست عمل جدی یعنی مرض چیچک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی در تفسیر سورۃ بقرۃ ذکر نمود وخود از قول الجمیل وغیرہ تصانیف شاہ ولی اللہ دہلوی چہ پرسی کہ از انجاازیں قبیل تودہ مخترعات ومحدثات تواں یافتہ شاہ صاحب مذکور درہوامع شرح حزب البحر سپید گفت کہ "اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راکشادہ ست مانند استخراج اطباء نسخہائے قرابادیں را ایں فقیر معلوم شد است کہ در وقت طلوع رامعلوم شدہ است کہ دروقت طلوع صبح صادق باسفار مقابل صبح نشستن وچشم راباآن نور دوختن و" یانور "را گفتن تاہزار بار کیفیت ملکیہ راقوت میدہد [1] الخ، بالجملہ درجواز ایں فعل اصلا مجال مقال ومحل شبہ واحتمال نیست وہیچ ولیلٰی از دلائل شرع مرمنع وتحریمش دلالت ندارد وفقیر غفراللہ تعالٰی دریں مسئلہ رسالہ حافلہ

وغیرہ سے یہ اعمال ذکر فرمائے ہیں اور خود فرمایا کہ یہ جدید وظائف واعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ صحابہ کرام و تابعین تک سے ہر گز ثابت نہیں بلکہ آپ کو معلوم ہے کہ تمام اعمال ان علماء کے ایجاد کردہ ہیں۔انہی امور میں سے چیچک کے لئے ایک عمل تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالٰی نے سورۃ بقرہ میں ذکر فرمایااس معاملہ میں شاہ ولی اللہ تعالٰی محدث دہلوی کی کتاب قول الجمیل وغیرہ تصانیف کا کیا کہنا ان میں جگہ جگہ اس قسم کے جدید ایجاد کردہ اعمال کاذکر موجود ہے۔حضرت شاہ صاحب نے ہوامع شرح حزب البحر میں فرمایا کہ "اعمال تصریفیہ میں اجتہاد کو اختراع اعمال میں کافی دخل ہے جسطرح کہ اتباع حضرات قرابادین کے نسخوں میں استخراج کرتے ہیں چنانچہ اس فقیر (شاہ ولی اللہ صاحب) کو معلوم ہے کہ صبح صادق کے طلوع کے وقت مطلع کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھنا اور اپنی آنکھوں کو صبح کی روشنی کے سامنے کھلا رکھنا اور ہزار بار "یانور "کاورد کرنا ملکی قوت میں اضافہ کی کیفیت پیدا کرتا ہے الخ۔خلاصہ یہ کہ اس تقبیل ابہامین کے عمل کے جواز میں کسی اعتراض یا شبہہ کی گنجائش نہیں ہے،اور اس کے منع پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔اس فقیر (مصنف علیہ الرحمۃ) کا

[1] ہوامع شاہ ولی اللہ

کافلہ مسمّٰی بنام تاریخی منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین تصنیف کردہ ام وآنجا بحول اللہ تعالٰی کلام را باقصی مراتب نقد و تحقیق رسانیدہ ہر کرا ہوائے اطلاع بر قول فیصل وفصل مفصل در سرشت گو خویش بباد بسوئے آن رسالہ مراجعت اینجا جواب سائل راہمیں قدر پسند ست کہ چیزے کہ حرمتیں از شرع مطہر ثابت نیست ہر کہ حرامش گوید افترا بر شرع مطہر میکنند وافتراء بر خدا ورسول وآسان کارے ست **والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی، قال ربنا تبارك قدس** "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾"[1] ایناں کہ اصول کا سدہ وفروع فاسدہ در دین اختراع کردہ صدہا مباحات شرعیہ بلکہ مستحبات قطعیہ بلکہ سنن ثابتہ رابدعت شنیعہ وحرام شدید بلکہ مخل اصل ایمان وشرک صریح وواجب العقاب وقطعی الوعید میگویند قطعاً بر خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ سلم دروغ می بندند و در مغاک ہلاک **فقد باء باحدھما**[2] "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

اس مسئلہ میں ایک مستقل جامع رسالہ مسمّٰی بہ اسم تاریخ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" تصنیف کردہ ہے جس میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کلام کو انتہائی مرتبہ تک پہنچانے میں تحقیق وتنقیح سے کام لیا ہے، جس کو اس معاملہ میں قول فیصل پر اطلاع کا شوق ہو تو وہ اس رسالہ میں قول فیصل پر اطلاع کا شوق ہو تو وہ اس رسالہ کی طرف رجوع کرے، یہاں سائل کے لئے جواب میں اتنا ہی کافی ہے۔ کہ جس چیز کی حرمت شرعاً ثابت نہیں اس کو حرام کہنا شریعت پر افتراء ہے اور اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کیا آسان کام ہے **واللہ تعالٰی اعلم**۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اللہ تعالٰی پر افتراء کرتے ہوئے اپنی زبانوں سے جھوٹ مت بتاؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے جو لوگ اللہ تعالٰی پر افتراء کرتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے" ان لوگوں نے دین میں من گھڑت اصول اور فاسد مسائل کا اختراع کرکے صدہا شرعی مباہات بلکہ مستحبات کو بلکہ سنن ثابتہ کو بدعت سیئہ اور حرام بلکہ اصل ایمان کے لئے مخل اور صریح شرک اور واجب العقاب والوعید قرار دیا ہے یہ اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ افتراء باندھتے ہیں اور ہلاکت کا راستہ اپناتے ہیں اور متعدد آیات وعید کا مصداق بنتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من کفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

کَذِبًا"[1] وغیرہ ذٰلك من المھالك می افتند وایں معنی ایشاں بجہت رانہ ہمیں بر فسق وارتکاب کبیرہ مقتصرہ دارد بلکہ بجہت عقد قلب واتخاذمذہب بفسق عقیدہ وضلالت بعیدہ وبدعت طریدہ کشد وآنہمہ احکام خلل اصل ایمان و وجوب عذاب وقطعیت عقاب بحکم حدیث انا عند ظن عندی بی[2]۔ وقاعدہ عقلی ونقلی اقرار مرد آزار مرد ہم بروئے ایشاں بر گردد وحکم تیر بازگشت پیدا کنند اماہیات کفر چیزے عظیم ست وزنہار آدمی رابر بیارد، از دائرہ اسلام مگر انکار امرے کہ درآوردہ بودش اقرارش ورود فعل اینکار از حضرت ابوالبشر یادیگرانبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام ہنوز بپایہ صحت نرسید است پس کجاتواتر پس کجابودنش از ضروریات دین وخود انکار واستحقاق ایشاں مبنی برآنست کہ ثابت ندانند نہ آنکہ ثابت کہ گویند وراہ اہانت پویند پس تکفر راز نہار مساعی نیست وخود از عظم خطایائے۔ایں بیباکان زبان بتکفیر مسلماناں کشادن وبکمترین چیزے حکم شرک وکفر سردادن ست وھم	عمل ان کو نہ صرف فسق وگناہ کبیرہ میں مبتلا کرتا ہے بلکہ ان کے دل عقیدہ اور مذہب کی بناپر فسق عقیدہ۔ضلالت وگمراہی شدیدہ سے بڑھ کر ان کے اصل ایمان میں خلل اور عذاب کی قطعیت کی طرف ان کو ڈالتا ہے۔"میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں" حدیث کے حکم کی وجہ سے کہ جیسا کہ عقیدہ ویسا نتیجہ پائیں گے۔اور عقلی ونقلی قاعدہ ہے۔کہ اپنے اقرار پر آدمی پھنس جاتا ہے تاہم کسی پر کفر کا حکم بہت بڑا معاملہ ہے۔دائرہ اسلام سے کسی شخص کو خارج نہیں کرتا مگر اسلام میں داخل کرنے والے امر کا انکار جبکہ بتقبیل کا عمل حضرت آدم علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا چہ جائیکہ درجہ تواتر کو پہنچے اور ضروریات دین کے درجہ میں ہوجائے ان لوگوں کا اس عمل سے انکار صرف اس بات پر مبنی ہے کہ یہ عمل ثابت نہیں نہ کہ ثابت مان کر ازراہ اہانت انکار کرتے ہیں لہٰذا اس بناء پر ان کو کافر کہنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس بناء پر کافر کہنا کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس بناء پر کافر کہنا خود خطرناک معاملہ ہے۔یہ بدبخت لوگ ہیں جو مسلمانوں کو اپنی زبانوں سے کفر میں مبتلا کرتے ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر ان کو مشرک اور کافر

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۱

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱، صحیح مسلم کتاب التوبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵۴

لؤلون عنه یوم الجزاء وعلیهم لخروج عن عهدته فی دارالقضاء حذر باید کہ خصلت شنیعہ وشنعت قطعیہ ایں مبتدعان بخود سرایت نکند وباللہ العصمۃ ارے اگر بظواہر احادیث صحیحہ مثل باء بها بعدهما وحار علیه وکفر بتکفیره [1]، کہ زاعاظم ائمہ محدثین مثل امام مالک واحمد و بخاری ومسلم و ابوداؤد وترمذی وابن حبان در صحاح ومسانید و سنن وخود شان از حضرات عبداللہ بن عمرو وابوھریرہ وابوذر وابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم روایت نمودند نظر کردہ آید خاصہ کہ ایں جہولان رابزعم خودشان ہم بعمل بر ظواہر احادیث جمعہ ونام ست یا بفتوائے امام فقیہ ابوبکر اعمش وسائر ائمہ بلخ وبسیاری از ائمہ بخارا کہ مکفر مسلم رامطلقاً کافر گویند عمل نمودہ شود بلکہ ہم بر مذہب مصحح ومعتمد ومختار للفتوٰی کہ اگر تکفیر مسلم نہ بروجہ شتم بلکہ بطور اعتقاد وجزم ست کافر گردد ودر درمختار ست به یفتی [2]،	کہتے ہیں یہ قیامت کے روز جوابدہ ہوں گے اور ان کو فیصلہ کے وقت اس الزام کا جواب دینا ہوگا، بہت احتیاط کرنی ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کی خصلت قبیحہ اور قطعیہ بدبختی کا ارتکاب لازم نہ آئے، ہاں کافر ومشرک کہنے کی بناء پر کفر دونوں میں کسی کی ایک پر ضرور عائد ہوتا ہے اور ہلاک کرتا ہے اور کسی کی بلاوجہ تکفیر پر کفر کا حکم لازم ہوتا ہے۔ احمد، بخاری، مسلم ابوداؤد، ترمذی، اور ابن حبان نے صحاح مسانید، سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ ابوذر اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرمائی ہیں، یہ جاہل لوگ جو کہ ظاہر حدیث پر عمل بزعم خواہش لازم کہلاتے ہیں اور اہل حدیث کہلاتے ہیں ان کو غور کرنا چاہئے کہ ان روایات کا مصداق ہیں یا نہیں اور کیا امام فقیہ ابوبکر اعمش اور تمام ائمہ بلخ اور بہت سے ائمہ بخارا کا فتوٰی ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر سے انسان مطلقاً کافر ہوجاتا ہے پر عمل لازم آتا ہے بلکہ معتمد اور صحیح مذہب پر فتوٰی ہے کہ کسی مسلمان کو بطور اعتقاد جازم کافر قرار دینے سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور درمختار میں ہے اسی پر فتوٰی ہے

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

[2] درمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

ودر شرح نقایہ قہستانی **انہ المختار** [1]۔ ودر ذخیرہ واحکام و جواہرا خلاطی وفصول عمادی وشرح درر وغرر وشرح نقایہ برجندی وشرح وہبانیہ علامہ ابن الشحنہ ونہر الفائق وحدیقہ ندیہ وفتاوٰی ہندیہ وردالمحتار وغیرہا **انہ المختار للفتوٰی** بالقطع والیقین [2] بریں طائفہ مکفرہ مسلمین حکم کفر وارتداد بلاریب لازم ست چنانکہ من فقیر در رسالہ مسمّٰی بنان تاریخ **النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید** ۱۳۰۵ھ مفصل گفتہ ام امابحمداللہ تعالٰی مارا ہنوز احتیاط درکاراست واز کفاراین اہل اکفار اجتناب وانکار کمابینتہ ایضا فیھا وفی غیرھا من تصانیفی وفتاوی **واللہ الھادی انہ مولائی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**	اور شرح نقایہ قہستانی میں "**انہ المختار**" ذخیرہ احکام جواہر الاخلاطی فصول عمادی۔ شرح درر غرر، شرح نقایہ برجندی، شرح وہبانیہ، علامہ ابن الشحنہ، نہر الفائق، حدیقہ ندیہ فتاوٰی ہندیہ اور ردالمحتار وغیرہا کتب میں **انہ المختار للفتوٰی بالقطع والیقین** فرمایا ہے تومسلمانوں کو کافر کہنے والے اس طائفہ پر ان فتاوٰی کی روشنی میں کفر وارتداد کاحکم بلا شک وشبہہ لازم آتاہے، جیسا کہ اس فقیر (مصنف علیہ الرحمۃ) نے اپنے رسالہ مبارکہ مسمّٰی باسم التاریخ "**النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید**" میں مفصل بحث ذکر کی ہے تاہم ہمیں بحمدہٖ تعالٰی ابھی احتیاط لازم اور ضروری ہے اور ان کافر بتانے والوں کو کافر کہنے سے اجتناب کریں گے جیسا کہ میں نے اسی رسالہ میں اور دیگر تصانیف میں بیان کیاہے۔ اللہ تعالٰی ہدایت دینے والا اور وہی میرا مولٰی ہے **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔** (ت)

مسئلہ ۱۴۳: از بہار شریف محلّہ شیخانہ متصل عیدگاہ مرسلہ محمد یسین ومحمد حسین طالبان علم　۹ شوال ۱۳۱۶ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیافرماتے ہیں کہ بزرگوں کی قبر پر جانے کے وقت دروازے کی چوکھٹ چومنااور پھر باوجود تعظیم اس پر پیر رکھ کے اندر جانا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

اصل کلی یہ ہے کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہ کبریا علی الخصوص محبوبان خداا نحائے تعظیم حضرت

[1] جامع الرموز کتاب الحدود فصل فی القذف مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۳۵

[2] ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۸۳

عزت جل وعلا ہے۔قال اللہ تعالٰی:

"وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ "[1]	جو اللہ تعالٰی کی حرمتوں کی تعظیم کرے تووہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے پروردگار کے یہاں۔

وقال تعالٰی:

"وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲ "[2]	جو اللہ کے شعاروں کی تعظیم کرے وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القراٰن غیر الغالی فیه والجافی عنه واکرام ذی السطان المقسط[3]۔رواہ ابوداؤد عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔	یعنی بوڑھے مسلمان اور عالم باعمل اور حاکم عادل کی تعظیمیں اللہ تعالٰی کی تعظیم سے ہیں۔(اسے ابوداؤد نے ابوموسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ت)

اور علمائے کرام قدیما وحدیثا فقہا وحدیثا تصریحات فرماتے ہیں کہ **حرمۃالمسلم حیاو میتاسواء**، مسلمانو زندہ ومردہ کی حرمت یکساں ہے، ولہٰذا علماء نے وصیت فرمائی کہ قبر سے اتناہی قریب ہو جتنا زندگی دنیامیں صاحب قبر سے قریب ہوسکتا ہے اس سے زیادہ آگے نہ جائے، عالمگیریہ میں ہے:

فی التھذیب یستحب زیارۃ القبور وکیفیۃ الزیارۃ کزیارۃ ذٰلك المیت فی حیاته من القرب والبعد کذا فی خزانه الفتاوٰی[4]۔	تہذیب میں ہے زیارت قبور مستحب ہے۔زیارت کی کیفیت یہ ہے کہ جتنا قرب وبعد میت کی زندگی میں اس کی زیارت کے لئے ہوتا تھا بعد مرگ بھی اتناہی ہو،خزانہ الفتاوٰی میں یونہی ہے۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۰

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۰

اور شک نہیں کہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف وعادت پر ہے **کما حققه خاتمة المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ فی اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد** (جیسا کہ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ نے "**اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد**" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) تو جس کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے وہاں جو جو افعال وطرق حسب عرف وعادت قوم کئے جاتے ہیں اسی مطلوب شرعی کی تحت میں داخل ہوں گے جب تک کسی خاص فعل سے نہی شرعی نہ ثابت ہو، جیسے سجدہ یا قبر کی طرف نماز کہ یہ شرعاً ممنوع ہیں۔ ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر، پھر علامہ ابن سندھی نے لباب میں اور ان کے سوا اور علمائے کرام نے زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرمایا:

کلمه کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنًا[1]۔	جو کچھ تعظیم واجلال میں زیادہ داخل ہوں خوب ہے۔

ابن حجر مکی نے جوہر منظّم میں فرمایا:

تعظیم النبی صلی تعالٰی علیه وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیها مشارکة الله تعالٰی فی الالوهیة امر مستحسن عند من نور الله ابصارهم[2]۔ "وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ"[3]	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ان جمیع اقسام تعظیم کے ساتھ جس میں حضرت عزت سے الوہیت ہیں شریک کرنا لازم نہ آئے امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰی نے روشن کی ہیں یعنی جنھیں نور ایمان بخشا ہے۔ اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔(ت)

جب یہ اصل کلی معلوم ہو ہو گئی حکم صور مسئلہ منکشف ہوگیا آستانہ بوسی پر یہ اعتراض کہ اول چومیں گے پھر پاؤں رکھ کر جائیں گے محض نادانی ہے کعبہ معظّمہ ومسجد حرام شریف میں بھی یہی صورت ہے اور ضرورت ایک دوسرے کے منافی نہیں۔ منسک متوسط میں ہے:

ثم یأتی الملتزم ویأتی الباب ویقبل العتبة	طواف کرنیوالا ملتزم پر آئے اور دروازے پر

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منشورة المقصد الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴، لباب المناسك مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین فصل ولو توجه الی الزیادة دار الکتب العربی بیروت ص ۳۳۶

[2] الجواہر النظم الفصل الاول المکتبة القادریة جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۲

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

ویدعو ودخل البیت [1] الخ۔	آکر چوکھٹ کو بوسہ دے اور دعا کرکے اندر داخل ہو الخ (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

ان یدخل المسجد من باب السلام حافیا وزاد فی کنز العباد ویقبل عتبتہ [2] (ملخصًا)	مسجد حرام میں باب السلام سے ننگے پاؤں داخل ہو، کنز العباد میں یہ لفظ زائد ہے اور بوسہ دے چوکھٹ کو، ملخصًا (ت)

اور شک نہیں کہ آستانہ بوسی عرفا انحائے تعظیم سے ہے اور شرعا اس سے منع ثابت نہیں تو حکم جواز چاہئے، **اقول: وباللہ التوفیق** (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتاہوں۔ت) مگر یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جس پر اطلاع نہیں ہوتی مگر بتوفیق حضرت عزت عزجلالہ شرع مطہرہ کا قاعدہ عظیمہ وجلیلہ معروفہ ومشہورہ ہے کہ "**الامور بمقاصدھا**" (امور میں مقاصد کا اعتبار ہے۔ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنیات وانکالکل امری مانوی [3]۔	اعمال نیات کے ساتھ ہیں اور ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے۔ (ت)

انحنا یعنی جھکنے اور پیٹھ دوہری کرنے سے کسی کی تعظیم شرعا مکروہ ہے اور جب بقدر رکوع یا اس سے زائد ہو تو کراہت سخت واشد ہے۔ حدیث میں ہے:

قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیقہ اینحنی لہ قال لا الحدیث، رواہ الترمذی [4] وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ! ہم اپنے کسی بھائی یا دوست کو ملتے ہیں تو کیا ملاقات میں اس کے لئے جھکا جائے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ الحدیث، اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل فی صفۃ طواف الوداع دارالکتاب العربی بیروت ص۱۷۰

[2] المسلک المتقسط فصل یستحب ان یدخل المسجد من باب السلام الخ دارالکتاب العربی بیروت ص۷۸

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[4] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء علی الجالس فی الطریق امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

عالمگیری میں ہے:

الانحناء للسلطان اولغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس کذا فی جواھر الاخلاطی،ویکرہ الانحناء عندالتحیۃ وبہ وردالنھی کذا فی التمرتاشی،تجوز الخدمۃ لغیرہ اللہ تعالٰی بالقیام واخذ الیدین و الانحناء و لایجوز السجود الا للہ تعالٰی کذا فی الغرائب [1] انتھٰی **قلت** وکان محمل ھذا علی ما اذا لم یبلغ الرکوع فیکرہ تنزیھا وھو یجامع الجواز کما نصوا علیہ واللہ تعالٰی اعلم۔	سلطان وغیرہ کے لئے جھکنا مکروہ ہے کیونکہ یہ عمل مجوس کے فعل کے مشابہ ہے جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے۔اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے اس پر نہی وارد ہے۔ جیسا کہ تمرتاشی میں ہے۔غیر اللہ کی تعظیم کے لئے قیام، مصافحہ،اور جھکنا جائز ہے ہاں سجدہ سوائے اللہ تعالٰی کے کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔یوں غرائب میں ہے اھ **میں کہتاہوں** اس قیام کا محمل وہ قیام ہے جو رکوع کی حدتک نہ ہو کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔یہ کراہت جواز کو جامع ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص فرمائی ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مگر محل ممانعت یہی ہے کہ نفس انحناء سے مقصود اصل غرض تعظیم ہو۔

کما ھو مفاد قولہ اینحنی لہ،وفحوی قولھم عندا لتحیۃ،ویعطیہ الحصر فی قولھم بہ وردالنھی۔	جیسا کہ سائل کے قول"کیا اس کے لئے جھکے"اور فقہاء کے قول "عندالتحیۃ"سے مفاد اور ان کے قول"بہ ورد النھی" نے اس کا حصر دیا ہے۔(ت)

اور اگر مقصود کوئی اور فعل ہے اور انحناء خود مقصود نہیں بلکہ اس فعل کا محض وسیلہ وذریعہ ہے توہر گز ممانعت نہیں **وھو اظھر من ان یظھر** (یہ ظاہر سے اظہر ہے۔ت) عالم دین یا سلطان عادل کی خدمت کے لئے اس کا گھوڑا باندھنا یا کھول کر حاضر لانا یا بچھونا کرنا، یا وضو کرانا، پاؤں دھلانا یا اس کا جوتا اٹھانا یا مجلس سے اٹھتے وقت اس کی جوتیاں سیدھی کرنا، یہ سب افعال تعظیم وتکریم ہی ہیں اور ان کے لئے جھکنا ضرور مگر انحناء زنہار ممنوع نہیں کہ مقصود ان افعال سے تعظیم ہے نہ جھکنے سے، یہاں تک کہ اگر بے جھکے یہ افعال ممکن ہو جھکنا نہ ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بستر مبارک بچھانا، وضو کرانا، حضور جب مجلس میں تشریف رکھیں نعلین اقدس اٹھا کر اپنے پاس

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

رکھنا جب تشریف لے چلے حاضر لاکر سامنے رکھنا، یہ دونوں جہان کی عزتیں مبارک، معزز خدمتیں بارگاہ رسالت ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سپرد تھی، بخاری شریف میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ والمطہرۃ[1]۔	کیا تمھارے ہاں نعلین اور بستر، طہارت والے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) موجود نہیں۔(ت)

مرقاۃ میں ہے:

قال القاضی یرید بہ انہ کان یخدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویلازمہ فی الحالات کلھا فیصاحبہ فی المجالس ویأخذ نعلہ ویضعھا اذا جلس وحین نھض ویکون معہ فی الخلوات فیسوی مضجعہ ویضع وسادتہ اذا ارادان ینام ویھی لہ طھورہ ویحمل معہ المطہرۃ اذا قام الی الوضوع[2]۔اھ	قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود حضور کی خدمت میں تمام وقت حاضر رہتے تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی مجلسوں میں ساتھ رہ کر آپ کے نعل مبارک اٹھاتے اور رکھتے جب تشریف فرما ہوتے اور مجلس سے اٹھتے اور تخلیہ میں آپ کے ساتھ رہتے آپ کے بستر مبارک کو درست بچھاتے اور تکیہ رکھتے جب آپ نے آرام فرمانا ہوتا اور طہارت کا انتظام کرتے اور آپ کے ہمراہ لوٹا لے جاتے جب آپ قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتے (ت)

اور سب سے اظہر وازہر وہ حدیثیں ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنا وارد فقیر نے یہ حدیثیں اپنے فتاوٰی میں جمع کردی ہیں، از انجملہ حدیث وفد عبدالقیس کہ امام بخاری نے ادب مفرد اور ابوداؤد نے سنن میں حضرت زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

فجعلنا نتبادر فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورجلہ[3]۔	ہم ایک دوسرے سے بڑھ کر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے (ت)

ظاہر ہے کہ پاؤں چومنے کے لئے تو زمین تک جھکنا ہوگا مگر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب عمار وحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۹

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب المناقب باب جامع المناقب الفصل الاول تحت حدیث ۶۲۰۰ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/ ۵۷۰

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳، الادب المفرد باب تقبیل الرجل مطبع اثریہ سانگلہ ہل ص ۳۵۳

جائز رکھا کہ مقصود بوسہ قدم سے تعظیم ہے نہ کہ نفس انحناء، یہی سر نفیس ہے کہ علماء کرام نے تحیت و مجرا کے لئے زمین بوسی کو حرام بتایا کہ اس میں جھکنے ہی سے تعظیم کی جاتی ہے یہاں تک کہ زمین کو منہ لگا دیا۔ عالمگیریہ میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لایکفر ولکن یاثم لارتکابه الکبیرة وھو المختار کذا فی جواھر الاخلاطی وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی، اثم کذا فی التاتارخانیه، وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزھاد فعل الجھال والفاعل والراضی اثمان کذا فی الغرائب[1] انتھی باختصار۔	جس نے سلطان کی سلامی کے لئے سجدہ کیا یا زمین کو بسہ دیا کافر نہ ہوگا، لیکن کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی بناء پر گنہگار ضرور ہوگا پس یہی مختار ہے جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے۔اور جامع صغیر میں ہے عظیم (سلطان) کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے۔ جبکہ یہ کام کرنے ولا او راس پر خوش ہونے والا گنہگار ہوگا، یوں تاتارخانیہ میں ہے اور علماء اور زاہد لوگوں کے سامنے زمین کو بوسہ دینا جہالت ہے۔ایسا کرنے والے اور اس پر خوش ہونے والے سب گنہگار ہوں گے جیسا کہ غرائب میں ہےانتہی باختصار (ت)

اور علماء کبار بے تکیرہ وانکار زمین مدینہ طیبہ کو بوسہ دینے اور اس کی خاک پر منہ اور رخسار ملنے کی قسمیں کھاتے ہیں اور ممکن ہو تو وہاں آنکھوں اور سر سے چلنے کی تمنائیں فرماتے ہیں اور اسی کو واجب بلکہ پوردے واجب سے بھی کم بتاتے ہیں کہ یہاں تعظیم بالانحناء مقصود نہیں بلکہ براہ محبت بطور تبرک اس زمین پاک کو بوسہ دینا اس کی خاک سے چہرہ نورانی کرنا بن پڑے تو پاؤں رکھنے سے اس عظمت والے مقام کو بچانا، امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

وجدیر لمواطن اشتملت تربتھا علی جسد الشریف ومواقف سید المرسلین ومتبوأ خاتم النبیین واول ارض مس	یعنی لائق ہے ان موضع کو جن کی زمین جسم پاک سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قیام گاہیں

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۶۹۔۳۶۸

جلد المصطفٰی ترابھا ان تعظم عرصاتھا وتتنسم نفحاتھا وتتقبل ربوعھا وجدارتھا۔ وعلیّ عھد ان ملات محاجری من تلکم الجدرات والعرصات لاعفرن مصون شیبی بینھما من کثرۃ التقبیل والرشفات [1] اھ مختصرًا۔	خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جائے قرار اور پہلی وہ زمین جس کی مٹی نے جسم پاک مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مس کیا گیا کہ اس کے میدانوں کی تعظیم کی جائے اور اس کی مہکتی ہوئی خوشبوئیں سونگھی جائیں اور منزلیں اور دیواریں چومی جائیں۔اور مجھ پر عہد ہے کہ اپنی آنکھوں کے گوشے ان دیواروں اور میدانوں سے بھروں گا،خدا کی قسم میں اپنی سفید داڑھی کہ گرد وغبار سے بچائی جاتی ہے ان میدانوں میں کثرت بوسہ بازی سے ضرور خاک آلودہ کروں گا اھ مختصرًا۔

علامہ سندھی تلمیذ امام ابن الہمام نے لباب المناسک میں فرمایا:

اذا وقع بصرہ علی طیبۃ المطیبۃ واشجارھا العطرۃ دعا بخیر الدارین وصلی وسلم علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والاحسن ان ینزل عن راحلتہ بقربھا، ویمشی باکیا حافیا ان اطاق تواضعا للہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکلما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا بل لو مشی ھناك علی احداقہ و بذل المجھود من تذللہ وتواضعہ کان بعض الواجب بل لم یف بمعشار عشرہ [2]۔ اللھم صلی وسلم وبارك علیہ و	یعنی جب مدینہ طیبہ او اس کے مہکتے ہوئے درختوں پر نظر پڑے دونوں جہان کی بھلائی مانگے،اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صلوٰۃ سلام عرض کرے اور بہتر یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے قریب سواری سے اترے اور ہوسکے تو روتا ہو برہنہ پا چلے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطے تواضع کے لئے اور جو کچھ ادب و تعظیم میں زیادہ دخل رکھے خوب ہے بلکہ وہاں آنکھوں کے بل چلے اور تذلل وفروتنی میں پوری کوشش خرچ کردے تو واجب کا ایک حصہ ہو بلکہ سوواں ۱۰۰ بھی ادا نہ ہو۔یا اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت ہو آپ صلی اللہ

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامۃ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/ ۴۶۔ ۴۵

[2] لباب المناسك مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین فصل ولو توجہ الی الزیارۃ دار الکتاب بیروت ص ۳۳۶۔۳۳۵

علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب پر کما حقہ۔آمین۔	علی اله وصحبه کما ینبغی لاداء حقه العظیم اٰمین۔

امام احمد قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مواہب شریف میں امام حافظ الحدیث فقیہ علامہ ابوعبداللہ محمد بن رشید سے نقل فرماتے ہیں : سفر مدینہ طیبہ میں میرے رفیق ابوعبداللہ وزیر ابن القاسم بن الحکم ساتھ تھے ان کی آنکھیں دکھتی تھیں جب میقات مدینہ طیبہ پرآئے ہم سواریوں سے اتر لئے، پیادہ چلتے ہیں انھیں آثار شفا نظر آئے، فوراً حسب حال ارشاد کیا:

وبالتراب منها اذا کحلنا جفوننا شفینا فلا بأسا نخاف ولا کربا

نسح سجال الدمع فی عرصاته ونلثم من حب لواطئه الترابا[1]

جب اس کی خاک کا ہم نے سرمہ لگایا شفاء پائی تو اب کسی شدت وتکلیف کا اندیشہ نہیں ہم آنسوؤں کے ڈول اس کے میدانوں میں بہاتے ہیں اور اس زمین پر چلنے والے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت میں خاک کو چومتے ہیں۔

پھر خود اپنے حال میں فرماتے ہیں جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور سب اہل قافلہ پیادہ ہوئے میں نے کہا:ـ

اتیتك زائرا وودت انی جعلت سواد عینی امتطیه

ومالی لا اسیر علی المآقی الی قبر رسول الله فیه[2]

میں زیارت کے لئے حضور میں حاضر ہوا اور تمنا تھی کہ اپنے آنکھ کی پتلی پر اس راہ میں چلوں اور کیوں نہ چلوں آنکھوں کے بل اس مزار پاک کی طرف جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ فرمائیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں :

یعنی امام اجل قطب اکمل حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہر سال حاجیوں کے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام	کان الشیخ احمد بن الرفاعی کل عام یرسل مع الحجاج السلام علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم

[1] المواهب اللدنیه المقصد العاشر الفصل الثانی (اشواق) المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۷۶

[2] المواهب اللدنیه المقصد العاشر الفصل الثانی (اشواق) المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۷۷

فلما زارہ وقف تجاہ مرقدہ وانشد:۔ فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا تقبل الارض عنی فھی نائبتی وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت فامدد یدیك لکی تحظی بھا شفتی فقیل ان الید الشریفۃ بدت لہ فقبلھا فھنیئًا لہ ثم ھنیئًا[1]۔	عرض کر بھیجتے، جب خود حاضر آئے مزار اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کی: "میں جب دور تھا تو اپنی روح بھیج دیتا کہ میری طرف سے زمین کو بوسہ دے تو وہ میری نائب تھی، اور اب باری بدن کی ہے۔ کہ جسم خود حاضر ہے دست مبارک عطا ہو کہ میرے لب اس بسے ہرا پائیں۔ کہا گیا کہ دست اقدس ان کے لئے ظاہر ہوا انھوں نے بوسہ دیا تو بہت بہت مبارکی ہو ان کو۔

علامہ احمد بن مقری فتح المتعال میں فرماتے ہیں جب امام اجل علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی ملک شام میں بعد وفات امام اجل ابو زکریا مدرسہ جلیلہ اشرفیہ میں دارالحدیث کے درس دینے پر مقرر ہوئے فرمایا:۔

وفی دار الحدیث لطیف معنی　　　الی بسط لھا اصبو واٰوی

لعلی ان امس بحر وجھی　　　مکانا مسہ قدم النواوی[2]

"دارالحدیث میں ایک معنی لطیف ہے میں اس کے بستروں کی طرف میل کرتا اور قرار پکڑتا ہوں شاید میرا چہرا لگ جائے اس جگہ پر جہاں امام نوری کے قدم چھوگئے ہوں۔

خلاصہ امر یہ قرار پایا کہ اگر آستانہ بلند ہو کہ بے جھکے بوسہ دے سکے تو بلاشبہ اجازت ہے۔ اور اگر پست خصوصاً زمین دوز ہو تو اگر ولی زندہ یا مزار سامنے ہے اس کے مجرے کی نیت سے جھک کر بوسہ دیا تو ناجائز ہے۔ اور اگر محض بنظر تبرک وحب اپنے ہی نفس انحنا سے تعظیم مقصود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، **ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق** (یوں تحقیق چاہئے اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت) پھر بھی عالم متقدا اور اسی طرح پیر اور اس شخص کو جس کے کچھ اتباع ہوں کہ اس کے افعال کا اتباع کریں اسے مناسب ہے کہ اپنے عوام متبعین کے سامنے نہ کرے مبادا وہ فرق نیت پر آگاہ نہ ہوں اور اس کے فعل کو سند جان کر بے محل بجالائیں، ایسی حالت میں صرف اس

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل ومن اعظامہ واکبارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالفکر بیروت ۳/ ۴۴۲

[2] فتح المتعال

قدر کافی ہے کہ آستانہ کو ہاتھ لگا کر اپنی آنکھوں اور منہ پھیر لے جس طرح عبداللہ بن عمر غیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم منبر انور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے، شفاء شریف میں ہے:

روی ابن عمرو اضعایدہ علی مقعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنبر ثم وضعھا علی وجہ، وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا خلا المسجد حسوا امّانۃ المنبر التی تلی القبر بمیامنھم ثم استقبلوا القبلۃ یدعون [1]۔	مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما منبر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھتے پھر اپنے چہرے پر ہاتھ کو رکھتے۔ ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے۔ کہ صحابہ کرام جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو قبر انور کے کناروں کو اپنے دائیں ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ رو ہو کر دعا کرتے۔ (ت)

یہ دونوں حدیثیں امام ابن سعد نے کاب الطبقات میں روایت کیں کما فی مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء (جیسا کہ مناہل الصفا فی احادیث الشفا میں ہے۔ت) علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

وھذا یدل علی جوز التبرک بالانبیاء والصالحین واٰثارھم ومایتعلق بھم مالم یؤد الی فتنۃ اوفساد عقیدۃ و علی ھذا یحمل ماروی عن ابن عمر (عـــہ) رضی اللہ تعالٰی عنہ من انہ قطع الشجرۃ التی واقعت تحتھا البیعۃ لئلا یفتتن بھا الناس لقرب عھدھم	یہ واقعہ اس بات پر دال ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صلحاء اور ان کے آثار اور متعلقات سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے جبکہ فتنہ اور عقیدے کے فساد کا احتمال نہ ہو اسی معنی پر محمول ہے جو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے بیعت رضوان والے درخت کو کاٹ دیا تاکہ نو مسلم لوگ

عـــہ: کما ھو فی نسختی النسیم وصوابہ عن عمر ۱۲منہ۔

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فی حکم زیارۃ قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/ ۷۰

بالجاھلیة فلا منافاة بینهما ولا عبرة بمن انکر مثله من جهلة عصرنا وفی معناه انشدوا۔ امر علی الدیار لیلٰی اقبل ذا الجدار وذا الجدارا وصاحب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا [1] واللہ تعالٰی اعلم۔	اس درخت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں تو تبرک کے جواز اور درخت کٹوانے میں منافات نہیں ہے اور ہمارے زمانے کے جاہلوں کا جو ایسے امور کا انکار کرتے ہیں کوئی اعتبار نہیں اہل محبت آثار کے متعلق شعر کہتے ہیں: میں خاص دیار پر جو لیلٰی کا دیار رہے گزرتا ہوں، میں اس کی دیوار اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں، دیار والے میرے دل میں گھر کر چکے ہیں لیکن دیار میں رہنے والوں سے محبت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ

"ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال"

ختم شد

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل ومن اعظامه واکبارہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم دار الفکر بیروت ۳/ ۴۳۴

مسئلہ ۱۴۴: مرسلہ محمد صدیق بیگ صاحب مرادآباد از بریلی
کافر کو سلام کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم بالصواب واللہ یرجع الیہ مآب** (اور اللہ تعالٰی ٹھیک بات کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہی ہر چیز کا مرجع اور ٹھکانا ہے۔ت)

مسئلہ ۱۴۵: از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ جناب احمد حسین صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ
سلام کے متعلق جملہ مسائل کیا ہیں؟

الجواب:

سلام کے متعلق بہت مسائل ہیں جو خاص بات دریافت کرنی ہو کیجئے۔ غالباً آپ کی مراد یہ ہوگی کہ کس کس کو سلام کرنا منع ہے۔ ہاں بدمذہب کو سلام کرنا حرام ہے۔ فاسق کو سلام کرنا ناجائز ہے۔ جو برہنہ ہو یا استنجا کررہا ہو اسے سلام نہ کرے۔ جو کھانا کھارہا ہو اسے سلام نہ کرے۔ جو اذان یا تلاوت یا کسی ذکر میں مشغول ہو اسے سلام نہ کرے۔ کافر یا مبتدع یا فاسق کو سلام کرنے کی صحیح ضرورت پیش آئے تو لفظ سلام نہ کہے بلکہ ہاتھ اٹھانے یا کوئی لفظ کہ نہ سلام ہو نہ تعظیم کہنے پر قناعت کرے یا مجبور ہو تو آداب کہے یعنی آمیرے پاؤں داب، یا آداب شریعت کہ تونے اپنے فسق سے ترک کردئے ہیں۔ بجالا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۶: از گورکھپور کا احاطہ مسئولہ حافظ رسول بخش صاحب ۲۱ محرام الحرام ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص طالب یا مرید یا عام مسلمان فرط ارادت وجوش محبت سے بنابر حصول برکت تعظیما تکریما کسی بزرگ عالم یا صوفی کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دے آنکھوں سے لگائے تو آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ سلف سے یہ طریقہ

جاری وساری رہااور محمود سمجھا گیا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اولیاء وعلماء ومعظمان دین کے ہاتھ پاؤں چومنا مستحب ہے بلکہ مسنون ہے۔ صحابہ کرام بلکہ خود زمانہ رسالت سے رائج ہیں جس پر بکثرت حدیثیں ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۷و۱۴۸: از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) قرآن شریف پڑھنے کے وقت سلام کرنا یا لینا کیسا ہے؟

(۲) کن شخصوں کی تعظیم کے لئے تلاوت قرآن مجید کی موقوف کرسکتا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) قرآن شریف پڑھنے والے پر سلام کرنا ناجائز ہے اور اسے اختیار ہے کہ جواب نہ دے، اور قرآن پڑھنے والے کو دوسرے پر سلام کرنے کی اجازت ہے جبکہ وہ معظیم دینی ہو یا اسے سلام نہ کرنے میں اندیشہ مضرت ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) قرآن شریف پڑھنے میں کسی کی تعظیم کو قیام جائز نہیں مگر باپ یا علم دین کا استاذ یا پیر ومرشد یا عالم دین یا بادشاہ اسلام یا بمجبوری اس کے لئے کہ اگر قیام نہ کرے تو اس سے ضرر پہنچنے کا ظن غالب ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۹: مسئولہ محمود حسن صاحب از بمبئی پوسٹ بائی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر نماز سے تمام فارغ ہونے کے بعد مصافحہ کے سوا پاؤں پڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ والہ مع ثبت دو تین علماء ومہر رقم فرمائیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

پاؤں پڑنا بایں معنی کہ پاؤں پر سر رکھنا ممنوع ہے۔ اور پاؤں کو بوسہ دینا اگر کسی معظم دینی کی تعظیم دینے کے لئے ہو تو جائز بلکہ سنت ہے احادیث کثیرہ اس پر ناطق ہیں۔ **کما بیناھا فی فتاونا** (جیسا کہ ہم نے ان سب مسائل کو اپنے فتاوٰی میں بیان فرمایا ہے۔ت) اور اگر کسی مالدار کی دنیوی تعظیم کے لئے ہو تو مطلقاً ناجائز ہے۔

فی الملتقط والھندیۃ والدر وغیرھا	فتاوٰی ملتقط، فتاوٰی عالمگیری، درمختار اور

التواضع لغیر اللہ تعالٰی حرام [1]۔	ان کے علاوہ باقی کتب فقہ میں بھی ہے کہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کی تواضع کرنا حرام۔(ت)

مگر جبکہ صحیح مجبوری شرعی ہو کہ اس کے ترک میں ضرر پہنچنے کا صحیح اندیشہ ہو تو اپنے بچاؤ کے لئے اجازت ہوگی **فان الضرورات تبیح المحظورات** (انسانی ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کردیتی ہیں۔ت) مگر قلب میں اس کی کراہت رکھنا لازم ہے **فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان** (اگر کسی گناہ کے کام کو ہاتھ سے نہ روک سکے تو دل سے اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۰: مسئولہ افتخار الزاہدین صاحب از بمبئی عقب مارکیٹ پولیس کمشنر صاحب آفس ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے متین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو جو کہ آپس میں عزیز داری رکھتے ہیں اتفاقاً زید ایک راستہ عمرو دوسرے راستہ سے جارہے تھے ایک جا پر دونوں صاحبوں کی ملاقات ہوگئی زید نے بدیدن عمرو فوراً السلام علیکم کہا بجواب اس کے کہ عمرو وعلیکم السلام کہے جواب دیا کہ تم بہت جھوٹے آدمی ہو تمھارا سلام لینا درست نہیں جواب سلام علیکم نہیں دیا یعنی وعلیکم السلام نہیں کہا، کیا عمرو اللہ پاک اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برحق کے نزدیک گنہگار ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو کیا صدقہ یا کیا معذرت خدا اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے چاہئے کہ اس کا دفعیہ ہوجائے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زید اگر شرعاً ان الفاظ اور اس طریقہ عمل کا مستحق نہ تھا، جو عمرو نے کہے اور برتا تو عمرو ضرور گنہگار اور حق اللہ وحق العبد دونوں میں گرفتار ہوا، حق اللہ تو یہ کہ اس کے حکم کا خلاف کیا، اس کا ارشاد ہے:

"وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا" [2]	(لوگو!) جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر جواب دیا کرو یا وہی الفاظ لوٹا دیا کرو۔(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۸/۵

[2] القرآن الکریم ۸۶/۴

اور دوسرا اس سے اشد، حق اللہ تعالٰی یہ کہ شریعت مطہرہ پر افتراء کیا کہ تیرا اسلام دینا درست نہیں اور حق العبد یہ کہ بلاوجہ شرعی زید نے مسلم کو ایذا دی، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔	جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

اس پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکات شنیعہ سے رب العزۃ کے حضور توبہ کرے اور زید سے اپنے قصور کی معافی چاہے۔ اور اگر واقع میں زید اس کا مستحق تھا مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا قادیانی یا نیچری یا چکڑالوی تو عمرو پر کچھ الزام نہیں اس نے بہت اچھا کیا اور ایسا ہی چاہئے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خدمت میں کسی نے ایک شخص کا سلام پہنچایا فرمایا:

لاتقرأہ منی السلام فانی سمعت انہ احدث[2]۔ فاذا کان ھذا فی مبتدع فکیف بالکفار کالاولئك الفجار عجل اللہ بھم النار والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اسے میرا سلام نہ کہنا کہ میں نے سنا ہے اس نے بدمذہبی نکالی ہے۔ (ت) جب ایک بدعتی کا یہ حکم ہے کہ تو پھر کافروں کا کیا حکم ہوگا ان فاجروں بدکاروں کی طرح کہ اللہ تعالٰی جلدی انھیں آگ میں پہنچائے۔ اللہ تعالٰی سب سے بڑا زیادہ غالب اور بہت بڑے بخشنے والے کی پناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۱: از بنارس محلّہ کچی باغ مرسلہ مولوی خلیل الرحمٰن ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیاء کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب** (کتاب کے حوالے سے بیان فرماؤ اور روز حساب (روز قیامت) اجر وثواب پاؤ۔ ت)

---

[1] کنزالعمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰، المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

[2] جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء فی الرضاء بالقضاء امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۸

الجواب:

بلاشبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے۔اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے۔اور احوط منع ہے۔ خصوصامزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتوی عوام کو دیا جاتا ہے۔اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔

لکل مقام مقال و لکل مقال رجال و لکل رجال مجال و لکل مجال مآل نسأل اللہ حسن مآل و عندہ علم بحقیقۃ کل حال۔واللہ تعالٰی اعلم۔	ہر جگہ کے لئے ایک مناسب گفتگو ہے اور ہر گفتگو کے لائق کچھ خاص مرد ہیں اور ہر مرد کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش ہے۔اور ہر گنجائش کے لئے ایک انجام ہے لہٰذا ہم اللہ تعالٰی سے اچھا انجام چاہتے ہیں کیونکہ اسی کے پاس ہر حال کا حقیقی علم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۵۲: از بنارس محلّہ پتر کنڈا مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب پانی پتی ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہمارے سنی حنفی علماء کثرھم اللہ تعالٰی وابقاہم الی یوم الجزاء (اللہ تعالٰی انھیں زیادہ کرے اور روز قیامت تک انھیں باقی رکھے۔ت) اس میں کیافرماتے ہیں کہ زید سے خالد نے سوال کیاکہ کسی مقبول بارگاہ رب العزت جل جلالہ کی قبر شریف کے طواف کو بعض علماء حرام بلکہ شرک کہتے ہیں اور بعض جائز فرماتے ہیں پس ان میں صحیح قول کس کا ہے۔زید نے جواب دیاکہ اس زمانہ میں جو لوگ اپنے کو حنفی کہتے ہیں ان میں تین فرقے ہیں:

(۱) اسحاقیہ، شاہ اسحاق کا پیرو۔

(۲) اسمعیلیہ، مولوی اسمٰعیل دہلوی کا متبع۔

(۳) سنی حنفی، حضرت مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا احمد رضاخاں صاحب بریلوی دام ظلہ کا مطیع۔

پس **(۱)** اور **(۲)** کے نزدیک بالاتفاق غیر کعبہ شریف کا طواف مثل سجدہ تحیہ کے ہے لیکن اس کے حکم میں دونوں میں اختلاف ہے پہلے فرقہ کے نزدیک حرام ہے۔اور دوسرے کے نزدیک شرک چنانچہ مائۃ مسائل اور مسائل اربعین اور تقویۃ الایمان دیکھنے والے پر یہ بات ظاہر ہے۔حالانکہ بغیر دلیل قطعی کے یہ حرام اور شرک کہنا خود انھیں کے گھر میں آگ لگانا ہے کہ ان کے بزرگوار شاہ ولی اللہ کو مرتکب حرام اور مشرک بنانا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب انتباہ میں اس کے کرنے کا حکم کیا اور

(۳) فرقے

اعنی سنی حنفی کے نزدیک مطلقًا مثل تعریف اعنی نقل وقوف عرفات کے ہے۔ چنانچہ محقق بدایونی حضرت مولانا فضل رسول صاحب تغمدہ اللہ تعالٰی بغفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ (اللہ تعالٰی انھیں اپنی بخشش سے ڈھانپ دے اور وسط جنت میں انھیں بسائے۔ت) بوارق محمدیہ میں فرماتے ہیں:

وحق آنست کہ طواف درحکم سجدہ تحیۃ نیست مثل تعریف است متقارب بتقبیل [1] اھ بلفظ الشریف۔	حق یہ ہے کہ طواف سجدہ تعظیمی کے حکم میں نہیں بلکہ) وہ تعریف ف کی طرح (مانند) بوسہ دینے کے قریب ہے یعنی اس کا حکم اس کے قریب ہے شریف الفاظ مکمل ہوگئے۔(ت)

اور تعریف کے باب میں علامہ حلبی نے تو شرح منیہ میں مطلقًا لیس بشیئ مندوب ولا مکروہ [2] (اس میں کوئی کام مستحب اور مکروہ نہیں۔ت) فرماکر آخر بحث میں عطا خراسانی علیہ الرحمۃ کا قول۔

ان استطعت ان تخلو بنفسك عشیة عرفة فافعل [3]۔	اگر تو یوم عرفہ پچھلے پہر اپنے آپ کو خلوت گزیں بناسکتا ہے تو بناڈال۔(ت)

دال برندب نقل کرکے اسی کو معتمد بتایا۔ چنانچہ فرمایا:

وھذا ھو المعتمد واللہ تعالٰی سبحنہ اعلم۔ [4]	اور یہی قابل اعتماد ہے۔ اور اللہ پاک اور برتر سب سے اچھا جانتا ہے۔(ت)

لیکن قول باقلانی علیہ الرحمۃ:

لواجتمعوا لشرف ذٰلك الیوم لسماع الوعظ بلا وقوف و کشف راس جاز بلا کراھة	اگر لوگ اس دن (یعنی روز عرفہ (۹ ذوالحجہ) اس کی شرافت وبزرگی اور وعظ ونصیحت سننے کے لئے کسی جگہ جمع ہوجائیں بشرطیکہ

---

[1] البوارق المحمدیہ باب اول در عقائد نجدیہ مطبع سویل ملیٹری اپر فتح ص ۴۶

[2] غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی فروع خروج الی المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۳

[3] غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی فروع خروج الی المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۴

[4] غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی فروع خروج الی المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۴

ف: ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو اہل عرفات کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہوئے اجتماعی صورت میں کسی جگہ کھڑا ہونے کو ائمہ فقہ "تعریف" کا نام دیتے ہیں۔ مترجم۔

اتفاقا[1]۔	وقوف عرفات کی نیت اور سر ننگا نہ ہو بالاتفاق بغیر کراہت جائز ہے۔(ت)

سے جس کا حاصل علامہ شامی نے:

ان المکروہ ھو الخروج مع الوقوف وکشف الراس بلا سبب موجب کاستسقاء اما مجردا لاجتماع فیہ علی طاعۃ بدون ذٰلك فلا یکرہ[2]۔	مکروہ یہ ہے کہ وقوف اہل عرفات کے ساتھ تشبہ اور بغیر کسی وجہ سر ننگا کرکے نکلے جیسے استسقاء یعنی بارش کی دعا مانگتے وقت سر برہنہ ہوتے ہیں۔یا کچھ نہ ہو بلکہ صرف طاعت و فرمانبرداری کے لئے اجتماع ہو تو مکروہ نہیں۔(ت)

فرمایا،معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کی دو صورتیں ہیں:

(۱) وہ جو کہ اہل عرفہ کی نیت اور صورت اعنی اور کشف رؤس کے ساتھ ہو۔

(۲) وہ جو کہ ایسی نہ ہو بلکہ کسی اور ہی غرض مثل اس روز کے شرف اور وعظ کے سماع کے لئے اور بغیر وقوف اور کشف رؤس کے ہو۔

اور پہلی بقول صحیح مکروہ تحریمی اور دوسری بالاتفاق بلا کراہت جائز۔پس طواف کی بھی دو صورتیں ہوں گی۔

(۱) وہ جو کہ طائفین بیت اللہ عزوجل کی نیت اور صورت کے ساتھ ہو۔

(۲) وہ جو کہ ایسی نہ ہو بلکہ اور صورت اور کسی اور ہی غرض مثلا محض افاضہ کے لئے جیسے علی مافی صحیح البخاری حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خرما کے ڈھیر کا طواف فرمایا[3] یا محض استفاضہ کے لئے جیسے کسی ولی کے مزار شریف کا طواف یا محض کسی اور ایسی ہی غرض سے ہو جیسے علی مافی الشفاء للقاضی عیاض علیہ الرحمہ کا حلاق کے سر مبارک کو حلق کرنے کے وقت کسی موئے مبارک کے زمین پر گرنے نہ دینے کی غرض سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف کرنا[4]۔

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۶

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب العیدین داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۶۲

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قولہ تعالٰی اذھمت طائفتان منکم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۰

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل عادۃ الصحابۃ فی تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۳۳

اور یہ ظاہر ہے کہ بعض اعمال کی صورت ایک ہوتی ہے لیکن نیت کے اختلاف سے حکم مختلف ہو جاتا ہے جیسے سجدہ تحیت اور سجدہ عبادت کہ صورت دونوں کی ایک ہے مگر حکم مختلف کہ پہلا حرام موجب فسق اور دوسرا شرک پس پہلی صورت تو ہم سنی حنفیوں کے نزدیک بھی بالاتفاق ناجائز ہے۔اور صاحب بحر اور نہر وغیرہما کا عدم جواز کا قول اسی صورت پر محمول ہے اور دوسری صورت میں اختلاف ہے بعض غیر حسن فرماتے ہیں اور بعضے مستحسن کہتے ہیں۔فاضل بدایونی علیہ الرحمۃ بوارق محمدیہ ہی میں فرماتے ہیں:

وکراہت ایں اشیاء مختلف فیہ بین الفقہاء وہمچو امور باعث نکیر و نفریں برمرتکبین ہم نمی تواند شد چہ جائے تکفیر چراکہ بسیارے از اکابر تصریح بجواز آں کردہ اند گو نزد جماعتے رجحان بجانب عدم استحسان است وفقیر ہم بہمیں مسلک سالک است[1] اھ۔	ان چیزوں کی کراہت عندالفقہاء "مختلف فیہ" ہے۔یعنی ایک اختلافی چیز ہے۔اور اس قسم کے امور موجب انکار،اور ارتکاب کرنے والوں پر طعن و تشنیع بھی نہیں ہو سکتے،چہ جائیکہ ان کی تکفیر کی جائے،کیوں؟اس لئے کہ بہت سے اکابر نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے۔گو ایک گروہ کا عدم استحسان کی طرف رجحان اور میلان ہے۔اور یہ فقیر بھی اسی مسلک کے مطابق گامزن ہے۔اھ (ت)

مگر مماثلت تعریف قول باستحسان کی صحت کی مقتضی ہے **کما لایخفی** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اور علاوہ اس کے یہ ہے کہ محبت اور عظمت کی بھری ہوئی آنکھیں وہ دیکھا کرتی ہیں جو ان سے خالی آنکھیں نہیں دیکھتیں اور ان آنکھوں والوں کے واسطے وہ جائز ہوتا ہے۔جو ان آنکھوں والوں کے واسطے نہیں ہوتا کیا اس کو نہیں دیکھا جاتا کہ علی مافی الشفاء حضرت امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس حضور کا اسم شریف لیا جاتا تو ان کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ جھک جاتے۔آپ کے جلساء کو یہ بات ناگوار گزرتی،ایک روز عرض کیا کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں۔فرمایا:

لو رأیتم لما انکرتم علی ماترون[2]۔	اگر تم لوگ وہ کچھ دیکھتے جو میں دیکھتا ہوں تو پھر تم اس کارروائی پر انکار نہ کرتے جو مجھ سے دیکھتے ہو (ت)

اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی پیشانی پر کچھ بال تھے اتنے بڑے بڑے کہ جب وہ ان کو بیٹھ کر کھول دیتے تھے تو زمین تک پہنچ جاتے تھے،ان سے کہا گیا:ان کو منڈا کیوں نہیں دیتے؟

---

[1] البوارق المحمدیہ باب اول در عقابہ نجدیہ مطبع سویل ملٹری اپر فنج ص ۴۶

[2] کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۳۶

فرمایا:

لم اکن بالذی احلقھا وقد مسھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدہ[1]۔	میں وہ نہیں ہوں جوان بالوں کو مونڈ ڈالوں کہ جن کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ لگے ہیں۔(ت)

حالانکہ انحناء اور قزع کا حکم اہل علم پر ظاہر ہے اور حضرت کابس بن ربیعہ کی صورت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کے مشابہ تھی پس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خبر ہوئی آپ نے ان کو بلایا پس جب وہ ان کے گھر میں داخل ہوئے تو حضرت امیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے تخت سے اتر کر ان سے ملاقات کی اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ایک گاؤں مرغاب نام ان کو دیا یہ سب حضور کی صورت مبارک کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کیا۔

باادب باعظمت انسان دیگر اند بے ادب ہم خشک مغزاں دیگر اند

(باادب عظمت وشرف والے انسان اور ہیں۔ اور بے ادب خشک مغز رکھنے والے (انسان) اور ہیں۔ت)

پس زید کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتاہوں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔ت) طواف لغۃً وعرفاً وشرعاً پھیرے کرنے کو کہتے ہیں عام ازیں کہ دو چیزوں کے درمیان آمد ورفت ہو جس میں ایک پھیرے کے مبدا ومنتہی متغائر ہوں گے یا ایک ہی چیز کے گرد جس میں دائرہ کی طرح مبداء ومنتہی ایک ہوگا، دونوں صورتوں کو لغت وعرف عرب نے طواف کہا اور دونوں کو شرع مطہر نے طواف مانا، صورت اولٰی صفا ومروہ کے درمیان سعی۔

قال اللہ تعالٰی "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا"[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اس شخص پر کوئی گناہ نہیں جو صفا ومروہ کے درمیان چکر لگائے۔(ت)

اور صورت ثانیہ کعبہ معظّمہ کے گرد پھرنا۔

---

[1] کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ وتوقیرہ وبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۴۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۸

قال اللہ تعالٰی "وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾" [1]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو چاہئے کہ اس کے قدیم (آزاد) گھر کا طواف کریں۔(ت)

حقیقت طواف اس قدر ہے۔نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغییر نہیں کرتا کہ نیت وغایت رکن شے نہیں۔آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرط نماز قرار دیا نہ کہ رکن نماز،اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے۔غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو طواف ہی ہے۔پھر فعل اختیاری کو تصور بروجہ ما و تصدیق بفائدۃ ما سے چارہ نہیں مگر فعل کبھی غایت اصلیہ تک آپ مؤدی ہوتا ہے کبھی دوسرے فعل مؤدی الی الغایۃ کا وسیلہ اول کو مقصود لذاتہ کہتے ہیں جیسے نماز اور دوم کو وسیلہ و مقصود لغیرہ جیسے وضو،طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں مثلاً گلگشت یعنی تفریح نفس و شم روائح طیبہ و چستی بدن و تنسم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوط مستقیم پر ہو یا مثلاً کسی حوض کے گرد مستدیر یہاں طواف مقصود لذاتہ ہے یا مثلاً کسی شیئ کی تقسیم کو حلقہ یا صفوں پہ دورہ کرنا یہاں مقصود لغیرہ ہے۔پھر طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے امثلہ مذکورہ بلکہ توہین بلکہ تعذیب کے لئے جیسے ڈرل کہ یہاں آمد وشد کہ طواف ہے مقصود لذاتہ ہے اور نار سے حمیم،حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھیرے کہ یہ طواف مقصود لغیرہ ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾" [2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ دوزخی اس کے یعنی آگ اور گرم اور ابلتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔(ت)

لاجرم طواف چار ۴ قسم ہے:

قسم اول: نہ طواف مقصود لذاتہ ہو نہ اس سے غرض وغایت نفس تعظیم بلکہ طواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہو اور اس فعل سے کوئی اور حاجت مقصود جیسے سائلوں کا دروازوں پر گشت،صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمیشہ کاشانہ نبوت کا ایسا طواف فرمایا کرتے،ابوداؤد وابن ماجہ ودارمی ایاس بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۵۵/ ۴۴

لقد طاف باٰل محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولئك بخیارکم [1]۔	آج کی رات بہت سی عورتوں نے ہماری بارگاہ اقدس کا طواف کیا کہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں وہ تم میں کے بہتر لوگ نہیں جو عورتوں کو ایذا دیتے ہیں۔

اور صحیح حدیث میں بلی کے نسبت فرمایا:

انھا من الطوافین علیکم والطوافات [2]۔	بیشك وہ ان نرومادہ میں ہے جو بکثرت تم پر طواف کرنے والے ہیں۔

قسم دوم: طواف مقصود لذاتہ ہو اور غایت غیر تعظیم، صحیح بخاری شریف میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے میرے والد عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت قرض اور تھوڑے خرمے چھوڑ کر شہید ہوئے میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور کو معلوم ہے کہ میرے باپ احد میں شہید ہوئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ قرضخواہ حضور کو دیکھیں یعنی شاید حضور کے خیال سے اپنے مطالبہ میں کمی کردیں، ارشاد فرمایا: جاؤ ہر قسم کے چھوہاروں کے الگ الگ ڈھیر لگاؤ، پھر تشریف فرما ہوئے۔ قرض خواہوں نے حضور کو دیکھا مجھ سے نہایت سخت تقاضے کرنے لگے کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ کیا تھا یعنی ان کے خیال کے برعکس ہوا، حضور کے تشریف لے جانے سے قرض خواہ اپنا پلہ بھاری سمجھے کہ حضور ضرور ہمارا پورا حق دلادینگے۔ جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ حال ملاحظہ فرمایا فطاف حول اعظمھا بیدرا ثلث مرات ثم جلس علیہ حضور نے ان میں سب میں بڑے ڈھیر کے گرد تین بار طواف فرمایا اور اس پر تشریف رکھی پھر ناپ کر انھیں دینا شروع فرمایا حتی ادی اللہ عن والدی امانتہ وسلم اللہ البیادر کلھا [3] یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے میرے باپ کا سب قرض ادا کردیا اور سب ڈھیر سلامت بچ رہے۔

اسی قسم میں ہے عسس کا گرد شہر گشت کرنا ولہذا عسس کو عرب میں طائف کہتے ہیں۔ مفردات راغب میں ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی ضرب النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۲، سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب القسمۃ بین النساء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۴

[2] جامع الترمذی کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی سؤر الھرۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۴

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قولہ تعالٰی اذ ھمت طائفتان منکم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۰

منہ الطائف لمن یدور حول البیوت حافظا[1]۔	اس سے (یعنی لفظ طواف سے) لفظ "طائف" ماخوذ ہے۔اور "طائف وہ ہے جو لوگوں کے گھروں کے آس پاس برائے حفاظت چکر لگاتا ہے۔(ت)

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ کا طواف فرمایا کرتے، ابن عساکر تاریخ میں اسلم مولٰی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ طاف لیلۃ فاذا ھو بامرأۃ فی جوف دارلھا وحولھا صبیان یبکون۔ الحدیث۔ یعنی امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک رات مدینہ طیبہ کا طواف کررہے تھے دیکھا کہ ایک بی بی اپنے گھر میں بیٹھی ہیں اور ان کے بچے ان کے گرد رورہے ہیں اور چولھے پر ایک دیگچی چڑھی ہے۔امیر المومنین قریب گئے اور فرمایا اے اللہ کی لونڈی ! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے عرض کی: یہ بھوکے روتے ہیں۔فرمایا: تو اس دیگچی میں کیا ہے؟ میں نے ان کے بہلانے کو پانی بھر کر چڑھادی ہے کہ وہ سمجھیں اس میں کچھ پک رہا ہے۔اور انتظار میں سو جائیں۔امیر المؤمنین فوراواپس آئے اور ایک بڑی بوری میں آٹا اور گھی اور چربی اور چھوہارے اور کپڑے اور روپے منہ تک بھرے پھر اپنے غلام اسلم سے فرمایا: یہ میری پیٹھ پر لاد دو۔اسلم کہتے ہیں میں نے عرض کی: یا امیر المومنین ! میں اٹھا کر لے چلوں گا۔فرمایا: اے اسلم ! بلکہ میں اٹھاؤں گا کہ اس کا سوال تو آخرت میں مجھ سے ہونا ہے پھر اپنی پشت مبارک پر اٹھا کر ان بی بی کے گھر تک لے گئے پھر دیگچی میں آٹا اور چربی اور چھوہارے چڑھا کر اپنے دست مبارک سے پکاتے رہے پھر پکا کر انھیں کھلایا کہ سب کا پیٹ بھر گیا۔پھر باہر صحن میں نکل کر ان بچوں کے سامنے ایسے بیٹھے جیسے جانور بیٹھتا ہے اور میں ہیبت کے سبب بات نہ کرسکا امیر المومنین یوں ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے اس نئی نشست کو دیکھ کر امیر المومنین کے ساتھ کھیلنے اور ہنسنے لگے۔اب امیر المومنین واپس تشریف لائے اور فرمایا: اسلم ! تم نے جانا کہ میں ان کے ساتھ یوں کیوں بیٹھا، میں نے عرض کی: نہ۔ فرمایا: میں نے انھیں روتے دیکھا تھا تو مجھے پسند نہ آیا کہ میں انھیں چھوڑ کر چلا جاؤں جب تک انھیں ہنسانہ لوں جب وہ ہنس لئے تو میرا دل شاد ہوا۔ واخرجہ[2] ایضا الدینوری فی المجالسۃ واحمد بن ابراھیم بن شاذان البزار فی مشیختہ (نیز دینوری نے المجالسۃ میں اور

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن باب الطاء مع الواو کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۱۴

[2] کنز العمال برمز "کر" ابن عساکر و بحوالہ الدینور وابن شاذان حدیث ۳۵۹۷۸ موسستہ الرسالہ بیروت ۲/ ۶۴۸-۶۴۹، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ذکر شفقتہ علی رعیتہ رضی اللہ تعالٰی چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۲/ ۳۸۵

احمد بن ابراہیم بن ساذان البزار نے مشیختہ میں اس کی تخریج فرمائی۔ت) امام محب الدین طبری ریاض النضرہ پھر شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں مناقب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں لکھتے ہیں: انہ کان یطوف لیلۃ فی المدینۃ فسمع امراۃ تقول[1] یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک رات مدینہ طیبہ میں طواف کررہے تھے کہ ایک بی بی کو یوں کہتے سنا فذکر الحدیث (پھر پوری حدیث ذکر فرمائی۔ت)

قسم سوم: طواف وسیلہ مقصو ہو اور غرض وغایت تعظیم جیسے نوکر چاکر غلاموں کا اپنے مخدوم وآقا پر طواف اس کے کام خدمت کو اس کے گرد پھرنا۔

قال اللہ تعالٰی "طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ"[2]۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) تمھارے نوکر غلام تمھارے گرد بکثرت طواف کرنیوالے ہیں تین وقت ترک حجاب کے سوا ہر وقت اذن لینے میں انھیں حرج ہوگا۔

اور اہل جنت کے حق میں فرماتا ہے:

"یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾"[3]	ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے گرد طواف کریں گے۔

اور فرماتا ہے:

"یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾"[4]	ان پر طواف کیا جائے گا پیالوں میں وہ پانی لے کر جو آنکھوں کے سامنے بہتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

"یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ"[5]	چاندی کے برتن اور کوزے لے کر ان پر طواف کیا جائے گا۔

اس میں وہ صورت بھی آتی ہے کہ طواف غیر کعبہ کا ہو اور غرض وغایت عبادت الٰہی، صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ذکر شفقتہ علی رعیتہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ص ۳۹۲، ازالۃ الخفاء حکایات گشت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۷۷

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۵۸

[3] القرآن الکریم ۵۶/ ۱۷

[4] القرآن الکریم ۳۷/ ۴۵

[5] القرآن الکریم ۷۶/ ۱۵

قال سلیمان لاطوفن اللیلة علی تسعین امرأة وفی روایة بمائة امرأة کلھن تاتی بفارس یجاھد فی سبیل اللہ فطاف علیھن [1] الحدیث۔	سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قسم ہے آج کی رات میں نوے اور ایک روایت میں سو عورتوں پر طواف کروں گا کہ ہر ایک سے ایک سوار پیدا ہوگا جو اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد کرے۔ پھر انھوں نے ان کا طواف کیا۔

صحیح مسلم شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطوف علی النساء بغسل واحد [2]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی ازواج مطہرات پر طواف کرتے۔

اشباہ والنظائر ودرمختار میں ہے:

لیس لنا عبادة شرعت من عھد اٰدم الی الاٰن ثم تستمر فی الجنة الا النکاح والایمان [3]۔	ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے اب تک مشروع ہے پھر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں مشروع رہے گی مگر ایمان یعنی یادخدا اور نکاح یعنی جماع زوجہ۔

قسم چہارم: طواف بھی مقصود لذاتہ ہو اور غرض وغایت بھی تعظیم یعنی نہ طواف کسی اور فعل کے لئے وسیلہ ہو نہ اس سے سوائے تعظیم کچھ مقصود بلکہ نفس طواف سے محض تعظیم مقصود ہو۔اسی کا نام طواف تعظیمی ہے جیسے طواف کعبہ یا طواف صفا ومروہ۔ پھر اوضاع بدن کہ عبادت میں مقرر کئے گئے ہیں تین نوع ہیں۔

ایک وہ کہ تعظیم میں منحصر ہے۔

اور دوسرے وہ کہ وسیلۃً ومقصوداً دونوں طرح پائے جاتے ہیں اور ان کی غایت تعظیم میں منحصر نہیں مگر بحال قصد تعظیم نوع اول سے قریب ہیں جیسے رکوع تک انحنا کہ بلا تعظیم بھی ہوتا ہے۔ بلکہ بقصد توہین بھی جیسے کسی کے مارنے کے لئے اینٹ وغیرہ اٹھانے کو جھکنا، اور تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد ۱/ ۳۹۵ کتاب النکاح ۲/ ۷۸۸ و کتاب الایمان والنذور ۲/ ۹۸۲، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاستثناء فی الیمین وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۹

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز نوم الجنب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۴

[3] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۵

مگر نہ خود مقصود بلکہ وسیلہ جیسے علماء وصلحاء کی قدمبوسی وغیرہ خدمات کو جھکنا اور بذاتہٖ مقصود بھی ہوتا ہے جیسے سلام کرنے میں رکوع تک جھکنا۔

تیسرے وہ کہ نوع اول سے بعید ہیں جیسے قیام یا قعود یا رکوع سے کم جھکنا، ظاہر ہے کہ ان میں بھی نوع دوم کی طرح قصد و توسل وغایت مختلفہ کی سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔

انواع ثلثہ میں حکم عام تو یہ ہے کہ اگر بہ نیت عبادت غیر ہے تو کچھ بھی ہو مطلقاً شرک وکفر ہے۔ اور بے نیت عبادت ہرگز شرک وکفر نہیں اگرچہ سجدہ ہی ہو جب تک کہ وہ فعل بخصوصہ شعار کفر نہ ہوگیا ہو، جیسے بت یا آفتاب کو سجدہ۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی** (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ت) اور جب عبادت غیر کی نیت سے نہ ہو تو ان میں فرق احکام یہ ہے کہ نوع اول غیر خدا کے لئے مطلقاً ناجائز، اور نوع دوم اس وقت ممنوع ہے جبکہ مقصوداً اسی کو بہ نیت تعظیم بجالایا جائے، اور نوع سوم مطلقاً جائز ہے اگرچہ اس سے تعظیم مقصود ہو۔ اختیار شرح مختار وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں حاضری روضہ اقدس کی نسبت فرماتے ہیں: **یقف کما یقف فی الصلٰوۃ**[1] حضور کے روضہ انور میں نماز کی طرح کھڑا ہو، منسک متوسط ومسلک متقسط میں ہے:

(ثم توجہ) ای بقلب والقالب مع رعایۃ غایۃ الادب فقام تجاہ الوجہ الشریف خاضعا خاشعا مع الذلۃ و الانکسار والھیبۃ والافتقار واضعا یمینہ علی شمالہ ای تأدبا فی حال اجلالہ[2]۔	یعنی پھر نہایت ادب کی رعایت کے ساتھ روضہ اقدس کی طرف دل اور بدن دونوں سے منہ کرکے چہرہ انور کے مقابل خضوع وخشوع و ذلت وانکسار اور حضوری کی ہیبت اور حضور کی طرف محتاجی کے ساتھ سیدھا ہاتھ بائیں پر حضور کے ادب و تعظیم کے لئے باندھے ہوئے کھڑا ہو۔

صحیح حدیث میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم حضور کے سامنے ایسے بیٹھتے **کان علی رؤسھم الطیر**[3] گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں یعنی بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی سمجھ کر سر پر آبیٹھیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۵

[2] المسلک المتقسط فی المنسلک المتوسط مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۷

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۸

شفاء شریف میں ہے:

کان مالك اذا ذکر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یتغیر لونه وینحنی حتی یصعب ذٰلك علی جلسائه[1]۔	سید نا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک آتا ان کا رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے یہاں تک کہ حاضران مجلس کو ان کی وہ حالت دشوار گزرتی۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

الانحناء البالغ حدالرکوع لایفعل لاحد کالمسجود ولاباس بما نقص من حدالرکوع لمن یکرم من اھل الاسلام[2]۔	یعنی رکوع کی حد تک جھکنا کسی غیر خدا کے لئے نہ کیا جائے جیسے سجدہ اور دینی عزت والوں کے لئے رکوع سے کم جھکنے میں حرج نہیں۔

جب یہ امور سب معلوم ہولئے تو منجملہ اوضاع تعظیمیہ کہ رب عزوجل نے اپنی عبادت کے لئے مقرر فرمائے دونوں قسم کا طواف بھی ہے مستقیم جیسے صفا ومروہ میں خواہ مستدیر جیسے گرد کعبہ دونوں عبادت ہیں اور دونوں کو قرآن عظیم میں طواف فرمایا۔تو ان میں فرق بے معنی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ طواف ان انواع ثلثہ سے کس نوع میں ہے۔ہر عاقل کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ وہ مثل سجود نوع اول سے نہیں ورنہ سجدہ غیر کی طرح مطلقاً حرام ہوتا حالانکہ اس کی تین قسم اول کا جواز ووقوع ہم قرآن عظیم وحدیث کریم وخود فعل حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کرآئے نہ ہرگز وہ مثل قیام نوع سوم سے ہے ورنہ ہر شخص ومکان معظم کا طواف تعظیمی جائز ہوتا بلکہ وہ مثل رکوع نوع متوسط سے ہے کہ اگر نفس طواف سے تعظیم مقصود ہو تو غیر خدا کے لئے ناجائز بلکہ غیر کعبہ وصفا ومروہ کا طواف اگرچہ خالصاً اللہ عزوجل ہی کی تعظیم کو کیا جائے، ممنوع وبدعت ہے کہ نفس طواف سے تعظیم امر تعبدی اور امر تعبدی میں قیاس تک جائز نہیں۔نہ کہ احداث کہ تشریع جدید ہے۔منسک متوسط میں ہے:

ولایمس عند الزیارۃ الجدار ولایلتصق به ولا یطوف ولایقبل الارض فانه	زیارت روضہ اقدس کے وقت دیواروں کو ہاتھ نہ لگائے اورنہ ان سے چمٹے اورنہ ان کے آس پاس طواف کرے(یعنی چکر لگائے)اور نہ جُھکے

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی عادۃ الصحابہ المطبعة الشرکة الصحافیة ۲/ ۳

[2] الحدیقه الندیه الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۵۴۷

بدعة [1]۔	اور نہ زمین چومے، کیونکہ یہ کام بدعت ہے۔(ت)

مسلک متقسط میں ہے:

لایطوف ای لایدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء [2]۔	اور متبرک مقام کا طواف نہ کرے یعنی اس کے گرد اگرد نہ گھومے، اس لئے کہ طواف کرنا کعبہ معظّمہ کی خصوصیات سے ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی قبروں کے آس پاس گھومنا (طواف کرنا) حرام ہے۔(ت)

اور اگر غرض وغایت تعظیم نہ ہو اگرچہ طواف مقصد لذاتہ ہو جیسے قسم دوم میں۔ یا طواف مقصود لذاتہ نہ ہو اگرچہ غرض تعظیم ہو جیسے قسم سوم میں، تو بلاشبہ جائز ہے۔ اور اگر دونوں سے خالی طواف ہو جیسے قسم اول میں تو یہ بدرجہ اولٰی۔ یہ بحمد اللہ تحقیق ناصح ہے۔ جس سے حق متجاوز نہیں۔ وللہ الحمد طواف قبر بھی اس کلیہ سے باہر نہیں ہوسکتا اگر دونوں باتیں جمع ہیں یعنی طواف خود مقصود بالذات ہے اور اس سے تعظیم ہی مراد ہے تو بلاشبہہ حرام ہے۔ اور اگر طواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہے مگر مکان مزار کے گرد قلعی کرنا یا فانوس کہ اس کے اطراف میں نصب ہیں ان کی روشنی کے لئے دورہ کرنا یا مساکین کہ گرد مزار بیٹھے ہیں ان پر کچھ تقسیم کے لئے پھیرا کرنا، یہ بلاشبہہ جائز ہے۔ یونہی اگر طواف مقصود بالذات ہو مگر اس سے غرض وغایت تعظیم مزار نہ ہو بلکہ مثلاً محض تبرک واستفادہ ہو تو اس کے منع پر بھی شرع سے کوئی دلیل نہیں۔ مزار انور حضور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو ثابت ہے کہ روزانہ صبح کو ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور مزار اطہر کے گرد حلقہ باندھے صلوٰۃ وسلام عرض کرتے شام کو وہ بدل دئے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور آتے ہیں کہ صبح تک ماہ رسالت پر ہالہ ہو کر عرض صلوٰۃ وسلام کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است (ہر پھول کا ایک نیا رنگ اور جداگانہ خوشبو ہے۔ت) محبوبان خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں اور افاضہ برکات میں ان کے احوال مختلف اور مفیض مستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے جو اسے معلوم نہیں کہ ان میں کس کے ساتھ حاصل ہے لہٰذا یہ دریوزہ گر محتاج روضہ اطہر کے گرد دورہ کرتا ہے اس امید پر کہ ان بندگان معصومین پر فردافردا گزرے اور ان میں سے جس کسی کی نظر اس پر پڑ جائے اس کا کام بنادے، علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والحق والدین سہروردی قدسنا اللہ الکریم ایام منٰی

---

[1] المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۴۲

[2] المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۴۲

میں مسجد خیف شریف میں صفوں پر دورہ فرماتے ہیں۔ کسی نے وجہ پوچھی، فرمایا:

ان لله عبادا اذا نظروا الی احد اکسبوه سعادة الابد [1]۔	اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب ان کی نگاہ کسی پر پڑجاتی ہے اسے ہمیشہ کی سعادت عطا فرماتی ہے میں اس نگاہ کی تلاش میں دورہ کرتاہوں۔

تو یہ تعرض نفحات رحمۃ اللہ ہوا جس کا خود حدیث میں حکم ہے۔ اولیائے کرام وارثان سرکار رسالت ہیں ممکن کہ ملائکہ انکے مزارات کے گرد بھی ہوں اور ایسے امور میں علم درکار نہیں۔ تعرض نفحات کی شان ہی یہ ہے کہ شاید ولعل پر ہو۔ معہذا مزارات اولیائے کرام ہر جانب سے ممر اقدام صلحائے عظام ہوتے ہیں، سیدنا عیسٰی علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کی گئی کہ حضور ایک جگہ قیام کیوں نہیں فرماتے، شہروں شہروں جنگلوں جنگلوں دورے کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا: "اس امید پر کہ کسی بندہ خدا کے نشان قدم پر قدم پڑ جائے تو میری نجات ہوجائے" جب نبی اللہ ورسول اللہ کہ خمسہ اولوالعزم میں ہیں کہ صلوات اللہ وسلام علیہم، ان کا یہ ارشاد تو اضع ہے تو ہم سخت محتاج ہیں علاوہ بریں یہاں تک نکتہ دقیقہ اور ہے۔ "وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝۳۵ " [2] (اس کو بڑی قسمت اور مقتدر والے ہی پاسکتے ہیں۔ ت) شریعت مطہرہ نے انسان کے سر سے پاؤں تک جمیع جہات میں جدا جدا احکام رکھے ہیں، چہرہ پر جو احکام ہیں پاؤں پر نہیں۔ دہنے ہاتھ پر جو احکام ہیں پاؤں پر نہیں۔ وعلی ہذا القیاس اور احکام مختلفہ کے ثواب بھی مختلف رنگ کے ہیں۔ یونہی سر سے پاوں تک جملہ جوارح میں معاصی جدا جدا ہیں۔ اور ہر معصیت ایک جداگانہ رنگ کا مرض ہے۔ اور ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے ہے۔ تو یہ مریض معاصی اس سراپا مجموعہ برکات کے گرد دورہ کرتاہے کہ اس کے ہر عضو وہر جہت کی رنگ برنگ برکات سے فیض اور اپنے ہر عضو وہر جہت کا مرض دور کرے، امام مبرد کامل میں پھر امام علامہ عارف باللہ کمال الدین دمیری پھر سیدی علامہ محمد بن عبداللہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

مما کفر به الفقهاء الحجاج انه رأى الناس يطفون حول حجرته صلى الله تعالى عليه	یعنی حجاج نے مسلمانوں کو دیکھ کر روضہ انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف کررہے ہیں اس طواف سے اس نے ایک

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۵

وسلم فقال انما یطوفون باعوادورمة [1]۔	نہایت ملعون لفظ کہا جس پر فقہاء کرام نے اس کی تکفیر کی۔

وہ زمانہ بکثرت صحابہ کرام کی رونق افروز کا تھا خصوصا مدینہ طیبہ میں تو یہ طواف کرنے والے حضرات اگر صحابہ کرام نہ تھے لااقل تابعین تھے۔ عارف باللہ حضرت مولوی قدس اللہ سرہ المعنوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

(۱) سوئے مکہ شیخ امت بایزید — از برائے حج وعمرہ می روید
(۲) دید پیرے باقدے ہمچوں ہلال — بود دروے فرد گفتاری رجال۔
(۳) بایزید او راچو ازاقطاب یافت — مسکنت بنمود ودرخدمت شتافت
(۴) گفت عزم تو کجاے بایزید — رخت غربت راکجاخواہی کشید
(۵) گفت قصہ کعبہ دارم ازولہ — گفت ہین باخود چہ داری زادرہ
(۶) گفت دارم از درم نقرہ ویست نک بہ — بستد سخت بر گوشہ رویست
(۷) گفت طوفے کن بہ گردم ہفت بار — دین نکوتراز طواف حج شمار
(۸) حق آں حقے کہ جانت دیدہ است — کہ مرا بربیت خود بگزیدہ است
(۹) کعبہ ہرچندے کہ خانہ براوست — خلقت من نیز خانہ سراوست
(۱۰) تابکرد آں خانہ رادروے نہ رفت — واندریں خانہ بجزآں حی نرفت
(۱۱) چوں مراد دیدی خدا رادیدہ — گرد کعبہ صدق بر گردیدہ
(۱۲) خدمت من طاعت حمد خداست — تانہ پنداری کہ حق از من جداست
(۱۳) چشم نیکوں باز کن در من نگر — تابہ بینی نور حق اندر بشر
(۱۴) کعبہ رایکبار بیتے گفت یار — گفت یاعبدی مرا ہفتاد بار
(۱۵) بایزید اکعبہ رادریافتی — صد بہاء وعزیز وصد فریافتی
(۱۶) بایزید آں نکتہا راہوش داشت — ہمچو زریں حلقہ اش درگوش داشت
(۱۷) آمد ازوے بایزید اندر مزید — منتہی درمنتہی آخر رسید [2]

[1] الشرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ

[2] مثنوی معنوی دفتر دوم باب رفتن بایزید بسطامی بہ کعبہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۵۴۔۵۵

(ترجمہ اشعار:

(۱) لوگوں کے پیشوا حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالٰی مکہ معظّمہ کی جانب حج اور عمرہ کے ارادے سے تیز چلے۔

(۲) (راہ میں) نئے چاند کی طرح ایک کُبڑا بزرگ دیکھا اس میں شان وشوکت (دبدبہ) اور مردوں جیسی گفتگو پائی۔

(۳) جب حضرت بایزید نے اسے اقطاب زمانہ میں سے پایا تو عجز وانکساری کا اظہار کرکے اس کی خدمت کے لئے دوڑ دھوپ کرنے لگے۔

(۴) اس نے فرمایا: اے بایزید! کہاں جانے کا ارادہ ہے تو نے کہاں جانے کے لئے سامان سفر اختیار کیا ہے۔

(۵) حضرت بایزید نے انھیں جواب دیا کہ آج بڑے شوق سے کعبہ شریف کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے۔ پھر فرمایا وہاں تو اپنے ساتھ کیا زادراہ رکھتا ہے۔

(۶) عرض کی: میں چاندی کے دوسو درھم اپنے پاس رکھتا ہوں، میں نے اپنی چادر کے ایک کونے میں انھیں مضبوط باندھ رکھا ہے۔

(۷) انھوں نے فرمایا: توسات مرتبہ میرے گردا گرد طواف کر (یعنی چکر لگا) اور پھر طواف حج سے اسے زیادہ بہتر شمار کر۔

(۸) درحقیقت وہ حق ہے جو تیری جان نے دیکھا ہے کہ اس نے مجھے اپنے گھر پر فضیلت اور فوقیت بخشی ہے۔

(۹) اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں کہ کعبہ شریف اس کی بھلائیوں کا گھر (مرکز) ہے لیکن میری تخلیق تو اس کے اندرون خانہ سے ہوئی ہے۔

(۱۰) جب وہ گھر بنایا تو اس کا چکر نہ لگایا، اور اس گھر میں بغیر اس زندہ جاوید کے کوئی دوسرا نہیں آیا۔

(۱۱) جب تو نے مجھے دیکھا تو اللہ تعالٰی کو دیکھا، گویا تو نے سچائی کے کعبہ کے آس پاس پھیرے لگائے۔

(۱۲) میری خدمت کرنا دراصل اللہ تعالٰی کی اطاعت اور تعریف ہے۔ لہٰذا یہ نہ سمجھنا کہ حق مجھ سے جدا ہے۔

(۱۳) اچھی طرح آنکھ کھول کر مجھے دیکھ تاکہ تو انسانی لباس میں نور حق دیکھے۔

(۱۴) کعبہ شریف کو ایک دفعہ یار نے اپنا گھر فرمایا لیکن اس نے ستر مرتبہ مجھے "اے میرے بندے" کہہ کر بلایا۔

(۱۵) اے بایزید! اگر تو نے کعبہ شریف کو پالیا تو یوں سمجھ لیجئے کہ تو نے سیکڑوں عزت و شوکت اور مرتبے کو پالیا۔

(۱۶) جب وہ باریک باتیں حضرت بایزید کے عقل و ہوش میں بیٹھ گئیں تو گویا انھوں نے سنہری بالی اپنے کان میں ڈال لی۔

(۱۷) ان کی زیارت سے حضرت بایزید میں معرفت کا اضافہ ہو گیا اور سلوک میں انتہائی طالب اپنے مدعا کی انتہا کو پہنچ گیا)

جناب شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ میں فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں اپنا خلف ناخلف اسمٰعیل دہلوی کی جان پر قہر کی بجلیاں توڑنے کو فرماتے ہیں:

چوں بمقبرہ در آید دوگانہ بروح آں بزرگوار ادا کند بعدہ قبلہ راپشت دادہ بنشیند بعد قل گوید پس فاتحہ بخواند بعدہ ہفت کرت طواف کند وآغاز از راست بکند بعدہ طرف پایان رخسارہ نہد وبیاید نزدیک روئے میت بہ نشیند وبگوید یارب بست ویک بار بعد طرف آسماں بگوید یاروح و دردل ضرب کند یاروح الروح مادام کہ انشراح یابد ایں ذکر بکند ان شاء اللہ تعالٰی کشف قبور وکشف ارواح حاصل آید[1]۔	پھر جب مقبرہ کے پاس آئے تو دو رکعت نوافل اس بزرگ کی روح اقدس کے ایصال ثواب کے لئے ادا کرے۔ اور کعبہ شریف کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھ جائے، پھر سورۃ اخلاص پڑھے پھر فاتحہ پڑھے پھر سات چکر (طواف) بزرگ کے مزار کے گرداگرد لگائے، دائیں طرف سے شروع کرے، پھر بائیں طرف اپنا رخسار رکھے اور میت کے منہ کے نزدیک ہو کر پھر منہ کے نزدیک ہو کر بیٹھے پھر اکیس مرتبہ یارب کا ورد کرے پھر آسمان کی طرف منہ کرکے "یاروح" پڑھے اور اپنے دل پر "یاروح الروح" کی ضرب لگائے جب تک انشراح نہ ہو یہ ذکر کرتا رہے ان شاء اللہ تعالٰی کشف قبور اور کشف ارواح یہ دونوں حاصل ہو جائیں گے۔ (ت)

تحفۃ الموحدین شاہ صاحب کی کتاب نہیں بہت قریب زمانہ میں کسی وہابی صاحب نے شاہ صاحب

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء ذکر برائے کشف قبور آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۰۰۔۹۹

کی تصانیف مشہورہ کے رد کو کچھ الٹی سیدھی تکیں جوڑ کر وہابیوں کے ادعائی نام موحد کی طرف اسے نسبت کرکے تحفۃ الموحدین نام رکھا اور بکمال بے ایمانی شاہ صاحب کی طرف منسوب کردیا، بے حیا گمراہ لوگ ایسی اکثر کرچکے ہیں جس کا بیان شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ کی تحفہ اثنا عشرہ وغیرہ میں ہے۔ کہ ابھی قریب زمانہ میں بمبئی میں ایک عربی کتاب بنام عقائد امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ چھپی ہے۔ اس میں بھی یہی کارروائی ہے کم کوئی شیطانی عقیدہ چھوڑا ہوگا جسے اس امام الاسلام سیف السنہ کی طرف نسبت نہ کیا ہو "وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾"[1] (بہت جلد ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) بالجملہ اگر طواف مقصود بالذات نہیں جب تو جواز ظاہر ہے اور اگر مقصود بالذات ہے تو صرف فرق نیات ہے اگر بہ نیت تعظیم قبر ہے تو بلاشبہہ حرام ہے اور تبرک واستفاضہ وغیرہما نیات محمودہ سے ہے تو فی نفسہ اس میں حرج نہیں اور یہ ٹھہرالینا کہ اس میں مسلمان کی نیت طواف سے تعظیم قبر ہے قلب پر حکم ہے اور یہ غیب کا ادعا اور محض حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۶﴾ [2] "وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم [3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمھیں علم نہیں یقیناً کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھا جائے گا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا کہ تجھے معلوم ہوجاتا۔ (ت)

یہ بدگمانی ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔

قال اللہ تعالٰی یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ" [4] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث [5]۔	(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) بدگمانی سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب علی مایقاتل المشرکون آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۵۵

[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[5] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

ائمہ دین فرماتے ہیں:

الظن الخبیث انما ینشؤ عن قلب الخبیث [1]۔	خبیث گمان خبیث دل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔(ت)

مگر حضرات وہابیہ سے کیا شکایت کہ وہ حضرت مولوی اور حضرت سید العارفین بایزید بسطامی اور ان غوث گرامی سب کو جیسا دل میں جانتے ہیں معلوم وہ تو ان تابعین پر بھی حکم شرک ہی لگائیں گے جنھوں نے روضہ انور کا طواف کیا، مگر شاہ ولی اللہ صاحب کا معاملہ ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ ع

پتھر کے تلے دبا ہے دامن

شاہ صاحب یہاں محض سکوت نہیں کررہے ہیں بلکہ مریدین ومستفیدین کو تعلیم فرمارہے ہیں اور اگر اسے بھی اوڑھ لیجئے کہ اس وقت شاہ صاحب کو تعلیم حرام ہی کا کچھ ذوق تھا تو ذرا تقویۃ الایمان کی گولی بچاتے ہوئے کہ نرا حرام ہی نہیں بلکہ شرک سکھارہے ہیں اور اس پر بڑی بشاشت سے فرمارہے ہیں کہ یوں کروتو ان شاء اللہ تعالٰی یہ حاصل ہوجائے گا، عاقل تو جانتا ہے کہ کسی مکروہ وناگوار بات پر بھی ایسا نہیں کہا جاتا نہ کہ شرک وکفر، دھرم سے کہنا اگر دھرم رکھاتے ہو کہ کیا شاہ صاحب یہ لکھ سکتے تھے کہ اے مریدو عزیزو! روز صبح کو مندر میں جاکر سات دفعہ مہادیو جی ڈنڈوت کروتو ان شاء اللہ تعالٰی تین تلوک کھل جائیں گے۔ تقویۃ الایمان کے حکم پر شاہ صاحب کے اس کلام اور اس قول کے حکم میں کیا فرق ہوسکتا ہے۔ہاں یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ یہاں نیت جائز ونیت حرام ایسی متقارب ہیں جیسے آنکھ کی سیاہی سے سپیدی تو عوام کے لئے اس میں ہرگز خیر نہیں اور خواص میں سے جو ایسا کرنا چاہے ہرگز عوام کے سامنے نہ کرے۔ ہر سخن وقتے وہر نکتہ مقامے وارد (ہر بات کا وقت ہے اور ہر نکتے کا محل ہے۔ت) یہ بحمد اللہ تعالٰی تحقیق حکم ہے اور احتراز واحتیاط ہر طرح اسلم ہے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔ (اور اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصول توفیق ہے۔اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ت)

مسئلہ ۱۵۳و ۱۵۴: مسئولہ سید محمد میاں ۱۷ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

حضرت مولانا صاحب معظم مکرم دامت برکاتہم العالیہ پس از تسلیم مع التعظیم والتکریم معروض کل جو فتوٰی جناب سے لایا تھا اس کے متعلق بعض امور دریافت طلب رہے:

(۱) جناب فرماتے ہیں کہ نفس طواف سے تعظیم امر تعبدی ہے۔امر تعبدی سے یہاں کیا مراد ہے اور پھر اس تعظیم سے امر تعبدی ہونے کا کیا ثبوت ہے۔؟

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۲

(۲) تعظیم سے مراد مطلق تعظیم ہے تو تعظیم قبر کے تعبدی ہونے کا ثبوت درکار ہے اور تعظیم الٰہی مراد ہے تو اس کے تعبدی ہونے سے تعظیم قبر کے لئے طواف کیسے ممنوع وبدعت ٹھہرے گا۔ امید کہ جواب باصواب سے ممتاز فرمائیں۔ والتسلیم مع التکریم زیادہ ادب۔

الجواب:

حضرت والا! آداب۔ میرے اس بیان میں دو دعوے ہیں: ایک یہ کہ طواف تعظیمی غیر خدا کے لئے حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عزت کے لئے بھی اگر کعبہ معظّمہ وصفا ومروہ کے سوا کوئی اور طواف مقرر کیا تو ناجائز ہے۔ اول کا ثبوت عبارات منسک ومسلک میں اور دوم کا یہ بیان کہ تعظیم الٰہی کا بطواف امکنہ امر تعبدی غیر معقول المعنی ہے جس کی تصریح ائمہ نے فرمائی ہے کہ افعال حج تعبدی ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ اس گزارش سے دونوں سوالوں کا حل ہوگیا۔ فقط۔

مسئلہ ۱۵۵: مسئولہ محمد میاں قادری از مارہرہ ۲۰ شوال ۱۳۳۶ھ

حضرت مولانا المعظم المکرم دامت برکاتہم العالیہ پس از سلام مسنونہ معروض در بارہ مسئلہ طواف تعظیمی قبر میں بعض اہل لاہور کہتے ہیں کہ جب تعظیم قبر ایک امر جائز کم از کم ہے تو وہ ہیئت اور صورت کے لحاظ سے اپنے اطلاق پر رہنا چاہئے جب تک کہ شرع سے کسی خاص میں کوئی تقیید نہ آئے اور صورت طواف میں بھی مسلک ومنسک کے مصنفین کے منع کرنے کو وہ کافی نہیں سمجھتے اس کی کفایت یا اور کافی سند مذہب کی زیادت کی ضرورت ہے جناب ارشاد فرمائیں۔ فقیر محمد میاں قادری

الجواب:

حضرت والا التسلیم، یا کتاب نامعتمد ہو یا اسے معتمد تر کتب میں اس کا خلاف مصرح ہو ورنہ کتب امام محمد یا مسندات کے سوا تمام متون وشروح وفتاوٰی ردی ہوجائیں گے۔ منسک ومسلک ضرور کتب معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے، بلکہ مذہب کتب مذہب میں اس کا خلاف کس کس نے کیا، اور نہیں تو وجہ رد کیا ہے۔ فقط۔

مسئلہ ۱۵۶: مسئولہ مولوی عبدالحمید صاحب از بنارس محلّہ پترا کنڈہ تالاب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہمارے سنی حنفی علماء کثرھم اللہ تعالٰی وابقاھم الی یوم الجزاء (اللہ تعالٰی انھیں زیادہ کرے اور قیامت کے دن تک انھیں باقی رکھے۔ت) اس میں کیا فرماتے ہیں کہ خالد نے زید سے سوال کیا کہ کسی ولی کی قبر شریف کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ زید نے جواب دیا اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعضے ناجائز فرماتے ہیں بعضے جائز کہتے ہیں لیکن جواز ان کا قولا وفعلا بہت سے اکابر سے منقول ہے ___

مطالب المومنین میں ہے کہ بسند جید وارد ہے۔ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ جب شام سے مزار اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو روتے تھے اور اپنے چہرہ مبارک کو لٹاتے اعنی مزار قدس سے ملتے تھے۔ اور مسند امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ میں ہے کہ ایک روز مروان نے ایک شخص کو مزار اقدس پر منہ رکھے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اے شخص، تو جانتا ہے کہ کیا کرتا ہے۔ تو پھر نزدیک آکر دیکھا تو ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے۔

خلاصۃ الوفا میں ہے کہ حضرت امام بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص تبرکا منبر شریف کو بوسہ دے اور ہاتھ لگائے مزار اقدس کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر ایسا ہی کرے تو فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

لابأس بتقبیل قبر والدیہ [1]۔	اپنے والدین کے قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ت)

اور عینی شرح بخاری میں ہے:

ان تقبیل الاماکن الشریفۃ علی قصد التبرک وکذلک تقبیل ایدی الصالحین وارجلھم فھو حسن محمود باعتبار القصد والنیۃ [2]۔	شریف مقامات کو چومنا بشرطیکہ تبرک کے ارادے سے ہو اور اسی طرح نیک لوگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اچھا اور قابل تعریف کام ہے بشرطیکہ اچھے ارادے اور نیت سے ہو۔ (ت)

اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا اپنے باپ دادا کی قبروں کو بوسہ دینا بوارق محمدیہ میں منقول ہے۔

باقی رہا عدم جواز سو بعضے اس کی علت اس کا عادت نصارٰی سے ہونا بتاتے ہیں اور بعضے اس کا مسنون ہونا فرماتے ہیں، سو پہلی بات میں تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ شرعی ہے جب ہمارے اور غیر کے درمیان کسی امر میں کچھ فرق ہوگیا تو حکم تشبہ باطل ہوتا ہے۔ تنہا عاشورے کے روز نیز روز شنبہ کے روزے کا مکروہ ہونا اور نویں یا گیارھویں اور جمعہ یا یکشنبہ کا ملادینے سے بلا کراہت جائز ہونا اسی طرح اہل مصیبت کے لوگوں کی تعزیت کے لئے آنے کی غرض سے گھر کے دروازے پر بیٹھنے کا مکروہ ہونا اور گھر کے اندر بیٹھنے کا بلا کراہت

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الحج باب ماذکر فی الحجر الاسود ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۹/ ۲۴۱

جائز ہونا کتب فقہ میں مصرح ہے پس کسی ولی کے مزار شریف کو صرف بوسہ دے کے چلاآنا بعجلت مذکورہ مکروہ ہوگا اور جب سلام بھی عرض کیا اور بوسہ بھی دیا اور آنکھوں سے بھی لگایا اور فاتحہ بھی پڑھی تو بلا کراہت جائز ہوگا، اور دوسری بات میں یہ کہ کسی امر کے غیر مسنون ہونے کو اس کا حرام یا مکروہ ہونا لازم نہیں۔ دیکھئے مثلاً نماز کی نیت کے ساتھ تلفظ باجودیکہ علی **ماقال الشرنبلالی فی حاشیة علی الدرر الغرر** ورنہ حضور سے نہ صحابہ کرام سے نہ تابعین سے نہ ائمہ اربعہ سے کسی سے منقول نہیں مگر فقہاء اس کو مستحب فرماتے ہیں پس زید کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی ومانع کے درمیان دائر، داعی محبت ہے اور مانع ادب، تو جسے غلبہ محبت ہو اس سے مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لئے منع ہی احوط ہے۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزار کابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل۔ عالم مدینہ علامہ سید نور الدین سمہودی قدس اللہ سرہ خلاصۃ الوفا شریف میں جدار مزار انور کے لمس وتقبیل وطواف سے ممانعت کے اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں:

وکتاب العلل والسؤالات لعبداللہ بن احمد بن حنبل سألت ابی عن الرجل یمس منبر رسول اللہ صلی تعالٰی علیہ وسلم ویتبرک بمسہ ویقبلہ ویفعل بالقبر مثل ذٰلک رجاء ثواب اللہ تعالٰی فقال لابأس بہ[1]۔

یعنی احمد بن حنبل کے صاحبزادے فرماتے ہیں میں نے باپ سے پوچھا کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے۔ فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

امام اجل تقی الملۃ والدین علی ابن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاء السقام پھر سید نور الدین خلاصۃ الوفاء میں بروایۃ یحیٰی بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبداللہ بن حنطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا مزار اعطر سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لپٹے ہوئے ہیں قبر شریف پر اپنا منہ رکھے ہیں مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ تم کیا کررہے ہیں انھوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا: **نعم اُتی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ**

---

[1] وفاء الوفاء الفصل الرابع باب مایلزم الزائر من الادب الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۴

تعالٰی علیہ وسلم ہاں میں پتھر کے پاس نہ آیا میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لاتبکوا علی الدین اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیہ غیر اھلہ[1]۔ دین پر نہ روجب اس کا والی اس کا اہل ہو ہاں دین پر روجب نااہل اس کا والی ہو۔ سید قدس سرہ فرماتے ہیں: رواہ احمد بسند حسن امام احمد نے یہ حدیث بسند حسن روایت فرمائی۔ نیز فرماتے ہیں:

روی ابن عساکر بسند جید عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ ان بلالا رای فی منامہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یقول لہ ماھذہ الجفوۃ یا بلال اما ان لك ان تزورنی فانتبہ حزینا خائفا فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ فاتی قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجہہ علیہ[2]۔	یعنی ابن عساکر نے بسند صحیح ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ شام کو چلے گئے تھے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان سے فرماتے ہیں یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہ آیا کہ تو ہماری زیارت کو حاضر ہو، بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ غمگین اور ڈرتے ہوئے جاگے اور بقصد زیارت اقدس سوار ہوئے، مزار پر انوار پر حاضر ہو کر رونا شروع کیا اور اپنا منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔

امام حافظ عبدالغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

لیس الاعتماد فی السفر للزیارۃ علی مجرد منامہ بل علی فعلہ ذٰلك والصحابۃ متوفرون ولم تخف علیھم القصۃ[3]۔	یعنی زیارت اقدس کے لئے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم بکثرت موجود تھے اور انھیں معلوم ہوا کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا۔

عالم مدینہ فرماتے ہیں:

[1] شفاء السقام ابواب السابع الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۵۲، وفاء الوفاء الباب الثامن الفصل الثانی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵۹

[2] وفاء الوفاء الباب الثامن الفصل الثانی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵۶

[3] وفاء الوفاء الباب الثامن الفصل الثانی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵۷

ذکر الخطیب بن حملة ان بلالا رضی اللہ تعالٰی عنه وضع خدیه علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما کان یضع یدہ الیمین علیه ثم قال ولا شك ان الاستغراق فی المحبة یحمل علی الاذن فی ذٰلك والقصد به التعظیم والناس تختلف مراتبهم کمافی الحیٰوۃ فمنهم من لایملك نفسه بل یبادر الیه ومنهم من فیه اناۃ فیتاخر [1] اھ ملخصاً۔ ونقل عن ابن الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین وعن اسمعیل التیمی قال کان ابن المنکدر یصیبه الصمات فکان یقوم فیضع خدہ علی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فعوتب فی ذٰلك فقال استشفیت بقبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم [2]۔	یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنا داہنا ہاتھ اس پر رکھتے پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں تو کوئی بے اختیارانہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے۔ اور ابن الصیف اور امام محب الطبری سے نقل کیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اور اسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہو جاتا تو وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسارہ قبر انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رکھتے، کسی نے اس پر اعتراض کیا، فرمایا: میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں،

علامہ شیخ عبدالقادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں:

تمریغ الوجه والخد واللحیة بتراب الحضرۃ الشریفة واعتابها فی زمن الخلوۃ المأمومن فیها توهم عامی محذوراشرعیا بسببه امر محبوب حسن لطلابها وامر لابأس به فیما یظهر لکن لمن کان له فی ذٰلك قصد صالح	یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف جائیگا ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانے پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب و مستحسن ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں مگر اس کے لئے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت

---

[1] وفاء الوفاء الفصل الرابع باب مایلزم الزائر من الادب داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۵

[2] وفاء الوفاء الفصل الرابع باب مایلزم الزائر من الادب داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۶

وحملہ علیہ فرط الشوق والحب الطافح[1]۔	اسے اس پر باعث ہو۔

پھر فرماتے ہیں:

الانی اتحفك بأمر یلوح لك منه المعنی بان الشیخ الامام السبکی وضع خدوجهه علی بساط دار الحدیث التی مسها القدم النووی یسأل برکة قدمه وینوه بمزید عظمة کما اشار الی ذٰلك بقوله وفی دار الحدیث لطیف معنی* الی بسط له اصبو واٰوی* لعلی ان انال بحر وجهی *مکان مسه قدم النواوی *وبان شیخنا تاج العارفین امام السنة خاتم المجتهدین کان یمرغ وجهه ولحیته علی عتبة البیت الحرام بحجر اسمعیل[2]۔	یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دار الحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس سرہ العزیز قدم رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت لینے اور ان کی زیادت تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دار الحدیث میں ایک لطیف معنی ہے جس کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمہ المجتہدین آستانہ بیت الحرام میں حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔

بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب ہو جبکہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اور اجلہ ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی سے ثابت ہے تو اس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

المسألة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فی مذهبنا اومذهب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکاره و النهی عنه وانما المنکر ماوقع الاجماع	جب کسی مسئلے کی ہمارے مذہب کے اقوال میں سے کسی قول پر یا کسی دوسرے مذہب پر تخریج ممکن ہو تو ایسا مسئلہ قابل انکار نہیں ہوتا کہ جس کا انکار واجب ہو اور اس سے منع کیا جائے قابل انکار

[1] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل

[2]

علی حرمته والنهی عنه۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	وہ مسئلہ ہوتا ہے کہ جس کی حرمت پر اہل عالم کا اتفاق ہو اور اس سے منع کیا گیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۷: مرسلہ جناب محمد زاہد بخش صاحب از ملک بنگالہ ڈاکخانہ ڈام اکانڈہ موضع فرید پور ضلع میمن سنگھ ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

ایک پیر مرید کرتا ہے اس طریقہ پر کہ اول نَے، ڈھول اور طنبورہ اور مردنگ اور سارنگی اور ستار اور بیلا اور تالی بجانا اور گیت گانا اور ناچنا شروع کرتا ہے تو پھر بے ہوش ہوتا ہے۔ اور گانا اور بجانا ایسی زور سے کرتا ہے کہ ایک میل سے سنا جاتا ہے۔ اور اس پیر کے نزدیک جب سب مرید آتے ہیں اول سجدہ کرتے ہیں یا کہ قدم چومتے ہیں تو اس شرط میں اس ملک کے عالم منع کرتے ہیں اور وہ پیر یہ جواب دیتے ہیں کہ سجدہ کرنا قرآن میں جائز ہے پیر کو۔ سورہ یوسف کی اس آیت میں "وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ"[2]۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اوپر کرکے تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کے لئے سجدہ میں گر گئے۔ ت) اور ع وہ پیر یا کہ وہ مرید امامت کریں تو ان کے پیچھے اقتداء کرنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

مزامیر ناجائز ہیں اور سجدہ غیر خدا کو حرام قطعی ہے۔ اور قرآن عظیم کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنا افتراء ہے۔ قرآن عظیم نے اگلی شریعت والوں کا واقعہ ذکر فرمایا ہے ان کی شریعت میں سجدہ تحیت حلال تھا ہماری شریعت نے حرام فرمادیا تو اب اس سے سند لانا ایسا ہے جیسے کوئی شراب کو حلال بتائے کہ اگلی شریعتوں میں جہاں تک نشہ نہ دے حلال تھی بلکہ شریعت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا اب اس کی سند لاکر جو حلال بتائے کافر ہوجائے گا، ایسے پیر اور ایسے مریدوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ ہے اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب ہے۔ اور انھیں امام بنانا ناجائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۸ تا ۱۶۳: ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے دوسرے سے السلام علیکم کہا دوسرے نے بھی جواب میں السلام علیکم ہی کہا دیگر یہ کہ سلام کے جواب میں آداب بندگی، تسلیمات وغیرہ وغیرہ کہے ایسی صورت میں اول السلام علیکم کہنے والا خاموش رہے یا کیا کہے اور جواب سلام کا

---

[1] الحدیقہ الندیہ النوع الثالث والثلاثون المکتبہ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/ ۳۰۹

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

مسنون طریقہ سے جس نے نہیں دیا ہے وہ کس خطا کا مرتکب ہوا؟

(۲) دوسرے یہ کہ بہتر اور آسان طریقہ سلام اور اس کے جواب کا کیا ہے کس قدر الفاظ کہنا چاہئے؟

(۳) تیسرے یہ کہ ایک مقام پر چند یا ایک شخص بیٹھا ہو اور کوئی شخص آئے اور بعد سلام علیکم کرنے کے اور کوئی بات چیت کرکے فوراً چلا جائے قیام نہ کرے ایسی صورت میں مذکور کو جاتے وقت پھر السلام علیکم کہنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) چوتھے یہ کہ ان لوگوں کو جو دوسرے دن یا روز مرہ بلکہ کبھی ایک دن میں چند بار بھی ملنے کا اتفاق پڑتا ہو ان کو بعد سلام اور جواب سلام کے اگرچہ دوسرا شخص اپنے کام ضروری میں مصروف ہو مگر مصافحہ کرنا بھی امر ضروری ہے۔ دیگر یہ کہ مصافحہ کون کون سے موقعوں پر کرنا ضروری ہے اور مصافحہ فرض ہے یا واجب یا سنت؟

(۵) پانچویں یہ کہ اگر کوئی مسلمان اگرچہ وہ خود گنہگار ہو اور اپنے آپ کو گنہ گار جانتا بھی ہو لیکن اپنے بھائی مسلمانوں کی حالت خلاف طریقہ اور برتاؤ کو دیکھ کر اور باوجود نصیحت اور ہدایت کر سکنے کے اور نہ کرے تو اس مسلمان مذکور کی بابت کیا حکم ہے؟ دیگر یہ کہ اگر شخص مذکور کسی وجہ خاص یعنی دوسرے کی خفگی وغیرہ کے باعث کچھ نہ کہے مگر خود غمگین ہو اور افسوس کرے اور اس کے حق میں دعائے خیر کرے تو شخص مذکور کچھ اجر پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

(۶) چھٹی یہ کہ منافقانہ طریقے سے ملنا اور سلام کرنا کیسا ہے؟ چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) السلام علیکم کے جواب میں السلام علیکم کہنے سے جواب ادا ہو جائے گا اگرچہ سنت یہ ہے کہ وعلیکم السلام کہے، آداب، تسلیمات، بندگی کہنا ایک مہمل بات ہے اور خلاف سنت ہے، اس کا جواب کچھ ضرور نہیں، وہاں مصلحت پر نظر کرے۔ اگر صورت یہ ہے کہ اس کا جواب نہ دینے سے وہ متنبہ ہوگا اور آئندہ خلاف سنت سے باز رہے گا تو کچھ جواب نہ دے، اور اگر وہ دنیا کے اعتبار سے بڑا شخص ہے اور اسے جواب نہ دینے میں ضرر وایذا کا اندیشہ ہے تو ویسا ہی کوئی مہمل جواب دے دے۔ اسی طرح اگر اسے جواب نہ دینے سے کینہ پیدا ہوگا یا اپنی ناواقفی کے باعث اس کی دل شکنی ہوگی جب بھی جواب دینا اولٰی ہے اور سلام جب مسنون طریقہ سے کیا گیا ہو اور سلام کرنے والا سنی مسلمان صحیح العقیدہ ہو تو جواب دینا واجب ہے اور اس کا ترک گناہ مگر اجنبی جوان عورت اگر سلام کرے تو دل میں جواب دینا چاہئے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) کم از کم السلام علیکم اور اس سے بہتر ورحمۃ اللہ ملانا اور سب سے بہتر وبرکاتہ شامل کرنا اور اس پر زیادت نہیں۔ پھر سلام کرنے والے نے جتنے الفاظ میں سلام کیا ہے جواب میں اتنے کا اعادہ تو ضرور ہے اور افضل یہ ہے کہ جواب میں زیادہ کہے۔ اس نے السلام علیکم کہا تو یہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے۔ اور اگر اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو یہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور اگر اس نے وبرکاتہ تک کہا تو یہ بھی اتنا ہی کہے کہ اس سے زیادت نہیں۔

(۳) جاتے وقت پھر کہے **لیست الاولی باحق من الاخرۃ** (پہلا جواب دوسرے سے زیادہ بہتر نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) مصافحہ سنت ہے اور اس کا وقت ابتدائے ملاقات ہے خواہ ابتدائے حقیقی ہو جیسے جو شخص ابھی آیا یا حکمی جیسے کوئی بدمذہب آیا اور بیٹھا اور گفتگو کرتا رہا اور ہدایت پائی اور سنی ہوا تو جتنے حاضرین اہلسنت ہیں ان سب کو اس سے مصافحہ چاہئے جیسا کہ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کا حکم دیا۔ نماز کے بعد بھی مصافحہ اسی ابتدائے حکمی میں داخل ہے کہ نمازی نماز میں دوسرے عالم میں ہوتا ہے ولہٰذا جو خارج نماز آیت سجدہ کی تلاوت کرے اس کے سننے سے نمازی پر سجدہ واجب نہیں۔ اور نمازی تلاوت کرے تو جو نماز سے باہر ہے اس پر واجب نہیں۔ اس لئے شریعت مطہرہ میں ختم نماز میں ایک، دوسرے پر سلام رکھا۔ دن میں اگر کئی بار ملتا ہو تو ہر بار مصافحہ چاہئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۵) احکام الٰہی بجالانا اور گناہ سے خود بچنا ہر شخص پر فرض ہے اور دوسرے کو اتباع شرع کا حکم دینا اور گناہ سے بقدر قدرت منع کرنا ہر اہل پر فرض ہے آپ گناہ کرنے کے سبب دوسرے کو نہ منع کرنا دوسرا گناہ ہے ہاں اگر منع کرنے کے سبب فتنہ وفساد وحشت ونفرت کا ظن غالب ہو تو سکوت کی اجازت ہے اور اس کے ساتھ دل میں غمگین ہونا اور مسلمان بھائی کے لئے دعا کرنا یہ ایمان کی علامت ہے اس پر ثواب پائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۶) بلاضرورت ومجبوری شرعی حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۶۴ تا ۱۶۸: از اٹاوہ ادریا مسئولہ حیات اللہ بروز پنجشنبہ بتاریخ ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) آیا عورت مومنہ کو مومنہ سے السلام علیکم کہنا اور اس کا جواب وعلیکم السلام کہنا جائز ہے؟

(۲) عورت مومنہ کا اپنے باپ بھائی دادا سے السلام علیکم کہنا اور جواب میں وعلیکم السلام کہنا جائز ہے؟
(۳) لڑکے اور بھائی کو اپنی ماں اور بہن سے السلام علیکم کہنا جائز ہے اور جواب میں وعلیکم السلام کہنا کیسا ہے؟
(۴) عورت کو خاوند سے اور خاوند کو عورت سے السلام علیکم کہنا اور جواب میں وعلیکم السلام کہنا کیسا ہے؟
(۵) عورتوں کو اگر السلام علیکم کہنا درست نہیں تو اور کون الفاظ بروئے شرع آپس میں ملتے وقت کہنا چاہئے؟ فقط۔

الجواب:

ان سب صورتوں میں السلام علیکم اور جواب وعلیکم السلام کہنا بلاشبہہ جائز ہے زمانہ اقدس میں بھی رواج تھا۔ بیبیوں سے بھی السلام علیکم فرمایا ہے مگر یہاں ایک دقیقہ واجب اللحاظ ہے جو سنت مؤکدہ نہ ہو یا اس کا ایک طریقہ متعین نہ ہو اور بعض طرق عوام میں ایسے اوپری ہوگئے ہوں کہ اس کے بجالانے سے سنت پر ہنسیں گے تو وہاں اس غیر مؤکدہ اور مؤکدہ کے اس طریقہ خاصہ کا ترک ہی مصلحت ہوتا ہے کہ ایک استحباب کے لئے لوگوں کا دین کیوں فاسد ہو سنت پر ہنسنا **معاذ اللہ** کفر تک لے جاتا ہے اور مسلمانوں کو کفر سے بچانا فرض ہے مسئلہ خفاض نساء میں علماء نے اس دقیقہ کی تصریح کی ہے نیز شملہ عمامہ میں فرمایا کہ جہاں جہاں اس پر ہنستے ہیں اور دم سے تشبیہ دیتے ہوں وہاں شملہ نہ چھوڑا جائے، باہم عورتوں کا یا عورتوں سے السلام علیکم کی حالت قریب قریب ایسی ہی ہے اور اسے اچنبا جانیں گے اور اس پر ہنسنے کا احتمال ہے اور لفظ سلام اس کا قائم مقام، **قالوا سلاما قال سلام** تو اس پر اکتفا مناسب۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۹: از مقام کیلا کھیڑا تحصیل باز پور ضلع نینی تال مسئولہ عبدالمجید خاں مدرسہ زنانہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

احوال اینست کہ بابت مصافحہ کے کوئی کہتا ہے کہ بعد نماز کے نہیں کرنا چاہئے اور کوئی کہتا ہے کہ بعد نماز کے کرنا چاہئے لہٰذا آپ سے معروض ہوں کہ کون سا قول صحیح تر ہے۔ اور طریقہ بھی صاف الفاظوں میں تحریر فرمائیں تاکہ مخالف زیر ہو۔

الجواب:

نمازوں کے بعد مصافحہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔ نسیم الریاض میں ہے:

الاصح انها بدعة مباحة [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت مباحہ ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۰تا۱۷۱: از موضع سیوہارہ ضلع بجنور محلّہ مولویاں مسئولہ حفظ الرحمٰن روز شنبہ بتاریخ ۱۷صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) زید اپنے پیر کی تصویر کو نہایت احترام سے رکھتا ہے بوسہ دیتا ہے سجدہ تحیت کرتا ہے لہٰذا تصویر کو بوسہ دینا تصویر کو سجدہ تحیت کرنا کیسا ہے۔ ہر ایک کا حکم علیحدہ علیحدہ نص صریح یا حدیث صحیح یا قول امام سے بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔ اور زید ثبوت سجدہ تحیت میں کتاب انوار العیون فی اسرار المکنون مصنفہ شیخ عبدالقدوس کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

مریدان حضرت شیخ العالم قدس سرہ پیش حضرت شیخ العالم سر پیش می آوردند وسجدہ پیش می رفتند ومی نشستند وامروز ہماں سنت مریداں حضرت شیخ العالم جاری کہ پیش قبر حضرت شیخ العالم وپیش صاحب سجادہ سر برزمین می نہند وسجدہ می کنند [2]۔	حضرت شیخ العالم قدس سرہ (یعنی شیخ عبدالقدوس گنگوہی) کے مرید سر آگے کرکے ان کے روبرو سجدہ کرتے اور پھر بیٹھتے ہیں۔ آج حضرت شیخ العالم کے مریدوں میں وہی طریقہ جاری وساری ہے۔ کہ حضرت موصوف کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں اور پھر ان کے سجادہ نشین کے آگے زمین پر سر رکھ کر انھیں سجدہ کرتے ہیں۔(ت)

اس قول کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ سجدہ تحیت کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے۔ درمختار میں ہے:

وکذا مایفعلون من تقبیل الارض بین یدی العلماء العظماء فحرام والفاعل والراضی به اثمان لانه یشبه عبادۃ الوثن وهل یکفران علی وجه العبادۃ والتعظیم	اور اسی طرح جو کچھ جہلا اور نادان کیا کرتے ہیں کہ بڑے بڑے عظیم علماء کے آگے زمین کو بوسہ دیتے (تو یاد رکھو کہ) یہ فعل حرام ہے لہٰذا کرنے والا اور اس سے خوش ہونے والا (دونوں) گنہگار ہیں اس لئے کہ یہ کام بت کی عبادت سے مشابہت رکھتا ہے۔

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی فصل فی نظافة جسمه دار الکتب العلمیه بیروت ۲/ ۱۳

[2] انوار العیون فی اسرار المکنون

کفروان علی وجه التحیة لاوصار اثما مرتکبا للکبیرة [1] وفی الشامی قال الزیلعی وذکر الصدر الشهید انه لا یکفر بهذا السجود لانه یرید به التحیة [2]۔	اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنے والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر اس نے یہ کام بطور عبادت کیا اور اس کی تعظیم کی تو بلا شبہہ کافر ہو گیا۔ اور اگر تعظیم و بزرگی کی خاطر ایسا کیا تو کافر نہ ہوا لیکن پھر بھی گنہگار، گناہ کبیرہ بجالانے والا ہوا۔ اور فتاوٰی شامی میں ہے کہ علامہ زیلعی نے فرمایا امام صدر شہید نے ذکر فرمایا کہ اس طرح سجدہ کرنے سے وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ اس سے اس کی مراد صرف تعظیم ہے۔ (ت)

یعنی زیلعی و صدر شہید سجدہ تحیت کرنے والے کو کافر نہیں کہتے۔

(۲) سجدہ عبادت سجدہ تعظیم، سجدہ تحیت، سجدہ شکر، تقبیل ارض ان سب کی تعریف وفرق تحریر فرمادیں نیز ان میں کون مخصوص ہے زندہ بزرگوں کے لئے اور کون ہے قبور و تصاویر کے لئے مع حوالہ کتاب۔

الجواب:

(۱) غیر کو سجدہ بلا شبہہ حرام ہے پھر اگر بروجہ عبادت ہو تو یقیناً اجماعاً کفر ہے اور بروجہ تحیت ہو تو کفر میں اختلاف ہے اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں اور حق یہی ہے کہ بے نیت عبادت حرام ہے کبیرہ ہے مگر کفر نہیں زیلعی کی عبارت کا صاف یہی مطلب ہے نفی کفر کرتے ہیں نہ کہ نفی حرمت، احادیث صحیح اس بارے میں بکثرت وارد اور کتب ہر چہار مذہب اس کی تحریم پر متفق۔ بعض ملفوظات کہ بعض اولیاء کرام کی طرف بلاسند صحیح متصل منسوب ہوں ایسے مسئلہ جلیہ واضحہ متفق علیہا کے مقابل ہر گز قابل استناد نہیں۔ اور بالخصوص سجدہ قبر کے بارہ میں وہ حدیث موجود ہے۔

ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد له قال فلا تفعل [3]۔	بھلا دیکھئے اگر میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اس کو سجدہ کرو گے؟ عرض کی: نہیں۔ (ت)

اور تصویر کو سجدہ تو کھلا پھاٹک بت پرستی کا ہے۔ دنیا میں بت پرستی کا آغاز تصاویر کو جانب قبلہ صرف نصب کرنے سے ہوا کما فی صحیح البخاری وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما (جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے۔ ت) نہ کہ سجدہ

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

کہ جانب قبلہ نصب سے ہزار ہا درجہ بدتر اور کفر سے ایسا ہی قریب ہے جیسے آنکھ کی سپیدی سے سیاہی۔ تصویر کی تعظیم مطلقًا حرام ہے بلکہ غیر محل اہانت میں اس کا رکھنا ہی حرام ومانع دخول ملائکہ رحمت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتدخل الملئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ [1]۔	فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہو۔ (ت)

یہ سب وساوس ابلیس ہیں۔ مسلمان اگر اس کے ہاتھوں میں نرم ہوا اور وہ اسے ہلاک کردے گا جلد کھچے اور اس عدو مبین سے جدا ہو کر شریعت مطہرہ کی باگ تھام لے "وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾" [2] (اور اللہ تعالٰی جسے چاہے سیدھا راستہ دکھائے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) سجدہ کسی قسم کا شریعت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں غیر خدا کے لئے مطلقًا جائز نہیں اور احکام منسوخہ سے استناد جہل وخرط القتاد ورنہ سگی بہن سے نکاح بھی جائز ہو اپنا رب حقیقی ومالک بالذات جان کر اس کے حضور غایت تذلل کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا سجدہ عبادت ہے اور معبود نہ جان کر صرف اس کی عظمت کے لئے روبخاک ہونا سجدہ تعظیم ہے اور وقت لقا باہمی موانست کے لئے سجدہ تحیت اور ہر شناسی نعمت کے اظہار کو سجدہ شکر اول وآخر مولی عزوجل کے لیے ہیں۔ پہلا فرض اور پچھلا مستحب۔ اور دوم سوم کہ غیر خدا کے لئے ہوں حرام ہیں کفر نہیں۔ یونہی چہارم بھی، اور پہلا کفر قطعی۔ اور غیر خدا کے لئے تقبیل ارض بھی حرام ہے اور جو کرے اور جس کے لئے کی جائے اور وہ راضی ہو دونوں مرتکب کبیرہ اور بہ نیت عبادت ہو تو یہ بھی کفر کہ عبادت غیر کی نیت خود ہی کفر ہے اگرچہ اس کے ساتھ کوئی فعل نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی اٰثمان کذا فی التاتارخانیۃ و تقبیل	جامع صغیر میں ہے کسی بڑے کے آگے زمین بوسی حرام ہے۔ اور ایسا کرنے والا اس پر راضی ہونے والا دونوں گناہ گار ہیں تاتارخانیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ اہل علم اور

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب اذا قال احدکم امین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۸، جامع الترمذی ابواب الآداب باب ماجاء ان الملئکۃ لاتدخل الخ امین کمپنی کراچی ۲/ ۱۰۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳

الارض بین یدی العلماء والزھاد فعل الجھال و الفاعل والراضی اٰثمان کذا فی الغرائب[1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	جامع صغیر میں ہے کسی بڑے کے آگے زمین بوسی حرام ہے۔ اور ایسا کرنے والا اس پر راضی ہونے والا دونوں گناہ گار ہیں تاتارخانیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔اہل علم اور زاہدوں کے آگے زمین چومنا جاہلوں (ناواقف لوگوں) کا طریقہ ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا (دونوں) گنہگار ہیں فتاوٰی الغرائب میں یہی مذکور ہے۔اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۷۲: از ضلع گیا پردہ چک ڈاکخانہ شمشیر نگر مسئولہ ابوالبرکات بروز شنبہ بتاریخ ۷ اصفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز عید وبقر عید مصافحہ ومعانقہ کرنا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے یا کہ نہیں؟ حدیث مع حوالہ کتب تحریر ہو اور ان اوقات میں مصافحہ کرنا کتب حنفیّہ سے ثابت ہے کہ نہیں؟ فقط۔

الجواب:

احادیث صحیحہ سے مصافحہ کی سنیت ثابت ہے اور خصوصیت وقت اسے ناجائز نہ کردے گی۔حدیث میں ہے:

صوم یوم السبت لالك ولا علیك[2]۔	صرف سنیچر کے دن روزہ رکھنا نہ تو تیرے لئے مفید ہے نہ مضر۔(ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی نے مسوی شرح مؤطا میں جواز مصافحہ بعد نماز عید کی اور نسیم الریاض میں مصافحہ بعد صلوۃ کی نسبت ہے:

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث امرأۃ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/ ۳۶۸

الاصح انہا بدعۃ مباحۃ [1]۔	زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ (بعد از نماز) ایک مباح (جائز) بدعت ہے۔(ت)

عین العلم میں ہے:

الاصرار بما لم ینہ عنہ حسن [2]۔	اس کام پر اصرار و تکرار کرنا کہ جس سے منع نہ کیا گیا ہو اچھا کام ہے۔(ت)

حدیث میں ہے:

خالقوا الناس باخلاقھم [3]۔	لوگوں سے اخلاق رکھو ان کے اخلاق کی وجہ سے۔(ت)

ایسے مباحات کہ عوام میں رائج ہوں وہ موافق مسلمین کے باعث مباح نہیں بلکہ مستحب ہو جاتے ہیں اور اس میں مخالفت مکروہ ہے۔اور یہ وہی کرے گا جو اپنی شہرت اور نکو بننا چاہتا ہے۔شرح صحیح مسلم شریف و مجمع البحار وغیرہما میں ہے:

الخروج عن العادۃ شہرۃ و مکروہ [4]۔	لوگوں کی عادات سے نکلنا (قدم باہر رکھنا) باعث شہرت اور مکروہ ہے۔وھو تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳: نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازی کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہونا اور مثل سجدے کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

عالم دین اور سلطان اسلام اور علم دین میں اپنا استاذ ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الکتب العربی بیروت ۲/ ۱۳

[2] عین العلم الباب التاسع فی الصمت وآفات اللسان مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الفائدۃ الثانیۃ الخ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۴

[4] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ الصنف التاسع تتمۃ الاصناف مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۱۲

مسئلہ ۱۷۴: از پوپوری جتارن مارقوار مسئولہ حبیب اللہ بروز سہ شنبہ ۲ رجب ۱۳۳۴ھ

مصافحہ کرتے وقت درود شریف پڑھنا چاہئے یا دعا پڑھنا چاہئے؟

الجواب:

درود اور دعا دونوں ہوں اور صرف درود کافی ہے۔ کہ **الحمدللہ** کے بعد ہر دعا سے افضل ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۵: مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل از شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مورخہ ۹ شعبان یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

سلام کرنا اشارہ کے ساتھ یعنی وقت سلام مسنون ہاتھ پیشانی تک لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بلاضرورت فقط اشارہ پر قناعت بدعت اور یہود ونصارٰی کی سنت ہے اور سلام مسنون کے ساتھ محل حاجت عرفیہ میں اشارہ بھی ہو تو حرج نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۶: از کلکتہ ڈاک خانہ ہٹ تلابڑا صاحب کا ہاٹ محمد غلام فرہاد بروز چہار شنبہ ۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

مکرمی ومعظمی جناب مولانا شاہ عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں صاحب بعد آداب وتسلیم معروض آنکہ ہم لوگ احاطہ بنگال ضلع فرید پور تھانہ پالنگ موضع لاکرتلہ میں سب لوگ اہلسنت وجماعت کے ہیں مگر ان میں سے بعض لوگ ایسے حنفی کہلاتے ہیں مگر عقیدہ وہابیت کا ہے یعنی دیوبند کا۔ چونکہ وہ لوگ دیوبند کا کیفیت سے اچھی طرح واقف نہیں اور ہمارے بنگال کا ہادی جونپور کے مولانا کرامت علی صاحب کی اولاد ہیں وہ لوگ بھی دیوبند کے عقیدہ پر چلتے ہیں یعنی قیام وفاتحہ وثانی جماعت وغیرہ کو ناجائز کرتے ہیں لہٰذا ہم لوگ نے حضور کی کتاب کوکبۃ الشہابیۃ اور چند پرچہ کلکتہ منشی لعل خان صاحب سے منگا کر دکھلایا کہ تم لوگوں کا عقیدہ اہلسنت وجماعت کے خلاف ہے بہرحال ہم لوگ سے اختلاف کرتا رہا مگر اس وقت مسئلہ قدمبوسی اور سجدہ تحیہ میں ہم لوگوں کو بہت مجبور کیا، ہم لوگ قادریہ شریف میں سلسلہ بھاگل پور کے مریدان اسلام آباد احاطہ بنگال کے مولانا شاہ محمد عبدالہ صاحب سے دست بیعت کیا ہوں انھوں نے سجدہ تحیہ کو جائز رکھتے ہیں اور دیوبندی خلاف ہیں اب ہم لوگوں نے کہا کہ یہ مسئلہ ایسے آدمی سے دریافت کرنا چاہئے جو کہ متوسط سنت وجماعت کے ہیں۔ لہٰذا ہم لوگ حضور کو بمقابلہ مقتدا اسلام اور حامی سنت وجماعت کا جانتا ہوں اب یہاں سے دو فتوی دیا جاتا ہے کہ ہم لوگ سجدہ تحیۃ کو جائز رکھتا ہوں اور مقتدا دیوبندی کفر اور حرام ناجائز کہتے ہیں۔ خیر گزارش ضروری یہ ہے کہ حضور اگر جائز کرتے ہیں تو بہت خوب اور اگر ناجائز کریں

بسر تسلیم مان لیتا ہوں مگر امید کرتا ہوں کہ جواب اس طرح ہونا چاہئے کہ فتوٰی دیوبندی ہم پر غالب نہ ہوجائے، والسلام۔

الجواب:

بزرگان دین کی قدمبوسی بلاشبہ جائز بلکہ سنت ہے۔ بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پائے مبارک چومے اور حضور نے منع نہ فرمایا۔ رہا سجدہ تحیت، اگلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ملائکہ نے بحکم الٰہی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی زوجہ مقدسہ اور ان کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضرت سیدنا مریم (علیہا السلام) کے شکم مبارک میں تھے اور سیدنا یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بہن کے شکم مقدس میں جب حضرت مریم اپنی بہن کے پاس تشریف لائیں ان کی بہن عرض کرتی ہیں:

انی اری مافی بطنی یسجد لمافی بطنك[1]۔	میں دیکھتی ہوں کہ وہ جو میرے پیٹ میں ہے اس کے لئے سجدہ کرتا ہے جو تمھارے پیٹ میں ہے۔

وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کہ اس کو شرک کہتے اللہ کے رسولوں اور فرشتوں کو شرک کا مرتکب اور اللہ عزوجل کو معاذاللہ شرک کا حکم دینے والا ٹھہراتے ہیں

قال اللہ تعالٰی: "وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا"[2]۔ وقال اللہ تعالٰی "وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ"[3]۔	حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا اور وہ سب (والدین و برادران) حضرت یوسف کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر گئے (ت) اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہہ دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو تو سوائے شیطان کے سب نے سجدہ کیا۔ (ت)

دیوبندیہ خود مرتدین ہیں ان کو مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق۔ علمائے حرمین شریفین نے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ یبشرك بیحیٰی الخ المطبعۃ البھیمۃ مصر الجزء الرابع ص ۳۸، روح المعانی تحت آیۃ ان اللہ یبشرك بیحیٰی مصدقا بکلمۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر الجزء الثالث ص ۱۳۰

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۳۴

ان کے پیشواؤں کو نام بنام لکھا ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر [1] جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے خود کافر۔ ہاں ہماری شریعت مطہرہ نے غیر خدا کے لئے سجدہ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۷: مرسلہ حکمت یار خاں ساکن بریلی محدث شاہ آباد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بمبئی اور اس کے اطراف وجوانب میں قدیم سے یہ طریقہ جاری ہے کہ ہر جماعت پنجگانہ کے بعد نماز اور دعا خیر سے فارغ ہو کر مصلیان مسجد باہم مصافحہ کرکے رخصت ہوتے ہیں آج کل موضع کرلا میں ایک مولوی صاحب اس کو بدعت قبیحہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کسی قول وفعل سے یہ ثابت نہیں اس لئے ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے، دوسرے ایک صاحب کا قول ہے کہ مسلمان خانہ خدا میں پنجگانہ نماز ادا کرنے کے بعد باہم مصافحہ کرکے محبت واتفاق واتحاد کا ثبوت دیتے ہیں یہ نہایت مستحسن طریقہ ہے اگر بدعت قبیحہ ہوتا تو علمائے دین ضرور اس سے منع فرماتے حالانکہ آج تک کسی سنی عالم نے اس سے ممانعت نہیں کی۔ پس اس کے لئے قول فیصل بدلائل قوی تحریر فرمائیں کہ رفع نزاع ہو۔ **بینوا توجروا**۔ بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب:

صحیح یہ ہے کہ وہ جائز اور بہ نیت حسنہ مستحب ومستحسن ہے۔ اور جہاں کے مسلمانوں میں اس کی عادت ہے وہاں انکار سے مسلمانوں میں فتنہ وتفرقہ پیدا کرنا جہالت اور بربنائے اصول وہابیت ہو جیسا کہ آج کل اکثر یہی ہے تو صریح ضلالت **والعیاذ باللہ**۔ نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں ہے:

الاصح انها بدعة مباحة [2]۔	زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ کرنا ایک جائز بدعت ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وقولهم انه بدعة ای مباحة	ان کا یہ فرمانا کہ مصافحہ کرنا بدعت ہے یعنی جائز اور

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴

[2] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی دار الکتب العلمیه بیروت ۲/ ۱۳

حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ [1]۔	اچھی بدعت ہے جیسا کہ امام نووی نے کتاب الاذکار میں اور دوسرے ائمہ کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے۔(ت)

اور تفصیل مرام وازلہ اوہام ہمارے رسالہ وشاح الجید میں ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۸: موضع کٹیا ڈاک خانہ سکندر پور ضلع فیض آباد مرسلہ محمد ناظر خاں صاحب زمیندار مؤرخہ ۲۴ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

بوسہ قبر جائز ہے یا نہیں؟**بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔بکثرت اکابر جواز و منع دونوں طرف ہیں اور عوام کے لئے زیادہ احتیاط منع میں ہے۔خصوصا مزارات طیبہ اولیاء کرام پر کہ ان کے اتنا قریب جانا ادب کے خلاف ہے۔کم از کم چار ہاتھ فاصلے سے کھڑا ہو **کما فی العالمگیریۃ وغیرھا** (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ت) تو بوسہ کیسے دے سکتا ہے۔**وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۹: از ڈاکخانہ دھامونکے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مرسلہ محمد قاسم قریشی مدرس مدرسہ مورخہ ۲۷ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

ایک مسلم کو کون کون سے مواقع اور کون کون سے اشخاص پر پہلے السلام علیکم کہنا واجب ہے وکذالک کیا کوئی مواقع واشخاص ایسے بھی ہیں جبکہ تحیات کا جواب دینا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

الجواب:

ابتدا بہ سلام مسلمان سنی صالح پر سنت ہے اور اعلی درجہ کی قربت ہے مگر واجب کبھی نہیں سوا اس صورت کے کہ سلام نہ کرنے میں اس کی طرف سے ضرر کا اندیشہ صحیح ہو جن صورتوں میں سلام مکروہ ہے جیسے مصلی یا تالی یا ذاکر یا مستنجی یا آکل پر ان لوگوں کو اختیار ہے کہ جواب دیں یا نہ دیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۰تا۱۸۳: از کلکتہ امر تلالین ۲۶ گدی دیوان رحمت اللہ مرسلہ حاجی پیر محمد ۳ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) جو لوگ سیدوں کو کلمات بے ادبانہ کہا کرتے ہیں اور ان کے مراتب کو خیال نہیں کرتے بلکہ کلمہ تحقیر آمیز کہہ بیٹھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

(۲) حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دربارہ محبت واطاعت آل کے لئے کچھ ارشاد فرمایا ہے یا نہیں؟

(۳) اور جو لوگ سیدوں سے محبت رکھتے ہیں ان کے لئے یوم محشر میں آسانی ہوگی یا نہیں؟

(۴) ایک جلسہ میں دو مولوی صاحبان تشریف رکھتے ہیں ایک ان میں سے سید ہیں تو مسلمان کسے صدر بتائیں؟

الجواب:

(۱) سادات کرام کی تعظیم فرض ہے۔ اور ان کی توہین حرام بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا جو کسی عالم کو مولویا یا کسی کو میروا بروجہ تحقیر کہے کافر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر [1]۔	سادات کرام اور علماء کی تحقیر کفر ہے جس نے عالم کی تصغیر کر کے عویلم یا علوی کو علیوی تحقیر کی نیت سے کہا تو کفر کیا۔ (ت)

بیہقی امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ سے اور ابوالشیخ ودیلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث امامنافقا واما لزنیۃ واما لغیر طھور [2]۔ ھذا لفظ البیھقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن الحصین عن ابن ابی رافع عن ابیہ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظ غیرہ امامنا فق واما ولد زنیۃ واما امرء حملت بہ امہ فی غیر طھر [3]۔	جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین علتوں سے خالی نہیں۔ یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔ (یہ بیہقی کے الفاظ زید بن جبیر نے اپنے والد کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کئے دوسروں کے الفاظ یوں ہیں۔ یا منافق، ولدزنا یا اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں اس کا حمل لیا۔ ت)

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[2] شعب الایمان حدیث ۱۶۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۳۲

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۶۲۶

بلکہ علماء وانصار وعرب سے تو وہ مراد ہیں جو گمراہ بددین نہ ہوں اور سادات کرام کی تعظیم ہمیشہ جب تک ان کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہنچے کہ اس کے بعد وہ سید ہی نہیں نسب منقطع ہے۔

قال اللہ تعالٰی "اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ ۚ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ"[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: (اے نوح (علیہ السلام)! وہ تیرا بیٹا (کنعان) تیرے گھر والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔ (ت)

جیسے نیچری، قادیانی، وہابی غیر مقلد، دیوبندی اگرچہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں نہ ان کی تعظیم حلال بلکہ توہین و تکفیر فرض، اور روافض کے یہاں تو سیادت بہت آسان ہے کسی قوم کا رافضی ہو جائے، دو دن بعد میر صاحب ہو جائے گا، ان کا بھی وہی حال ہے۔ کہ ان فرقوں کی طرح تبرائیان زمانہ بھی عموماً مرتدین ہیں۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی۔**

(۲) محبت آل اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ قرآن عظیم کی آیت کریمہ ہے۔

"قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ"[2]۔	(ان سے) فرمادیجئے (لوگو!) اس دعوت حق پر میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر رشتہ کی الفت و محبت (ت)

ان کی محبت بحمد اللہ تعالٰی مسلمان کا دین ہے۔ اور اس سے محروم ناصبی خارجی جہنمی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، مگر محبت صادقہ نہ روافض کی سی محبت کاذبہ جنھیں ائمہ اطہار فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم تمھاری محبت ہم پر عار ہوگی۔ اطاعت عامہ اللہ و رسول کی پھر علمائے دین کی ہے"

قال اللہ تعالٰی "اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ"[3]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کا حکم مانو، اور رسول کا حکم مانو، اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں (یعنی امراء و خلفاء)۔ (ت)

اصل اطاعت اللہ و رسول کی ہے اور علمائے دین ان کے احکام سے آگاہ۔ پھر اگر عالم سید بھی ہو تو نور علی نور، امور مباحہ میں جہاں تک نہ شرعی حرج ہو نہ کوئی ضرر سید غیر عالم کے بھی احکام کی اطاعت کرے کہ اس میں اس کی خوشنودی ہے اور سادات کرام کی خوشی میں کہ حد شرع کے اندر ہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا ہے اور حضور کی رضا اللہ عزوجل کی رضا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

[2] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۳

[3] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

(۳) ہاں سچے محبان اہلبیت کرام کے لئے روز قیامت نعمتیں برکتیں راحتیں ہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الزموا مودتنا اهل البيت فانه من لقی الله وهو يودنا دخل الجنة بشفاعتنا والذی نفسی بيده لاينفع عبدا عمله الا بمعرفة حقنا[1]۔	ہم اہلبیت کی محبت لازم پکڑو کہ جو اللہ سے ہماری دوستی کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی بندے کو اس کا عمل نفع نہ دے گا جب تک ہمارا حق نہ پہچانے۔

(۴) اگر دونوں عالم دین سنی صحیح العقیدہ اور جس کام کے لئے صدارت مطلوب ہے اس کے اہل ہوں تو سید کو ترجیح ہے ورنہ ان میں جو عالم یا علم میں زائد یا سنی ہو اور دونوں علم دین میں مساوی ہوں تو جو اس کام کا زیادہ اہل ہو۔

الاترى ان الاحق بالامامة الاعلم وما عد شرف النسب الابعد وجوده وقد قال صلی الله تعالٰی عليه وسلم اذا وسد الامر الی غير اهله فانتظر الساعة۔ رواه البخاری[2]۔ والله تعالٰی اعلم۔	کیا تم نہیں دیکھتے کہ امامت کے زیادہ لائق وہ شخص ہے جو سب سے بڑا عالم ہو اور شرافت نسب کا شمار نہیں کیا جاتا مگر اس کے پائے جانے کے بعد، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی کام کسی نا اہل کے حوالے کیا جائے تو قیامت آنے کا انتظار کیجئے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ بخوبی جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۴: از ضلع سیتاپور محلّہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص سید ہے لیکن اس کے اعمال واخلاق خراب ہیں اور باعث ننگ وعار ہیں تو اس سید سے اس کے اعمال کی وجہ سے تنفر رکھنا نسبی حیثیت سے اس کی تکریم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سید کے مقابل کوئی غیر مثل شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ وغیرہ کا آدمی نیک اعمال ہوں تو اس کو سید پر بحیثیت اعمال کے ترجیح

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۲۵۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۱۲۲

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب من سئل علما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴

ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ شرع شریف میں ایسی حالت میں اعمال کو ترجیح ہے کہ نسب کو؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہوں ان اعمال کے سبب اس سے تنفر نہ کیا جائے نفس اعمال سے تنفر ہو بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اس حالت میں بھی اس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی ہاں اگر اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچے جیسے رافضی وہابی قادیانی نیچری وغیرہم تو اب اس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہ تعظیم تھی یعنی سیادت وہی نہ رہی۔

قال اللہ تعالٰی "اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ"[1]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے نوح (علیہ السلام) وہ یعنی تیرا بیٹا تیرے خاندان اور گھرانے والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔(ت)

شریعت نے تقوی کو فضیلت دی ہے "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ"[2] (اللہ تعالٰی کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ت) مگر یہ فضل ذاتی ہے فضل نسب منتہائے نسب کی افضیلت پر ہے سادات کرام کی انتہائے نسب حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ہے۔ اس فضل انتساب کی تعظیم ہر متقی پر فرض ہے کہ وہ اس کی تعظیم نہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۵: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ عبدالودود صاحب بنگال قادری برکاتی رضوی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

سجدہ کے قسم پر ہے اور کون سا کس لئے خاص ہے اور باقی کیسے ہیں؟

الجواب:

سجدہ دو۲ قسم ہے سجدہ عبادت و سجدہ تحیت۔ سجدہ عبادت غیر خدا کے لئے کفر ہے اور سجدہ تحیت غیر خدا کے لئے حرام مگر کفر و شرک نہیں۔ کہ اگلی شریعتوں میں جائز تھا اور کفر و شرک کبھی جائز نہیں ہوسکتا **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ ۱۳۳۷ھ

(سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے کے بارے میں پاکیزہ مکھن)

مسئلہ ۱۸۶: باراول از بنارس پھاٹک شیخ سلیم مدرسہ ابراہیمیہ مرسلہ مولوی حافظ عبدالسمیع صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ قال زید سجدہ تعظیم و تحیت مرشد طریقت کے لئے اب بھی جائز ہے اور استدلال کرتا ہے حضرت آدم علیہ السلام کے مسجود ملائکہ ہونے سے ونیز واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے، اور کہتا ہے "فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ "[1]۔ ساحروں نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ قال عمرو سجدہ تحیت ادیان ماضیہ میں جائز تھا ہماری شریعت غراء محمدیہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام میں وہ حکم منسوخ ہوا۔ جیسا کہ تفسیر جلالین، مدارک، خازن، روح البیان، جامع البیان، تفسیر کبیر، فتح العزیز وغیرہم میں مصرح ہے۔ اور ساحروں کو عرفان حق حاصل ہوا اور انھوں نے معبود حقیقی کو سجدہ کیا۔ جیسا کہ "قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ "[2] (جادو گر کہنے لگے ہم تمام جہانوں کے رب پر

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۴۶

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۲۱

ایمان لے آئے جو حضرت موسٰی اور حضرت ہارون کا پروگار ہے۔ت) اس پر دال ہے نہ کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ قال زید آیات اخبار وقصص ناسخ ومنسوخ نہیں ہوتا **کما فی نور الانوار** (جیسا کہ نورالانوار میں ہے۔ت) لہذا اباحت اس کی باقی ہے۔ قال عمرو علمائے مفسرین نے اس حکم کا منسوخ ہونا مصرح بیان فرمایا۔ قال زید مفسرین کی مجرد رائے ہم پر حجت نہیں تاوقتیکہ کوئی آیت اس کی ناسخ یا ممانعت میں نہ وارد ہو۔ قال عمرو آیات قرآنی اس کی ممانعت میں نص صریح ہیں مثلاً:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ "[1]	پس اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔(ت)

پس معلوم ہوا سجدہ عبادت ہے پس عبادت غیر خدا کی شرک ہے نیز

"فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ۩ "[2]	پس اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

اور:

"وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ "[3]	اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا۔ اگر تم خاص اسی کی عبادت اور بندگی کرتے ہو۔(ت)

میں لام واسطے تخصیص کے ہے اور ایاہ بھی تخصیص کے لئے آتا ہے۔ لہذا سجدہ مخصوص ذات باری تعالٰی کے لئے ہے اور غیر کے لئے شرک وحرام وکفر۔

قال زید ان آیتوں میں سجدہ عبادت کی تخصیص ہے نہ سجدہ تحیت کی۔ لہذا وہ جائز ہے۔

قال عمرو "لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ "[4] (نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ت) سے غیر اللہ کے لئے سجدہ ممنوع ہونا ثابت ہے اگرچہ سجدہ تحیت ہو اور فقہاء ومتکلمین نے اس کو حرام وکفر فرمایا ہے۔

کما فی شرح فقہ اکبر "ملا علی" انجاح الحاجۃ،	جیسا کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری، انجاح الحاجۃ

---

[1] القران الکریم ۲۲/ ۷۷

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۶۲

[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷

[4] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷

حلبی شرح المنیۃ مالا بدمنہ، عالمگیری۔	شرح سنن ابن ماجہ، حلبی کبیر وصغری شرح منیۃ المصلی اور مالابدمنہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور عالمگیری میں ہے۔(ت)

نیز احادیث صحیحہ اس کی مخالفت میں بکثرت وارد ہیں۔ قال زید آیت میں یہ کہا ہے لا تسجدوا للانسان (کسی انسان کو سجدہ نہ کرو۔ت) حدیثوں میں جواز ہے عکرمہ بن ابوجہل مشرف باسلام ہوئے اور انھوں نے حضرت کو سجدہ کیا آپ نے منع نہ فرمایا کما فی مدارج النبوۃ وروضۃ الاحباب (جیسا کہ مدارج النبوۃ اور روضہ الاحباب میں ہے۔ت) ایک صحابی نے حضرت کی پیشانی پر سجدہ کیا تو حضرت نے فرمایا تو نے اپنا خواب سچا کیا۔ پس ثابت ہوا کہ سجدہ جائز، کما فی مشکوٰۃ (جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے۔ت) قال عمرو عکرمہ کی روایت سے سجدہ مراد لینا اہل علم پر مخفی نہیں کہ کس قدر سادہ لوح ہے کیونکہ منقول ہے۔

فطأطأ رأسہ من الحیاء، کما فی سیرۃ الحلبی وسیرۃ النبویۃ۔	پس اس نے شرم وحیاء کی وجہ سے اپنا سر جھکا دیا جیسا کہ سیرت حلبیہ اور سیرت نبویہ میں ہے۔(ت)

اور مدارج النبوۃ میں ہے۔

انگاہ از غایت شرمندگی سر در پیش افگند[1]۔	اس وقت غایت شرم وندامت کی وجہ سے اس نے اپنا سر ان کے آگے جھکا دیا۔(ت)

حدیث مشکوٰۃ سے معلوم ہوا کہ پیشانی انور مسجود علیہ تھی نہ مسجود لہ، لہٰذا وہ مفید مدعی نہیں۔ جس چیز پر سجدہ کیا وہ مسجود لہ قرار نہیں پاتی، فتدبر (پس خوب غور وفکر کیجئے۔ت) فالعجب کل العجب (انتہائی حیرت اور تعجب کی بات ہے۔ت) ونیز حدیث قیس ومعاذ بن جبل میں سجدہ تحیت کی نفی صریح وارد ہے۔ لاتفعلوا مشکوٰۃ ابن ماجہ[2] (ایسا مت کرو۔ مشکوٰۃ وابن ماجہ۔ ت) نیز دیگر احادیث جو پرچہ صوفی نمبر ۱۲۴ جلد ۲۱ ماہ رجب ۱۳۴۷ھ میں شائع ہوچکی ہے ملاحظہ ہو۔ قال زید یہ سب حدیثیں خبر احاد ہیں۔ یہ نفی پر حجت ہوسکتیں ونیز آیات، قرآنی سے اباحت ثابت ہے اگرچہ مور خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ قال عمرو آیات قرآن واحادیث نبوی وتصریحات فقہاء ومتکلمین سے حرمت وکفر

---

[1] مدارج النبوۃ ذکر عکرمہ بن ابی جھل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۹۹

[2] مشکوٰۃ والمصابیح کتاب النکاح الفصل الثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸۲، سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

ہونا ثابت ہے اس کی اباحت پر حالت اختیاری میں کوئی روایت ضعیف بھی وارد نہیں لہٰذا دعوی بلادلیل ہے وہ مقبول نہیں۔
پس مفتیان دین بیان فرمائیں کہ قول حق وصواب کس کا ہے۔

"فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ "[1] **بینوا توجروا**	پھر دو گروہوں میں سے امن کے زیادہ لائق کون ہے اگر تم علم رکھتے ہو (تو بتاؤ) انھوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی امیزش نہ کی ان ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پانے والے ہیں۔ بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ (ت)

باردوم: از میرٹھ خیر نگر دروازہ مرسلہ مظہر الاسلام صاحب نبیرہ نواب ممتاز علی خان ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ

مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا بالفضل اولٰنا جناب مولوی احمد رضاخاں صاحب دامت برکاتہم سلام وآداب کے بعد گزارش خدمت کہ ۲۸ جون ۲۹ رمضان المبارک کو رسالہ نظام المشائخ خدمت والامیں روانہ کرکے استدعا کی گئی تھی کہ براہ کرام سجدہ تحیت کے جواز وعدم جواز کی بابت شرع شریف کے مطابق اپنی قیمتی رائے سے خادم کو مطلع فرمایا جائے تاکہ یہ بے بضاعت جناب کے احسان وکرم کی وجہ سے اس عظیم شام مسئلہ میں تشفی واطمینان حاصل کرسکے چند روز ہوئے کہ جناب کہ معرکۃ الآرا تصنیف جو کہ تقویۃ الایمان کے روہ ابطال میں تحریر خادم کی نظر سے گزری اس کے صفحہ ۴۳ پر سجدہ تحیت کے جواز میں جو عبارت مزین ہے وہ حسب ذیل ہے:

"وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ "[2]	اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کہ وہ سب سجدہ میں گرے سوائے ابلیس کے۔
"وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ "[3]	یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا اور وہ سب یوسف کے لئے سجدے میں گرے۔

یہ خاک بدہن گستاخ اللہ تعالٰی ملائکہ آدم ویعقوب ویوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کا شرک ہوا۔ اللہ تعالٰی نے حکم دیا ملائکہ نے سجدہ کیا آدم راضی ہوئے یعقوب ساجد، یوسف رضامند"

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۸۱۔۸۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۳۴

[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

پھر جناب والا تحریر فرماتے ہیں: "اور یہاں نسخ کا جھگڑا پیش کرنا ہے محض جہالت۔شرک کسی شریعت میں حلال نہیں ہوسکتا کبھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالٰی شرک کا حکم دے اگرچہ اسے پھر کبھی منسوخ بھی فرمادے"

اگر جناب براہ کرام اپنی محققانہ رائے سے اس ناچیز کو مطلع فرمائیں گے تو یہ درحقیقت ایک بہت بڑی اسلامی خدمت متصور ہوگی۔جناب کی مذکورہ بالا تحریر کے صریح معنی تو یہی سمجھ میں آئے کہ سجدہ تحیت جائز ہے والسلام مع الکرام۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم لك الحمد یا من خشعت لہ القلوب وخضعت لہ الاعناق وسجدت لہ الجباہ * وحرم السجود فی ھذا الدین المحمود * والشرع المسعود * لمن سواہ * صل وسلم وبارك علی اکرم من سجد لك لیلا ونھارا * وحرم السجود لغیرك تحریما جھارا * وعلی الہ وصحبہ الفائزین بخیرہ * الذین لم یشن اللہ وجوھھم بالخرور بغیرہ * نورنا اللہ بانوارھم * ووفقنا الاتباع اٰثارھم * اٰمین۔	اے اللہ! تعریف وتوصیف تیرے لئے ہے۔اے وہ ذات کہ جس کے لئے دل عاجز ہوگئے۔(یعنی ان میں فروتنی پیدا ہوگئی) اور اس کے لئے گردنیں جھک گئیں اور پیشانیاں سجدہ ریز ہوگئیں۔اور اس اچھے دین اور باسعادت شریعت میں اس کے سوا کسی غیر کو سجدہ حرام ہوگیا۔اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما اس مقدس ہستی پر جو ان لوگوں میں سب سے بڑے کریم ہیں۔جنھوں نے رات دن تجھے سجدہ کیا۔اور تیرے سوا کسی دوسرے کو واضح طور پر سجدہ کرنا حرام فرمایا۔اور ان کی آل اور ساتھیوں پر (نیز درود وسلام اور برکات نازل ہو) جو اس کی بھلائی میں کامیاب ہوگئے۔وہ ایسے ہیں کہ کسی غیر کے آگے گرنے سے۔اللہ تعالٰی نے ان کے چہروں کو عیبناک نہیں کیا۔اللہ تعالٰی ہمیں ان کے انوار سے روشن فرمائے اور ہمیں ان کے نشانات قدم پر چلنے کی توفیق دے۔اے اللہ! ہماری یہ دعا قبول فرمائیے! (ت)

مسلمان اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔اس کے غیر کو سجدہ عبادت یقینا اجماعا شرک مہین وکفر مبین اور سجدہ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین

ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول اور عندالتحقیق وہ کفر صوری پر محمول۔ کما سیأتی بتوفیق المولٰی سبحنہ وتعالٰی (جیسا کہ اللہ تعالٰی پاک وبرتر کے توفیق دینے سے عنقریب یہ مسئلہ آئے گا۔ت) ہاں مثل صنم وصلیب وشمس وقمر کے لئے سجدے پر مطلقًا کفار، کما فی شرح المواقف وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ شرح مواقف وغیرہ بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ت) ان کے سوا مثل پیرومزار کے لئے ہر گز ہر گز نہ جائز ومباح جیسا کہ زید کا ادعائے باطل نہ شرک حقیقی نا مغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعم عاطل۔ بلکہ حرام ہے۔ اور کبیرہ وفحشاء۔ "فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ط"[1] (اللہ تعالٰی جس کو چاہے معاف کر دیتا ہے اور جس کو چاہے سزا دیتا ہے۔ت) ابطال شرک کے لئے تو وہی واقعہ حضرت آدم اور مشہور جمہور پر حضرت یوسف بھی علیہما الصلٰوۃ والسلام دلیل کافی ہے۔ محال ہے کہ مولٰی کہ ملائکہ وانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام میں سے کوئی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اس منسوخ بھی فرمائے اور محال ہے کہ ملائکہ وانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے شریک خدا بنائے یا اسے روا ٹھہرائے، کوکبۃ الشہابیۃ میں اسی کا بیان اور زعم وہابی کا ابطال بین البرہان۔ اس کا صرف اتنا مفاد و مقصود کہ وہابی کا شرک باطل و مردود، وہابی نے اس پر شرک نامغفور کا حکم لگا کر آدم ویعقوب ویوسف وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام سب کو معاذاللہ مشرک بنادیا۔ اور رب عزوجل کو (خاک بدہن گستاخ) شرک کا حکم دینے اور جائز رکھنے والا ٹھہرادیا۔ یہ ضرور حق اور افادہ جواز سے اجنبی مطلق کیا جو کچھ شرک نہ ہو سب جائز وروا ہے۔ یوں تو زناء و قتل وشرب وخمر واکل خنزیر سب کچھ حلال ٹھہرتا ہے کہ یہ باتیں بھی شرک نہیں تو معاذاللہ سب جائز ہوئی اور جہل صریح وضلال مبین۔ والعیاذ باللہ رب العالمین (اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو سارے جہانوں کا پروردگا ہے۔ت) اور ابطال اباحت کو احادیث متواترہ اور ائمہ دین کے نصوص وافرہ مسئلہ شرعیہ حدیث وفقہ سے لیا جائے گا اور ان میں اس کی تحریم متواتر اس کے ممنوع وناجائز وگناہ کبیرہ ہونے کی تصریحات متظافر، پرچہ نظام المشائخ دہلی رجب ۱۳۳۷ھ کا اس سوال کے ساتھ آیا اس میں متعلق سجدہ تحریر بے تحریر نے ایک ایسے نام سے انتساب پایا جس کی طرف اس کی نسبت نے عجب تعجب دلایا۔ اس تحریر میں اول تا آخر جہالتیں سفاہتیں عبارات و مطالب میں طرفہ خیانتیں، شرح مطہر پر شدید جرأتیں حتی کہ خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سخت حملہ ہائے بے باک حضور ورب حضور پر افتراہائے ناپاک۔ پھر صحابہ وائمہ وفقہاء واولیاء کا کیا ذکر ان

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

کی رفیع شان میں کمال زبان درازوں کی کیا فکر یہاں تک کہ ان کو نہ صرف جاہل ضدی سنگدل بتایا بلکہ بھر منہ شقی ملعون شیطان راندہ درگاہ ٹھہرایا۔ وسیجزی اللہ الفاسقین کذٰلك یجزی الظالمین (عنقریب اللہ تعالٰی نافرمانوں کو سزا دے گا اور اسی طرح ظالموں کو بدلہ دے گا۔ت) یہ سب بھی اینہم پر علم تھے کہ اور ضلال کیا کم تھے جب مذہب نہیں کچھ عجب نہیں مگر سخت آفت یہ کہ عبارتیں کی عبارتیں جی سے گھڑیں اور صاف بے دھڑک مشہور کتابوں کی طرف نسبت کردیں تو وہ بھی اس جسارت کی شان سے کہ جلد و صفحہ و باب کے نشان سے مذہبی حالت کچھ سہی۔ جسے ادنی حیاوانسانیت کے دائرے میں رہنا پسند ہو کیونکر ان کا مرتکب ہوسکے اگر نہ رسالہ خبیثہ سیف النقی کی طرح پابند اثر دیوبند ہو نہ کہ ایک مشہور شخص جو پیش خویش صوفی و شیخ بننے کا خواہشمند ہو بہرحال مسلمانوں کو اس کے فریبوں سے بچانا لازم اشد جسے ہم نے بکر سے تعبیر کیا ہے کسے باشد مذکور سوال زید کے جتنے مگر ہیں سب مشتے از خروارہ بکر ہیں لہٰذا خبر گیری اسی کی کافی آئی **وکل الصید فی جوف الفراء**[1] (ہر شکار فراء کے پیٹ میں ہے۔ت) ایسی تحریرات اگرچہ قطعاً ناقابل التفات بعد اشاعت فاحشہ اس کا انسداد امر مہم۔

اب یہ مبارک جواب بتوفیق الوھاب چھ ۶ فصل پر منقسم:

فصل ۱: قرآن کریم سے سجدہ تحیت کی تحریم، یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۸ پر کہا: "کوئی آیت سجدہ انسان کے خلاف قرآن میں کہیں بھی نہیں"

فصل ۲: چالیس حدیثوں سے سجدہ تحیت کی تحریم: یہ اس کا رد ہے جو بکر نے ایک ضعیف حدیث دکھا کر صفحہ ۹ پر کہا: "اسی حدیث کو سجدہ تعظیمی کے مخالف سند میں پیش کیا کرتے ہیں سوائے اس کے اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں" اللہ اکبر۔ متواترہ حدیثوں کے مقابل یہ ڈھٹائی۔

فصل ۳: ایک سو دس نصوص فقہ سے سجدہ تحیت کی تحریم۔ یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۲۳ پر کہا: "سوائے چند جاہل ضدی لوگوں کے کوئی سجدہ تعظیم کے خلاف نہ تھا" صفحہ ۲۴: "اس سے انکار کرنے والے شیطان کی طرح راندہ درگاہ ہوں گے" صفحہ ۱۰: سجدہ تعظیمی کا انکار موجب لعنت و پھٹکار "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ "[2] (بہت جلدی ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۴۱۳۸ ۱۶/ ۱۲۱ و تاج العروس فصل الفاء من باب الھمزۃ ۱/ ۹۶

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

فصل ۴: خود بکر کی سندوں اور اسی کے مستندوں اور اسی کے منہ سے قرآن مجید واحادیث متواترہ واجماع علماء واجماع اولیاء سے سجدہ تحیت حرام ہونے کا ثبوت یہ کاہے کارد ہے اسے بکر سے پوچھئے۔

فصل ۵: اس ذراسی تحریر میں بکر کے افتراء اختراع، کذب، خیانت، جہالت، سفاہت، کا اظہار

فصل ۶: سجدہ آدم ویوسف علیہما الصلٰوۃ والسلام کی بحث اور اس سے استدلال مجوز کا قاہر ابطال۔

وباللہ التوفیق والوصول الی التحقیق والحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولنا والہ وصحبہ اجمعین۔ آمین!	اور اللہ تعالٰی ہی سے کرم سے حصول توفیق ہے۔ اور تحقیق تک رسائی ہوسکتی ہے۔ ہر تعریف اللہ تعالٰی ہی کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ہمارے آقا اور مولٰی اور ان عذاب کی سب آل اور تمام ساتھیوں پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہو اے اللہ! ہماری دعا قبول فرمائیے۔ (ت)

فصل اول: قرآن کریم سے سجدۂ تحیت کی تحریم

قال ربنا تبارك وتعالٰی "وَلَا یَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًاؕ اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۠ؑ" [1]۔	(ہمارے رب تبارک وتعالٰی نے فرمایا) نبی کو یہ نہیں پہنچتا کہ تمھیں حکم فرمائے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو رب ٹھہرالو کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

عبد بن حمید اپنی مسند میں سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا:

بلغنی ان رجلا قال یارسول اللہ نسلم علیك لما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجدلك قال لا ولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ	مجھے حدیث پہنچی کہ ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہم حضور کو بھی ایسا ہی سلام کرتے ہیں جیسا کہ آپس میں کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں، فرمایا نہ بلکہ اپنے نبی کی تعظیم کرو اور سجدہ خاص حق خدا کا ہے۔

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

فانه لا ینبغی ان یسجدوا لاحد من دون تعالٰی فانزل اللہ تعالٰی ماکان لبشر الی قول بعد اذ انتم مسلمون ○[1]	اسے اسی کے لئے رکھو اس لئے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ سزا وار نہیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔

اکلیل فی استنباط التنزیل میں اس آیت کے نیچے یہی حدیث اختصار ذکر کرکے فرمایا: ففیه تحریم المسجود لغیر اللہ تعالٰی[2] (اس میں غیر خدا کے لئے حرمت سجدہ کا بیان ہے۔ت)

تو اس آیہ کریمہ نے غیر خدا کو سجدہ حرام فرمایا: آیت کی ایک شان نزول یہ بھی ہے کہ نصارٰی نے کہا ہمیں عیسٰی نے حکم دیا ہے کہ ہم ان کو خدا مانیں اس پر اتری، امام خاتم الحفاظ نے جلالین میں دونوں سبب یکساں بیان کئے:

نزل لما قال نصارٰی نجران ان عیسٰی امر هم ان یتخذوا ربا اولما طلب بعض المسلمین السجود له صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[3]۔	آیت مذکورہ اس وقت نازل ہوئی جب نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ حضرت عیسٰی السلام نے انھیں حکم دیا کہ وہ حضرت عیسٰی کو رب بنالیں، یا اس کا نزول اس وقت ہوا جب بعض مسلمانوں نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔(ت)

اس نے ظاہر کردیا کہ دونوں سبب قوی ہیں کہ خطبہ میں وعدہ ہے کہ تفسیر میں وہی قول لائیں گے جو سب سے صحیح تر ہو اور بیضاوی ومدارک وابو سعود وکشاف وتفسیر کبیر میں وشہاب وجمل وغیرہم عامہ مفسرین نے اسی سبب اول کو ترجیح دی ہے کہ مسلمانوں نے حضور کو سجدے کی درخواست کی اس پر اتری خود آخر آیت میں فرمایا گیا تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کہ تم مسلمان ہو تو ضرور مسلمان مخاطب ہیں جو خواہان سجدہ ہوئے تھے نہ کہ نصارٰی۔ مدارک شریف وکشاف میں ہے:

بعد اذ انتم مسلمون یدل علی ان المخاطبین کانوا مسلمین وهم الذین استأذنوہ ان	آیت کے الفاظ "بعد اذ انتم مسلمون" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آیت کریمہ کے مخاطب مسلمان تھے

---

[1] الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید الحسن تحت آیۃ ۳/ ۸۰ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۲/ ۴۷

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۸۰ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵۴

[3] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۳/ ۸۰ اصح المطابع دہلی ۱/ ۲۴۰

یسجدوا لہ [1]۔	اور یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔ (ت)

بیضاوی وارشاد العقل میں ہے:

دلیل ان الخطاب للمسلمین وھم المستأذنون لان یسجدوا لہ [2]۔	آیت میں یہ دلیل ہے کہ اس میں خطاب مسلمانوں کو ہے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں کہ جنھوں نے حضور پاک سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔ (ت)

کبیر [3] میں قول کشاف نقل کرکے مقرر رکھا فتوحات میں ہے:

یقرب ھذا الاحتمال فی اٰخر الایۃ بعد اذ انتم مسلمون [4]۔	آیت کریمہ کے آخر میں "بعد اذ انتم مسلمون" کے الفاظ اس احتمال کے قریبی ہونے کو چاہتے ہیں۔ (ت)

عنایۃ القاضی میں ہے:

ھذا الفاصلۃ رجیح القول بانھا نزلت فی المسلمین القائلین افلا نسجدلك [5]۔	یہ فاصلہ اس قول کی ترجیح ہے کہ آیت اللہ مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی کہ جو حضور پاک سے عرض کررہے تھے کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں (ت)

تفسیر نیشاپوری میں بھی اس کی تقویت کی **اقول وباللہ التوفیق** (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) خطاب نصارٰی پر انتم مسلمون میں مجاز کی ضرورت ہے کہ نصارٰی نجران مسلمان کب تھے تو معنی ؏ یہ لینے ہونگے ایامرکم اٰباءکم الاولین بالکفر بعد ان کانوا مسلمین۔ کیا عیسٰی تمھارے اگلے

؏: **اقول**: وتاویلی ھذا اصح و | **اقول**: میری یہ تاویل بیضاوی کے حاشیہ میں (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] مدارك التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۸۰۔ ۱/ ۱۶۶ وتفسیر کشاف تحت ۳/ ۸۰ انتشارات آفتاب تہران ۱/ ۴۴۰

[2] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) النصف الاول ص۶۶ وارشاد العقل السلیم تحت آیۃ ۳/ ۸۰ الجزء الثانی ص ۵۳

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۳/ ۸۰ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر الجزء الثامن ص ۱۲۱

[4] الفتوحات الالٰھیہ تحت آیۃ ۳/ ۸۰ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۱

[5] عنایۃ القاضی علی انوازل التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۸۰ دار صادر بیروت ۳/ ۴۱

باپ داداؤں کو جوان کے زمانے میں دین حق پر تھے کفر کا حکم کرتے بعد اس کے کہ وہ ایمان لاچکے تھے اور خطاب مسلمین پر کفر حل تاویل کی حاجت ہے کہ مسلمان نے ہر گز سجدہ عبادت نہ چاہا۔

اوّلاً: یہ صحابہ سے معقول تھا روز اول سے توحید کا آفتاب عالم آشکار فرمادیا تھا موافق مخالف نزدیک کادور ہر شخص جانتا تھا ہر گھر میں چرچا تھا کہ یہ ایک اللہ کی عبادت بلاتے اور شرک کے برابر کسی شیئ کو دشمن نہیں رکھتے تو کسی صحابی سے عبادات نبی کی درخواست اور وہ بھی خود نبی سے کیونکہ متصور تھی خصوصا سجدہ کی درخواست کرنے والے کون تھے، اجلہ صحابہ معاذ بن جنبل و قیس بن سعد و سلمان فارسی حتی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہم جیسا کہ فصل احادیث میں آتا ہے۔

ثانیاً: حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب میں یہی فرمایا کہ ایسانہ کرو، یہ نہ فرمایا کہ تم عبادت غیر کی درخواست کرکے کافر ہوگئے تمھاری عورتیں نکاح سے نکل گئیں توبہ کرو دوبارہ اسلام لاؤ، پھر عورتیں راضی ہوں تو ان سے نکاح کرو۔

ثالثاً: سب سے زائد یہ کہ مولٰی تعالٰی بھی تو خود اسی آیت میں ان کو مسلمان بتارہا ہے کہ تم تو مسلمان ہو کیا تمھیں کفر کا حکم دیں۔

لہٰذا امام محمد بن حافظ الدین وجیز میں فرماتے ہیں:

قول تعالٰی مخاطبا الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون، نزلت حین استأذنوا فی	اللہ عزوجل نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو یہ آیت اس وقت اتری جب صحابہ نے رسول اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اظهر من تاویل الشهاب فی حاشیة البیضاوی اذ قال وان جاز ان یقال للنصارٰی انامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون ای منقادون و مستعدون لقبول الدین الحق ارخاء للعنان واستدراجا [1] اھ ففیه مالایخفی علی نبیه ۱۲منه۔

شہاب کی اس تاویل سے اصح واظہر ہے جو انھوں نے فرمایا کہ نصارٰی کو یہ کہنا کیا ہم تمھیں کفر کا حکم کرتے جب تم مسلمان ہو چکے اگر جائز ہے تو اس معنی میں کہ مطیع ہوچکے ہو اور دین حق کو قبول کرنے میں رغبت پیدا کرچکے ہو یہ بطور ارضاء عنان و استدراج ہے اھ تو اس تاویل میں اعتراض ہے جو سمجھدار پر مخفی نہیں ہے۔ ۱۲منہ (ت)

[1] عنایة القاضی علی انوار التنزیل تحت آیة ۳/ ۸۰ دار صادر بیروت ۳/ ۴۱

السجود له صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولایخفی ان الاستئذان لسجود التحیة بدلالة بعد اذ انتم مسلمون،ومع اعتقاد جواز سجدة العبادة لایکون مسلماً فکیف یطلق علیهم بعد اذ انتم مسلمون [1]۔	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی اور ظاہر ہے کہ انھوں نے سجدہ تحیت کی درخواست کی تھی اس دلیل سے کہ فرماتا ہے کہ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو اور سجدہ عبادت جائز مان کر مسلمان نہیں رہتا تو یہ کیونکر فرمایا جاتا کہ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔(ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) بعدہ یہی دلیل روشن کر رہی ہے کہ کفر سے کفر حقیقی مراد نہیں کہ کفر حقیقی کی درخواست کرکے بھی مسلمان نہیں رہتا پھر کیونکر فرمایا جاتا کہ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو،

وقد کان استدل به البعض القائلون بان سجدة التحیة کفر مطلقاً،وذکرہ فی الوجیز دلیلالهم، فانقلب الدلیل علی المدعی وثبت انها لیست بکفر کما علیه الجمهور والمحققون فاحفظ وتثبت ولله الحمد۔	بعض لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جو سجدہ تعظیمی کے علی الاطلاق کفر کے قائل ہیں،وجیز میں ان کی دلیل ذکر فرمائی۔ پھر دلیل دعوی پر پلٹ آئی تو یہ ثابت ہوگیا کہ سجدہ تعظیمی کفر نہیں جیسا کہ جمہور اور اہل تحقیق کا یہ مؤقف ہے۔ لہٰذا اس کو یاد رکھو اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔(ت)

لاجرم کفر سے مراد کفر دون کفر ہوگا جو محاورات شارح میں شائع ہے خصوصاً سجدہ کہ نہایت مشابہ پرستش غیر ہے فصل دوم میں زمین بوسی کی نسبت کافی شرح وافی وکفایہ شرح ہدایہ و تبیین شرح کنز ودر مختار ومجمع الانہر وفتح اللہ المعین وجواہر اخلاطی وغیرہا سے آئے گا لانه یشبه عبادة الوثن [2] بت پرستی کے مشابہ ہے،تو سجدہ تو مشابہ تر کفر ہوگا،اس کی صورت بعینہا صورت کفر بلاادنٰی تفاوت ہے تو کفر صوری ضرور ہے جیسا کہ فصل دوم میں خلاصہ ومحیط ومنح الروض ونصاب الاحتساب وغیرہا سے آتا ہے ان ھذا کفر صورة [3] سجدہ صورت کفر ہے۔

وھو احد منازع ھذا الاطلاق فی	اہل علم کے کلام میں جو اطلاق ہے اس میں یہ

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوٰی الہندیہ کتاب الفاظ تکون اسلاما اوکفرا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۴۳

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[3] منح الروض الازھر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر المصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

کلامهم کما سیأتی بعونه عزوجل۔	ایک تنازع کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی عزت والے اور بڑی شان والے کی مدد سے عنقریب آئے گا(ت)

بہر حال آیۃ کریمہ میں ایک طریقہ تجوز ہے لہٰذا امام خاتم الحفاظ نے دونوں شان نزول برابر رکھیں اور شک نہیں کہ ایک ایک آیت کے لئے کئی کئی شان نزول ہوتے ہیں اور قرآن کریم اپنے جمیع وجوہ پر حجت ہے کما فی التفسیر الکبیر وشرح المواھب للزرقانی وغیرھما (جیسا کہ تفسیر کبیر اور شارح مواہب اللزرقانی وغیرہما میں ہے۔ت) تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ سجدہ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی** صحابہ کرام نے حضور کو سجدہ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا کیا تمہیں کفر کا حکم دیں، معلوم ہوا کہ سجدہ تحیت ایسی قبیح چیز ایسا سخت حرام ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سجدہ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر۔ **واللہ الھادی۔**

فصل دوم: چالیس حدیثوں سے تحریم سجدۂ تحیّت کا ثبوت

حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آتی ہے۔ائمہ وصلحاء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں ہم بتوفیقہ تعالٰی یہاں غیر خدا کو سجدہ حرام ہونے کی چہل حدیث لکھتے ہیں یہ حدیثیں دو ۲ نوع:

نوع اول: سجدہ غیر کی مطلقاً ممانعت۔

حدیث عـــه **اول ۱:** جامع ترمذی و صحیح ابن حبان و صحیح مستدرک و مسند بزار و سنن بیہقی میں ابوہریرہ

عـــه: رأیته فی جامع الترمذی وغرہ فی الدر المنثور[1] تحت قوله عزوجل الرجال قوامون علی النساء للبزار والحاکم والبیهقی وفی نکاح والترغیب،[2] وذیل الجامع[3] الصغیر لابن حبان اقتصر فی هذا علی مرفوعه مشیا من الکتاب علی موضوعه ووقع فی کنز العمال[4] رمزن للنسائی وهو تصحیفت للترمذی ۱۲منه۔	میں نے یہ حدیث جامع ترمذی میں دیکھی ہے اور اس کو در منثور نے آیۃ کریمہ "الرجال قوامون علی النساء" کی تفسیر میں بزار حاکم اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور ترغیب کے باب نکاح اور جامع صغیر کے ذیل میں اس کو ابن حبان کی طرف منسوب کیا اور اس میں صرف مرفوع حصہ پر اقتصار کیا ہے اپنی کتاب کے موضوع کے مطابق اور کنز العمال میں رمزن نسائی واقع ہے حالانکہ یہ رمزت کی جگہ ن کو ذکر کردیا گیا ہے یعنی ترمذی کے بجائے غلطی سے نسائی کا رمز کردیا ہے۔ ۱۲منہ (ت)

---

[1] الدر المنثور تحت آیۃ الرجال قوامون الخ ۲/ ۱۵۲

[2] اترغیب والترھیب حدیث ۱۹ ۳/ ۵۴

[3] کنز العمال حدیث ۴۴۷۹۴ ۱۶/ ۳۳۶

[4] کنز العمال حدیث ۴۴۷۷۳ ۱۶/ ۳۳۲

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال جاءت امرأة الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقالت یارسول اللہ اخبرنی ماحق الزوج علی الزوجة قال لوکان ینبغی لبشر ان یسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها اذا دخل علیها لما فضله اللہ علیها هذا لفظ البزار[1] والحاکم والبیهقی وعندالترمذی المرفوع منه بلفظ لوکنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[2]۔	ایک عورت نے بارگاہ رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے۔ فرمایا اگر کسی بشر کو لائق ہوتا کہ وہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو میں عورت کو فرماتا کہ جب شوہر گھر میں آئے اسے سجدہ کرے اس فضیلت کے سبب جو اللہ نے اسے اس پر رکھی ہے یہ الفاظ بزر، حاکم اور بیہقی کے ہیں۔امام ترمذی کے ہاں مرفوع الفاظ یہ ہیں کہ اگر کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم فرماتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث حسن صحیح ہے۔(ت)

حدیث عـــہ **دوم۲**: بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

قال دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حائطا فجاء بعیر فسجد له فقالوا هذه بهیمة لاتعقل سجدت لك ونحن نعقل فنحن ان نسجد لك فقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لبشر ان یسجد بشرلو صلح لامرت المرأة	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک اونٹ نے حاضر ہو کر حضور کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کی یہ بے عقل چوپایہ ہے اس نے حضور کو سجدہ کیا ہم تو عقل رکھتے ہیں ہمیں زیادہ لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

عـــہ: شروح الشفاء الخفاجی والقاری و مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء للامام خاتم الحافظ ۱۲منه۔	شفاء شریف کی شروح خفاجی اور قاری کی اور مناہل الصفا تخریج احادیث الشفاء امام خاتم الحفظ کی۔۱۲منہ (ت)

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۱۴۶۶ باب حق الزوج علی زوجته مؤسسة الرساله بیروت ۲/ ۱۷۸، المستدرك للحاکم کتاب النکاح ۲/ ۱۸۹ والترغیب والترهیب بحواله البزار والحاکم ۳/ ۵۴

[2] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی الزوج علی المرأة امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۸

ان تسجد لزوجھا لما لہ من الحق علیھا[1]۔	آدمی کو لائق نہیں کہ آدمی کو سجدہ کرے ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے اس حق کے سبب جو اس کا اس پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے مناہل الصفا میں فرمایا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حدیث عـــہ سوم ۳: احمد ونسائی وبزار وابو نعیم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال کان اھل بیت من الانصار لھم جمل یسنون علیہ وانہ استصعب علیھم (فذکر القصۃ الی قولہ) فلما نظر الجمل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خر ساجدا بین یدیہ فقال لہ اصحابہ یارسول اللہ ھذہ بھیمۃ لاتعقل تسجد لک ونحن نعقل فنحن احق ان	یعنی انصار میں ایک گھر کا آبکشی کا اونٹ بگڑ گیا کسی کو پاس نہ آنے دیتا کھیتی اور کھجوریں پیاسی ہوئیں۔ سرکار میں شکایت عرض کی، صحابہ سے ارشاد ہوا چلو باغ میں تشریف فرما ہوں۔ اونٹ اس کنارے پر تھا۔ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف چلے۔ انصار نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ بورا نے (باؤلے) کتے کی طرح ہوگیا ہے مبادا حملہ کرے۔ فرمایا ہمیں اس کا اندیشہ نہیں۔ اونٹ حضور کو دیکھ کر

عـــہ: عزاہ لاحمد فی الدرالمنثور[2] ولہ للنسائی فی المواھب[3] وفی الترغیب البزار قال المنذری رواہ النسائی مختصرا[4] اھ ورأیتہ لابی نعیم فی دلائل النبوۃ ووقع فی کنزالعمال[5] رمز ت للترمذی وھو تصحیف ن للنسائی عکس ماسبق علقہ الترمذی عن کثیرین تحت حدیث ابی ھریرۃ الاول منھم الانس رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ غفرلہ۔

درمنثور میں احمد اور مواہب میں حمد اور نسائی کی طرف منسوب ہے اور ترغیب میں بزار کا اضافہ ہے۔ امام منذری نے کہا۔ اور اس کو نسائی نے مختصرا روایت کیا ہے اھ اور میں نے ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں دیکھا کہ اور گزشتہ غلطی کے برعکس یہاں غلطی ہے اس کو ترمذی نے ابوہریرہ کی حدیث کے تحت حضرات سے بطور تعلیق روایت کیا ہے ان حضرات میں پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہم ہیں۔ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ احمد والبزار باب فی معجزاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ دارالکتاب بیروت ۹/ ۱۴،۷ نسیم الریاض فصل فی الآیات فی ضروب الحیوانات ۳/ ۸۰، ۸۱ و شرح الشفاء لملا علی قاری علی ہامش نسیم الریاض ۳/ ۸۰

[2] الدرالمنثور ۲/ ۱۵۴

[3] المواھب اللدنیہ معجزات کلام الحیوانات ۲/ ۵۴۹

[4] الترغیب والترھیب حدیث ۲۰ ۳/ ۵۵

[5] کنزالعمال حدیث ۷۷۴۴ ۱۶/ ۳۳۳

نسجد لك قال لایصلح لبشر ان یسجد لبشر ولو صلح ان یسجد بشر لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجھا من عظم حقه علیھا [1] وعند النسائی مختصرًا۔	چلا اور قریب آکر حضور کے لئے سجدہ میں گرا حضور نے اس کے ماتھے کے بال پکڑ کر کام میں دے دیا وہ بکری کی طرح ہو گیا (آگے وہی ہے کہ) صحابہ نے عرض کی ہم تو ذی عقل ہیں ہم زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا آدمی کو لائق نہیں کہ کسی بشر کو سجدہ کرے ورنہ میں عورت کو مرد کے سجدے کا حکم فرماتا۔

امام منذری نے کہا اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے راوی مشاہیر ثقہ۔

حدیث عـــہ چہارم ۴: امام احمد و بزار و ابو نعیم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حائطا الانصار ومعه ابوبکر وعمر فی رجال من الانصار وفی الحائط غنم فسجدن له فقال ابوبکر یا رسول اللہ کنا نحن احق بالسجود لك من ھذہ الغنم قال انه لاینبغی فی امتی ان یسجد احد لاحد ولو کان ینبغی ان یسجد احد لاحد	حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف فرما ہوئے صدیق و فاروق اور کچھ انصار رضی اللہ تعالٰی عنہ ہمرکاب تھے باغ میں بکریاں تھیں انھوں نے حضور کو سجدہ کیا صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ! ان بکریوں سے ہم زیادہ حقدار ہیں اس کے کہ حضور کو سجدہ کریں، تو فرمایا بیشک میری امت میں نہ چاہئے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے۔

عـــہ: عزاہ فی المواھب [2] لابی محمد عبداللہ بن حامد الفقیه فی کتاب دلائل النبوۃ له فقال الزرقانی مابعد المصنف التجوز فقد رواہ احمد والبزار [3] وکذلك عزاہ لھما الامام السیوطی فی مناھل الصفا فی تخریج حدیث الشفاء ورأیته ابی نعیم فی دلائل النبوۃ والیه عزا فی الخصائص [4] ۱۲ منه۔	مواہب میں اس کو ابو محمد بن عبداللہ بن حامد فقیہ کی کتاب دلائل النبوۃ کی طرف منسوب کیا ہے تو زرقانی نے کہا مصنف کا مجازا ذکر ہے۔ تو اس کو احمد اور بزار نے روایت کیا اور یونہی امام سیوطی نے مناہل الصفا میں ان دونوں کی طرف منسوب کیا اور میں نے اس کو ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں دیکھا ہے اور امام السیوطی نے خصائص میں اس کی طرف منسوب کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون الجزء الثانی عالم الکتب بیروت ص ۱۳۷، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنه المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۵۹۔۱۵۸

[2] المواہب اللدنیه ۲/ ۵۵۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیه ۵/ ۱۴۳

[4] الخصائص الکبرٰی ۲/ ۲۶۵

لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا [1]۔	اور ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو شوہر کو سجدے کا حکم فرماتا۔

ملا علی قاری نے شرح الشفاء امام قاضی عیاض میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پنجم ۵: بیہقی وابو نعیم دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

بینما نحن قعود مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا تاہ اٰت فقال یا رسول اللہ ناضح اٰل فلاں قدابق علیھم فنھض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (فذکر القصۃ وفیہ سجود البعیر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قال فقال اصحابہ یا رسول اللہ بھیمۃ من البھائم تسجد لك لتعظیم حقك فنحن احق ان نسجد لك قال لا لو کنت اٰمرا احدا من امتی ان یسجد بعضھم لبعض لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن [2]۔	ہم خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے کسی نے آکر عرض کی فلاں گھر کا شتر آبکش بے قابو ہوگیا حضور اٹھے اور ہم ہمراہ رکاب اٹھے ہم نے عرض کی حضور! اس کے پاس نہ جائیں۔ حضور تشریف لے گئے اونٹ کی نظر جمال انور پر پڑنا اور اس کا سجدے میں گرنا صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ایک چوپایہ تو حضور کی تعظیم حق کے لئے حضور کو سجدہ کرے ہم زیادہ اس کے لائق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں، فرمایا: نہیں اگر میں اپنی امت میں ایک دوسرے کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو فرماتا کہ شوہروں کو سجدہ کریں۔

حدیث ششم ۶: احمد مسند اور حاکم مستدرک اور طبرانی معجم کبیر اور بیہقی ابو نعیم دلائل النبوۃ اور بغوی شرح سنہ میں یعلٰی بن مرۃ ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال خرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	ایک روز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] نسیم الریاض فصل فی الآیات فی ضروب الحیوانات مرکز اہلسنت برکات رضا عجزات للھند ۳/ ۸۰، دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثامن والعشرون ذکر سجود البھائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۵

[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثامن والعشرون ذکر سجود البھائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۷

یوما فجاء بعیر یرغو حتی سجد له فقال المسلمون نحن احق ان نسجد للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لغیر الله تعالٰی لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[1]۔	باہر تشریف لئے جاتے تھے ایک اونٹ بولتا ہوا آیا قریب آکر حضور کو سجدہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا ہمیں تو زیادہ لائق ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

جانتے ہو یہ اونٹ کیا کہتا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے چالیس برس اپنے آقا کی خدمت کی جب بوڑھا ہوا انھوں نے اس کا چارہ کم اور کام زیادہ کردیا اب کہ ان کے یہاں شادی ہے چھری لی کہ حلال کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے مالکوں سے فرما بھیجا کہ اونٹ یہ شکایت کرتا ہے۔ انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! واللہ وہ سچ کہتا ہے۔ فرمایا میں تو چاہتا ہوں کہ تم اسے میری خاطر چھوڑ دو، انھوں نے چھوڑ دیا۔ مطالع المسرات میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حدیث ہفتم ۷: مسند امام احمد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان فی نفر من المهاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد له فقال اصحابه یا رسول الله تسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربکم و اکرموا اخاکم ولوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک جماعت مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آکر حضور کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ چوپائے اور درخت حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم تو زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم۔ اگر میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

اس حدیث کا صرف اخیر ٹکڑا کہ "اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا" سنن ابن ماجہ میں بھی ہے اور اسی قدر ترغیب میں ابن حبان اور درمنثور میں ابوبکر بن ابی شیبہ کی طرف نسبت کیا۔

---

[1] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۴۱، دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البھائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶

[2] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنھا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۷۶

حدیث ہشتم: ابو نعیم دلائل میں ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے راوی:

قال اشتری انسان من بنی سلمة جملا ینضح علیه فادخله فی مربد فجرد کیما یحمل فلم یقدر احد ان یدخل علیه الاتخبطه فجاء رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فذکر له ذٰلك فقال افتحوا عنه فقالوا انا نخشی علیك یا رسول الله فقال افتحوا منه فقتحوا فلما رأه الجمل خر ساجدا فسبح القوم وقالوا یارسول الله کنا احق بالسجود من هذه البهیمة قال لو ینبغی شیئ من الخلق ان یسجد لشیئ دون الله ینبغی للمرأة ان تسجد لزوجها [1]۔	بنی سلمہ میں کسی نے ایک اونٹ آبکشی کو خرید کر سار میں کر دیا جب اسے لادنا چاہا جو پاس جاتا اس پر حملہ کرتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے۔ سرکار میں یہ حال معروض ہوا ارشاد ہوا دروازہ کھولو، کھول دیا۔ اونٹ کی نگال جمال انور پر پڑنی تھی کہ حضور کے لئے سجدہ میں جاگرا۔ حاضرین میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور پڑ گیا۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ! ہم تو اس چوپائے سے زیادہ سجدہ کرنے کے سزاوار ہیں۔ فرمایا: اگر مخلوق میں کسی کو کسی غیر خدا کے لئے سجدہ مناسب ہوتا تو عورت کو چاہئے تھا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

حدیث نہم ۹: ابو نعیم غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال خرجنا مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی بعض اسفاره فرأینا عنه عجبا من ذٰلك انا مضینا فنزلنا فجاء رجل فقال یا نبی الله انه کان لی حائط فیه عیشی وعیش عیالی ولی فیه ناضحان فاغتلما علی فمنعانی نفسهما وحائطی وما فیه ولایقدر احد ان یدنو منهما فنهض نبی الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم	ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رکاب انور میں تھے ہم نے ایک عجیب بات دیکھی ہم ایک منزل میں اترے وہاں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: یا نبی اللہ! میرا ایک باغ ہے کہ میری اور میرے عیال کی وہی وجہ معاش ہے اس میں میرے دو شتر آبکش تھے دونوں مست ہوگئے ہیں نہ اپنے پاس آنے دیں نہ باغ میں قدم رکھنے دیں کسی کی طاقت نہیں کہ قریب جائے، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع صحابہ کرام اٹھ کر

[1] دلائل النبوۃ الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البهائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶

باصحابه حتی اتی الحائط فقال لصاحبه افتح فقال یانبی الله امرهما اعظم من ذلك قال افتح فلما حرك الباب قبلا لهما جلبة كحفيف الريح فلما انفرج الباب ونظرا الی نبی الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بركا ثم سجدا فاخذ نبی الله بروسهما ثم دفعهما الی صحابهما فقال استعملهما واحسن علفهما فقال القوم یانبی الله تسجدلك البهائم فبلاء الله عندنا بك احسن حين هدانا الله من الضلالة واستنقذنا بك من المهالك افلا تأذن لنا فی السجود لك فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان السجود ليس لی الالليحی الذی لايموت ولو انی امراحدا من هذه الامة بالسجود لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[1]۔	اس کے باغ کو گئے، فرمایا کھول دے، عرض کی یانبی اللہ! ان کا معاملہ اس سے سخت تر ہے۔ فرمایا کھول، دروازے کو جنبش ہوئی تھی کہ دونوں شور کرتے ہوا کی طرح جھپٹے، دروازہ کھلا اور انھوں نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو فوراً سجدے میں گر پڑے۔ حضور نے ان کے سر پکڑ کر مالک کے سپرد کر دئے اور فرمایا ان سے کام لے اور چارہ بخوبی دے۔ حاضرین نے عرض کی یانبی اللہ! چوپائے حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو حضور کے سبب ہم پر اللہ کی نعمت تو بہتر ہے، اللہ نے گمراہی سے ہم کو راہ دکھائی اور حضور کے ہاتھوں پر ہمیں دنیا و آخرت کے مہلکوں سے نجات دی کیا حضور ہم کو اجازت نہ دیں گے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ میرے لئے نہیں وہ تو اسی زندہ کے لئے ہے جو کبھی نہ مرے گا امت میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔

حدیث دہم ۱۰: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ان رجلا من الانصار كان له فحلان فاغتلما فادخلها حائطا فسد عليهما الباب ثم جاء الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاراد ان يدعوله والنبی صلی الله تعالیٰ علیه	اس میں بھی حدیث ہشتم کی طرح دو اونٹوں کا مست ہونا ہے وہ سفر کا قصہ تھا اس میں یہ ہے کہ ان کے مالک انصاری دعا کرانے آئے کہ اللہ تعالیٰ ان اونٹوں کو مسخر فرمادے اور حضور تشریف لے گئے دروازہ کھلوایا

[1] دلائل النبوۃ الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۷۔۱۳۶

وسلم قاعد ومعه نفر من الانصار (فساق الحديث وفيه) فقال افتح ففتح الباب فاذا احدا الفحلين قريب من الباب فلما رأى النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم سجدله فشد رأسه وامكنه منه ثم مشى الى اقصى الحائط الى الفحل الاخر فلما رأه وقع له ساجدا فشد رأسه وامكنه منه وقال اذهب فانهما لا يعصيانك وفيه قول صلى الله تعالٰى عليه وسلم لا آمر احدا ان يسجد لاحد ولا آمرت احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها [1]۔	ایک دروازے کے قریب تھا دیکھتے ہی سجدے میں گرا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے باندھ کر حوالہ مالک کیا پھر منتہائے باغ پر تشریف لے گئے دوسرا وہاں ملا اس نے بھی سجدہ کیا اسے بھی باندھ کر حوالہ کیا اور درخواست سجدہ پر ارشاد ہوا میں کسی کو کسی کے سجدہ کے لئے نہیں فرماتا ایسا فرمانا ہوتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا حکم کرتا۔ تغایر سیاق دلیل ہے کہ یہ جدا واقعہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث یازدہم": عبد بن حمید وابوبکر بن ابی شیبہ ودارمی واحمد وبزار وبیہقی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

وهذا لفظ الدارمى فى حديث طويل مشتمل على معجزات قال خرجت مع النبى صلى الله تعالٰى عليه و سلم فى سفر (فذكر معجزتين الى ان قال) ثم سرنا و رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم بيننا كانما على رؤسنا الطير تظلنا فاذا جمل ناد، حتى اذا كان بين سماطين خر ساجدا (ثم ساق الحديث الى ان قال) قال المسلمون	"میں ایک سفر میں ہمراہ رکاب والا تھا قضائے حاجت کے لئے پردے کی ضرورت تھی دو پیڑ چار گز کے فاصلے سے تھے مجھ سے فرمایا: اے جابر اس پیڑ سے کہہ دے کہ دوسرے سے مل جا۔ فورا مل گئے۔ بعد فراغ اپنی اپنی جگہ چلے گئے پھر سوار ہوا راہ میں ایک عورت اپنا بچہ لئے ملی۔ عرض کی: یارسول اللہ! اسے ہر روز تین دفعہ شیطان دباتا ہے حضور نے اس سے بچہ لے کر تین بار فرمایا: دور ہوا اے خدا کے دشمن! میں

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۰۰۳ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۳۵۶۔۵۷

عند ذٰلك یا رسول اللہ نحن احق بالسجود لك من البھائم قال لاینبغی لشیئ ان یسجد لشیئ ولو کان ذٰلك کان النساء لازواجھن [1]۔	اللہ کا رسول ہوں پھر بچہ اس کی ماں کو دے دیا۔ جب ہم پلٹتے ہوئے اسی منزل میں پہنچے وہی بی بی اپنا بچہ اور دو دنبے لئے حاضر ہوئی عرض کی یا رسول اللہ میرا ہدیہ قبول فرمائیں قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جب سے بچے کے خلل نہ ہوا۔ حضور نے فرمایا ایک دنبہ لے لو ایک پھیر دو۔ پھر ہم چلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے سایہ کئے ہیں ناگاہ ایک اونٹ چھوٹا ہوا آیا جب دونوں قطاروں کے بیچ میں ہوا سجدہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک حاضر ہو کچھ انصاری جوان حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! یہ ہمارا ہے فرمایا اس کا کیا قصہ ہے۔ عرض کی بیس برس سے ہم نے اس پر آبکشی نہ کی یہ فربہ چربی دار ہے اب چاہا کہ اسے حلال کرکے بانٹ لیں یہ ہم سے چھوٹ آیا۔ فرمایا یہ ہمارے ہاتھ فروخت کردو۔ عرض کی بلکہ یا رسول اللہ! وہ حضور کی نذر ہے۔ فرمایا اگر میرا ہے تو اس کے مرتے دم تک اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، یہ دیکھ کر مسلمان نے عرض کی: یا رسول اللہ! چوپاؤں سے زیادہ ہمیں لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں، فرمایا: کسی کو کسی کا سجدہ مناسب نہیں ورنہ عورتیں شوہر کو کرتیں"۔

امام جلیل سیوطی نے مناہل میں فرمایا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام قسطلانی نے مواہب شریف اور علامہ فاسی نے مطالع میں فرمایا: جید ہے۔ زرقانی نے کہا: اس کے سب راوی ثقہ ہے۔

حدیث دوازدہم ۱۲: بزار مسند اور حاکم مستدرک اور ابونعیم دلائل اور امام فقیہ ابواللیث تنبیہ الغافلین میں باسانید خود بابریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

[1] سنن الدارمی باب مااکرم اللہ بہ نبیہ من ایمان الشجر بہ والبھائم والجن دار المحاسن للطباعۃ القاہرہ ص ۱۸۔۱۹

واللفظ لابی نعیم تعالٰی جاء اعرابی الی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال یا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قد اسلمت فأرنی شیئا ازددبه یقینا فقال ماالذی ترید قال ادع تلك الشجرة ان تاتیك قال اذهب فادعها فاتاها الاعرابی فقال اجیبی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمالت علی جانب من جوانبها فقطعت عروقها ثم مالت علی الجانب الاٰخر فقطعت عروقها حتی اتت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقالت السلام علیك یا رسول الله فقال الاعرابی حسبی حسبی فقال لها النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ارجعی فرجعت فجلست علی عروقها وفروعها فقال الاعرابی ائذن لی یا رسول الله ان اقبل راسك ورجلیك ففعل ثم قال ائذن لی ان اسجد لك قال لا یسجد احد لاحد ولو امرت احدا ان یسجد لاحد لا مرت المرأة ان تسجد لزوجها لعظم حقه علیها [1] ولفظ الفقیه قال اتأذن لی ان اسجد لك قال لاتسجد لی ولا یسجد احد لاحد من الخلق ولو کنت اٰمرا احدا بذٰلك لامرت المرأة ان تسجد لزوجها تعظیما لحقه [2]۔	ایک اعرابی نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ! میں اسلام لایا ہوں مجھے ایسی چیز دکھائیے کہ میرا یقین بڑھے۔ فرمایا: کیا چاہتاہے۔ عرض کی: حضور ! اس درخت کو بلائیں کہ حضور میں حضور فرمایا: جا بلا۔ وہ اعرابی درخت کے پاس گئے اور کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں۔ وہ فوراً ایک طرف کو اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے پھر ادھر اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے پھر چلا اور حضور انور میں حاضر ہو کر صاف زبان سے کہا سلام حضور پر اے اللہ کے رسول۔ اعرابی نے کہا: مجھے کافی مجھے کافی۔ رسول اللہ صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نے درخت سے فرمایا: پلٹ جا، فوراً واپس ہوا اور انھیں ریشوں پر مع شاخوں کے بدستور جم گیا۔ اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ ! مجھے اجازت عطا ہو کہ سر اقدس اور دونوں پائے مبارک کو بوسہ دوں حضور نے اجازت دی۔ پھر عرض کی اجازت عطا ہو کو حضور کو سجدہ کرو۔ فرمایا: مجھے سجدہ نہ کرنا مخلوق میں کوئی کسی کے لئے سجدہ نہ کریں میں کسی کے لیے اس کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ حق شوہر کی تعظیم کے لئے اسے سجدہ کرے۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث سیز دہم ۱۳: امام احمد وابن ماجد وابن حبان وبیہقی عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

واللفظ لابن ماجة قال لماقدم معاذ من	جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ شام سے آئے تو رسول اللہ

[1] دلائل النبوة لابی نعیم الفصل الثالث والعشرون عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۸

[2] تنبیه الغافلین باب حق الزوج علی زوجته دار الکتب العلمیه بیروت ص ۴۰۶

الشام سجد للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ماهذا یا معاذ، قال اتیت الشام فوافقتهم یسجدون لاساقفتهم وبطارفتهم فوددت فی نفسی ان نفعل ذٰلك بك فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلا تفعلوا فانی لوکنت امرا احدا ان یسجد لغیر الله تعالٰی لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[1]۔	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ حضور نے فرمایا: معاذ! یہ کیا، عرض کی: میں ملک شام کو گیا وہاں نصارٰی کو دیکھا کہ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ ہم حضور کو سجدہ کریں، فرمایا: نہ کرو۔ میں اگر سجدہ غیر خدا کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ حدیث حسن ہے اس کی سند میں کوئی ضعیف نہیں۔ ابن حبان نے اس کو صحیح روایت کیا اور منذری نے اس کے صالح ہونے کا اشارہ کیا۔

حدیث چہاردہم ۱۴: حاکم صحیح مستدرک میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انه اتی الشام فراٰی النصارٰی یسجدون لاساقفتهم و رهبانهم وراٰی الیهود یسجدون لاحبارهم و ربانیهم فقال لای شیئ تفعلون هذا؟ قالو اهذا تحیة لانبیاء قلت فنحن احق ان نصنع بنبینا فقال نبی الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انهم کذبوا علی انبیاء هم کما حرفوا کتابهم لو امرت احدا ان یسجد لا حد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه علیها[2]۔	وہ شام کو گئے دیکھا نصارٰی نے اپنے پادریوں اور فقیروں کو سجدہ کرتے ہیں اور یہود اپنے عالموں اور عابدوں کو، ان سے پوچھا یہ کیوں کرتے ہو بولے یہ انبیا کی تحیت ہے۔ معاذ فرماتے ہیں میں نے کہا تو ہمیں زیادہ سزاوار ہے کہ ہم اپنے نبی کو کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے انبیاء پر بہتان کرتے ہیں جیسے انھوں نے اپنی کتاب بدل دی ہے کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم فرماتا تو شوہر کے عظیم حق کے سبب عورت کو۔

[1] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

[2] الدر المنثور بحوالہ حاکم عن معاذ بن جبل تحت آیۃ ۴/ ۳۴ مکتبہ آیۃ العظمٰی قم ایران ۲/ ۱۵۴، مجمع الزوائد عن معاذ بن رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب النکاح حق الزوج علی المرأۃ دار الکتاب بیروت ۴/ ۱۰۔۳۰۹

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پانزدہم[۱۵]: امام احمد مسند اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور طبرانی کبیر میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انه لما رجع من اليمن قال يارسول الله رأيت رجالا باليمن يسجد بعضهم لبعض افلا نسجد لك قال لو كنت اٰمرا بشرا يسجد بشرا لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[1]۔	وہ جب یمن سے واپس آئے عرض کی یا رسول اللہ میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں، فرمایا: اگر میں کسی بشر کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ حدیث صحیح ہے اس کے سب راوی رجال بخاری و مسلم ہیں اور جب دونوں حدیثیں صحیح ہیں لاجرم دو واقعے ہیں اول بار شام میں یہود و نصارٰی کو دیکھ کر آئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کیا جس پر ممانعت فرمائی دوبارہ اہل یمن کو دیکھ کر آئے اب اپنے مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کے کمال شوق میں یا تو پہلا واقعہ ذہن سے اتر گیا یا اس میں بوجہ مخالفت یہود و نصارٰی کہ آخر میں عمل نبوی اسی پر تھا نہی ارشاد کو محتمل سمجھا اور بسبب احتمال نہی حتمی اس بار پہلے کی طرح سجدہ کیا نہیں حرف اذن چاہا اور ممانعت فرمائی گئی واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث شانزدہم[۱۶]: ابوداؤد سنن اور طبرانی کبیر میں اور حاکم و بیہقی نے قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فقلت رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم احق ان يسجد له، قال فاتيت النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم فقلت اني اتيت الحيرة فرأيتهم	میں شہر حیرہ میں (کہ قریب کوفہ ہے) گیا وہاں کے لوگوں کو دیکھا اپنے شہر یار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیادہ مستحق سجدہ ہیں۔ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ حال وخیال عرض کیا: فرمایا بھلا اگر تمہارے

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۸_۲۲۷، الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد تحت آیۃ ۴/ ۳۴ مکتبہ آیۃ اللہ المظمی قم ایران ۲/ ۱۵۳، المعجم الکبیر حدیث ۳۷۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ص ۱۷۵، ۱۷۴

یسجدون لمرزبان لھم فانت یارسول اللہ احق ان نسجد لك قال ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد له قلت لا قال فلا تفعلوا لو کنت امرا احد ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق [1]۔	مزار کو پر گزرو تو کیا مزار کو سجدہ کروگے۔ میں نے عرض کی: نہ۔ فرمایا: تو نہ کرو۔ میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم دیتا تو عورتوں کو شوہروں کے سجدے کا حکم فرماتا اس حق کے سبب جو اللہ تعالٰی نے ان کا ان پر رکھا ہے۔ اور ابوداؤد نے سکوت اس حدیث کو حسن بتایا اور حاکم نے تصریحا کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے تلخیص میں اسے مقرر رکھا۔ کما فی الاتحاف (جیساکہ اتحاف میں ہے۔ت)

حدیث ہفدہم ۱۷ تا حدیث بست ویکم ۲۱: طبرانی معجم کبیر اور ضیاء صحیح مختارہ میں زید بن ارقم سے موصولا، اور امام ترمذی جامع میں سراقہ بن مالک بن جعشم وطلق بن علی وام المومنین ام سلمہ وعبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تعلیقا راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو کنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا [2]۔	اگر مجھے کسی کو کسی کے لئے سجدے کا حکم ہوتا تو عورت کو فرماتا کو شوہر کو سجدہ کرے۔

حدیث بست ودوم ۲۲: عبد بن حمید امام حسن بصری سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا اذن مانگنے پر وہ آیت اتری کہ کیا تمھیں کفر کا حکم دیں [3]۔ یہ حدیث فصل اول میں گزری۔

تذئیل اول: مدارک شریف میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا حضور نے فرمایا:

لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا اللہ	کسی مخلوق کو جائز نہیں کہ وہ کسی کو سجدہ کرے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱، المستدرك للحاکم کتاب النکاح دار الفکر بیروت ۲/ ۱۸۷، السنن الکبرٰی کتاب القسم والنشوز باب ماجاء فی عظم حق الزوج علی المرأۃ دار صادر بیروت ۷/ ۲۹۱

[2] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۸، المعجم الکبیر عن زید بن ارقم حدیث ۵۱۱۶ و ۵۱۱۷ /۵ ۰۹-۲۰۸ وکنز العمال حدیث ۴۴۷۹۹ /۱۶ ۳۳۷

[3] الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت آیۃ ۳/ ۸۰ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۲/ ۴۷

تعالٰی[1]۔	ماسوائے اللہ تعالٰی کے۔(ت)

تذئیل دوم: تفسیر کبیر میں بروایت امام سفین ثوری سماک بن ہانی سے ہے:

قال دخل الجاثلیق علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ فارادان یسجد لہ فقال لہ علی اسجد للہ ولاتسجدلی[2]۔	امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ میں سلطنت نصارٰی کو سفیر حاضر ہوگا، حضرت کو سجدہ کرنا چاہا، فرمایا: مجھے سجدہ نہ کرواللہ عزوجل کو سجدہ کرو۔

حدیث بست وسوم ۲۳: جامع ترمذی میں بطریق الامام عبداللہ بن المبارک عن حنظلہ بن عبیداللہ اور سنن ابن ماجہ میں بطریق جریر بن حازم عن حنظلہ بن عبدالرحمٰن الدوسی اور شرح معانی الآثار امام طحاوی میں بطریق حماد بن سلمہ وحماد بن زید ویزید بن زریع وابی ہلال کلہم عن حنظلۃ الدوسی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیقہ اینحنی لہ قال لا[3]۔	ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو اس کے لئے جھکے۔فرمایا: نہ۔

امام طحاوی کے لفظ یہ ہیں:

انہم قالوا یارسول اللہ اینحنی بعضنا لبعض اذا التقینا قال لا[4]۔	صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ! کیا ملتے وقت ہم ایک دوسرے کے لئے جھکے فرمایا: نہ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

نوع دوم: قبر کی طرف سجدہ کی ممانعت حدیث بست وچہارم ۲۴: امام احمد وامام مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وامام طحاوی ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] مدارك التنزيل(تفسير النسفی) تحت آیۃ ۲/ ۳۴ دارالکتب العربی بیروت ۱/ ۴۲

[2] مفاتيح الغيب تحت آیۃ ۲/ ۳۴ المطبعة البهية المصرية مصر ۲/ ۲۱۳

[3] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷، سنن ابن ماجہ باب المصافحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۷۱

[4] شرح معانی الآثار کتاب الکراھیۃ باب المعانقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۹۹

لاتصلوا الی القبور ولاتجلسوا علیھا[1]۔	قبروں کی طرف نمازنہ پڑھونہ ان پر بیٹھو۔

حدیث بست وپنجم۲۵: طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتصلوا الی قبروا ولا تصلوا علی قبر[2]۔	نہ قبر کی طرف نماز پڑھو نہ قبر پر نماز پڑھو۔ تیسیر میں ہے اس حدیث کی سند حسن ہے،

حدیث بست وششم: صحیح ابن حبان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الصلٰوۃ الی القبور[3]۔	قبروں کی طرف نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

علامہ مناوی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حدیث بست وہفتم۲۷: ابوالفرج کتاب العلل میں بطریق رشد بن کریب عن ابیہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الالایصلین احد الی احد ولا الی قبر[4]۔ فیہ جبارۃ عن مندل رضی رشدین	خبردار! ہرگز نہ کوئی کسی آدمی کی طرف نماز میں منہ کرے نہ کسی قبر کی طرف،

حدیث وبست وہشتم۲۸: امام بخاری اپنی صحیح میں تعلیقا اور امام احمد وعبدالرزاق وابوبکر بن ابی شیبہ ووکیع بن الجراح وابونعیم استاد امام بخاری وابن منیع سند انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

رأنی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وانا اصلی الی قبر فقال القبر امامك	مجھے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا فرمایا تمھارے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز ۱/ ۳۱۲ و سنن ابی داؤد کتاب الجنائز ۲/ ۱۰۴، جامع الترمذی ابواب الجنائز ۱/ ۱۲۵ وشرح معانی الآثار کتاب الجنائز ۱/ ۳۴۶

[2] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۲۰۵۱ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۳۷۶

[3] کنز العمال بحوالہ حب عن انس حدیث ۱۹۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۳۴۴

[4] العلل المتناھیۃ لابی الفرج حدیث فی الصلٰوۃ الی النائم والمتحدث دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۴۳۴

فنھانی [1] وفی روایۃ للوکیع قال لی القبر لاتصل الیہ وفی روایۃ الفضل بن دکین فناداہ عمر القبر القبر فتقدم وصلی وجاز القبر۔	آگے قبر ہے قبر سے بچو قبر سے بچو اس کی طرف نماز نہ پڑھو۔ (اور فضل بن دکین کی روایت میں ہے کہ عمر نے پکارا قبر قبر۔ت) یہ نماز ہی میں قدم بڑھائے کر آگے ہوگئے

حدیث بست ونہم ۲۹: احمد، وبخاری، مسلم، نسائی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان رسول اللہ صلی تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد قالت ولولا ذٰلك لابرز قبرۃ غیرانہ خشی ان یتخذ مسجدا [2] وفی روایۃ لھم عنھا عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولئك شرار الخلق عند اللہ عزوجل یوم القیمۃ [3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی وفات اقدس کے مرض میں فرمایا: یہود ونصارٰی پر اللہ کی لعنت ہوانھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو محل سجدہ بنالیا اور فرمایا ایسا کرنے والے اللہ عزوجل کے نزدیک روز قیامت بد ترین خلق ہیں۔ام المومنین نے فرمایا: یہ نہ ہوتا تو مزار اطہر کھول دیا جاتا مگر اندیشہ ہوا کہ کہیں سجدہ نہ ہونے لگے لہٰذا احاطہ مخفی رکھاگیا۔

حدیث سیم ۳۰: اجلہ ائمہ مالک ومحمد وبخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی وابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] کنز العمال بحوالہ عب،ش وابن منبع عن انس حدیث ۲۲۵۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۸/ ۱۹۳

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۷۷، صحیح البخاری باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۸۶، صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۳۹، صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۱، مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۲۱و۲۵۵

[3] صحیح البخاری کتاب الصلٰوۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۱، صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۱

قاتل اللہ الیھود والنصارٰی اتحذوا قبور انبیائھم مساجد[1]۔	یہود ونصارٰی کو اللہ مارے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدے کا مقام کرلیا۔

حدیث سی ویکم ۳۱: مسلم اپنی صحیح اور عبدالرزاق مصنف اور دارمی سنن میں ام المومنین وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قالا لما نزلت برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طفق یطرح خمیصۃ لہ علی وجھہ فاذا اغتم کشفھا عن وجھہ فقال وھو کذٰلك لعنۃ اللہ علی الیھود و النصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یحذر مثل ماصنعوا[2]۔	نزع روح اقدس کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چادر روئے اقدس پر ڈال لیتے جب ناگوار ہوئی منہ کھول دیتے۔اسی حالت میں فرمایا: یہود ونصارٰی پر اللہ کی لعنت انھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں مساجد کرلیں، ڈراتے تھے کہ ہمارے مزار پر انوار کے ساتھ ایسا نہ ہو۔

حدیث سی ودوم ۳۲: بزار مسند میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے راوی:

قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ ائذن للناس علی فاذنت للناس علیہ فقال لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مسجدا ثم اغمی علیہ فلما افاق قال یا علی ائذن للناس فاذنت لھم فقال لعن	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وفات انور کے مرض میں مجھ سے فرمایا: لوگوں کو ہمارے حضور حاضر ہونے دو۔ میں نے اذن دیا۔جب لوگ حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو ہر اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبریں جائے سجدہ ٹھہرالیں، پھر حضور پر غشی طاری

[1] صحیح البخاری کتاب الصلٰوۃ ۱/ ۶۲ و صحیح مسلم کتاب المساجد ۱/ ۲۰۱ وسنن ابی داؤد باب النباء علی القبر ۳/ ۱۰۴

[2] صحیح البخاری کتاب الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲، صحیح مسلم کتا بالمساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۱، المصنف عبدالرزاق حدیث ۱۵۸۸ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۰۶، کنز العمال بحوالہ عب عن عائشہ وابن عباس حدیث ۲۲۵۱۸ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۸/ ۱۹۴، سنن الدارمی حدیث ۱۴۱۰ دار المحاسن للطباعۃ ۱/ ۲۶۷

اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مسجدا ثلثا فی مرض موتہ[1]۔	ہو گئی جب افاقہ ہوا فرمایا: اے علی! لوگوں کو اذن دو۔ میں نے اذن دیا فرمایا: اللہ کی لعنت ہوتی ہے اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبریں جائے سجدہ کرلیں۔ تین بار ایسا ہوا۔

حدیث سی وسوم ۳۳: ابوداؤد طیالسی وامام احمد مسند اور طبرانی کبیر میں بسند جید اور ابو نعیم معرفۃ الصحابۃ اور ضیاء صحیح مختارہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی مات فیہ ادخلوا علی اصحابی فدخلوا علیہ وھو متقنع ببرد معافری فکشف القناع ثم قال لعن اللہ الیھود النصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرض وفات شریف میں فرمایا: میرے اصحاب کو میرے حضور لاؤ۔ حاضر ہوئے، حضور نے رخ انور سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: یہود ونصارٰی پر اللہ کی لعنت انھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں محل سجدہ قرار دے لیں،

حدیث سی وچہارم ۳۴: امام احمد وطبرانی بسند جید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من شرار الناس من تدرکھم الساعۃ وھم احیاء ومن یتخذ القبور مساجد[3]۔	بیشک سب لوگوں سے بدتروں میں وہ ہیں جن کے جیتے جی قیامت قائم ہوگی اور وہ کہ قبروں کو جائے سجدہ ٹھہراتے ہیں۔

حدیث سی وپنجم ۳۵: عبدالرزاق مصنف میں مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شرار الناس من یتخذ القبور مساجد[4]۔	بدتر لوگوں میں ہیں وہ کہ قبروں کو محل سجود قرار دیں۔

حدیث سی وششم ۳۶ وسی وہفتم ۳۷: صحیح مسلم میں جندب اور معجم طبرانی میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے:

قال سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل ان یموت بخمس وھو یقول الا ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد الا فلا تتخذوا القبور	میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات پاک سے پانچ روز پہلے حضور کو فرماتے سنا خبردار! تم سے اگلے اپنے انبیاء اولیاء کی قبروں کو محل سجدہ گاہ قرار دیتے تھے خبردار۔ تم ایسا

---

[1] کشف الاستار حدیث ۴۳۶ ۱/ ۲۱۹، و ۲۲۰

[2] کنز العمال حدیث ۲۲۵۲۳ ۸/ ۱۹۵

[3] مسند احمد بن حنبل ۱/ ۴۰۵ و ۴۳۵ والمعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۱۳ ۱۰/ ۲۳۳

[4] المصنف لعبد الرزاق ۱/ ۴۰۵

مساجد انی انھا کم عن ذٰلك[1]۔	نہ کرنا ضرور تمھیں اس سے منع فرماتا ہوں۔

تنبیہ: شرح منتقٰی میں حدیث جندب پر کہا اس کے مانند مضمون طبرانی نے بسند جید زید بن ثابت اور بزار نے مسند میں ابو عبیدہ بن الجراح وابن عدی نے کامل میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا: اس کے ثبوت پر تین حدیثیں اور ہوں گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث سی و ہشتم ۳۸: عقیلی بطریق سہل بن ابی صالح عن ابیہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللھم لاتجعل قبری وثنا لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[2]۔	الٰہی: میرے مزار کریم کو بت نہ ہونے دینا اللہ کی لعنت ان پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں مسجد کرلیں۔

حدیث سی و نہم: امام مالک مؤطا میں عطا بن یسار سے مرسلا اور بزار مسند میں ابو بطریق عطا بن یسار ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولا راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اشد غضب اللہ تعالٰی علی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجدا[3]۔	اللہ کا غضب اس قوم پر ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محل سجدہ ٹھہرایا۔

حدیث چہلم: عبدالرزاق مصنف میں عمرو بن دینار سے مرسلا راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت بنواسرائیل اتخذوا قبور انبیائھم مساجد فلعنھم اللہ تعالٰی[4]	بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محل سجدہ کرلیا تو اللہ عزوجل نے ان پر لعنت فرمائی۔ والعیاذ باللہ۔

افادہ: علامہ قاضی بیضاوی پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ پھر علامہ قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں:

کانت الیھود والنصارٰی یسجدون القبور انبیاھم و یجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلٰوۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا فلذلك لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذٰلك[5]۔	یہود ونصارٰی اپنے انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے مزاروں کو سجدہ کرتے اور انھیں قبلہ بنا کر نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تو انھوں نے ان کو بت بنالیا، لہٰذا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا۔

---

[1] صحیح مسلم ۲/ ۲۰۱ والمعجم الکبیر حدیث ۸۹ ۱۹/ ۴۱

[2] الشفاء فصل فی حکم زیارۃ قبر ۲/ ۷۵

[3] مؤطا امام مالك باب جامع الصلٰوۃ ص ۱۵۹ و کشف الاستار حدیث ۴۴۰ ۱/ ۲۲۰

[4] المصنف لعبد الرزاق حدیث ۱۵۹۱ ۱/ ۴۰۶

[5] مرقاۃ المفاتیح حدیث ۷۱۲ ۲/ ۴۱۶

مجمع بحار الانوار میں ہے:

کانوا یجعلونها قبلة یسجدون الیها فی الصلٰوة کالوثن[1]۔	مزارات انبیاء کو قبلہ ٹھہرا کر نماز میں ان کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسے بت۔

تیسیر نیز سراج منیر شروح جامع صغیر میں ہے: اتخذوھا جھة قبلتھم[2] مراد حدیث یہ ہے کہ انھوں نے مزارات کو سمت سجدہ بنالیا۔ زواجر امام ابن حجر مکی میں ہے:

اتخاذ القبور مسجدا معناہ الصلٰوۃ علیه او الیه[3]۔	قبروں کا محل سجدہ بنالینے کے یہ معنی ہیں کہ ان پر یا ان کی طرف نماز پڑھی جائے۔

علامہ تورپشتی نے شرح مصابیح میں دونوں صورتیں لکھیں:

احدھما کانوا یسجدون بقبور الانبیاء تعظیما لھم وقصد العبادة۔ ثانیھا التوجه الی قبورھم فی الصلٰوۃ[4]،	ایک یہ کہ بقصد عبادت قبور انبیاء کو سجدہ کرتے، دوسرے یہ کہ ان کی طرف سجدہ کرتے۔

پھر فرمایا: وکلا الطریقین غیر مرضیة۔ دونوں صورتیں ناپسند ہیں۔

شیخ محقق لمعات میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں وفی شرح الشیخ ایضا مثله[5] (شیخ کی شرح میں بھی ایسا ہے۔ت)

شرح امام ابن الحجر مکی م یں بھی یوں ہیں ہے تو ظاہر کہ سجدہ اور قبر کی طرف سجدہ دونوں حرام ہے۔ اور ان احادیث کے تحت میں داخل ہیں، اور دونوں کو وہ سخت وعیدیں شامل۔

اقول: (میں کہتاہوں۔ت) بلکہ صورت دوم اظہر وارجح یہود سے عبادت غیر خدا معروف نہیں۔ ولہٰذا علماء نے فرمایا کہ یہودیت سے نصرانیت بدتر ہے کہ نصارٰی کاخلاف توحید ہے۔ اور یہود کا صرف رسالت میں۔

---

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ "قبر" مکتبہ دار الایمان مدینة المنورۃ ۴/ ۱۹۶

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قاتل اللہ الیھود الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۱۸۱

[3] الزواجر کتاب الصلٰوۃ اتخاذ القبور مساجد دار الفکر بیروت ۱/ ۲۴۶

[4] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح عن التورپشی باب المساجد الخ مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور ۳/ ۵۲

[5] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح عن التورپشی باب المساجد الخ مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور ۳/ ۵۲

در مختار میں ہے:

النصرانی شر من الیہودی فی الدارین [1]۔	عیسائی، یہودیوں سے دونوں جہانوں میں بدتر ہیں۔(ت)

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے:

لان نزاع النصارٰی فی الالیہات ونزاع الیہود فی النبوات [2]۔	اس لئے کہ عیسائیوں کا (ہم سے اختلاف) الٰہیات یعنی توحید میں ہے جبکہ یہودیوں کا اختلاف رسالت میں ہے۔(ت)

لاجرم محرر مذہب سیدنا امام محمد نے مؤطا میں صورت دوم کے داخل وعید و مشمول حدیث ہونے کی طرف صاف ارشاد فرمایا: باب وضع کیا:

باب القبر یتخذ مسجدا او یصلی الیہ [3]۔	"باب" قبر کو سجدہ گاہ بنایا جائے یا اس کے طرف منہ کرکے نماز پڑھی جائے۔(ت)

اور اس میں یہی حدیث ابوہریرہ لائے۔

قاتل اللہ الیہود اتخذ واقبور انبیائھم مساجد [4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی یہودیوں کو مارے کہ انھوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

فصل سوم: ڈیڑھ سو ۱۵۰ نصوص فقہ سے سجدہ تحیت کے حرام ہونے کا ثبوت

اور وہ بھی دو ۲ نوع ہیں:

نوع اوّل: تین قسم:

قسم اوّل: نفس سجدہ کا حکم کہ غیر خدا کے لئے مطلقاً حرام ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) تحریم متفق علیہ ہے اور اسی قدر ہمارا مقصود، اور تکفیر میں

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۰

[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۵

[3] مؤطا للامام محمد باب القبر یتخذ مسجدا الخ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۷۲

[4] مؤطا للامام محمد باب القبر یتخذ مسجدا الخ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۷۲

عبارات چھ طور پر آئیں گی: **(۱)** غیر خدا کے لئے سجدہ کفر ہے۔ اس کا ظاہر الاطلاق ہے۔

(۲) غیر خدا کو سجدہ مطلقاً کفر ہے اس میں تصریح اطلاق ہے۔

(۳) بحال اکراہ کفر نہیں ورنہ کفر یہ قید اولین میں بھی ضروری ہے۔

(۴) غیر کی نیت سے کفر اور اللہ عزوجل کے لئے نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو کفر نہیں،

(۵) بہ نیت عبادت کفر، اور بہ نیت تحیت کفر نہیں، اور کچھ نیت نہ ہو جب بھی کفر۔

(۶) غیر کی طرف اصلا کفر نہیں جب تک نیت عبادت نہ ہو، اور یہی صحیح و معتمد ہے وحق و معتقد ہے اور باقی کفر صوری وغیرہ سے مؤول و باللہ التوفیق۔

نص ۱: تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی جلد اول ص ۲۰۲ (۲) غنیہ المستملی محقق ابراہیم حلبی ص ۲۶۶ (۳) فتح اللہ العین العلامۃ السید ابی السعود الازہری جلد اول ص ۲۹۰:

التواضع نهاية توجد في السجود ولهذا الوسجد، لغير الله تعالٰى يكفر [1]۔	تواضع کا ختم سجدہ پر ہے اس نے غیر خدا کو سجدہ کفر ہے۔

(۴) نصاب الاحتساب قلمی باب ۴۹ **(۵)** کفایۃ شعبی سے:

اذا سجد لغير الله تعالٰى يكفر لان وضع الجهة على الارض لايجوز الالله تعالٰى [2]۔	غیر خدا کو سجدہ کرے تو کافر ہے کہ زمین پر پیشانی رکھنا دوسرے کے لئے جائز نہیں۔

نص ۶: مسبوط الامام جلیل شمس الائمہ سرخسی **(۷)** اس سے جامع الرموز ص ۵۳۵:

من سجد لغير الله تعالٰى على وجه التعظيم كفر [3]۔	غیر خدا کو سجدہ تعظیمی کرنے والا کافر ہے۔

نص ۸: منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر ص ۲۳۴:

اقول: وضع الجبين اقبح من وضع الخد	**میں کہتاہوں** زمین پر ماتھا رکھنا رخسارہ رکھنے سے

---

[1] تبیین الحقائق باب صلٰوۃ المریض ۱/ ۲۰۲ وغنیۃ المستملی الثانی القیام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۶، فتح المعین باب صلٰوۃ المریض کراچی ۱/ ۲۹۰

[2] فتاوٰی نور الہدٰی بحوالہ المبسوط کتاب الکراہیۃ فصل فیما یصیر بہ المسلم کافر امکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۴۳۹

[3] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبہ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۱۵

فینبغی ان لایکفر الایوضع الجبین دون غیرہ لان ھذہ سجدۃ مختصتہ ﷲ تعالٰی [1] ۔ **اقول: اوّلاً** ان کان علی وجہ العبادۃ کفر ولو لو یزد علی تقبیل ارض او انحناء بل بمجرد النیۃ والافلا کفر فی المعتمد وھو الحق المعتقد **وثانیاً** الجبین احد جانبی الجبھۃ و ھما جبینان وانما السجود وضع الجبھۃ فلیتنبہ۔	بھی بدتر ہے تو چاہئے کہ اس میں کفر نہ ہو اور میں کہ یہ سجدہ ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں۔ت) **اوّلاً** اگر زمین پر بطور عبادت پیشانی رکھے تو کافر ہوجائے گا اگرچہ زمین چومنے یا صرف جھکنے بلکہ صرف نیت کرنے پر اکتفاء کیا (اور اس سے مزید کچھ نہ کہا) تو قابل اعتماد کیا مذہب میں کفر نہیں لہٰذا یہی حق قابل اعتقاد ہے۔ **ثانیاً** جبین" پیشانی کی ایک جانب اور طرف ہے۔اور پیشانی میں دو جبین ہیں۔اور سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے۔لہٰذا اس سے آگاہ ہونا چاہئے۔(ت)

نص ۹: شرح نقایہ علامہ قہستانی ص ۳۳۵ **(۱۰)** مجمع الانہر ملتقی الابحر جلد ۴ ص ۲۲۰۔دونوں فتاوٰی ظہریہ سے **(۱۱)** ردالمحتار علامہ شامی جلد ۵ ص ۴۷۸ جامع الرموز سے:

یکفر بالسجدۃ مطلقاً [2] ۔	غیر خدا کو سجدے سے مطلقاً کافر ہوجائے گا۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) امام عینی کے اختصار اور علی قاری کی نقل سے ظہیریہ میں یہ حکم جزمی نہیں بلکہ بعض کی طرف نسبت ہے کہ بعض نے مطلقاً کافر کہا کماسیأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ت) مجمع الانہر وشامی دونوں کے مستند نقل علامہ قہستانی ہیں اور شک نہیں کہ امام عینی ان سے اوثق ہیں لہٰذا ہم نے یہاں ظہیریہ کو نہ گنا۔

نص ۱۲: غایۃ البیان علامہ اتقانی قلمی کتاب الکراھیۃ قبیل فصل من البیع:

اما السجود لغیر اللہ فھو کافر اذاکان من غیر اکراہ [3] ۔	غیر خدا کو بلا اکراہ سجدہ کفر ہے۔

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

[2] مجمع الانہر کتاب الکراھیۃ بیروت ۲/ ۵۴۲ وجامع الرموز کتاب الراھیۃ ایران ۳/ ۳۱۵، ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[3] غایۃ البیان کتاب الکراھیۃ قبیل نص من البیع (قلمی)

نص ۱۳: منح الروض ص ۲۳۵:

اذا سجد بغیر الاکراہ یکفر عندھم بلا خلاف[1]۔	اگر بلا کراہ سجدہ کیا تو باتفا علماء کافر ہو جائے گا۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) دعوی اتفاق بے محل ہے **اوّلاً:** بلکہ صحیح و مختارہ وہی تفصیل نیت عبادت و تحیت ہے جن پر نصوص کثیرہ مطلقہ عنقریب آتے ہیں:

ثانیاً: اجلہ اکابر نے خاص صورت عدم اکراہ میں بھی سجدہ تحیت کفر نہ ہونے کی تصریحیں فرمائیں۔ فتاوٰی کبرٰی میں پھر خزانۃ المفتین قلمی کتاب الکراھیۃ نیز واقعات امام صدر شہید پھر خود یہی غایۃ البیان مذکور میں مسئلہ اکراہ لکھ کر فرمایا:

فھذا دلیل علی ان السجود بنیۃ التحیۃ اذا کان خائفا لایکون کفرا فعلی ھذا القیاس من سجد عن السلاطین علی وجہ التحیۃ لایصیر کافرا[2]۔	یہ اس کی دلیل ہے کہ سجدہ تعظیمی جبکہ خائف (اور خطر محسوس کرے) تو کفر نہ ہوگا۔ لہٰذا اسی پر یہ مسئلہ قیاس کیا گیا ہے کہ جو بادشاہوں کو سجدہ تعظیمی کرے تو کافر نہ ہوگا۔

جامع الفصولین جلد دوم میں بعد مسئلہ اکراہ ہے:

فھذا تؤید ما مران من سجد للسلطان تکریما لا یکفر[3]۔	یہ مسئلہ گزشتہ کلام کی تائید کرتا ہے کہ جس نے کسی بادشاہ کو بطور تعظیم سجدہ کیا تو (اس کاروائی سے) وہ کافر نہ ہوگا۔ (ت)

ثالثاً: خود علی قاری کی عبارت آتی ہے کہ روضہ انور کے سجدے کو صرف حرام کہا نہ کہ کفر،

رابعاً: بلکہ نص ۲۷ میں وہی کہیں گے کہ بعض علماء نے تکفیر کی اور ظاہر تر عدم تکفیر ہے۔ پھر اتفاق درکنار وہ قول راجح بھی نہیں ضعیف و مرجوح ہے۔

نص ۱۴: امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام ص ۵۵:

علم من کلامھم ان السجود بین یدی	کلام علماء سے معلوم ہوا کہ غیر کو سجدہ کبھی کفر ہے

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا و کنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

[2] خزانۃ الفتاوٰی کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۳

[3] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۴

الغیر منه ماهو کفر ومنه ماهو حرام غیر کفر فالکفر ان یقصد السجود المخلوق و الحرام ان یقصده ﷲ تعالٰی معظما به ذٰلك للمخلوق من غیر ان یقصده به اولایکون له قصد[1]۔	اور کبھی صرف حرام۔ کفر تو یہ ہے کہ مخلوق کے لئے سجدہ کا قصد کرے اور حرام یہ کہ سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے کرے اور مخلوق کی طرف کرنے سے اس کی تعظیم یا یہ کہ اصلا کچھ نہ ہو۔

نص ۱۵: جواہر الاخلاطی کتاب الاستحسان **(۱۶)** پھر ہندیہ جلد ۵ ص ۳۶۸، ۳۶۹ **(۱۷)** نصاب الاحتساب باب ۴۹ **(۱۸)** یہ سب امام اجل فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے:

وهذا لفظ النصاب وهو اتم من قبل الارض بین ایدی السلطان اوالامیرا اوسجد له فان کان علی وجه التحیة لایکفر ولکن یصیر آثما مرتکبا الکبیرة وان کان سجد بنیة العبادة للسطان اولم تحضره النیة فقد کفر[2]۔	جس نے بادشاہ یا سردار کے سامنے زمین چومی یا اسے سجدہ کیا اگر بطور تحیت تھا تو کافر تو نہ ہوا مگر گنہگار مرتکب کبیرہ ہوا، اور اگر پرستش بادشاہ کی نیت کی یا عبادت و تحیت کوئی نیت اس وقت نہ تھی تو بیشک کافر ہوگیا۔

نص ۱۹: فتاوٰی امام ظہیر الدین مرغینانی **(۲۰)** اس کا مختصر للامام عینی **(۲۱)** اس سے غمز العیون والبصائر ص ۱۳۱ **(۲۲)** فتاوٰی خلاصہ قلمی قبیل کتاب الھبۃ **(۲۳)** اس سے منح الروض ص ۲۳۵:

وهذا الفظ الامام العینی قال بعضهم یکفر مطلقًا و قال اکثرهم هو علی وجوه ان اراد به العبادة یکفر و ان ارادبه التحیة لایکفر و یحرم علیه ذٰلك وان لم تکن له ارادة کفر عندا کثر اهل العلم[3]۔	غیر خدا کو سجدے سے بعض نے کہا مطلقًا کافر ہے، اور اکثر نے اس میں کئی صورتیں ہیں اگر اس کی عبادت چاہی تو کافر ہے اور تحیت کی نیت کی تو کفر نہیں حرام ہے اور اگر کچھ نیت نہ تھی تو اکثر ائمہ کے نزدیک کافر ہے۔

خلاصہ کے لفظ یہ ہیں:

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبیل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقت استانبول ترکی ص ۳۸۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ کراچی ۵/ ۶۹۔۳۶۸

[3] غمز العیون البصائر بحوالہ العینی فی مختصر الفتاوٰی الظھیریۃ الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۴۵

اماالسجدۃ لھٰؤلاء الجبابرۃ فھی کبیرۃ ھل یکفر قال بعضھم یکفر مطلقًا وقال بعضھم (وفی نسخۃ الطبع اکثر ھم) المسالۃ علی التفصیل ان ارادبھا العبادۃ یکفر وان ارادبھا التحیۃ لایکفر قال وھذا موافق لما قال وھذا موافق لما فی سیر الفتاوٰی والاصل [1]۔	رہا ان سلاطین کو سجدہ وہ گناہ کبیرہ ہے۔ اور کافر بھی ہوگا یا نہیں بعض نے کہا مطلقًا کافر ہوجائے گا اور اکثر نے فرمایا مسئلہ میں تفصیل ہے اگر عبادت چاہی کافر ہوجائے گا اور تحیت تو نہیں۔ اور یہی اس مسئلہ کے موافق ہے جو فتاوٰی کی کتاب السیر اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کتاب مبسوط میں ہے۔

علی قاری نے اسے یوں نقل بالمعنی کیا:

فی الخلاصۃ من سجد لھم ان ارادبہ التعظیم ای کتعظیم اللہ سبحانہ کفروا ان ارادبہ التحیۃ اختار بعض العلماء انہ لایکفر اقولوھذا ھو الاظھر وفی الظھیریۃ قال بعضھم یکفر مطلقًا [2]۔ **اقول:** لیس فی الخلاصۃ لفظ التعظیم بل العبادۃ فلا حاجۃ الی ایرادہ ثم تفسیرہ بما یرجع الی العبادۃ الا ان یکون فی نسخۃ لفظ التعظیم کما ان فیھا بعضھم مکان اکثر ھم کنسخۃ القلم واللہ تعالٰی اعلم۔	خلاصہ میں ہے جس نے انھیں سجدہ کیا اگر تعظیم کا قصد تھا یعنی مثل تعظیم الٰہی تو کافر ہوگیا اور تحیت کا ارادہ نہ تھا تو بعض علماء نے اختیار فرمایا کہ کافر نہ ہوگا، میں کہتا ہوں یہی ظاہر تر ہے۔ اور فتاوٰی ظہیریہ میں ہے کہ بعض نے کہا مطلقًا کافر ہوجائے گا۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں کہ خلاصۃ میں لفظ "التعظیم" نہیں بلکہ لفظ "عبادت" مذکور ہے لہٰذا اس کے لانے کی کچھ ضرورت نہیں پھر اس کی ایسے کلام سے تشریح کرنا کہ عبادت کی طرف راجح ہے مگر یہ کہ اس کے ایک نسخہ میں لفظ "تعظیم" موجود ہو جیسا کہ اس کے ایک "نسخہ" میں اکثر ھم کی جگہ **بعضھم** جیسا کہ قلمی نسخہ میں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

نص ۲۴: امام اجل صدر شہید شرح جامع صغیر میں **(۲۵)** ان سے امام سمعانی خزانۃ المفتین قلمی

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی الجنس الحادی عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۹

[2] منح الروض الازھر الشرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

کتاب الکراھیۃ میں (۲۶) جواہر الاخلاطی قلمی کتاب الاستحسان (۲۷) اس سے عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۸ (۲۸) جامع الفصولین جلد ۲ س ۳۱۴ (۲۹) برمز من مجمع النوازل (۳۰) مرموز جز یعنی وجیز المحیط سے (۳۱) جامع الرموز ص ۵۳۵ (۳۲) جامع الفصولین ص ۱۱ (۳۴) مجمع الانہر جلد ۲ ص ۵۲۰، اور یہ لفظ امام صدر شہید کے ہیں:

من قبل الارض بین یدی السلطان او امیر او سجد له فان کان علی وجه التحیة لایکفر ولکن ارتکب الکبیرة [1]۔	جس نے بادشاہ کو کسی سردار کے سامنے زمین چومی یا اسے سجدہ کیا اگر بطور تحیت ہو کافر نہ ہوگا ہاں مرتکب کبیرہ ہوا۔

جامع الرموز وغیرہ کے لفظ یہ ہیں: لایجوز فانه کبیرة [2] زمین بوسی وسجدہ تحیت ناجائز وکبیرہ ہیں۔ جواہر وہندیہ میں یوں ہے:

لایکفر ولکن یاثم بارتکابه الکبیرة هو المختار [3]۔	یعنی مذہب مختار میں زمین بوسی سجدہ تحیت سے کافر نہ ہوگا مگر مجرم ہوگا کہ اس نے کبیرہ کیا۔

جامع الفصولین کے لفظ دوم یہ ہیں:

اثم لو سجدہ علی وجه التحیة لارتکاب ماحرم [4]۔	سجدہ تحیت سے گنہگار ہوگا کہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔

مجمع الانہر کے لفظ یہ ہیں:

من سجد له علی وجه التحیة لایکفر ولکن یصیر آثما مرتکبا الکبیرة [5]۔	سجدہ تحیت سے کافر تو نہ ہوگا ہاں گنہگار مرتکب کبیرہ ہوگا۔

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ قلمی ۲/ ۲۱۳ و جامع المفصولین الفصل الثامن والثلاثون ۲/ ۳۱۴

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراھیۃ مکتبہ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۱۵

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ جواہر الاخلاطی کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون ۵/ ۳۶۸

[4] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۴

[5] مجمع الانہر کتاب الکراھیۃ فصل فی بیان احکام النظرہ ونحوہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۲

نص ۳۵: در مختار کتاب الحظر قبیل فصل البیع **(۳۶)** مجمع الانہر محل مذکور:

وھل یکفر ان علی وجه العبادۃ والتعظیم کفروان علی وجه التحیة لاوصار آثما مرتکبا للکبیرۃ [1]۔	اس سے کافر بھی ہوگا یا نہیں؟ اگر بروجہ عبادت و تعظیم کرے کافر ہے۔ اور بروجہ تحیت تو کافر نہیں مجرم و مرتکب کبیرہ ہے۔

(۳۷) علامہ ابن عابدین جلد ۵ ص ۳۸۷ کلام مذکور درپر:

تلفیق القولین قال الزیلعی وذکر الصدر الشھید انه لایکفر بھذا السجود لانه یرید به التحیة وقال شمس الائمة السرخسی ان کان لغیر الله تعالٰی علی وجه التعظیم کفر [2]۔	یعنی یہاں دو قول تھے: ایک یہ کہ سجدہ تعظیمی کفر ہے امام شمس الائمہ سرخسی کا یہی قول ہے دوسرا یہ کہ سجدہ تحیت کفر نہیں۔ امام صدر شہید کا یہی مختار ہے شارح نے دونوں کا ایک ایک حصہ لے کر یہ تفصیل کی کہ تعظیم مقصود ہو تو کفر اور تحیت تو نہیں۔

اقول: وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق الله تعالٰی سے ہے۔ت) امام صدر شہید صرف نفی کفر فرماتے ہیں: سجدہ تحیت کے گناہ کبیرہ ہونے کی خود انھوں نے تصریح فرمائی کہ نص ۲۰ میں گزری اور تعظیم سے کبھی مطلق مراد لیتے ہیں بایں معنی تحیت بھی تعظیم ہے خصوصا تحیت عظماء نص ۴۵ میں امام فقیہ النفس اور نص ۵۱ میں سیدی عبدالغنی قدس سرہ، سے آتا ہے کہ تحیت و تعظیم کو ایک صورت رکھا اور عبادت کے مقابل لیا اور کبھی خاص تعظیم مثل تعظیم الٰہی مراد لیتے ہیں جیسا کہ نص ۲۳ میں منح الروض سے گزرا اس وقت وہ مساوی عبادت ہے اس کی نظیر قسم دوم میں خود صاحب درمختار کی درمنتقی سے آتی ہے کہ تعظیم کو تحیت کے مقابل لیا قول شمس الائمہ میں یہی مراد ہے تو یہ تلفیق نہیں توفیق ہے دونوں مرادوں کی تحقیق ہے اور الله عزوجل ولی توفیق ہے۔

نص ۳۸: کتاب الاصل للامام محمد **(۳۹)** فتاوٰی کتاب السیر **(۴۰)** ان دونوں سے فتاوٰی خلاصہ فتاوٰی قلمی آخر کتاب الفاظ الکفر **(۴۱)** فتاوٰی غیاثیہ ۱۰۷ **(۴۲)** محیط **(۴۳)** اس سے شرح فقہ اکبر ص ۳۵ **(۴۴)** نصاب الاحتساب باب ۴۹ **(۴۵)** وجیز امام کردری جلد ۶ ص ۳۴۳

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ص ۲۴۶

(۴۶) اختیار شرح مختار (۴۷) اس سے علامہ شیخی زادہ شارح ملتقی جلد ۲ ص ۵۲۰:

اذا قال اهل الحرب لمسلم اسجد للملك والا قتلناك فالافضل ان لایسجد لان هذا كفر صورة والافضل ان لایأتی بما هو كفر صورة وان كان فی حالة الاكراه[1]۔	جب حربی کافر کسی مسلمان سے کہیں بادشاہ کو سجدہ کرو ورنہ ہم تجھے قتل کردیں گے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے کہ یہ صورۃً کفر ہے اور صورۃ کفر سے بچنا بہتر اگرچہ حالت اکراہ ہو۔

نص ۴۸: فتاوٰی امام قاضی خان جلد ۴ ص ۷۸۷ (۴۹) اس سے فتاوٰی ہندیہ جلد ۵ ص ۳۶۸ (۵۰) نیز اشباہ والنظائر قلمی فن اول قاعدہ ثانیہ (۵۱) اس سے حدیقہ ندیہ امام عارف باللہ نابلسی جلد اول ص ۳۸۱ (۵۲) خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ (۵۳) فتاوٰی کبرٰی سے (۵۴) واقعات امام ناطفی (۵۵) اس سے عیون المسائل (۵۶) اس سے واقعات امام صدر شہید باب العین للعیون برمز وللواقعات (۵۷) اس سے غایۃ البیان انزاری قلمی کتاب الکراھیۃ محل مذکور (۵۸) واقعات ناطفی سے جامع الفصولین جلد دوم ص ۳۱۴:

لو قال للمسلم اسجد للملك والاقتلناك قالوا ان امروه بذلك للعبادة فالافضل له ان لا یسجد كمن اكره علی ان یكفر كان الصبر افضل وان امروه بالسجود للتحیة والتعظیم كالعبادة فالافضل له ان یسجد[2]۔	اگر کافر نے مسلمان سے کہا بادشاہ کو سجدہ کرو ورنہ تجھے قتل کر دیں گے، علماء نے فرمایا اگر کافر اس سے سجدہ عبادت کو کہہ رہا ہے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے جیسے کفر پر اکراہ میں صبر افضل ہے، اور اگر سجدہ تحیت کو کہہ رہا ہے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ کرکے جان بچائے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) ان دس عبارات نے روشن کیا کہ غیر خدا کو سجدہ تحیت شراب پینے اور سوئر کھانے سے بدتر ہے ان میں یہ حکم ہے کہ اگر قتل بلکہ قطع عضو بلکہ ضرب شدید ہی کی تخویف سے ان کے کھانے پینے پر اکراہ کیا جائے تو کھانا پینا فرض ہے ورنہ گنہگار ہوگا، عالمگیریہ میں ہے:

اذا اخذ رجلا وقال لا قتلنك او	اگر کسی نے کسی شخص کو پکڑا اور کہا اس سور کا

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ المحیط فصل فی صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ فتاوٰی قاضی خاں کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

لتاکلن لحم ھذا الخنزیر یفترض علیہ التناول [1]۔	گوشت کھائے ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ تو اس پر گوشت کھانا (اپنی جان کے تحفظ کے لئے) فرض ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اکرہ علی اکل لحم خنزیر بقتل اوقطع عضوا وضرب مبرح فرض فان صبر فقتل اثم [2]۔	اگر کسی کو قتل کی دھمکی یا قطع اندام یا ضرب شدید سے ڈراتے ہوئے سور کا گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا (تو ایسی حالت میں) اس پر سور کا گوشت کھالینا (اپنی جان کے تحفظ کے لئے) فرض ہے (پھر اگر اس نے نہ کھایا) اور مصیبت پر صبر کیا اور قتل کردیا گیا تو گنہگار ہوگا۔

لیکن یہاں اگر قتل سے بھی اکراہ ہو تو سجدہ تحیت کرلینا صرف افضل کہا فرض کیسا واجب بھی نہ کیا یعنی جائز یہ بھی کہ قتل ہوجائے اور سجدہ تحیت نہ کرے اگرچہ جان بچالینا بہتر ہے تو ظاہر ہوا کہ غیر خدا کو سجدہ تحیت شراب پینے اور سوئر کھانے سے بھی بدتر ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی**، اور ہوا ہی چاہئے کہ اکل خنزیر میں عبادات غیر خدا کی مشابہت نہیں نہ اسے بلا استحلال کسی نے کفر کہا بخلاف سجدہ تحیت کہ ایک جماعت علماء سے اس پر حکم تکفیر آیا اور اس کا دوسرے کے لئے کرنا واحد قہار عزوجلالہ کے حق پر دست اندازی ہے۔ آدمی دین وانصاف رکھتا ہو تو یہی عبارات اس کی ہدایت کو بس ہے۔ **ولایزید الظٰلمین الا خسارا** (اور ظالموں کے سوائے گھاٹے کے کچھ نہ بڑھائے گا۔ ت)

نص ۵۹: عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۹ (۶۰) فتاوٰی غرائب سے:

لایجوز السجود الا ﷲ تعالٰی [3]۔	سجدہ غیر خدا کے لئے جائز نہیں۔

نص ۶۱: اکلیل امام جلیل خاتم الحفاظ سے فصل اول میں گزرا: **فیہ تحریم السجود لغیر اللہ تعالٰی** [4]

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاکراہ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۸
[2] درمختار کتاب الاکراہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۶
[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ فتاوٰی غرائب کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹
[4] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۸۰ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵۴

اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر خدا کے لئے سجدہ حرام ہے۔

نص ۶۲: نصاب الاحتساب باب ۴۹ (۶۳) ایک تابعی جلیل سے کہ اکابر تابعین طبقہ اولٰی خلافت فاروقی کے مجاہدین سے تھے:

ان السجود فی دین محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل الا للّٰہ تعالٰی[1]۔	بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دین میں اللہ عزوجل کے سوا سجدہ کسی کے لئے حلال نہیں

نص ۶۴: طریقہ محمدیہ قلمی نوع سیزدہم آفات قلب میں تذلل کو حرام بتا کر فرمایا:

ومنه السجود والرکوع والانحناء للکبراء عنه الملاقاۃ والسلام وردہ[2]۔	اسی حرام فروتنی سے ہے بزرگوں کے ملتے اور انھیں سلام کرتے یا جواب دیتے وقت انھیں سجدہ یا ان کے لئے رکوع کرنا یا اقرب رکوع تک جھکنا۔

نص ۶۵: منح الروض ص ۲۲۷:

السجدہ حرام لغیرہ سبحانہ تعالٰی[3]۔	غیر خدا کو سجدہ حرام۔

نص ۶۶: روضہ امام اجل ابوزکریا نووی۔

نص ۶۷: پھر امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام ص ۱۳:

مایفعله کثیرون من الجهلة الظالمین من السجود بین یدی المشائخ فان ذٰلك حرام قطعا بکل حال سواء کان للقبلة اولغیرها وسواء قصد السجود للّٰه تعالٰی اوغفل وفی بعض صورہ مایقتضی الکفر عافانا اللّٰه تعالٰی من ذٰلك[4]۔	وہ جو بہت ظالم جاہل پیروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ ہر حال میں حرام قطعی ہے چاہے قبلہ کی جانب ہو یا اور طرف اور چاہے خدا کو سجدہ کی نیت کرے یا اس نیت سے غافل ہو پھر اس کی بعض صورتیں تو مقتضی کفر ہیں اللہ تعالٰی ہمیں اس سے پناہ دے۔

نص ۶۸: اعلام ص ۵۵:

---

[1] نصاب الاحتساب

[2] الطریقہ المحمدیہ التذلیل للمخلوق ھو الثالث عشر من آفات القلب مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۲۳۸

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا کنایۃ المصطفٰی البابی حلبی مصر ص ۱۸۷

[4] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبہ الحقیقیہ دار الشفقت استانبول ترکی ص ۳۴۹

قد صرحوا بان سجود جھلة الصوفیة بین یدی مشایخھم حرام وفی بعض صورہ مایقتضی الکفر[1]۔	بیشک آئمہ نے تصریح فرمائی کہ پیروں کو سجدہ کہ جاہل صوفی کرتے ہیں حرام اور اس کی بعض صورتیں حکم کفر لگاتی ہے۔

نص ۶۹: غایۃ البیان قلمی شرح ہدایۃ العلامۃ الاتقانی محل مذکور بحث سجدہ میں:

ومایفعله بعضالجھال من الصوفیة بین یدی شیخھم فحرم محض اقبح البدع فینھون عن ذالك لامحالة[2]	سجدہ کہ بعض جاہل صوفی اپنے پیر کے آگے کرتے ہیں نرا حرام اور سب سے بدتر بدعت ہے وہ جبراً اس سے باز رکھیں جائیں۔

نص ۷۰: وجیز امام حفظ الدین محمد بن محمد کردری جلد ۶ ص ۳۴۳:

وبھذا علم ان مایفعله الجھلة لطواغیتھم ویسمونه پایکاہ کفر عند بعض المشائخ وکبیرۃ عندالکل فلوا عتقدھامباحة یشخه فھو کافر وان امرہ شیخه به ورضی به مستحسناله فالشیخ النجدی ایضا کافر ان کان اسلم فی عمرہ[3]۔	یہاں سے معلوم ہوا کہ سجدہ کہ جہال اپنے سرکش پیروں کو کرتے اور اسے پائگاہ کہتے ہیں بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے پس اگر اسے اپنے پیر کے لئے جائز جانے تو کافر ہے اور اگر اس کے پیر نے اسے سجدہ کا حکم کیا اور اسے پسند کرکے اس پر راضی ہوا تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا اگر کبھی مسلمان تھا بھی۔

اقول: (میں کہتاہوں) یعنی ایسے متکبر خدا فراموش خود پسند اپنے لئے سجدے کے خوہشمند غالباً شرع سے آزاد بے قید وبند ہوتے ہیں یوں تو آپ ہی کافر ہیں اور اگر کبھی ایسے نہ بھی تھے تو حرام قطعی یقینی اجماعی کو اچھا جان کو اب ہوئے والعیاذ باللہ تعالٰی۔

الحمدللہ یہ نفس سجدہ تحیت کے حکم میں ستر نص ہیں کہ سجدہ اللہ واحد قہار ہی کے لئے ہے اور اس کے غیر کے لئے مطلقاً کسی نیت سے ہو حرام حرام حرام کبیرہ کبیرہ کبیرہ۔ **والحمدللہ حمدا کثیرا وصلی اللہ تعالٰی وسلم علی سیدنا ومولٰنا وآله وصحبه تعزیر وتعزیرا اٰمین!**

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سب النجاۃ مکتبه الحقیقة دار الشفقت استانبول ترکی ص ۳۸۸

[2] البنایة فی شرح الهدایة کتاب الکراهیة فصل فی الستبراء وغیرہ المکتبة الامدادیة مکة المکرمة ۴/ ۲۵۶

[3] فتاوٰی بزازیه علی هامش فتاوٰی ہندیه کتاب الفاظ تکون اسلاما الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۴۳ و ۳۴۴

قسم دوم: سجدہ تو سجدہ زمین بوسی حرام ہے۔ اس پر پندرہ نص قسم اول میں تھے ۱۵ تا ۲۸ و ۲۴ تا ۳۴ و ۳۵ تا ۳۶ کہ دونوں اصالۃً در بارہ تقبیل ارض ہیں ۲۶ اور سنئے کہ مجموع ۴۱ نص ہوں۔

نص ۷۱: جامع صغیر امام کبیر **(۷۲)** اس سے فتاوٰی تاتارخانیہ **(۷۳)** اس سے عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۹ **(۷۴)** کافی شرح وافی قلمی ہر دو تصنیف امام جلیل ابوالبرکات نسفی صاحب کنز **(۷۵)** غایۃ البیان علامہ انزاری قلمی شرح ہدایہ ہر دو در کتاب الکراھیۃ قبیل فصل فی البیع **(۷۶)** کفایۃ امام جلال الدین کرمانی شرح ہدایہ جلد ۴ ص ۴۳ **(۷۷)** تبیین الحقائق امام زیلعی شرح کنز جلد ۶ ص ۲۵ **(۷۸)** تنویر الابصار امام شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی **(۷۹)** درمختار علامہ مدقق علاؤالدین دمشقی کتاب الحظر محل مذکور **(۸۰)** مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد ۲ ص ۵۲۰ **(۸۱)** فتح المعین علی الکنز جلد ۳ ص ۴۰۲ (۸۲) جواہر الاخلاطی قلمی کتاب الاستحسان **(۸۳)** تکملۃ للعلامۃ الطوری جلد ۸ ص ۲۲۶ **(۸۴)** شرح الکنزر للملامسکین محل مذکور **(۸۵)** فتاوٰی غرائب **(۸۶)** اس سے فتاوٰی ہندیہ صفحہ مذکورہ۔ ان سولہ نصوص جلیلہ میں ہے:

مایفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان [1]۔	عالموں اور بزرگوں کے سامنے چومنا حرام ہے اور چومنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گنہ گار۔

کافی و کفایہ وغایۃ و تبیین و درو مجمع وابوالسعود وجواہر نے زائد کیا۔ لانہ یشبہ عبادۃ الوثن [2] اس لئے کہ وہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

طوری کے لفظ یہ ہیں لانہ اشبہ بعبدۃ الاوثان [3]۔ ایسا کرنے والا بت پرستوں سے نہایت مشابہ ہے۔

نص ۸۷: علامہ سید احمد مصری طحطاوی جلد ۴ ص زیر قول مذکور در:

یشبہ عبادۃ الوثن لانہ فیہ صورۃ السجود لغیر اللہ تعالٰی [4]۔	زمین بوسی اس لئے بت پرستی کے مشابہ ہے کہ اس میں غیر خدا کو سجدہ کی صورت ہے۔

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[3] تکملہ البحر الرائق کتاب الکراھیۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/ ۱۹۸

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الکراھیۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۹۲

اقول: (میں کہتا ہوں) زمین بوسی حقیقۃً سجدہ نہیں کہ سجدہ میں پیشانی رکھنی ضروری ہے جب یہ اس وجہ سے حرام مشابہ بت پرستی ہوئی کہ صورۃً قریب سجدہ ہے توخود سجدہ کس درجہ سخت حرام اور بت پرستی کا مشابہ تام ہوگا۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی۔**

نص ۸۸: غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی جلد اول ص ۳۱۸ **(۸۹) متن مواہب الرحمٰن** سے:

یحرم تقبیل الارض بین یدی العالم للتحیۃ[1]۔	عالم کے سامنے تحیت کی نیت سے زمین بوسی حرام ہے۔

نص ۹۰: خادمی علی الدرر ص ۱۵۵:

تقبیل الارض والانحناء لیس بجائز بل محرم[2]۔	زمین چومنا اور جھکنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

نص ۹۱: ردالمحتار جلد ۵ ص ۳۷۹ **(۹۲)** درمنتقی شرح ملتقی سے اقسام بوسہ میں:

حرام لارض تحۃ وکفر لہا تعظیما[3]۔	زمین بوسی بطور تحیت حرام اور بروجہ تعظیم کفر ہے۔

نص ۳۹: فتاوٰی ظہیریہ **(۹۴)** مختصر امام عینی **(۹۵)** اس سے غمز العیون ص ۳۱ **(۹۶)** شرح فقہ اکبر ص ۳۳۵:

اما تقبیل الارض فھو قریب من السجود الا ان وضع الجبین اوالخد علی الارض افحش واقبح من تقبیل الارض[4]۔	زمین چومنا سجدے کے قریب ہے اور جبین یا رخسارہ زمین پر رکھنا اس سے بھی زیادہ فحش و قبیح ہے۔

قسم سوم: زمین بوسی بالائے طاق رکوع کے قریب تک جھکنا منع ہے اس پر ۶۴، ۹ دو نص اوپر گزرے، تیس ۳۰ اور سنئے۔

[1] غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر والغرر کتاب الکراھیۃ فصل من ملك آمۃ بشراء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۶۸

[2] حاشیہ الخادمی علی الدرر شرح الغرر کتاب الکراھیۃ فصل قولہ مشربۃ عن محرمہا مطبوعہ عثمانیہ ص ۱۵۵

[3] الدرالمنتقی فی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانہر کتاب الکراھیۃ فصل فی بیان احکام داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۲

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

نص ۹۷: زاہدی **(۹۸)** اس سے جامع الرموز ص ۵۳۵ **(۹۹)** اس سے ردالمحتار جلد ۵ ص ۳۷۸ **(۱۰۰)** نیز شیخی زادہ علی الملتقی جلد ۲ ص ۵۲۰:

الانحناء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود [1]۔	سلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا بھی مثل سجدہ ہے۔

نص ۱۰۱: شرعۃ الاسلام **(۱۰۲)** اس کی شرح مفاتیح الجنان ص ۳۱۲:

(لایقبله ولا ینحنی له) لکونهما مکروهین [2]۔	نہ بوسہ دے نہ جھکے کہ دونوں مکروہ ہیں۔

نص ۱۰۳: احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۲۴ **(۱۰۴)** اتحاف السادہ جلد ۶ ص ۲۸۱:

(الانحناء عند السلام منهی عنه) وهو عن فعل الاعاجم [3]۔	سلام کے وقت جھکنا منع فرمایا گیا اور وہ مجوسی کا فعل ہے۔

(۱۰۵) عین العلم قلمی باب ثامن **(۱۰۶)** شرح علی قاری جلد اول ص ۲۷۴ **(۱۰۷)** ذخیرہ سے **(۱۰۸)** نیز محیط سے:

(لاینحنی) لان الانحناء یکره للسلاطین وغیرهم ولانه صنیع اهل الکتاب [4]۔	سلام میں نہ جھکے کہ بادشاہ ہو یا کوئی کسی کے لئے جھکنے کی اجازت نہیں اور ایک وجہ ممانعت یہ ہے کہ وہ یہود و نصارٰی کا فعل ہے۔

نص ۱۰۹: حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول ص ۳۸۱:

معلوم ان من لقی احدا من الاکابر فحنی له رأسه او ظهره ولو بالغ فی ذٰلك فمراده التحیة والتعظیم دون العبادة فلا یکفر بهذا الصنیع	معلوم ہے کہ جو اکابر میں کسی سے ملتے وقت اس کے لئے سر یا پیٹھ جھکائے اگرچہ اس میں مبالغہ کرے اس کا ارادہ تحیت و تعظیم ہی کا ہوتا ہے نہ کہ اس کی عبادت کا تو اس فعل سے کافر نہ ہوجائیگا۔

[1] جامع الرموز کتاب الکراھیۃ ۳/ ۳۱۵ و مجمع الانہر ۲/ ۵۴۲

[2] شرح شرعۃ الاسلام فصل فی سنن المشی و آدابہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۱۲

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب الاخوۃ والصحبۃ الباب الثالث دار الفکر بیروت ۶/ ۲۸۱

[4] شرح عین العلم لملا علی قاری بحوالہ المحیط والذخیرۃ الباب الثامن امرت پریس لاہور ص ۲۱۳

وحال المسلم مشعر بذلك على كل حال واما العبادة فلا يقصدها الا كافر اصل فی الغالب ولكن التملق الموصل الى هذا المقدار من التذلل مذموم ولهذا جعله المصنف رحمه الله تعالٰی من التذلل الحرام ولم يجعله كفرا [1]۔	بہر حال خود مسلمان کا حال اس نیت کو بتارہا ہے عبادت کا ارادہ تو غالباوہی کرے گا جو سرے سے کافر ہو۔ہاں اتنی چاپلوسی جو اس حد کے ذلیل بننے تک پہنچادے بد ہے اسی لئے جھکنے کو مصنف رحمہ اللہ تعالٰی نے حرام کہا کفر نہ ٹھہرایا۔

نص ۱۱۰: امام اجل عزالدین بن عبدالسلام (۱۱۱) ان سے امام ابن حجر مکی فتاوٰی کبرٰی میں جلد ۴ ص ۲۴۷ (۱۱۲) ان سے امام عارف نابلسی حدیقہ ص ۳۸۱ میں :

الانحناء البالغ الى حد الركوع لايفعله احد لا حد كالسجود ولا بأس بما نقص من حد الركوع لمن يكره من اهل الاسلام [2]۔ **اقول:** هذا هوا الجمع بين النصوص المتوافرة المتظافرة على المنع وبين مافی الهندية عن الغرائب تجوز الخدمة الهندية عن الغرائب تجوز الخدمة لغير الله تعالٰی بالقيام واخذ اليدين والانحناء [3] اهـ قد اشاروا اليه فی النصوص الاربعة التی صدرنا بها فتلك سبعة وبالله التوفيق۔	حد کروع تک کوئی کسی کے لئے نہ جھکے جیسے سجدہ اور اس قدر سے کم میں حرج نہیں کہ کسی اسلامی عزت والے کے لئے جھکے۔ **اقول:** (میں کہتاہوں) یہی جمع کرنا ہے (یعنی دونوں قولوں میں مواخذہ اور مطابقت پیدا کرنا) درمیان ان نصوص کثیرہ جو باہم ایک دوسرے کی مؤید ہیں اور اس قول کے درمیان جو فتاوٰی عالمگیری میں فتاوٰی غرائب سے منقول ہے کہ کسی مخلوق (یعنی غیر خدا) کی قیام مصافحہ کرنے اور جھکنے سے خدمت کرنا جائز ہے اھ بیشک انھوں (ائمہ کرام) نے اس کی طرف ان چار نصوص میں اشارہ فرمایا جن کو ہم پہلے لائے ہیں پس سات ہو گئیں اور اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصول توفیق ہے۔ (ت)

نص ۱۱۳: واقعات امام ناطقی (۱۱۴) ملتقط امام ناصر الدین (۱۱۵) ان دونوں نصاب الاحتساب اول وآخر باب ۴۹ (۱۱۶) جواہر الاخلاطی کتاب الاستحسان (۱۱۷) اس سے عالمگیری جلد ۵

---

[1] الحدیقہ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ والخلق الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۵۴۷

[2] الحدیقہ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ بحوالہ ابن حجر فی فتاوٰی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۵۴۷

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

ص ۳۶۹:

الانحناء للسلطان اولغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس[1]۔	بادشاہ ہو کوئی، اس کے لئے جھکنا منع ہے کہ یہ مجوس کے فعل سے مشابہ ہے۔

نص۱۱۸: مجمع الانہر جلد ۲ ص ۵۲۱ **(۱۱۹)** فصول عمادی ہے:

یکرہ الانحناء لانہ یشبہ فعل المجوسی[2]۔	جھکنا منع ہے کہ مجوسی کے فعل سے مشابہ ہے۔

نص ۱۲۰: مواہب الرحمٰن **(۱۲۱)** اس سے شرنبلالیہ جلد اول ص ۳۱۸ **(۱۲۲)** محیط **(۱۲۳)** اس سے جامع الرموز ص ۵۳۵ **(۱۲۴)** اس سے ردالمحتار جلد ۵ ص ۳۷۸:

یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ[3]۔	بادشاہ ہو خواہ کوئی اس کے لئے جھکنا منع ہے۔

نص ۱۲۵: فتاوٰی کبرٰی للامام الہیتمی: الانحناء بالظھر یکرہ[4] پیٹھ جھکانا مکروہ ہے۔

نص ۱۲۶: عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۹ **(۱۲۷)** فتاوی امام تمرتاشی سے:

یکرہ الانحناء عندالتحیۃ وبہ ورد النھی[5]۔	سلام کرتے جھکنا منع ہے حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی ہے۔

نوع دوم: متلق مزارات یہ بھی تین قسم:

قسم اوّل: مزارات کو سجدہ یا ان کے سامنے زمین چومنا حرام اور حد رکوع تک جھکنا ممنوع۔

نص ۱۲۸: منسک متوسط علامہ رحمۃ اللہ تلمیذ امام ابن الہمام **(۱۲۹)** مسلک متقسط شرح ملا علی قاری ص ۲۹۳:

(لایمس عند زیارۃ الجدار) ولا یقبلہ (ولا یلتصق بہ ولا یطوف ولا ینحنی	زیارت روضہ انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (رزقنا اللہ العود المیھاد بقبولہ)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[2] مجمع الانہر بحوالہ فصول عمادی کتاب الکراھیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۲

[3] ردالمحتار بحوالہ المحیط کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[4] الفتاوٰی الکبرٰی لابن حجر مکی باب السیر دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۴۷

[5] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ التمرتاشی کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

ولا یقبل الارض فانہ)ای کل واحد(بدعة)غیر مستحسنہ[1]۔	(ہمیں اللہ تعالٰی دوبارہ روضہ اطہر کی زیارت نصیب فرمائے بشرطیکہ قبولیت ہو)کے وقت نہ دیوار کریم کو ہاتھ لگائے،نہ چومے،نہ اس سے چمٹے،نہ طواف کرے نہ جھکے نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعت قبیحہ ہیں۔

اقول:(میں کہتاہوں)بوسہ میں اختلاف ہے اور چھونا چمٹنااس کے مثل اور احوط منع اور علت خلاف ادب ہونا۔

لاماقالہ القاری فی القبلة انہ من خواص بعض ارکان القبلة کیف وقد نصوا علی استحسان تقبیل المصحف وایدی العلماء ارجلھم والخبز۔	وہ بات نہیں جو ملا علی قاری سے بوسہ دینے کے بارے میں صادر ہوئی کہ وہ بعض ارکان قبلہ کے خواص میں سے ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے اس لئے کہ ائمہ کرام نے مصحف شریف اور علمائے کرام کے ہاتھ پاؤں چومنے کے مستحسن ہونے کی تصریح فرمائی۔نیز روٹی کو بوسہ دینے کی صراحت فرمائی۔(ت)

اور جھکنے سے مراد بدستور تاحد رکوع،اور طواف سے یہ کہ نفس طواف بغرض تعظیم مقصود ہو کما حققناہ فی فتاوٰی بما لا مزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بڑی تفصیل سے اس کی تحقیق کردی کہ جس پر اضافہ نہیں ہوسکتا۔ت)

نص ۱۳۰: شرح لباب صفحہ مذکورہ:

اما السجدة فلا شك انھا حرام فلا یغتر الزائر بمایری من فعل الجاھلین بل یتبع العلماء العالمین[2]۔	رہامزار انور کو سجدہ وہ تو حرام قطعی ہے تو زائر جاہلوں کے فعل سے دھوکا نہ کھائے بلکہ علمائے باعمل کی پیروی کرے۔

نص ۱۳۱: زواجر عن اقتراب الکبائر جلد اول ص ۱۱۰:

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتتخذوا	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ

---

[1] المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ الخ دارالکتب بیروت ص ۳۴۲

[2] المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ الخ دارالکتب بیروت ص ۳۴۲

قبری وثنا یعبدی بعدی ای لاتعظموہ تعظیم غیر کم لاوثانھم بالسجود لہ اونحوہ فان ذٰلك کبیرۃ بل کفر بشرطہ[1]۔	میرے مزار اقدس کو پرستش کا بت نہ بنانا اس سے یہ مراد ہے کہ اس کی تعظیم سجدے یا اس کے مثل سے نہ کرنا جیسے تمھارے اغیار اپنے بتوں کے لئے کرتے ہیں کہ سجدہ ضرور کبیرہ ہے بلکہ نیت عبادت ہو تو کفر۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔

قسم دوم: مزار کو سجدہ درکنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔

نص ۱۳۲: طحطاوی الدر جلد اول ص ۱۸۳:

قولہ مقبرۃ لان فیہ التوجہ الی القبر غالبا الصلٰوۃ الیہ مکروھۃ[2]۔	مقبرے میں نماز مکروہ ہے کہ اس مین غالبا کسی قبر کو منہ ہوگا اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے

نص ۱۳۳: حلیہ امام ابن امیر الحاج قلمی اواخر مایکرہ فی الصلٰوۃ (۱۳۴) ردالمحتار جلد اول ص ۳۹۴:

المقبرۃ اذا کان فیھا موضع اعد للصلٰوۃ ولیس فیہ قبرولاتجاسۃ وقبلۃ الی قبر فالصلٰوۃ مکروھۃ[3]۔	قبرستان میں جب کوئی جگہ نماز کے لئے تیار کی گئی ہو اور وہاں نہ قبر ہو نہ نجاست مگر اس کا قبلہ قبر کی طرف ہو جب بھی نماز مکروہ ہے۔

نص ۱۳۵: مجتبٰی شرح قدوری **(۱۳۶)** بحرالرائق جلد دوم ص ۲۰۹ (۱۳۷) فتح اللہ المعین جلد اول ص ۳۶۲:

یکرہ ان یطأ القبراو یجلس اوینام علیہ اویصلی علیہ اوالیہ[4]۔	مکروہ ہے کہ قبر کو پامال کرے یا اس پر بیٹھے یا اس پر چڑھ کر سوئے یا اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھے۔ (ت)

(۱۳۸) حلیہ آخر کتاب **(۱۳۹)** شامی ص ۹۳۵:

---

[1] الزواجر عن اقتراف الکبائر کتاب الصلٰوۃ باب اتخاذ القبور المساجد الخ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۶

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۸۳

[3] ردالمحتار علی الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۴

[4] فتح المعین باب الجنائز ۹/ ۳۶۲ و بحرالرائق بحوالہ المجتبٰی کتاب الجنائز ۲/ ۱۹۴

قبر پر اور قبر کی طرف نماز منع ہے کہ رسول اللہ صل اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی۔	تکرہ الصلٰوۃ علیہ والیہ لورود النھی عن ذٰلك[1]۔

نص ۱۴۰: تبیین الحقائق امام زیلعی جلد اول ص ۲۴۶:

قبر کے اوپر کوئی چنائی قائم کرنا یا قبر پر بیٹھنا یا اس کی طرف نماز میں منہ کرنا سب منع ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبروں کو محل سجدہ قرار دینے سے منع فرمایا۔	یکرہ ان ینبغی علی القبر اویقعد علیہ او یصلی الیہ نھی علیہ الصلٰوۃ والسلام عن اتخاذ القبور مساجد[2]۔

نص ۱۴۱: زواجر جلد اول ص ۱۱۷:

اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے مزارت شریفہ کی طرف نماز حرام ہے اگرچہ صرف تبرک وتعظیم کی نیت ہو۔	من ثم قال اصحابنا تحرم الصلٰوۃ الی قبور الانبیاء والاولیاء تبکا واعظاما[3]۔

نص ۱۴۲: ایضًا ص ۱۱۶: **(۱۴۳)** بعض ائمہ نے گناہان کبیرہ متعلقہ بقبور میں فرمایا **والصلٰوۃ الیھا**[4] قبر کے سامنے نماز پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

نص ۱۴۴: ارشاد الساری امام احمد قسطلانی **(۱۴۵)** تحقیق امام الفرج سے:

حرام ہے کہ مزار انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے۔	یحرم ان یصلی متوجھا الی قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[5]۔

اقول: (میں کہتاہوں) رکوع سجود والی نماز میں قبر سامنے ہونے کی کراہت اس کی نماز

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۶

[2] تبیین الحقائق باب الجنائز فصل السلطان احق فی الصلٰوۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۲۴۶

[3] الزواجر عن اقتراف الکبائر کتاب الصلٰوۃ باب التخاذ قبور المساجد دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۶

[4] الزواجر عن قتراف الکبائر کتاب الصلٰوۃ باب التخاذ قبور المساجد دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۶

[5] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب حل تنبش قبور الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۳۰

ہونے کے سبب نہیں نماز تو جنازہ بھی ہے اور اس میں میت کا سامنے ہونا شرط اور نماز ہی نہ ہوگی اور بغیر نماز دفن کردیا تو جب تک ظن سلامت ہے قبر پر نماز پڑھنا خود حکم شریعت ہے تو قطعاً یہ کراہت نماز کے سبب نہیں بلکہ رکوع و سجود کے باعث اور یقینا معلوم کہ نماز کا رکوع و سجود اللہ عزوجل ہی کے لئے ہے اور مصلی یقیناً استقبال قبلہ ہی کی نیت کرتا ہے نہ کہ توجہ الی القبر کی۔ بایںہمہ صرف قبر کا سامنے ہونا اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ کو ممنوع کرتا ہے تو خود قبر کو سجدہ کرنا یا اسے سجدہ میں قبلہ توجہ بنانا کسی درجہ سخت اشد ممنوع وحرام ہوگا، انصاف شرط ہے اور اس قسم کے نصوص اور نوع دوم کی، احادیث کی باقی تقریر و تقریب آئندہ آئی ہے و باللہ التوفیق۔

قسم سوم: نماز تو نماز قبر کی طرف مسجد کا قبلہ ہونا منع ہے اگرچہ نمازی کا سامنا نہ ہو مثلاً امام کے سامنے کوئی ستون یا انگلی برابر دل کی آدھ گز اونچی لکڑی ہو کہ جماعت کا سامنا نہ رہا۔ پھر بھی مسجد کے قبلے میں قبر کی ممانعت ہے جب تک بیچ میں دیوار حائل نہ ہو۔

نص ۱۴۶: محرر مذہب امام محمد کی کتاب الاصل (۱۴۶) ان سے محیط (۱۴۸) ان سے ہندیہ جلد ۵:

اکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الحمام و القبر [1]۔	میں مکروہ رکھتا ہوں اسے کہ مسجد کا قبلہ حمام یا قبلہ کی طرف ہو۔

نص ۱۴۹: غنیہ شرح منیہ ص۳۶۶:

یکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی الحمام او قبر لانہ فیہ ترک تعظیم المسجد [2]۔	مکروہ ہے کہ مسجد کا قبلہ حمام یا قبر کی طرف ہو کہ اس میں مسجد کی بے تعظیمی ہے۔

نص ۱۵۰: خلاصہ جلد اول ص۵۶:

یکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی حمام او قبر اذا لم یکن بین المصلی و بین ھذا المواضع حائل	مکروہ ہے کہ مسجد کا قبلہ حمام یا قبر کی طرف ہو جبکہ محل نماز اور ان مواضع میں دیوار کی مثل کوئی حائل نہ ہو ہاں بیچ میں دیوار ہو تو

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

[2] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی کراھیۃ الصلوٰۃ فروع فی الخلاصۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص۳۶۶

کالحائط وان کان حائط لایکرہ[1]۔	مکروہ نہیں۔

اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتاہوں) یہاں دو مسئلے ہیں:

ایک یہ کہ قبر کے سامنے ممنوع ہے۔ یہ حکم عام ہے مسجد میں ہو خواہ مکان میں خواہ صحرا میں، اور اس کاعلاج سترہ ہے۔ کہ انگلی کا دل (موٹائی) اور آدھ گز طول رکھتا ہو، یا صحرا میں مصلی خاشع کے موضع نظر سے دور ہونا کما فی جامع المضمرات ثم جامع الرموز ثم ردالمحتار و الطحطاوی علی مراقی الفلاح (جیسا کہ جامع المضمرات، جامع الرموز، فتاوٰی شامی اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ت) اور امام کا سترہ ساری جماعت کو کافی ہے تمام کتب میں اس کی تصریح ہے۔ گنگوہی نے کہ عداوت اولیائے کرام سے اپنے فتاوٰی حصہ اول ص ۳۰ میں یہ حکم لگایا کہ "قبرستان میں سب کے واسطے امام اور مقتدی کے سترہ کا حاجت ہے سترہ امام کا مقتدی کو کافی ہونا مرور حیوان اور انسان میں کافی ہے قبور کا حضور مشابہ بشرک وبت پرستی ہے اس میں کفایت نہیں ہر ہر نمازی کے سامنے پردہ واجب ہے"[2] یہ شرع مطہر پر افتراء اور دل سے شریعت گھڑنا ہے۔

دوسرا یہ کہ مسجد کا قبلہ جانب قبر نہ ہو، یہ حکم مسجد سے خاص ہے یہاں تک کہ گھر میں جو جگہ نماز کے لئے مقرر کرلیں جسے مسجد البیت کہتے ہیں اس کے قبلہ میں حمام یا بیت الخلا ہو تو کچھ حرج نہیں نہ قبر میں مضائقہ، کمانص علیہ فی المحیط الھندیۃ و غیرھا (جیسا کہ محیط، فتاوٰی علمگیری اور ان دو کے علاوہ یہ حکم تعظیم مسجد کے لئے ہے کما افادہ المحقق ابراھیم الحلبی (جیسا کہ محقق ابراہیم حلبی نے اس کاافادہ پیش کیا ہے۔ت) اور وہ جگہ حقیقۃً مسجد نہیں یہاں تک کہ اس میں جنب کو جانا بلکہ جماع بھی جائز ہے۔ ذخیرہ وحلیہ وغیرہما میں ہے:

لیس لمساجد البیوت حکم المساجد الا تری انہ یدخلہ الجنب من غیر کراھۃ ویأتی فیہ اھلہ ویبیع و یشتری	گھروں کی مساجد کا حقیقی مساجد جیسا حکم نہیں، کیاتم نہیں دیکھتے کہ مساجد بیوت میں بغیر کراہت جنبی (ناپاک) داخل ہوسکتا ہے۔ اور وہاں

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلٰوۃ الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۶۰

[2] فتاوٰی رشیدیہ باب قضاء الفوائت محمد سعید اینڈ سنز مسافر خانہ کراچی ص ۲۸۸

من غیر کراھة[1]۔	وہ اپنی منکوحہ سے ہمبستری بھی کرسکتا ہے پھر اس میں بلاکراہت خرید وفروخت بھی ہوسکتی ہے۔(ت)

مسجد حقیقی میں یہ کراہت نہ بعد قلیل سے زائل ہونہ اس سترہ سے بلکہ دیوار درکار۔

کماسمعت فظھر الجواب وللّٰہ الحمد عما اوردالمحقق الحلبی فی الحلیة اذ قال لقائل ان یقول لا یلزم من مفارقة مساجد البیوت لمساجد الجماعات فی الاحکام المذکورہ عدم کراھة الاستقبال المذکور فی الصلٰوۃ فی البیوت بلاحائل بینه وبین ذٰلك بل ینبغی ان یکون ھذا مما یساوی فیه الصلٰوۃ فی البیوت و الصلٰوۃ فی مساجد الجماعات فلیتأمل[2] اھ وتقریر الجواب ظاہر مماقررنا فالتفرقة التی ذکر فی المحیط وغیرہ غیر قائمة والتسوية التی یریدھا المحقق حاصلة والحمدللّٰہ وعلی حبیبه واٰله الصلٰوۃ الکاملة اٰمین۔	اللہ تعالٰی ہی کے لئے ستائش وخوبی ہے لہٰذا اس اشکال کا جواب بالکل ظاہر اور واضح ہوگیا کہ جس کو محقق حلبی نے الحلیۃ مس ذکر فرمایا کہ کسی کہنے والے کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ یوں کہے کہ احکام مذکورہ میں مساجد بیوت (گھروں کی مسجدیں) اور مساجد جماعات (وہ مساجد جو نماز باجماعت کے لئے تعمیر ہوئیں) میں فرق بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر لوگ گھروں کی مساجد میں آڑ اور پردہ کے بغیر نماز پڑھیں تو قبلہ کی طرف منہ کرنے میں کراہت نہ ہو، (بلکہ اس صورت میں ضرور کراہۃ ہونی چاہئے) بلکہ مناسب اور موزوں یہ ہے کہ اس حکم میں مسجد بیت اور مسجد جماعات دونوں برابر یا مساوی ہوں، اس کو سوچنا چاہئے اھ۔ جو کچھ ہم نے ثابت کیا اس سے تقریر جواب ظاہر ہوگئی۔ لہٰذا وہ تفرقہ جو محیط وغیرہ میں ذکر کیا وہ قائم نہیں۔ اور وہ "تسویہ" جو محقق موصوف چاہتے ہیں وہ حاصل ہے۔ جملہ انواع تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ثابت ہیں۔ اور اللہ تعالٰی کے محبوب کریم اور ان کی تمام آل پر کامل رحمتیں نازل ہوں، آمین۔(ت)

ہم اس مختصر بیان کو چار فصل کرتے ہیں:

فصل اول: صحابہ وائمہ واولیاء وکتب پر بکر کے افترا خود اس کے مستندات اور اجماع وفقہ و

1

[2] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

جماہیر اولیاء سے تحریم سجدہ تحیت کا ثبوت۔
فصل دوم: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بکر کے افترائ، حدیثوں سے تحریم سجدہ کا ثبوت۔
فصل سوم: اللہ عزوجل پر بکر کے افترائ، خود اس کے منہ قرآن عظیم سے تحریم سجدہ کا ثبوت
فصل چہارم: سجدہ آدم ویوسف علیہما الصلٰوۃ والسلام کی بحث اور دلائل قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت۔
وباللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق (اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے حصول توفیق ہے اور تحقیق کی چوٹی تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے۔ت) ہر فصل میں اس کے متعلق بکر کے اور کمالات کثیرہ کا بھی اظہار ہوگا کہ مسلمان دھوکے سے بچیں **وباللہ الھادی** (اور اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ دکھانے ولا ہے۔ت)

فصل اول: صحابہ وائمہ اولیاء وکتب پر بکر کے فتراء خود اس کے مستندات اور اجماع وفقہ وجماہیر اولیائے سے تحریم سجدۂ تحیۃ کا ثبوت

(۱) بکر نے ص ۱۳ میں عالمگیریہ کی جلد خامس باب ۲۸ صفحہ ۳۸۷ کی طرف نسبت کیا:

قال الامام ابومنصور اذا قبل احد بین یدی احد الارض اوانحنی له اوطأطأ له راسه فلا بأس به لانه یرید تعظیمه لاعبادته۔	امام ابومنصور نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی کے آگے زمین چومے یا اس کے لئے جھکے یا اپنا سر جھکائے تو اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے وہ اس کی تعظیم کا ارادہ رکھتا ہے نہ کہ اس کی عبادت کرنے کا(ت)

یہ محض افتراء ہے عالمگیری میں اصلا اس عبارت کا نشان نہیں نری خود ساختہ ہے کیا امر دین میں اغوا عوام کے لئے ایسی حرکات کسی مسلمان کہلانے والے کو زیبا ہیں۔
(۲) جلد خامس **(۳)** باب ۲۸ **(۴)** ص ۳۸۷ یہ تین شدید جراتیں ہیں کذب صریح اور اتنی جسارت وشوخ دچشمی سے کہ پوری تعیین مقام بھی کردیجائے **(۵)** اسی عالمگیری کی اسی جلد خامس کتاب الکراھیۃ ۲۸ ص ۳۶۸ میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجه التحیة اوقبل الارض بین یدیه لایکفر ولکن یأثم لارتکاب الکبیرة هو المختار کذا فی جواہر الاخلاطی [1]۔	یعنی جواہر الاخلاطی ہے بادشاہ کے لئے سجدہ تحیت یا اس کے سامنے زمین چومنے سے مذہب مختار میں کافر تو نہ ہوگا ہاں گنہگار ہوگا کہ اس نے کبیرہ کاارتکاب کیا۔اسے چھوڑا،ایک خیانت۔

(٦)اسی میں وہیں ص ٣٦٩ میں ہے:

وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی آثمان کذا فی التتارخانیة [2]۔	یعنی جامع الصغیر پھر تاتارخانیہ میں ہے.بڑے کے آگے زمین چومنا حرام ہے اور چومنے والا اور وہ کہ اس پر راضی ہو بیشک دونوں مجرم ہیں۔

دو ۲ خیانت۔(٧)اسی میں اس کے متصل ہے:

وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزهاد فعل الجهال والفاعل والراضی آثمان کذا فی الغرائب [3]۔	یعنی غرائب علماء ومشائخ کے سامنے زمین بوسی جاہلوں کا کام ہےاور فاعل وراضی دونوں گنہگار۔

تین خیانت۔ (٨)اسی کے متصل ہے:

الانحناء للسلطان اولغیرہ مکروہ لانه یشبه فعل المجوس کذا فی جواهر الاخلاطی [4]۔	یعنی جواھر اخلاطی میں ہے بادشاہ خواہ کسی کے لئے جھکنا مکروہ ہے کہ فعل مجوس کے مانند ہے۔

چار خیانت۔**اقول:** (میں کہتاہوں) یہاں جھکنے سے بقدر رکوع جھکنا مقصود ہے جس طرح رسم مجوس و

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ٥/ ٣٦٨
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ٥/ ٣٦٩
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ٥/ ٣٦٩
[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ٥/ ٣٦٩

ہنود ہے۔ **(۹)** اسی کے متصل ہے:

ویکرہ الانحناء عند التحیة وبہ ورد النھی کذا فی التمرتاشی [1]۔	یعنی فتاوٰی امام تمرتاشی میں ہے سلام کرتے وقت جھکنا مکروہ ہے حدیث میں اس سے ممانعت آئی۔

پانچ خیانت (۱۰) اسی کے متصل ہے:

تجوز الخدمة لغیر اللہ تعالٰی بالقیام و اخذ الیدین و الانحناء ولایجوز السجود الاللہ تعالٰی کذا فی الغرائب [2]۔	یعنی فتاوٰی غرائب میں ہے قیامت اور مصافحے اور جھکنے سے غیر خدا کی خدمت جائز ہے اور سجدہ جائز نہیں مگر اللہ تعالٰی کے لئے۔

چھ خیانت اقول: (میں کہتاہوں) یہاں خفیف جھکنا مراد ہے کہ حد رکوع عـــہ تک نہ پہنچے۔ حدیقہ ندیہ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی میں ہے:

الانحناء البالغ حد الرکوع لایفعل لاحد کالسجود ولا بأس بما نقص من حد الرکوع لمن یکرہ من اھل الاسلام [3]۔	یعنی حد رکوع تک جھکنا غیر خدا کے لئے جائز نہیں جیسے سجدہ اور حد رکوع سے کم میں حرج نہیں کہ کسی اسلامی عزت والے کے لئے جھکیں۔

عالمگیری میں اگر کچھ نہ ہوتا تو دل سے عبارت گھڑ کر اس کے سر باندھنی تہمت تھی نہ کہ اس میں یہ قاہر عبارات اپنے خلاف موجود ہوں اور اسی جلد اسی باب میں ہوں پھر وہ شدید جرأت ہزار افتراء کا ایک افتراء ہے۔

(۱۱) پھر کہا ص ۳ا۱۱ اس کے بعد اسی کتاب میں لکھا ہے۔

وقد تبین بذٰلك ان وضع الجباہ بین یدی المشائخ جائز بلاریب۔	بیشک اس سے ظاہر اور واضح ہوگیا کہ مشائخ کرام کے روبرو زمین پر اپنی پیشانیاں رکھ دینا بلاشک وشبہہ جائز ہے۔

عـــہ: بہ تقیید زاھدی وردالمحتار نمبر ۲۶ میں آتی ہے ۱۲ منہ۔

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراھیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[2] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراھیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[3] الحدیقه الندیه شرح الطریقه محمدیه الخلق الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۵۴۷

اور ایک عبارت ۳ سطر کی گھڑلی، یہ بھی نرا کذب ہے۔

(۱۲) اسی طرح سو ۰۰۰ افتراء کا ایک ہے۔ **(۱۳)** صفحہ ۱۳ میں جامع صغیر کی طرف نسبت کیا:

لاباس بوضع الخدین بین یدی المشائخ۔	مشائخ کے سامنے رخساروں کے رگڑنے میں حرج نہیں۔ (ت)

یہ بھی خالص دروغ۔

(۱۴) ویساہی سوافتراء کے برابر ہے جامع صغیر کی عبارت ابھی گزری کہ زمین چومنا حرام ہے نہ کہ زمین پر رخسارے رکھنا۔

(۱۵) اسی صفحہ میں فتاوٰی عزیزیہ کہ نسبت ادعا کیا "اس میں بہت شرح وبسط سے تعظیمی سجدہ کی اباحت پر زور دیا ہے" یہ بھی صریح ہٹ دھرمی ہے۔ فتاوٰی عزیزیہ میں بعد ذکر شبہات یہ جواب قاطع دیا کہ اجماع قطعی ست بر تحریم سجدہ[1] یعنی غیر خدا کو سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی قائم ہے۔

(۱۶) تو یہ بھی سو ۰۰۰ افتراء کے مثل ہوا۔

(۱۷) یہیں یہی مضمون فتاوٰی سراجیہ کی نسبت کیا، یہ بھی خالص جھوٹ ہے سراجیہ بہت شرح وبسط درکنار کا نشان تک نہیں۔

(۱۸) یہی ادعا شرح مشکوٰۃ شیخ محقق کی نسبت کیا، یہ بھی محض بہتان اسی میں تو یہ ہے سجدہ برائے زندہ باید کرد کہ ہر گز نمیرد و ملک اوزائل نگردد[2] (سجدہ اس زندے (خدا) کے لئے کرنا چاہئے جو کبھی مرتا نہیں اور اس کی بادشاہی کبھی زوال پذیر نہیں ہوتی۔ ت)

(۱۹) صفحہ ۱۳ میں عالمگیری سے نقل کیا:

وان امرہ بالسجود للتحیۃ والتعظیم لالعبادۃ فلا فضل لہ ان یسجد۔	اگر کفار نے کسی کو سجدۂ تحیۃ اور تعظیمی کرنے کا نہ کہ سجدہ عبادت کرنے کا، تو افضل یہ ہے کہ وہ سجدہ کرے اھ (ت)

اور اس کی یہ سرخی دی "تعظیمی سجدہ کرنا افضل ہے" یعنی وہی سجدہ جس کی بحث ہے کہ بحالت اختیار زید

---

[1] فتاوٰی عزیزیہ سجدہ تحیۃ مطبع مجتبائی دہلی اول ص ۱۰۷

[2] اشعۃ اللمعات

عمرو کو سجدہ تحیت کرنا، اسے عالمگیری میں افضل لکھا۔ یہ بھاری خیانت ہے۔ عالمگیری کی عبارت یہ ہے:

ولوقال اهل الحرب للمسلم اسجد للملك والاقتلناك قالوا ان امروه بذٰلك العبادة فالافضل له ان لایسجد کمن اکرہ علی ان یکفر کان الصبر افضل[1]۔	یعنی اگر حربی کفار مسلمان سے کہیں کہ بادشاہ کو سجدہ کرو ورنہ ہم تمھیں قتل کردیں گے، یہ جبرًا اگر انھوں نے سجدہ عبادت پر کیا تو افضل یہ ہے کہ نہ کرے۔ اور جان دے دے جیسے کفر پر اکراہ میں صبر افضل ہے اور اگر یہ جبر سجدہ تحیت پر کیا تو افضل یہ ہے کہ کرلے اور جان بچالے۔

اس کے بعد وہ عبارت ہے وان امرہ بالسجود للتحیۃ[2] (اگر دارالحرب والے اسے سجدہ تحیت کرنیکا حکم دیں۔ت)

اول سے وہ اری عبارت اڑادی کہ عوام نہ جانیں کہ کلمات حالت اکراہ میں ہے جہاں یہ جانتا ہو کہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔ ایسی جگہ جان بچالینے کو افضل کہا ہے۔

(۲۰) غالبًا ایسا حوالہ دینے والا سوئر اور شراب بھی بحالت اختیار حلال کرلے گا کہ آخر بحالت اضطرار ان کی اباحت تو خود قرآن عظیم میں ہے:

(۲۱) یہاں تک تو خیانت ہی تھی اب کمال سفاہت وخودکشی ملاحظہ ہو اس عبارت سے استناد کیا جو اس کے زعم میں باطل کی پوری قائل ہے سجدہ تحیت پر قتل سے اکراہ ہو اس وقت سجدہ کرلینا صرف افضل کہا۔ معلوم ہوا کہ جائز یہ بھی ہے کہ نہ کرے اور قتل ہوجائے، تو ظاہر ہوا کہ سجدہ تحیت ایسا سخت حرام ہے جس سے بچنے کو جان دے دینا اور قتل ہوجانا روا ہے تو سئر کھانے سے بھی سخت تر حرام ہوا کہ مضطر یا مکرہ اگر اسے بقدر ضرورت نہ کھائے اور مرجائے یا مارا جائے گنہگار مرے کمانصوا علیہ قاطبۃ (جیسا کہ بالاتفاق ان سب نے اس کی تصریح فرمائی۔ت) عالمگیری میں ہے:

السلطان اذا اخذ رجلا وقال الاقتلنك او لتأكل لحم هذا الخنزیر یفترض علیه التناول فان لم یتناول حتی قتل کان آثما[3]۔	اگر بادشاہ نے کسی شخص کو گرفتار کیا اور کہا کہ اس سور کا گوشت کھائے ورنہ میں تمھیں قتل کردوں گا تو اس پر کھانا فرض ہے اگر اس نے نہ کھایا یہاں تک کہ وہ قتل کردیا گیا تو وہ گناہگار ہوگا۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن ولعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن ولعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاکراہ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۸

در مختار میں ہے:

اکرہ علی اکل لحم خنزیر بقتل اوقطع عضو اوضرب مبرح فرض فان صبر فقتل اثم [1]	قتل یا قطع اندام یا ضرب شدید کی دھمکی دے کر سور کے گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا تو اس پر کھانا فرض ہے۔ (پھر اگر اس نے نہ کھایا) اور صبر کیا تو گناہگار ہوگا۔ (ت)

اکل خنزیر میں اگر اتنا ہی اکراہ ہو کہ نہ کھایا تو انگلی کاٹی جائے تو کھانا فرض، نہ کھائے گنہ گار، اور غیر خدا کو سجدہ تحیت میں اگر قتل سے اکراہ ہو جب بھی سجدہ ضرور نہیں اور جان دے دینی جائز اگرچہ بہتر حفظ جان تھا۔

کتنا فرق عظیم ہوا اور ہونا یہ تھا کہ اکل خنزیر میں عبادت غیر کی مشابہت نہیں بخلاف سجدہ تو اس کا دوسرے کے لئے کرنا واحد قہار جلہ وعلا کے خاص حق پر ست درازی ہے۔ آدمی انصاف ودین رکھتا ہو تو صرف یہی نمبر اس کی ہدیت کو بس ہے **ولا یزید الظلمین الا خسارًا** (ظالموں کو سوائے نقصان اور گھاٹے کے کچھ نہیں بڑھاتا۔ ت)

(۲۲) پھر کہا "اس قسم کا مضمون فتاوٰی قاضی خاں میں بھی ہے" اس قسم کا مضمون نہیں بلکہ وہ عبادت ہی فتاوٰی قاضی خاں کی ہے عالمگیری نے اسی سے نقل کی ہے تو اس کا حوالہ بھی وہی سخت فریب دہی ہے۔

(۲۳) نہیں نہیں نری فریب دہی نہیں بلکہ خودکشی اور اپنے منہ اپنے زعم باطل کی پوری پیخکنی بکر مذکور نے اسی تحریر ص ۱۲ میں کہا" ہدایہ" ردالمختار، فتاوٰی قاضی خان نہایت معتبر کتابیں ہیں قرآن وحدیث کے غور واحقاق کے بعد ان کو مرتب کیا ہے" اسی فتاوٰی قاضی خاں سے ایک ہی صفحے بعد خود وہ عبارت پیش کی جس نے ثابت کردیا کہ سجدہ تحیت اکل خنزیر سے بھی بدتر حرام ہے۔ عرب تو **علی اھلھا** کہتے تھے یہاں **علی نفسھا تجنی براقش**۔

(۲۴) یہ تو فتاوٰی قاضی خاں کا فیصلہ تھا بکر کی دوسری مسلم کتاب ممدوح کتاب منقح کتاب ردالمحتار کی سنئے در مختار میں فرمایا:

مایفعلونہ من تقبل الارض بین یدی العلماء و العظماء فحرام	علماء وبزرگان کے سامنے زمین بوسی جو لوگ کرتے ہیں حرام ہے اور کرنے والا اور اس پر

[1] در مختار کتاب الاکراہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۶

والفاعل والرضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن [1]	راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں اس لئے کہ وہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

ایسی عمدہ پُر تحقیق کتاب ردالمحتار نے اسے مقرر رکھا۔

(۲۵) پھر درمختار میں فرمایا:

وھل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لاوصار آثمامرتکباللکبیرۃ [2]	یعنی آیا زمیں بوسی سے کافر ہوگا یا نہیں اگر بطور عبادت و تعظیم ہے کافر ہوجائے گا اور اگر بطور تحیت ہے کافر نہ ہوگا ہاں مجرم و مرتکب کبیرہ ہوگا۔

اسی پر اسی نہایت معتمد کتاب ردالمحتار نے فرمایا:

تلفیق لقولین قال الزیلعی وذکر الصدور الشھیدانہ لایکفر بھذا السجود لانہ یرید بہ التحیۃ وقال شمس الائمۃ السرخسی ان کان لغیر اللہ تعالٰی علی وجہ التعظیم کفر اھ قال القھستانی وفی الظھیرۃ یکفر بالسجدۃ مطلقا [3]	خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو قول تھے،ایک یہ کہ سجدہ سے مطلقًا کافر ہوجائے گا یہی فتاوٰی ظہیریہ میں ہے اور پھر امام شمس الائمہ سرخسی بھی سجدہ تعظیمی کو مطلقًا کفر فرماتے ہیں دوسرا یہ کہ مرتکب کبیرہ ہوگا مگر کفر نہیں۔ امام صدر شہید نے اسی کو اختیار فرمایا اس لئے کہ اس سے تحیت مقصود ہوتی ہے نہ کہ عبادت

شارح نے ان دونوں قولوں کو یوں فرمایا کہ کافر کہنے والوں کی مراد وہ ہے کہ بروجہ عبادت ہو،اور صرف گناہ کبیرہ کہنے والوں کی مراد ہو ہے کہ محض بروجہ تحیت ہو۔ کہئے اس اعلٰی معتمد کتاب نے بھی دوہی قول بتائے کفر یا گناہ کبیرہ،جوز کا بھی کہیں پتا دیا۔

(۲۶) پھر اسی پر تحقیق کتاب نے اور رجسٹری کی،اس کے متصل فرمایا:

وفی الزاھدی الایماء فی السلام الی قریب	یعنی مجتبٰی میں ہے کہ سلام میں رکوع کے قریب

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

الرکوع کالسجود فی المحیط انه یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ[1]	تک جھکنا بھی سجدے کے مثل ہے اور محیط میں فرمایا کہ بادشاہ وغیرہ کسی کے لئے جھکنا ہو منع ہے۔

(۲۷) ہنوز بس نہیں، چند سطریں بعد اقسام بوسہ میں فرمایا:

حرام للارض تحیة وکفر لها تعظیما[2]	زمین بوسی بطور تحیت حرام ہے اور بطور تعظیم کفر۔

افسوس کہ خود بکر معتمد کتابیں زعم بکر کو کیسا کیسا باطل کررہی ہے واللہ الحمد اور آگے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے فصل چہارم آنے دیجئے۔

(۲۸) ص ۲۳ "سجدہ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا ہے" یہ جھوٹ لاکھوں جھوٹ کا ایک جھوٹ، اور عامہ اولیائے کرام پر تہمت ہے جس کارد خود اسی کی مستند سے عنقریب آتا ہے۔

(۲۹تا۴۵) صفحہ ۲۳ "ہر خاندان ہر سلسلہ کے بزرگوں کو تعظیمی سجدہ کرنے کا ثبوت کتابوں میں ہے" حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر افتراء، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی پر افتراء حضرت بہاؤالحق والدین نقشبندی پر افتراء، حضرت شیخ عبدالواحد بن زید پر افتراء، حضرت خواجہ فضیل بن عیاض پر افتراء، حضرت ابراہیم بن ادھم پر افتراء، حضرت ہبیرہ بصری پر افتراء، حضرت سید الطائفہ جنید پر افتراء، حضرت حبیب عجمی پر افتراء، حضرت عمشاد دینوری پر افتراء، حضرت بایزید بسطامی پر افتراء، حضرت معروف کرخی پر افتراء، حضرت سری سقطی پر افتراء، سلطان ابوالحق کاذرونی پر افتراء، حضرت نجم الدین کبرٰی پر افتراء، حضرت سری سقطی پر افتراء، سلطان ابواسحٰق گاذرونی پر افتراء، حضرت نجم الدین کبرٰی پر افتراء، حضرت علاؤالدین طوسی پر افتراء، حضرت ضیاء الدین عبدلا قاہر پر افتراء، یہ حضرات سلسلوں اور خانوادوں کے سردار ہیں ثبوت دے ان کو کب سجدہ ہوا اور انھوں نے جائز رکھا، یہ افتراء بھی ہزاروں افتراؤں کا ایک ہے۔

(۴۶تا۴۸) ان سے بھی بدرجہا سخت سے سخت بیباکی یہ کہ "حضرت علی وصحابہ کبار سے لے کر تمام بڑے بڑے علماء مشائخ اولیاء سے سجدہ تعظیمی ثابت ہے" ص ۲۳۔ یہ مولٰی علی پر افتراء صحابہ کبار پر افتراء، تمام ائمہ کرام پر افتراء، یہ تین افترا لاکھوں افتراؤں کا مجموعہ ہیں۔ بکر سچا ہے تو مولٰی علی یا کسی

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۴۶

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۴۶

صحابی یا کسی امام تابعی یا امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابویوسف، امام محمد، امام بخاری، امام مسلم یا ان کے یا ان کے کسی ایک شاگرد سے ثبوت صحیح دکھائے کہ انھوں نے کسی غیر خدا کو سجدہ کیا یا اسے جائز بتایا ورنہ قرآن مجید میں جو کچھ کاذبین پر ہے اس سے ڈرے اور جلد سے جلد توبہ کرے، کذب فی الدنیا سے فی الدین سخت تر ہے۔ اور بحکم حدیث **لعنتہ ملائکۃ السماء والارض** [1] (اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ت) کا استحقاق ہے اور زید وعمرو پر افتراء سے صحابہ وائمہ پر افتراء خبیث تر ہے اور قرآن کریم میں "**اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ**" [2] (جھوٹ وہی لوگ تراشتے (اور باندھتے ہیں) جو درحقیقت ایمان نہیں رکھتے۔ت) کا احقاق ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی الاعلی** (اللہ تعالٰی کی پناہ گناہوں سے بچنا اور حصول نیکی کی طاقت سوائے اللہ تعالٰی بلند وبالا کی توفیق دئے بغیر کسی میں نہیں۔ت)

(۴۹) آگے افتراء واختراع کی اور بھی پوری تند چڑھی کہ "ان سب کا اجماع مسئلہ سجدۂ تعظیمی میں ثابت ہے اور کوئی شخص انکار کی مجال نہیں رکھتا تو پس عـــہ اگر سجدہ تعظیمی گمراہی بھی ہے تو اجماع امت سے گمراہی اس کی جاتی رہی" ص ۲۳ **انا للہ وانا الیہ رجعون** (یقیناً ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ت) سچ فرمایا حدیث مجید نے:

حُبُّكَ الشَّیْئَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ [3]	کسی چیز کی محبت اندھا وبہرا کردیتی ہے۔(ت)

تعصب آدمی کو اندھا بہرا کردیتا ہے۔ سچ فرمایا رب العزت عزجلالہ نے:

"**فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ**" [4]	آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

سجدہ غیر پر امت کرشن کافر کا ضرور اجماع ہے جس پنڈت سے چاہوں پوچھ لو جس مندر میں چاہو دیکھ لو لیکن امت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم اس ملعون تہمت سے بری ہے۔ "**وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ**" [5] (عنقریب ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

عـــہ: تو بھی دو پس ہی رہے فصاحت، ف کہا چھوڑی یوں کہا ہوتا فتو پس کہ تینوں زبانیں جمع ہوجاتیں ۱۲منہ۔

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۱۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[3] مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۹۴

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[5] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

بلکہ ابھی بکر کے مستند فتاوٰی عزیزی سے سن چکے کہ غیر کے لئے سجدہ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے۔

(۵۰) طرفہ یہ کہ "گمراہی بھی ہے تو اجماع سے جاتی رہی" یعنی امت گمراہی پر اجماع تو کرلیتی ہے لیکن اس اجماع سے گمراہی کی کایاپلٹ ہو کر ہدایت ہو جاتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ رجعون زہے گمراہی وجنون "لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ" [1] (نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں اور نہ راہ پاتے ہیں۔ت)

(۵۱) صفحہ ۲۰ پر لطائف اشرفی کی عبارت نقل کی اور اس کی ابتداء سے یہ عبارت چھوڑ دی:

اما وضع جبھہ بین یدی الشیوخ بعضے از مشائخ رواداشتہ اما اکثر مشائخ اعراض کردہ اند واصحاب خود را ازاں امتناع ساختہ کہ سجدہ تحیت در امت پیشین بود حال منسوخ ست [2]۔	مشائخ کرام کے سامنے پیشانی زمین پر رکھنا بعض نے اس روایت کو جائز فرمایا اکثر مشائخ نے اس کا انکار کیا ہے اور اس سے اظہار نفرت فرمایا) اور اپنے اصحاب کو اس سے منع فرمایا کہ سجدہ تحیت پہلی امتوں میں جائز تھا لیکن اس امت میں منسوخ ہے۔(ت)

یہ کتنی بھاری خیانت ہے اس کلام لطائف میں بہت لطائف تھے۔

اولًا: سجدہ تحیت کی منسوخی جس کا بکر کو انکار ہے۔

ثانیًا: بکر کے ادعائے کاذب اجماع کا رد کہ اکثر اولیاء انکار سجدہ پر ہیں۔

ثالثًا: بلکہ ممانعت سجدہ پر اجماع کا ثبوت کہ بکر نے خود اپنے ادعائے کاذب اجماع کی یونہی مرہم پٹی کی ہے کہ "اکثر اجماع ہے وللاکثر حکم الکل اکثر واسطے کال کا حکم ہے" ص ۲۴۔ اسی کی مستند لطائف سے ثابت ہوا کہ اکثر مشائخ کرام ممانعت سجدہ پر ہیں او عر اکثر کے واسطے کا حکم ہے تو تحریم سجدہ پر اجماع اولیائے کرام ثابت ہوا اور اجماع علماء خود ظاہر اور بکر کی دوسری مستند فتاوی عزیزیہ میں مصرح تو غیر خدا کے لئے سجدہ تحیت ہونے پر اولیاء وعلماء کا اجماع ہوا تو یہ بکر خود اپنی مستندوں سے اجامع کا منکر اور علمائے کرام واولیائے عظام سب کا مخالف ہے وکفی بہ خسرا نا مبینا (اور یہی کھلا گھاٹا کافی ہے۔ت)۔

رابعًا: بکر کے اس کذب صریح وافترائے فتیح کا رد کہ "سجدہ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا" ص ۲۳ وہ فرماتے ہیں جمہور اولیائے منع فرماتے تھے یہ کہتا ہے سب اولیار وار کھتے تھے ع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(دیکھو تو سہی راستے کا فرق کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲ /۱۷۰

[2] لطائف اشرفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

خامسًا: الحمدللہ فوائد الفواد وغیرہ کی سند کا خود ہی جواب دے لیا جب جمہور اولیاء کا ممانعت پر ہیں اور اکثر کے لئے حکم کل تو اجماع اولیاء تحریم پر ہوا اجماع کے مقابل کوئی قول سند نہیں ہوسکتا خود بکر نے کہا "اجماع ثابت ہے کوئی شخص انکار کی مجال نہیں رکھتا" ص ۲۳۔

عبارت لطائف میں تین لطائف اور بھی ہیں آیندہ کا انتظار کیجئے، لطائف کے اس کلام میں بکر پر یہ قاہر رد تھے کہ تمام کاروائی دریا برد تھی لہٰذا دو ٹکڑا صاف کتر لیا دین میں ایسی دغا بازی کیا شان اسلام ہے۔

(۵۲) ص ۲۳ میں دلیل العارفین فوائد السالکین تحفۃ العاشقین کا نام لیا اور عبارت نقل نہ کی جہاں بحوالہ صفحہ عبارت نقل کی وہاں تو وہ صریح کذب جری کی راہ لی یہاں کیا اعتبار ہے اور اگر ان میں وہ مضمون ہو اور بکر نے خیانت بھی نہ کی ہو تو **اوّلًا** اسی کا ثبوت درکار کہ یہ کتابیں حضرات منسوخ الیہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ہیں بہت کتابیں محض جھوٹ نسبت کرکے چھاپ دی ہیں جس کا ذکر آخر فصل سوم میں آتا ہے۔

(۵۳) ثانیًا: اگر بیان ثقات سے ثابت ہو کہ ان حضرات کی کوئی کتاب اس نام سے تھی تو بلاشبہ یہ مشہور متداول نہیں بلکہ کتب غریبہ پر اعتماد جائز نہیں۔ علامہ سید احمد حموی غمز العیون و البصائر شرح الاشباہ والنظائر میں محقق بحر صاحب بحر الرائق سے ناقل: لایجوز النقل من الکتب الغریبۃ التی لم تشتھر [1]۔ غیر مشہور کتابوں سے نقل جائز نہیں، فتح القدیر وبحر الرائق و نہر الفائق و منح الغفار وغیرہا میں ہے:

لووجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لایحل عزوما فیھا الٰی محمد ولا الی ابی یوسف لانھا لم تشتھر فی عصرنا فی دیارنا ولم تتداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر مثلا فی کتاب مشھور معروف کالھدایۃ والمبسوط کان ذٰلک تعویلا علی ذٰلک الکتاب [2]۔	اگر ہمارے زمانے میں نوادر میں نوادر کا کوئی نسخہ پایا جائے تو اس میں جو کچھ ہے اسے ابویوسف یا محمد کی طرف نسبت کرنا حرام ہے اسی لئے کہ وہ کتاب ہمارے زمانے میں یہاں مشہور و متداول نہیں ہاں نوادر سے اگر مثلا ہدایہ یا مبسوط کسی مشہور معروف کتاب میں نقل ہو تو اس نقل کا ماننا اس مشہور کتاب کے اعتماد پر ہوگا۔

اپنے زمانے میں غیر مشہور کی قید سے افادہ فرمایا کہ پہلے اگر مشہور بھی تھی تو اب معتبر نہیں نہ کہ

[1] غمز العیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن الکریم ۱/ ۱۶

[2] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۶۰

وہ رسالہ کہ کبھی مشہور نہ تھے، نہ ہیں۔ کسی الماری سے کوئی نسخہ نقل ہو کر چھپ جانا اسے کتاب مشہور نہ کردے گا۔

(۵۴) ثالث تمام مدارج طے ہونے کے بعد یہی جواب کافی ووافی کہ جمہور اولیاء وجمیع ائمہ منع پر ہیں تو اجماع ہوا اور اجماع کے خلاف اقوال شان مستند نہیں ہو سکتے۔

(۵۵) یہی عبارت مباحث معدن المعانی میں ہیں۔

(۵۶) جب بکر کی جراتیں یہاں تک ہیں تو اس تحریف کی کیا شکایت کہ لطائف میں در بارہ سجدہ ملائکہ ملتقط سے نقل ہوا:

کان السجدۃ لہا طرفان طرف التحیۃ و طرف العبادۃ فالتحیۃ کانت لاٰدم والعبادۃ للہ تعالٰی [1]۔	یعنی اس سجدے کی دو طرفیں تھیں۔ طرف تحیت و طرف عبادت، ان میں تحیت تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تھی اور عبادت اللہ عزوجل کے لئے۔

اسے یوں بنالیا ص ۲۲ کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں: ایک سجدہ تحیت، ایک سجدہ عبادت، پس سجدہ تحیت آدمی کے لئے ہے اور سجدہ عبادت خدا تعالٰی کے لئے" شاید دہلی کے شاعر نے بکر ہی سے کہا تھا کہ ؎

عیار ہو بیباک ہو جو آج ہو تم ہو ۔۔۔ بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

(۵۷) ایسا ہی جُل عبارت کا کشاف سے کھیلا اس کی اصل عبارت یہ ہے:

فان قلت کیف جاز لھم ان یسجد والغیر اللہ قلت کانت السجدۃ عندھم جاریۃ مجری التحیۃ والتکرمۃ کالقیام و المصافحۃ وتقبیل الید ونحوھا مما جرت علیہ عادۃ الناس من افعال شھرت فی التعظیم والتوقیر [2]۔	یعنی اگر تو کہے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بیٹوں کو غیر خدا کے لئے سجدہ کیسے جائز ہوگیا تو میں کہوں گا ان کے یہاں سجدہ تحیت کا رواج تھا جیسے قیام (مصافحہ ودست بوسی وغیرہ افعال تعظیم وتوقیر جن کا لوگوں میں رواج ہے۔

اسے یہ بنالیا کہ ص ۱۳ " سجدۂ تعظیمی قرن اول سے جاری ہے" اول تو رواج حال میں سجدہ کا نام

---

[1] لطائف اشرفی فی طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

[2] الکشاف (تفسیر الزمخشری) تحت آیۃ ۱۲/ ۱۰۰ انتشارات آفتاب تہران ۲/ ۳۴۴

کہاں تھا قیام و مصافحہ و دست بوسی کا ذکر تھا جس کا صاف یہ مطلب کہ جیسے اب یہ افعال تحیت ہیں یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کے زمانے میں سجدہ تحیت تھا۔ پھر جرت علیہ عادۃ الناس" سے اتنا ثابت کہ زمخشری کے زمانے میں ان کا رواج ہے قرن اول کا یہاں کون سا حرف تھا، نہ قرن اول میں قیام و دست بوسی عادت ناس تھی، وقوع خاص وعادت ناس میں جو فرق نہ کرے جو ہل ہے تو یہ کشاف پر دہورا افترا ہے۔

(۵۸) بکر اس کی عبارت میں بھی قطعو برید سے نہ چوکا، وہ جو اس نے سوال قیام کیا تھا کہ اگر تو کہے انھیں غیر خدا کے لئے سجدہ جائز ہوگیا صاف اڑادیا جس سے کھلتا تھا کہ ہماری شریعت میں ناجائز ہے جس پر سوال ناشیئ ہوا، اگر ہماری شریعت میں بھی جائز ہوتا تو سوال کا کیا منشا تھا۔

(۵۹) اسی طرح کشاف میں عبادت و تحیت کا فرق بتا کر کہا:

یجوز ان یختلف الاحوال والاوقات فیہ[1]۔	اس میں احوال واوقات کا اختلاف ہو سکتا ہے۔

یعنی جب جائز تھا اب حرام، یہ کسے کہا، سجدہ تحیت کو یا سجدہ عبادت کو، کیا وہ بھی کسی زمانے میں غیر خدا کے لئے جائز وھو سکتا ہے۔ یہ ہے کل جمع کشاف کا کلام جس پر وہ صریح تہمت رکھدی کہ "بہت شرح وبسط سے تعظیمی سجدہ کی اباحت پر زور دیا ہے" ص ۱۴۔

غرض او مفتری نتواں برآمد   کہ اواز خود سخن می آفریند

(جھوٹ کہنے والے سے یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خود بات کو گھڑلیتا ہے۔ت)

(۶۰) شاہ عبدالعزیز صاحب کو قول افتراء کے ساتھ فعلی افترا سے بھی نہ چھوڑا کہ "وہ خود والدین واولیاء اللہ کے مزارات پر سجدہ تعظیمی ادا کرتے تھے" ص ۱۴۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾"[2] اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔

(۶۱) یہ وہی شاہ عبدالعزیز صاحب ہیں جن کے فتوی سے سن چکے کہ سجدہ تحیت باجماع قطعی حرام ہے یہ وہی شاہ صاحب ہیں جو تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

درامتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ	پہلی امتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا، جیسا کہ

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل تحت آیۃ ۲/ ۳۴ انتشارات آفتاب تہران ۱/ ۲۷۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

حضرت یوسف واخوان ایشان واقع شدہ کہ "وخروالہ سجدا درشریعت ماایں طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام ست بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ[1]۔	حضرت ابویوسف کے بھائیوں کے واقعہ میں مذکور کہ انھوں نے یوسف کو سجدہ کیا۔ لیکن ہماری شریعت میں یہ طریقہ بھی لوگوں کا آپس میں اختیار کرنا حرام ہے ان متواتر حدیثوں کی وجہ سے جو اس باب میں وارد ہوتیں۔ (ت) تو یہ افتراء بھی سوافتراء ہے۔

(۶۲) جس کی یہ قاہر تصریحیں ہوں اس کے ایک محاورہ کے لفظ مسجود خلائق کو معنی حقیقی شرع پر حمل کرنا اور اس سے اس کے نزدیک جواز نکالنا صریح ہٹ دھرمی ہے یوں تو شاہ صاحب سے بدرجہاں اعلم و اعظم حضرت شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مدارج شریف میں ہے رب عزوجل نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت فرمایا:

تسمیہ کردم او را بحمد واحد محمود وگردانیدم او را عابد و معبود[2]۔	میں نے ان کا نام محمد، احمد اور محمود رکھا، اور میں نے ان کو عابد اور معبود بنایا (یعنی خدا کی عبادت کرنے والا اور لوگوں کا محبوب اور مخدوم) (ت)

اب یہاں بھی کہنا کہ حضرت محدث دہلوی "معبود" کا لفظ کسی بندے کے حق میں لکھتے ہیں یا کسی خدا کے ص ۱۶، سجدہ تحیت بالائے طاق عبادت مخلوق بھی جائز کرلینا اور یہ "کسی خدا" بھی عجیب لفظ ہے۔ معلوم نہیں بکر کے نزدیک کتنے خدا ہیں شاید کرشن مت کے چھپن کروڑ لئے ہوں۔

(۶۳) بکر نے جو مضمون فوائد الفواد سے نقل کیا بعینہٖ یہی مضمون سیر الاولیاء میں حضرت سلطان الاولیا رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

دریں حال کہ او پیش ما بود وحید الدین قریشی درآمد و سر بر زمین نہاد۔ شیخ سعدی خویش گوید؎ ہر جا کہ روئے زندہ دلے برزمین تست ہر جا کہ دست غمزدہ در دعائے تست	اسی حال میں جب وہ میرے سامنے تھا وحید الدین قریشی آیا اور اس سر زمین پر رکھا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں:؎ "جس جگہ چہرتازہ ہو تو وہ تیری زمین پر بچھا ہے

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ ۳۴/۲ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۷۷

[2] مدارج النبوۃ

بزرگے دیگر گوید ؎ شعاع روز بہی تابد از جبین کسے کہ در پستش تو بر نہد بخاک جبین[1]	اور جس جگہ غمزدہ ہو تو ہاتھ تجھ سے دعا کے لیے ہیں"۔ "ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں: ؎ "ابد تک روشن شعاع کسی کی پیشانی سے پھوٹتی ہیں کہ تیری پرستش کے لئے وہ پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے" (ت)

یہاں تو نہ نرا مسجود بلکہ پرستش موجود، اب کہہ دینا کہ حضرت سلطان الاولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذاللہ غیر خدا کے لئے سجدہ عبادت روا جانتے تھے جیسے یہاں پرستش بمعنی عبادت نہیں بلکہ خدمت یونہی وہاں مسجود بمعنی مخدوم ومطاع، یہ خود مشہور معنٰی ہیں اور عام محاورہ میں مستعمل ہے۔ مگر عناد کا کیا علاج۔

(۶۴) بکر کو ہر قسم اختراع میں کمال ہے لغت میں بھی اجتہاد ہے لفظ کے معنی بھی دل سے تراش لیے جاتے ہیں عالمگیری پر افتراء نمبر اول میں یہ لفظ گھڑے "اوطأطأ راسه فلا باس" جس کا صاف ترجمہ یہ تھا" یا سر خم کیا تو حرج نہیں" اسے یہ بنالیا ص ۱۳"، یا اپنے سر کو زمین پر رگڑے تو کچھ مضائقہ نہیں" بکر سے پوچھئے طأطأة کا ترجمہ "زمین پر رگڑنا" کہاں کی زبان ہے۔ مقام حیرت ہے جب اصل عبارت ہی اپنی ساختہ پرداختہ تھی جس کا عالمگیری میں تھل نہ بیڑا تو سرے سے اوسجدله کیوں نہ گھڑلیا اس کی کیا ضرورت آڑے آئی کہ لفظ طأطأ رکھ کر ترجمہ بھی جھوٹا کرے مگر یہ کہ اختراع میں اپنی مہارت دکھائی کہ عبارت بھی دل سے تراشیں پھر اس جھوٹ کا ترجمہ جھوٹ در جھوٹ گھڑیں "ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ" [2] (اتنے زیادہ اندھیرے ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر چھائے ہوئے ہیں۔ت)

(۶۵) سیر الاولیاء میں تھا: مرید زمین بوسید[3] اس کا ترجمہ یہ تراشہ گیا" مرید زمین پر سر بسجود ہوگیا"۔ اگر ترجمہ کتاب پر یہ حسب عادت بکری افتراء ہے تو ظاہر ورنہ فحوائے حدیث صحیح مسلم "**فهو احد الكاذبين**" تو وہ ایک جھوٹا ہے۔ت) نقد وقت ہے لطائف میں تھا بعضے اصحاب روایت شرعی ہم آوردہ آند[4]" جس کا ترجمہ بکر نے یہ کیا" بعض اصحاب شرعی کی روایت بھی لاتے ہیں" کہ استمرار پر دلالت کرے حالانکہ اس کا حاصل صرف اس قدر کہ کوئی صاحب اس پر روایت شرعی بھی لائے۔

---

[1] سیدالاولیاء باب ششم نکتہ در میان اعتقاد مرید الخ مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۰
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰
[3] سیر الاولیاء باب ششم مؤسسۃ انتشارات اسلامی بیروت ص ۳۵۰
[4] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

جس سے ظاہر کہ مصنف لطائف نے نہ وہ روایت آپ دیکھی نہ اس پر ایسا اعتماد کہ جزمافرماتے کہ یہاں روایت شرعی بھی ہے بلکہ ایک شخص مجہول کا حوالہ دیا یہ سند نہیں ہو سکتا کہ ارشاد حضرت قدوۃ الکبراء تو در کنار قول صاحب لطائف بھی نہیں نہ ناقل معلوم بلکہ مجہول الاسم والمسمی۔

(۶۶تا۶۹) اس ناقل مجہول کی نقل کی حالت یہاں سے کھلتی ہے کہ اس نے ایک مضمون میں نقل کیا کہ نبی وپیر و بادشاہ و والدین و مولی کو سجدہ تحیت جائز ہے اور بے دھڑک کہہ دیا یہ سب بیان فتاوی قاضیخان اور صغیر خانی اور تیسیر اور سراجی اور خانی اور کافی میں ہے، فتاوی قاضی خان اور افتراء صغیر خانی پر افتراء، سراجی پر افتراء، "**هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ** ﴿۱۱۱﴾"[1] (لوگو! اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ت)

(۷۰) جہالت کی یہ حالت کہ فتاوی قاضی خان کو جدا گنا اور خانی کو جدا، حالانکہ یہ وہی ہے۔

(۷۱) تیسیر جسے بکر نے ص ۱۴ پر فتاوی تیسیر کہا ہمارے مذہب کا کوئی فتاوی اس نام کا نہیں اس ناقل اور اب اس کے متبع بکر پر لازم کہ بتائے یہ کیا کتاب کس کی تصنیف اور اس میں یہ مضمون کہاں ہے۔

(۷۲) ملتقط کے معنی میں جو تحریف کی نمبر ۳۲ میں گزری اسی سلسلہ میں لکھا ص ۲۲ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے "سجدہ تحیت مثل سلام کے ہے اور کچھ نہیں حرج نہیں اگر پیروں کے سامنے رخسارے رکھے جائیں" یہ اگر مقولہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما شامل کی ا تو ابن عباس پر افتراء ہے ورنہ ملتقط پر۔

(۷۳) اگر ابن عباس نے گزشتہ امتوں میں سجدہ تحیت کو بجائے سلام کہا تو ہمیں کیا مضر اور مخالف کو کیا مفید اور اگر یہ مطلب کہ ابن عباس اب سجدہ تحیت کو مثل سلام کہتے ہیں تو قطعاً ان پر افتراء۔ رہا یہ کہ پھر صاحب لطائف نے ایسی افتراء بھری نقل کو درج کتاب کیوں کیا، جب انھوں نے فرمادیا کہ بعض یہ روایت لائے وہ بری الذمہ ہوگئے جیسے بہت محدثین احادیث باطلہ موضوعہ روایت کرتے ارو جانتے کہ جب ہم نے سند لکھ دی ہم پر الزام نہ رہا علاوہ بریں مولنا ملک العلماء بحر العلوم فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

العدول من غیرالائمۃ لایبألون عمن اخذوا و رووا الاتری الشیخ علاء الدولۃ السمنانی کیف اعتمد علی الرتن الھندی و ای رجل	یعنی اماموں کے سوا اور ثقہ عادل حضرات اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ کس سے لیتے کس سے روایت کرتے ہیں حضرت شیخ علاء الدولۃ سمنانی قدس سرہ کو نہ دیکھا کیونکر رتن ہندی پر اعتماد فرمالیا حضرت

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

یکون مثلہ فی العدالۃ[1]۔	ممدوح کے برابر کون عادل ہوگا۔

(۷۴) ص ۱۴ پر جہاں چند حوالوں میں بے نقل عبارت صرف نام گنائے ہیں جن میں خاص کر معارف وسراجیہ وعزیزیہ وشرح مشکوۃ کے حوالے یقینا جھوٹ ہونا اوپر واضح ہوچکا اور فتاوی تیسیر کوئی فتاوی ہی نہیں انھیں میں چھٹا نام معین الدین واعظ کی تفسیر سورہ یوسف کا ہے بکر جب اس قدر شدید الاجتراء کثیر الافتراء ہے تو اس حوالے پر کیا اعتماد، اور ہو تو تصریحات ائمہ وارشادات حدیث کے مقابل ایک واعظ کی بات سے کیا استناد، یہ حقیقت ہے بکر کی سندوں کی، **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت بلند مرتبہ اور عظیم شان والے اللہ تعالٰی کی توفیق دینے کے سوا کسی میں نہیں۔ت)

فصل دوم: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بکر کے افتراء اور حدیث سے تحریم سجدہ تحیت کا ثبوت

(۷۵) بھلا یہاں تک تو لغت وفقہ وائمہ وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم ہی پر افتراء تھے مگر بکر کی بڑھتی ہمت کیا صبر کرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بھی افتراء سے باز نہ آئی ص ۹ پر کہا: خود آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **کلامی لاینسخ کلام اللہ**[2] میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا، یہ حدیث ابن عدی ودار قطنی نے بطریق محمد بن داؤد القنطری عن جبرون بن واقد الافریقی روایت کی ابن عدی نے کامل اور ابن جوزی نے علل میں کہا یہ حدیث منکر ہے، ذہبی نے میزان میں کہا جبرون متہم ہے اس نے قلّت حیا سے یہ حدیث روایت کی ترجمہ، قنطری میں کہا یہ حدیث باطل ہے، ترجمہ افریقی میں کہا یہ حدیث موضوع ہے، امام حجر نے لسان المیزان میں دونوں جگہ ان کے یہ کلام مقرر رکھے، بعد وضوح امر ایک منکر، باطل، موضوع حدیث متہم بالکذب کی روایت کو کہنا کہ حضور نے فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کی جرأت ہے۔

(۷۶) بکر مدعی حنفیت حنفیت سے جدا چلا، مذہب حنفی میں بیشک آیت حدیث سے منسوخ ہوسکتی ہے **کما ھو مصرح فی کتب اصولھم قاطبۃ** (جیسا کہ اصول کی عام کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ت) احکام میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام اللہ عزوجل ہی کا کلام ہے تو کلام خدا کلام خدا ہی سے منسوخ ہوا۔

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۷۵

[2] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد الافریقی دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۲

قال اللہ تعالٰی "وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ؕ﴿۳﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ﴿۴﴾ "[1]	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے وہ تو نہیں مگر وحی کہ بھیجی گئی۔

(۷۷) صفحہ ۱۵ پر سرخی دی: "آنحضرت نے خود سجدے کی اجازت دی" یعنی غیر خدا کو سجدہ تحیت کی جس کی بحث ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر منہ بھر کر شدید افتراء ہے "ہَاتُوۡا بُرۡہَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ "[2] اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ "[3]	ایسے جھوٹ افتراء وہی کرتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

لا الہ الا اللہ بلکہ حضور نے اسے حرام فرمایا۔

(۷۸) اس سرخی کے نیچے کہا: مشکوٰۃ میں ابن خزیمہ بن ثابت سے ہے کہ انھوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشانی پر اپنے آپ کو سجدہ کرتے دیکھا انھوں نے یہ خواب حضرت سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا تیرا خواب سچا ہے آپ فوراً لیٹ گئے اور ابن خزیمہ کو اپنی پیشانی پر سجدہ کرنے کی اجازت دی" مسلمانو! اس ظلم عظیم کو دیکھو کہاں پیشانی پر سجدہ کہاں خود حضور کو سجدہ، شاید بکر جانماز یا زمین پر سجدہ کرتے یہ سمجھتا ہوگا کہ وہ اس کپڑے یا زمین کے ٹکڑے کو سجدہ کررہا ہے۔

(۷۹) بے علمی کی یہ حالت کہ مشکوٰۃ شریف میں تھا:

عن ابن خزیمۃ بن ثابت عن عمہ ابی خزیمۃ انہ رأی فیما یری النائم[4]۔	یعنی ابن خزیمہ بن ثابت اپنے چچا ابوخزیمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے خواب دیکھا۔

وہ خواب راوی خواب کی طرف نسبت کردیا کہ: ابن خزیمہ بن ثابت نے خواب دیکھا" اور اس جہالت کے صدقے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایک افترا دانستہ کردیا کہ "ابن خزیمہ کو اپنی پیشانی پر سجدہ کی اجازت دی"

(۸۰) ایسی ہی بے علمی اور اس کے سبب نادانستہ افترا یہ ہے کہ حدیث میں تھا:

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳

[2] القرآن الکریم ۲ /۱۱۱

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[4] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرؤیا الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۶

فاضطجع له وقال صدق رؤياك [1]۔	حضور نے پہلوئے مبارک پر آرام کرکے ابوخزیمہ سے فرمایا اپنا خواب سچ کرلو۔

مرقاۃ میں ہے:

(صدق رؤیاک) امر من التصدیق ای اعمل بمقتضاھا [2]۔	اپنے خواب کی تصدیق کردیجئے، یعنی لفظ صَدِّقْ یہ تصدیق کا امر ہے یعنی اس کے مقتضا کے مطابق عمل کیجئے۔ (ت)

عربی سمجھ میں نہ آئے تو شیخ محقق کا فارسی ترجمہ سنئے:

گفت آنحضرت صدق رؤیاک راست گردان خواب خود راکہ دیدہ وسجدہ کن برجبہۃ من [3]۔	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: اپنے خواب کی تصدیق کرو جو تم نے دیکھا ہے لہٰذا میری پیشانی پر سجدہ کیجئے۔ (ت) سے یہ بنالیا کہ "آپ نے فرمایا: تیرا خواب سچا ہے"

(۸۱) ممانعت سجدہ غیر اللہ کے بارے میں حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ مسند امام احمد میں ہے نقل کی جس میں ایک اونٹ کا حاضر ہوکر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنا اور اس پر صحابہ کی خواہش کہ انھیں بھی اجازت سجدہ ملے اور حضور کا اجازت نہ دینا ہے [4]۔ اور خود کہا ص ۹ "اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ حدیث صاف صاف سجدہ غیر اللہ کی مخالفت کرتی ہے اور کوئی گنجائش رسول خدا کے صریح الفاظ کے خلاف عذر کرنے کی باقی نہیں رہتی پھر جو تحریف کلام الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رگ اچھلی ان صاف صاف تصریح الفاظ نبوی کی یوں تبدیل و تغییر کی" ص ۹ "حدیث کے الفاظ میں یہ ہے کہ اگر سجدہ غیر اللہ جائز ہوتا تو میں بیوں کو شوہر کے سجدہ کا امر کرتا اور امر سے وجوب ہوتا ہے لہٰذا حضور کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ تعظیمی وجوب کے حد میں جائز ہوتا تو میں عورت پر مرد کا سجدہ واجب کرتا یعنی سجدہ تعظیمی واجب نہیں بلکہ مباح ہے" یہ "یعنی" رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افتراء ہے حدیث کے کون سے حرف میں ہے کہ "بلکہ مباح ہے" جب حسب اقرار بکر شرط میں صرف ذکر جواز

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرؤیا الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۶

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ کتاب الرؤیا الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸ /۴۰۶

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الرؤیا الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ ۳ /۶۵۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۶ /۷۶

ہے کہ "اگر سجدہ غیر اللہ جائز ہوتا" اور جزا میں وہ امر ہے کہ یقینا منتفی یعنی عورت کو سجدہ کا حکم ہونا اور انتفائے جزا انتفائے شرط ہے تو حدیث کا صاف مفاد سجدہ کا عدم جواز ہوا یعنی جائز ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا لیکن عورت کو حکم نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ سجدہ جائز نہیں ذکر امر جزا میں ہے کہ "عورت پر سجدہ واجب کرتا" جزا کا وجوب شرط میں کیسے داخل ہوگیا جواز پر ایجاب کا ترتیب بعید نہیں کہ واجب نہ ہوسکے گا مگر وہ جو جواز رکھتا ہو تو حاصل یہ کہ کوئی اگر سجدہ غیر میں جواز کی گنجائش ہوتی تو میں عورت پر مرد کے لئے واجب کردیتا لیکن وہ جائز نہیں ہوسکتا لہٰذا عورت کو اس کا حکم نہ دیا۔

(۸۲) طرفہ جہالت جبکہ عورت پر وجوب امر سے ہوتا تو قبل امر وجوب نہ ہونا چاہئے تھا۔نہ یہ کہ سجدہ غیر خدا واجب ہوتا تو میں عورت پر حکم سے واجب کردیتا۔

(۸۳) صحابہ نے اجازت ہی تو طلب کی تھی نہ کہ ایجاب تو نفی وجوب سے اس کا کیا جواب۔

(۸۴) بکر نے تتمہ حدیث نقل کیا ص۸: **ولکن لاینبغی لبشران یسجد لغیر اللہ**۔اور خود اس کا ترجمہ کیا" لیکن آدمی کو زیبا نہیں کہ سوا خدا کے کسی کو سجدہ کرے" پھر اس کا یہ مطلب گھڑتا کہ واجب نہیں مباح ہے کیسی کھلی تحریف ہے۔

(۸۵) حدیث قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ سنن ابی داؤد شریف میں ہے جنھوں نے شہر حیرہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں واپس آکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حضور کو سجدہ کی اجازت مانگی،ارشاد ہوا:

لاتفعلوا لوکنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء وان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من حق[1]۔	نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دینے والا ہوتا تو ضرور عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اس حق کے سبب جو شوہروں کا ان پر ہے۔

یہاں صریح صیغہ نفی موجود ہے لاتفعلوا سجدہ نہ کرو۔اب بکر سے کہو اپنی اصول دانی لے کر چلے۔ص۹ "شارح علیہ السلام کسی بات کا حکم امر کے صیغہ سے دیں تو وہ کام واجب ہوتا ہے" یونہی شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام کسی بات سے بصیغہ نہی منع فرمائیں تو وہ کام حرام ہوتا ہے۔ثابت ہوا کہ سجدہ غیر حرام ہے اور حدیث کا وہ مطلب گھڑنا کہ "واجب نہیں بلکہ مباح ہے" محض افترائے ناکام۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

(۸۶) بکر ہے ہوشیار حدیث ام المومنین صدیقہ نقل کی جس میں صریح صیغہ نہی تھا اور عوام کو دھوکا دینے کو لکھ دیا ص ۹"، اسی حدیث کو سجدہ تعظیمی کے مخالف سند میں پیش کیا کرتے ہیں سوا اس کے اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں ہے۔ اول تو سند کا حدیث میں حصہ جھوٹ ہم نے بکر ہی کی مسلم سندوں سے ثابت کر دیا کہ غیر خدا کو سجدہ تحیت حرام حرام حرام، سوئر کھانے سے بھی بدتر حرام۔

(۸۷) پھر حدیث کا اس ایک میں حصہ سفید جھوٹ، وہ حدیث صدیقہ شاید بکر نے مشکوٰۃ سے لی ہو کہ بکر کی اس تک رسائی ص ۱۵ سے نمبر ۴۲ میں ہو چکی ہے مشکوٰۃ کے اسی باب اسی فصل میں اس سے دو حدیث اوپر حدیث قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ موجود تھی جس میں صریح ممانعت موجود، اس نے چھپالیا اور کہہ دیا۔ اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں"۔

(۸۸) نیز وہیں مشکوٰۃ میں تیسری حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کا پتا دیا تھا اسے بھی اڑا دیا اور کہہ دیا کہ "اور کوئی ثبوت نہیں" دین میں یہ چالاکیاں مسلمان کہلا کر نازیبا ہیں۔ حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ مسند امام احمد میں بسند رجال صحیح بخاری و صحیح مسلم یوں ہے۔

حدثنا وکیع ثنا الاعمش عن ابی ظبیان عن معاذ بن جبل انه لما رجع من الیمن قال یا رسول الله رأیت رجالا بالیمن یسجد بعضهم لبعض افلا نسجدلك قال لوکنت آمرا بشرا یسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[1]۔	(ہم سے وکیع نے بیان کیا کہ اعمش نے ابی ظبیان سے انھوں نے معاذ بن جبل سے روایت کیا) یعنی جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ یمن سے واپس آئے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے یمن میں کچھ لوگوں کو دیکھا آپس میں ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں، تو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کرے، فرمایا: میں اگر آدمی کو آدمی کے سجدہ کا حکم دینے والا ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(۸۹) اپنے ہی پاؤں پر تیشہ زنی، یہ کہ حدیث ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے تتمہ میں وہ الفاظ بڑھادئے:

لاینبغی بشر ان یسجد لغیر الله۔	کسی انسان کے لئے لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۲۲۷-۲۲۸

اس کی مبلغ علم مشکوٰۃ میں یہ حدیث ام المومنین کا تتمہ نہیں بلکہ چوتھی حدیث سلیمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا حضور نے فرمایا:

لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الاالله تعالٰی۔اوردہ الامام النسفی فی المدارک [1]۔	کسی مخلوق کو سزاوار نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرے۔ (امام نسفی اس کو مدارک میں لائے ہیں۔ت)

یہ چار واقعہ جداجدا ہیں حدیث صدیقہ میں اونٹ کا سجدہ دیکھ کر صحابہ نے اجازت چاہی،
قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حیرہ متصل کوفہ میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یمن میں سجدہ حکام دیکھ کر اجازت مانگی اور ہر بار ایک ہی جواب ارشاد ہوا کسی بار اجازت نہ ہوئی۔
سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود سجدہ ہی کرنا چاہا منع فرمایا۔
ان تینوں حدیثوں میں ایک فائدہ اور ہے جس کے لئے بکر نے ان کو چھپایا کہ عنقریب ظاہر ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی۔

(۹۰) حدیث صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر بکر کا ظلم اشد واخبث حد سے گزر گیا۔ صفحہ ۹ پر کہا "سب سے بڑی بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور نے صحابہ کی خواہش کو سجدہ عبادت تصور کرکے جواب دیا تھا جبھی تو فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کا احترام واکرام بجالاؤ آپ کے ذہن میں سجدہ تعظیمی ہوتا تو عبادت رب کا حوالہ نہ دیتے اور احترام وتعظیم کو عبادت سے الگ کرکے ظاہر نہ فرماتے اس وقت تو آپ کے ذہن میں سجدہ عبادت تھا

انا لله وانا الیه راجعون ○ "كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ○" [2]۔	(یقیناً ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور (بلاشبہہ اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) کیا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکل رہا ہے وہ تو نرا جھوٹ بک رہے ہیں۔

مسلمانو! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن پر قرآن کریم میں اترا:

---

[1] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲/ ۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۲

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" [1]	اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو خود فرماتے:

ایاك والظن فان الظن اکذب الحدیث [2]۔	گمان سے دور رہ کہ گمان سے بڑھ کر کوئی جھوٹ بات نہیں الحدیث۔

وہ اور اپنے صحابہ کرام حاضران بارگاہ پر یہ بدگمانی کہ یہ میری عبادت چاہتے ہیں مجھے دوسرا خدا بنانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o (ہم اللہ تعالٰی کا مال ہیں اور یقینًا اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ت) کلا واللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تو یہ گمان نہ ہوا نہ اس درخواست سے کسی عاقل کو تعظیم و تکریم کے سوا کوئی گمان عبادت گزرتا مگر بکر نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر یہ خبیث بدگمانی کرکے اپنے لئے استحقاق جہنم کرلیا اگر توبہ نہ کرے۔

(۹۱) یہی نہیں بلکہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور سخت تر الزام ہے حضور نے یہ سمجھا کہ صحابہ میری عبادت کیا چاہتے ہیں اس پر نہ غضب فرمایا نہ انکار نہ صحابہ کو توبہ کی ہدایت نہ تجدید اسلام و نکاح کا حکم اس کا ذکر تک نہ کیا یہ ہلکی سی بات فرماکر چپ ہو رہے کہ میں اس کا حکم کرتا تو عورت کو معاذاللہ وہ گمان فرمایا ہوتا تو اسی قدر فرماتے یا یہ کہ ارے تم عبادت غیر چاہ کر مرتد ہوگئے ارے توبہ کرو اسلام لاؤ اپنی عورتوں سے پھر نکاح کرو۔ ایک بادیہ نشین ناواقف کے منہ سے اتنی بات نکلی تھی کہ ہم حضور کو اللہ تعالٰی کے یہاں شفیع لاتے ہیں اور اللہ تعالٰی کو حضور کے پاس۔ اس پر وہ غضب شدید فرمایا کہ در و دیوار تجلی شان جلال سے بھر گئے دیر تک سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ فرماتے رہے پھر اس اعرابی سے فرمایا: اجعلتنی للہ ندا کیا تو نے مجھے اللہ کا ہمسر ٹھہرایا، ویحك اتدری ما اللہ افسوس تجھ پر ارے تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے۔ پھر اس واحد قہار کی عظمت بیان فرمائی رواہ ابوداؤد [3]۔ یہاں مخلص صحابہ حاضران بارگاہ علیہم الرضوان

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب قولہ تعالٰی یایھاالذین اٰمنوا اجتنبوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجھمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۴

سے معاذاللہ دوسرا خدا بنانے غیر خدا کی پوجا کرنے کی خواہش سمجھتے اور ساکت رہتے ہیں کیا یہ ممکن ہے، کلا واللہ کیا یہ شان رسالت ہے حاشاللہ، جو رسول کو کفر وارتداد پر سکوت کرنے والا ٹھہرائے وہ خود کفر وارتداد کے گھاٹ تک پہنچ گیا کہ نبی کی ایسی شدید توہین کی " هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ "[1] (وہ اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ت) بکر نے تو یہ سمجھا کہ میں نے حدیث صدیقہ کی مدافعت میں اپنا زرو علم و قلم دکھایا اور نہ جانا کہ اس کے جہل وبیباکانہ قول نے اسے کہاں تک پہنچایا، سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ لایری بھا بأسًا یھوی بھا سبعین خریفا فی النار[2]۔	بیشک آدمی ایک بات کہتا ہے جس میں کچھ برائی نہیں سمجھتا اس کے سبب ستر برس کی راہ جہنم میں اتر جاتا ہے۔

اور فرمایا:

ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ مایظن ان تبلغ مابلغت فیکتب اللہ علیہ بھا سخطہ الی یوم القیمۃ[3]۔	بیشک آدمی ایک بات ناراضی خدا کی کہتا ہے اس کے گمان میں نہیں ہوتا کہ کہاں تک پہنچی، اس کے سبب اللہ اس پر قیامت تک اپنا غضب لکھ دیتا ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی۔**

اللہ عزوجل کی طرف شکر ہے اس پر فتن زمانے سے کہ جسے الٹے سیدھے دو حرج ارود کے لکھنے آگئے وہ مصنف و محقق ومجتہدین بیٹھا اور دین متین میں اپنی ناقص عقل فاسد رائے سے دخل دینے لگا قرآن وحدیث وعقاید وارشادات ائمہ سب کا مخالف ہو کر پہنچا جہاں پہنچا۔

ویتوب اللہ علی من تاب ومن یتول	اور اللہ توبہ فرماتا ہے جو کوئی توبہ کرے۔اور

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ لیضحك الناس امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۶، ۲۹۷، سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۴

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث بلال ابن حارث المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۶۹، المعجم الکبیر حدیث ۱۱۲۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/ ۳۶۷

فان الله هو الغفور الحمید۔	جو کوئی پھر جائے تو بیشک اللہ تعالٰی بخشنے والا تعریف والا ہے۔ (ت)

(۹۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اونٹ کا سجدہ کرنا کیا حضور کو معبود وخدا بنا کر تھا، حاش للہ۔ معجم کبیر طبرانی میں یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن شیئ الایعلم انی رسول الله الا کفرة الجن والانس [1]۔	ہر چیز مجھے اللہ کا رسول جانتی ہے سوائے کافر جن اور آدمیوں کے،

یوہیں حیرہ ویمن میں لوگوں کا زمینداروں کو سجدہ کرنا قطعاً سجدہ تحیت ہی تھا نہ کہ سجدہ عبادت، انھیں سجدوں کی بناپر صحابہ نے حضور کو سجدے کی اجازت مانگی تھی جس سے کسی عاقل کا بھی وہم معبود والہ بنانے کی طرف نہیں جاسکتا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایسی باطل سمجھ کاالزام کسی دریدہ دہنی ہے۔

(۹۳) غنیمت ہے کہ سجدہ غیر کی سخت شناعت خود بکر کے منہ ثابت ہوئی، صحابہ وہ صحابہ جن کے کانوں میں ہر وقت **لا الٰہ الا اللہ** کے نغمے گونج رہے تھے جنھیں بات بات میں توحید کا سبق دیا جاتا جن کے دلوں میں اللہ کی وحدانیت پر ایمان پہاڑوں زیادہ گراں ومتمکن تھا۔ قرآن عظیم بار بار جن کے ایمان کی گواہی دے چکا تھا دوسرے کو سجدہ تحیت ایسی سخت چیز ہے کہ اس کا فعل نہیں صرف اس کی خواہش سنتے ہی ان کے یہ تمام فضائل جلیلہ اور ان کے ایمان وتوحید کی قوت سب حضور کے ذہن اقدس سے اتر گئے اور یہی خیال گیا کہ یہ مجھے خدا بنانا چاہتے ہیں تو ایسا ناپاک فعل دوسروں کو کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔

(۹۴) بیشک سجدہ افعال عبادت سے ہے۔ سجدہ عبادت وسجدہ تحیت میں سوائے نیت کوئی فرق نہیں، سجدہ تو سجدہ زمین بوسی کی نسبت درمختار سے گزرا کہ **یشبه عبادة الوثن** [2] بت پرستی کے مشابہ ہے۔ اور بکر کی مسلم کامل التحقیق ردالمحتار نے اسے مسلم رکھا، اور اخلاص عبادت یہ ہے کہ عبادت غیر کی مشابہت سے بھی بچے، لہٰذا حضور نے ذکر عبادت فرمایا کہ افعال عبادت صرف اپنے رب کے لئے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۲/ ۲۶۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحہ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

کرواسے اس ناپاک محمل پر ڈھالنا جس سے وہ تین الزام شدید شان رسالت پر عائد کئے سخت خلاف دین ہے۔

(۹۵) خود بکر نے اسی سجدہ تحیت کو کہا ہے ص ۱۱"، سجدہ ایک ایسی چیز تھی جس میں سجدہ عبادت شریک تھا اور خدا کی عظمت کے انتہائی طریقہ میں خوا مخواہ آدم کا شریک ہوتا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی خود مرضی تھی کہ میری خلافت کی تعظیم وہی ہونی چاہئے جو خود میری ہے اس واسطے آدم کی عزت ایسے طریقے سے کرائی جو خدا کے سوا کسی کو زیبانہ تھا تاکہ سند ہو جائے کہ آدم خلافت کے بعد مجازی حیثت سے آخری تعظیم کا مستحق ہے جو حقیقت میں عبادت کی آخری شان ہے ایسی چیز سے ممانعت کے لئے "اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ" [1] (اپنے رب کی عبادت کرو۔ت) فرمانا کیا مستبعد تھا۔

(۹۶) حدیث قیس وحدیث معاذ وحدیث سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم میں تو "**اعبدوا**" نہیں ہے یہاں تو "**لا تفعلوا** اور **لا ینبغی**" ہے یہاں کس ذریعہ اس بدگمانی پر ڈھالے گا اسی لئے ان کو چھپایا اور کہہ دیا تھا کہ اور کوئی ثبوت نہیں۔

(۹۷) بکر نے چاند سورج بلکہ بت کو سجدہ اور مہادیو کی ڈنڈوت حلال کرلی جیسے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عبادت کا ذکر فرمایا اور اس سے بکر نے یہ ٹھہرالیا کہ صرف سجدہ عبادت کو منع کیا ہے یونہی آیہ کریمہ "لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ" [2] (لوگو! سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ت) جس میں سجدہ شمس وقمر سے ممانعت اور سجدہ الٰہی کا حکم ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾" [3] اگر تم اسے پوجتے ہو۔ یہاں بھی اللہ عزوجل نے عبادت کا ذکر فرمایا ہے تو یہاں بھی چاند سورج کو صرف سجدہ کی ممانعت ہوئی، اب بت پرستی یا بھوت کسی بلا کو سجدہ تحیت کی ممانعت پر قرآن کریم میں کوئی آیت نہ رہی، کیا بکر کوئی آیت دکھا سکتا ہے، ہر گز نہیں، اب بکر اپنی لفاظیاں یاد کرے اور "انسانی" کی قید سے ہاتھ اٹھا کر یوں کہے جو اس نے ص ۷ پر کہا ہے قرآن میں کسی سجدہ تعظیم کی ممانعت نہیں ایسی کوئی آیت نہیں جہاں کسی سجدہ کی تعظیم کی ممانعت کی گئی ہو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیمی سجدہ کے خلاف قرآن خاموش رہنا چاہتا ہے یعنی وہ مسلمانوں سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷

[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷

نہ یہ کہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہتا ہے کہ تم پر سجدہ تعظیمی حرام کیا گیا ہے تم کسی غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا "یہ " کسی "کا لفظ یاد رکھنے کے قابل ہے، اس کے بعد ص ۸ کا نتیجہ دیکھئے "پس جب قرآن نے ایسا کوئی صاف حکم نہیں دیا تو سجدہ تعظیمی کا حرام ہونا یا ناجائز ثابت نہیں ہوسکتا" دیکھئے کیسی کھلم کھلا بت کی سجدے تعظیم اور بے نیت عبادت مہادیو کی ڈنڈوت حلال کی ہے۔ کیوں نہ ہو جن کا کرشن نبی ہو ان کا دین آپ ہی ایسا ہو۔

(۹۸) چاند سورج کو جسدہ کی ممانعت جو قرآن کریم نے فرمائی اس پر بکر کا یہ عذر ص ۷ و ۸ کہ "اس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے۔ اور گفتگو سجدہ انسانی میں ہے سورج چاند اور چیز ہے انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے"

اوّلاً: عجب پادر ہوا ہے اس کے طور پر آیت میں تو چاند سورج کو سجدہ عبادت کی ممانعت ہے کہ فرمایا: "اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝" [1] (اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو۔ ت) سجدہ عبادت میں خلیفہ وغیر خلیفہ کا کیا فرق۔

ثانیاً: سجدہ آدم علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استناد کی خود پیخنی کرلی اس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے (یعنی ملائکہ نے سجدہ کیا) اور گفتگو سجدہ انسانی میں ہے (کہ انسان دوسرے کو سجدہ کرے) فرشتہ اور چیز ہے۔ انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے۔ غیر خلیفہ نے خلیفہ کو سجدہ کیا اس سے خود خلیفہ کا سجدہ کرنا کیسے جائز کرلیا علی نفسہا تجی براقش

(۹۹) قرآن کریم میں سجدہ تحیت کی ممانعت نہ سوجھنی قرآن عظیم سے غفلت پر مبنی، کیا قرآن مجید نے نہ فرمایا:

"اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" [2]	حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

کیا قرآن عزیز نے نہ فرمایا:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ" [3]	جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

کیا قرآن حکیم نے نہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴۱ /۳۷

[2] القرآن الکریم ۴ /۵۹

[3] القرآن الکریم ۴ /۸۰

"وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ"[1]	جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی بیشک اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

کیا قرآن حمید نے نہ فرمایا:

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ‌ۚ وَمَا نَهٰٮكُمۡ عَنۡهُ فَانْتَهُوۡا‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۘ‏ "[2]	رسول جو تمھیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ تعالٰی سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

کیا قرآن جلیل نے نہ فرمایا:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ۝۶۵ "[3]	اے محبوب، تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمھیں حاکم نہ بنائیں اپنے آپس کے اختلاف میں پھر جو تم فیصلہ فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہ پائیں، اور خوب اچھی طرح مان لیں۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس نزاع کا فیصلہ نہ فرمادیا کہ **لاتفعلوا** سجدہ تحیت نہ کرو۔ تو قطعاً قرآن عظیم ہی سجدہ تحیت سے منع فرمارہا ہے اور جو اس فیصلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا حکم جو ارشاد ہوا اللہ تعالٰی مسلمان کو اس سے پناہ دے۔

(۱۰۰) قرآن مجید میں تصریح نہ پانے پر بکر کا وہ حکم ص ۸ جب قرآن نے کوئی صاف حکم نہ دیا تو ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا وہ شدید بدمذہبی ہے جس کی خبر عالم **ماکان و مایکون** صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پہلے ہی دی ہے۔

الا انی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ الا یوشك رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا	سنتے ہو مجھے قرآن عطا ہوا اور اس کے ساتھ اس کا مثل، خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو۔

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[3] القرآن الکریم ۴/ ۶۵

القراٰن فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه وان ماحرم رسول الله کما حرم الله الا لایحل لکم الحمار الاھلی والاکل ذی ناب من السباع[1] الحدیث	اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور اس میں جو حرام پاؤ اسے حرام مانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرام کی وہی اسی کی مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی، سن لو پالتو گدھا تمھارے لئے حلال نہیں۔ نہ کوئی کیلے والا درندہ الحدیث۔(ت)

سجدہ تحیت بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرام فرمایا تو وہ حرام ہے اگرچہ قرآم کریم میں اس کی حرمت کی تصریح عوام کو نہ سوجھے۔

(۱۰۱و۱۰۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو۲ مثالیں ارشاد فرمائیں پالتو گدھا اور کیلے والا درندہ ان کی حرمت قرآن میں مصرح نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں حرام فرمایا۔ بکر کیوں ماننے لگا وہ یہی کہے گا ص ۸ کہ "جب قرآن نے کوئی صاف حکم نہ دیا تو حرام یا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا" تو بکر نے گدھا اور کتا حلال کرلیا۔

(۱۰۳تا۱۱۰) انھیں پر بس نہیں قرآن میں لحم خنزیر کا ذکر ہے گردے کلیجی کھال اور جھڑی تلی ہڈی کا نام کہاں ہے بلکہ سری پائے بھی عرفاً لحم میں نہیں تو بکر نے سوئر کے اجزا بھی حلال مانے کہ "جب قرآن نے صاف حکم نہ دیا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا"

(۱۱۱تا۱۱۳) غرض صاف حکم قرآن دلیل کا حصر کرکے بکر نے سنت اجماع، قیاس تین اصول شرع کو رد کرکے چکڑالوی مذہب لیا۔

فصل سوم: اللہ عزوجل پر بکر کے افتراء اور خود اسی کے منہ قرآن عظیم سے تحریم سجدہ تحیت کا ثبوت

(۱۱۴) سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء اگرچہ اللہ عزوجل پر افتراء ہے مگر بکر تو صریح خاص کا طالب ہے قرآن میں تصریح نہ ہو تو حدیث نہیں سنتا لہٰذا بالخصوص رب العزت پر بھی جرأتیں کیں ص ۹۵ میں اس کی عبارت دیکھ چکے خود مانا کہ سجدہ تحیت سے خدا کی عظمت کے انتہائی طریقے میں آدم کا شرک ہوتا تھا" پھر اسی کو اللہ کی مرضی ٹھہرایا کہ "خدا کی مرضی تھی کہ میری خلافت کی تعظیم وہی چاہیے جو خود میری ہے" یہ اللہ پر

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص۲۹

افتراء ہے اور کھلا شرک اس کے ذمہ باندھنا ایسے ہی افتراؤں کو کفر فرمایا:

" اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ "[1]	ایسے افتراء وہی کرتے ہیں جو مسلمان نہیں

(۱۱۵) ص ٦ پر کہا "خدا نے اپنے عبادت کے سجدے کے لئے کعبہ کو سمت قرار دیا ہے اس میں ایک بڑا فلسفہ پرشیدہ ہے وہ یہ کہ خدا سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیم امتیاز قام کرنا چاہتا تھا تاکہ مسلمان جان جائیں کہ سمت کعبہ کا سجدہ عبادت ہے جو غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے سجدے جائز ہیں۔ سمت کعبہ مقرر ہونے سے پہلے خدا نے فرمایا تھا:

"فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ ؕ " [2]	تم جدھر متوجہ ہو خدا اسی طرف ہے۔

یعنی جس سمت سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا مگر بعد میں سمت کعبہ مقرر ہوگئی اس کی وجہ یہی تھی کہ خدا سجدہ عبادت و سجدہ تعظیم میں فرق کرنا چاہتا تھا جو اس سمت نے کردیا" یہ اللہ عزوجل پر دوسرا افتراء ہے۔ بکر جلد بتائے کہ سمت کعبہ مقرر فرمانے کی یہ وجہ اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہا بتائی ہے " اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾ " [3] (کیا تم اللہ تعالٰی کے متعلق وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ت) اللہ ورسول کی طرف بے ثبوت بات نسبت کرنی بھی افتراء ہے " ہَاتُوۡا بُرۡہَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ " [4] (اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو۔ت) نہ کہ غلط بات جس کی غلطی ابھی ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۱٦) کریمہ "فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ ؕ " [5] (تم جدھر منہ کرو اسی طرف اللہ تعالٰی کا جلوہ ہے۔ت) حسب حدیث جامع الترمذی شریف قبلہ تحری میں ہے اس کا یہ مطلب ٹھہرانا کہ اس آیت کے نزول تک سمت قبلہ مقرر نہ تھی اللہ عزوجل نے اختیار دیا تھا جدھر چاہو نماز پڑھو۔ یہ اللہ تعالٰی پر تیسرا افتراء ہے۔ تقرر قبلہ روز اول سے ہے۔

" اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا " [6]	سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے (زمین پر) تعمیر کیا گیا وہ ہے جو مکہ مکرمہ میں بابرکت شان سے موجود ہے۔ (ت)

(۱۱۷) بفرض باطل امتیاز سجدہ عبادت و سجدہ تحیت ہی کے لئے وضع قبلہ ہوتی تو یوں کہ وہ سجدہ جو

---

[1] القرآن الکریم ۱٦/۱۰۵

[2] القرآن الکریم ۲/۱۱۵

[3] القرآن الکریم ۲/۸۰

[4] القرآن الکریم ۲/۱۱۱

[5] القرآن الکریم ۲/۱۱۵

[6] القرآن الکریم ۳/۹٦

دوسرے کو کفر ہے اس سجدہ سے ممتاز ہوجائے جو صرف حرام ہے اللہ عزوجل کا جواز سجدہ تحیت کے لئے یہ امتیاز رکھنا اللہ عزوجل پر چوتھا افترا ہے۔

(۱۱۸) سجدۂ تحیت وسجدہ عبادت کا امتیاز اللہ عزوجل اور خود ساجد کے نزدیک نیت سے ہے ساجد اور اس کا رب جانتا ہے کہ یہ سجدہ کس نیت سے ہے ساجد کو ممتاز قطعی کے امتیاز کی حاجت اور اگر یہ امتیاز ناظر کے لیے رکھا ہے تو جب کہ سجدہ تحیت کے لئے کوئی سمت مقرر نہیں سمت کعبہ بھی ہوگا پھر دونوں سجدوں کا خلط ہوگیا اور امتیاز نہ رہا ناظر اس وقت نہیں کہہ سکتا کہ یہ سجدہ عبادت ہے یا سجدہ تحیت بالجملہ یہ امتیاز ساجد کے لئے رکھا تو لغو وفضول اور ناظر کے لئے تو ناقص ومدخول، اللہ عزوجل ان دونوں سے پاک ومنزہ ہے۔ اور اگر امتیاز محض ذہنی ہے کہ جس میں تقید سمت ملحوظ ہو سجدہ عبادت ہے۔ ورنہ سجدہ تحیت۔ تو کام پھر نیت کی طرف عود کرگیا ناظر کو اس سے کیا فائدہ اور ساجد کو اس کی کیا حاجت، امتیاز نیت ان میں بالذات تھا یہ بالعرض کس لئے بہر حال اللہ عزوجل کی طرف اس کی نسبت اللہ پر سخت جرات۔

(۱۱۹) نوافل میں بیرون شہر سواری پر اور نوافل وفرائض میں ہنگام تحری اور اس مریض کو بوجہ مرض اور اس ہارب کو کہ بخوف دشمن استقبال پر قادر نہ ہو سمت کعبہ مقرر نہیں اور یہ سب سجدہ عبادت ہیں تو امتیاز باطل۔

(۱۲۰) بکر ہی کی مستند عبارات عالمگیری وفتاوٰی قاضیخان گزرا کہ اگر کفار بادشاہ کے لئے سجدہ عبادت پر اکراہ کریں صبر افضل ہے ظاہر ہے کہ کفار تعیین سمت کعبہ نہ چاہیں گے بلکہ جدھر بادشاہ ہو تو یہ بے تقرر سمت کیونکہ سجدہ عبادت ہوگیا **ولکن الجھلۃ یفترون** (لیکن نادان لوگ جھوٹ گھڑتے ہیں۔ت)

(۱۲۱) طرفہ یہ کہ امتیاز خدا نے ایسا خفیہ مقرر کیا کہ اس کے رسول کو بھی خبر نہ ہوئی بالا بالا بکر کو چھپی پاتی بھیج دی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدے کی اجازت حضور سے مانگی وہ کب تعیین سمت سے تھی اگر اجازت ملتی تو جدھر حضور جلوہ افروز ہوتے اسی طرف سجدہ کیا جاتا اور زعم بکر میں خدا سجدہ عبادت کا وہ امتیاز مقرر کرچکا تھا کہ یہ پابندی سمت ہو تو اس درخواست سے کسی طرح سجدہ عبادت مفہوم نہ ہوسکتا تھا لیکن بکر کہتا ہے ص ۹" حضور نے صحابہ کی خواہش کو سجدہ عبادت تصور کیا اس وقت آپ کے ذہن میں سجدہ عبادت تھا۔ اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو بکر کے نزدیک خدا نے ایسا بیہودہ بے معنٰی امتیاز مقرر کیا جس سے رسول تک کو تمیز

نہ ہوئی تو امتیاز کیا خاک ہوا یا زعم بکر میں معاذاللہ رسول اللہ کی عقل اتنی موٹی بکر کی مَت سے بھی گئی گزری کہ خدا کے واضح امتیاز کے بعد بھی تمیز نہ ہوئی اور دونوں کفر صریح ہیں ہم نہ کہتے تھے کہ جاہل کو مصنف ہی بننا سخت آفت کا سامنا ہے نہ کہ محقق نہ کہ مجتہد نہ کہ شارع کہ تصنیف تو تیار ہوجاتی ہے اور ایمان رخصت، **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** (گناہ سے بچاؤ اور نیکی کی قوت بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ بڑی شان والے کے کرم کے بغیر کسی میں نہیں۔ت)

(۱۲۲) جب یہ ٹھہری کہ ص ۶ "سمت کعبہ کا سجدہ عبادت کا سجدہ ہے جو غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے سجدے جائز ہیں" تو بلاشبہہ مندروں میں جو سجدے کئے جاتے ہیں غیر مقرر سمت کے ہیں تو بکر نے دوبارہ بتوں اور لنگ جلہری کو سجدے جائز قرار دئے کیونکہ یہی کرشن مت ہے۔

(۱۲۳) جبکہ تقرر سمت سے سجدہ عبادت و سجدہ تحیت میں امتیاز ہوا نزول "فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" تک امتیاز نہ تھا تو قطعاً اس وقت سجدہ تحیت حرام تھا کہ غیر خدا کے لئے وہ فعل جسے عبادت سے کچھ فرق نہ ہو حلال نہیں ہوسکتا اور جب سجدہ تحیت اس وقت حرام تھا تو غیر ملت آدم و یوسف علیہما الصلٰوۃ والسلام میں اگر اس کی حلت بھی تھی یقینا منسوخ ہوگئی اور اب اس ناسخ کا ناسخ کوئی ہے نہیں تو یقیناً سجدہ تحیت حرام ہے اور تاقیامت حرام رہے گا اچھی تقریر سنائی کہ اپنی ساری چنائی آپ ہی ڈھائی۔

(۱۲۴) ص ۱۰ "خدا نے فرمایا ہے: "**فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝**" [1]، عبادت کریں اس گھر کے پالنے والے کی۔ اس صورت میں رب ھذا البیت کا لفظ ہے اور قاعدہ عرب کے بموجب رب کا لفظ ذی روح پر آتا ہے اور کعبہ زی روح نہیں پتھر کا مکان ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس بیت سے مراد قلب آدم ہے" یہ اللہ سبحانہ پر پانچواں افتراء بھی ہے اور قرآن کی تفسیر بالرائے بھی اور بتصریح کتب عقائد الحاد بھی کہ معنی ظاہر باطل کرکے باطنیہ کی طرح باطنی گھڑے، متن عقائد امام اجل نسفی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواھر ھا و العدول عنھا الی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد [2]۔	نصوص اپنے ظاہر پر حمل کئے جاتے ہیں، لہٰذا ظاہر معانی سے ہٹ کر اپنے معانی تراش لینا کہ جن کا اہل باطن دعوی کرتے ہیں سراسر بے دینی ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۶/ ۳

[2] مجموع المتون فی مختلف الفنون متن العقائد النسفیہ فی التوحید الشؤن الدینیۃ دولۃ قطر ص ۶۱۸

(۱۲۵) عرب پر بھی افتراء رب المال ورب الدار نہ سنئے، حدیث میں ہے: **کلاورب الکعبۃ** [1] (ہر گز نہیں، رب کعبہ کی قسم۔ ت) "**رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ**" [2] (دو مشرق اور دو مغرب کے رب کی قسم۔ ت)

اور فرماتا ہے: "**فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ**" [3] (متعدد مشرق اور متعدد مغرب کے مالک کی میں قسم کھاتا ہوں۔ ت)

اور فرماتا ہے: "**وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى**" [4] (بیشک وہ شعرٰی ستارے کا رب ہے۔ ت)

اور فرماتا ہے: "**رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**" [5] (وہ آسمان وزمین کا مالک ہے۔ ت)

اور فرماتا ہے: "**سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ**" [6] (تمھارا رب عزت والا رب ہر عیب سے پاک ہے۔ ت)

کیا افق کا وہ حصہ جس سے تحویل سرطان کا آفتاب نکلتا ہے اور وہ جس سے تحویل جدی کا اور وہ حصے جن میں یہ ڈوبتے ہیں اور وہ جن سے ہر روز کا آفتاب نکلتا ہے اور وہ جن میں ڈوبتا ہے اور شعرٰی ستارہ اور وہ آسمان وزمین وعزت یہ سب ذی روح ہیں۔ اس سے بڑھ کر جھوٹا کون جسے قرآن جھٹلائے۔

(۱۲۶) یہ عیاری دیکھئے کہ ذی روح پر جمانے کے لئے ترجمہ کیا "اس گھر کے پالنے والے" اور نہ جانا کہ گھر کے ساتھ پالنے کا لفظ چسپاں ہی نہیں جب تک گھر سے مجازًا اس کے ساکن مراد نہ لیں۔ یہ بھی کلام الٰہی میں معنی تحریف ہے۔

(۱۲۷) مسلمان دیکھیں ہم نے حدیث سے ثابت کردیا کہ سجدہ تحیت حرام ہے خود بکر کی مسلم ونہایت معتمد کتب فقہ سے ثابت کردیا کہ سجدۂ تحیت سوئر کھانے سے بھی بدتر حرام ہے۔ اس کے مستند

---

[1] شعب الایمان حدیث ۵۱۵۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴ / ۲۹۴

[2] القرآن الکریم ۵۵ / ۱۷

[3] القرآن الکریم ۷۰ / ۴۰

[4] القرآن الکریم ۵۳ / ۴۹

[5] القرآن الکریم ۳۷ / ۵

[6] القرآن الکریم ۳۷ / ۱۸۰

کی تصریح نے دکھادیا کہ اس کے حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے۔اسی کے منہ قرآن عظیم نے ثابت کردیا کہ حرام ہے۔اسی کی مستند لطائف کی تصریح دکھادی کہ جمہور اولیاء اس کی ممانعت پر ہیں،اب بکر کی ناپاک بدزبانیاں دیکھئے ص ۱۰ "تعظیمی کاانکار موجب لعنت وپھٹکار ہے" ص ۲۳ "سوائے چند جاہل وضدی لوگوں کے کوئی شخص اس سجدہ تعظیمی کے خلاف نہ تھا" ص ۲۴ "اس میں مخالفانہ کلام کرنا شقاوت وسنگدلی ہے" ص ۲۴ "اس سے انکار کرنیوالے شیطان کی طرح راندہ درگاہ ہونگے" اب کہئے اس کی یہ لعنت وشقاوت وشیطنت کس کس پر ہوئی قرآن پر، حدیث پر، فقہ پر، اجماع پر، ائمہ پر، اولیاء پر، **الحمدﷲ** کہ یہ سب تواس تواس سے پاک ومنزہ ہیں لیکن وہ تمام خباثتیں اپنے قابل ہی پر پلٹیں۔

"وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ "[1] "وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ "[2]	ظالموں کی یہی سزا ہے۔اب ظالم جان لیں گے کہ اب کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے (ت)

چھٹا فائدہ تھا عبارت لطائف کا کہ بکر ائمہ کرام وفقہائے عظام وعلمائے اعلام بلکہ جمہور حضرات اولیائے فخام کو بھی شیطان ملعون، شقی، سنگدل، راندہ درگاہ، جاہل، ضدی کہتا ہے مگر قرآن عظیم سے نہ سنا "اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ "[3] (خبر دار، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ت)

(۱۲۸) ہم نے دکھادیا کہ بکر نے ائمہ پر افتراء کئے کتابوں پر چٹے جوڑے،، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تہمتیں باندھیں، واحد قہار پر بہتان اٹھائے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قرآن عظیم تو ایسوں ہی پر لعنت کرتا ہے ہاں کرشن مت جدا ہے۔

(۱۲۹) اپنی ان ناپاکیوں کے ہوتے ہوئے اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتا اور قرآن وحدیث وفقہ واجماع وائمہ اولیائ، پر ایک اور ملعون تہمت گھڑتا ہے ص ۱۹ "جو لوگ سجدہ تعظیمی کو منع کرتے ہیں وہ حضرت محبوب الٰہی اور ان کے پیران عظام کو جاہل وفاسق بنانا چاہتے ہیں"

لا الٰہ الا اللہ " كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾ "[4]	اللہ تعالٰی کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔وہ تو نہیں کہتے مگر نرا جھوٹ۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵ /۲۹ و ۵۹ /۱۷

[2] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷

[3] القرآن الکریم ۱۱ /۱۸

[4] القرآن الکریم ۱۸ /۵

ہر عاقل مسلمان جانتاہے کہ نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو **کل ماخوذ من قوله ومردود علیه الا صاحب هذا القبر صلی الله تعالٰی علیه وسلم**[1] (ہر آدمی کی اس کے کہنے سے گرفت ہوگی، اور اس پر وہ قول لوٹا دیا جائے گا سوائے اس قبر والے کے کہ ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو (یعنی حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی ذات اقدس)۔ت) اتباع جمہور کا ہوگا **علیکم بالسواد الاعظم**[2] (لوگو! بڑی جماعت کو اختیار کرو۔ت) اور قول شاذ ماننے والے پر شرعی الزام شدید عائد ہوگا نہ کہ معاذاللہ صاحب قول پر تصحیح قدوری ودر مختار اور بحر کی مسلم نہایت معتمد محقق منقح کتاب ردالمحتار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع[3]۔	قول مرجوح پر حکم اور فتوٰی جہل ہے اور اجماع کا توڑنا۔

اور قطعاً معلوم کہ اجماع امت کا توڑنے والا کم از کم فاسق ائمہ میں کون ایسا ہے حتی کہ صحابہ جس کا کوئی نہ کوئی قول مرجوح نہیں وہ **معاذاللہ** نہ جاہل نہ فاسق لیکن جو قول جمہور کے خلاف ان میں کسی کے قول مرجوح پر حکم یا فتوٰی دے وہ ضرور جاہل وفاسق ہے۔ تو حضرت سیدنا محبوب الٰہی اور ان کے پیران عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم محبوبان خدا ہیں اور جواز سجدہ تحیت کہ جمہور اولیاء واجماع فتوٰی وفقہ وحدیث وقرآن کے خلاف ہے مرجوح ومجہور اور ایسے قول کی سند سے یہ جو اس پر فتوٰی دے رہا ہے جاہل وفاسق ضرور، جاہل وفاسق کی کیا گنتی جبکہ وہ جمہ ائمہ وجمہور اولیاء کو شقی، ملعون، شیطان، راندہ درگاہ کہہ کر خود واہ ایسا ہوچکا "سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾"[4] (عنقریب وہ کل جان جائیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور لاف زن ہے۔ت)

تنبیہ: فقیر کا رسالہ عـــہ **مقاله العرفاء باعزاز شرع وعلماء** ۱۳۲۷ھ ملاحظہ ہو، اکابر اولیاء کے عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ارشادات کثیرہ سے ثابت کیا ہے کہ شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے۔ اور

عـــہ: رسالہ ہذا فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد ۲۱ ص ۵۲۱ پر مرقوم ہے۔

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث التاسع والاربعون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۸

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب السواد الاعظم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۲

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۲ و ۶۱۴

[4] القرآن الکریم ۵۴/ ۲۶

شریعت مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں، حضرات اولیاء جن کی ولایت ثابت و محقق ہے ان سے جو قول یا فعل یا حال ایسا منقول ہو کہ بظاہر خلاف شرع مطہر ہو۔

اوّلًا: اگر وہ سند صحیح واجب الاعتماد سے ثابت نہیں ناقل پر مردود ہے اور دامن اولیاء اس سے پاک بلکہ اولیاء تو اولیاء حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ، نے احیاء شریف میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف کسی کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک ثبوت کامل نہ ہو۔

لاتجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیاً فان ذٰلك ثبت متواترافلا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق[1]۔	بغیر تحقیق کئے کسی مسلمان کی کبیرہ گناہ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں، لیکن ہاں یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ ابن ملجم نے جناب علی (کرم اللہ وجہہ) کو شہید کیا اس لئے کہ یہ تواتر سے ثابت ہے لہٰذا کسی مسلمان کو فسق اور کفر کی تحقیق کئے بغیر تہمت لگانا جائز نہیں۔(ت)

اور یہ تواتر نہیں کہ کوئی نسخہ کسی کی طرف منسوب کسی الماری میں ملا چھاپے نے اسے چھاپ کر شائع کردیا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی مجہول ناشناختہ بازار میں کوئی بات منہ سے نکالے اور اسے ہزار آدمی سنیں اور نقل کریں، ناقل ہزار نہیں لاکھ سہی منتہائے سند تو ایک فرد مجہول ہے تو تواتر درکنار صحت ہی نہیں، آج کل حضرات اولیائے کرام کے نام سے بہت کتابیں نظم ونثر ایسی شائع ہورہی ہیں ع

پس بہر دستے نباید داد دست

(لہٰذا ہر ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا نہ چاہئے۔ت)

یہ چال بعض علماء کے ساتھ بھی چلی گئی ہے۔ایک کتاب عقائد امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام سے چھپی جس سے وہ ایسے ہی بری ہے جیسا اس کا مفتری حیاودیانت سے،شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتابوں میں وہابی کشش دفتر دیکھ کر کسی وہابی نے ان کے نام سے ایک کتاب گھڑی اور چھاپی گئی ہے۔

ثانیًا: اگر بہ ثبوت معتمد ثابت ہو اور گنجائش تاویل رکھتا ہے تاویل واجب اور مخالفت

[1] احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرۃ ۳ /۱۲۵

مندفع۔اولیاء کی شان تو ارفع ہر مسلمان سنی کے کلام میں تا حد امکان تاویل لازم، امام علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ القدسی حدیقۂ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الامام النووی رضی اللہ تعالٰی عنه فی ادب العلم والتعلم من مقدمة شرح المهذب یجب علی الطالب ان یحمل اخوانه علی المحامل الحسنة فی کلام یفهم منه نقص الی سبعین محملا ثم قال۔ لایعجز عن ذٰلك الاکل قلیل التوفیق [1]۔	امام نووی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شرح مہذب کے مقدمہ "آداب العلم والمتعلم" میں ارشاد فرمایا "طالب پر واجب ہے کہ اپنے بھائیوں کے کلام کو اچھے محمل پر حمل کرے کسی ایسے کلام میں کہ جس میں نقص سمجھا جائے لہٰذا اس کے لئے ستر تک محمل تلاش کرے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس سے عاجز نہیں ہوتا۔ مگر ہر ایسا شخص کہ جس کو کم توفیق عنایت کی گئی۔ (ت)

ثالثاً: اگر تاویل ناممکن مگر محتمل ہو کہ وہ کلام ان کے مناسب رفیعہ ولایت وامامت تک پہنچنے سے پہلے کا ہے تو اسی پر حمل کریں گے اور نہ اس سے استناد جائز نہ ان پر اعتراض، امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ، میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

یحتمل ان من خطأ غیر من الائمة انما وقع ذٰلك منه قبل بلوغه مقام الکشف کما یقع فیه کثیر ممن ینقل کلام الائمة من غیر ذوق فلا یفرق بین ماقاله العالم ایام بدایته وتوسطه ولابینه ماقاله یام نهایته [2]۔	جن لوگوں نے ائمہ کرام کو (ان کے بعض نظریات کی وجہ سے) انھیں خطاکار ٹھہرایا ہے احتمال ہے کہ یہ ان سے (درجہ عالیہ) مقام کشف تک ان کی رسائی سے پہلے صادر ہوئے ہوں جیسا کہ بہت سے بے ذوق حضرات جب ائمہ کرام کا کلام نقل کرتے ہیں تو وہ اس خطا میں پڑجاتے ہیں لہٰذا عالم نے ابتدائی اور درمیانی دور اور آخری ایام میں جو کچھ فرمایا ہے یہ لوگ ان دونوں میں فرق نہیں کرسکتے (ت)

رابعاً: یہ بھی ناممکن ہو تو جن کی ولایت وامامت ثابت و متحقق ہے ان کے ایسے فعل کو افعال خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبیل سے ٹھہرائیں گے اور ایسے کلام کو متشابہات سے کہ ان پر

---

[1] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ الفصل الثانی النوع الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۷۹

[2] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل فی بیان تقریر قولہ من قال الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۳

طعن کریں نہ اس سے بحث اور گمراہ ہے وہ کہ متشابہات کا اتباع کرے۔

قال اللہ تعالٰی "فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ" [1]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اللہ تعالٰی کے متشابہ کلام کی پیروی کرتے ہیں۔(ت)

متشابہات جس طرح اللہ و رسول کے کلام میں یونہی ان کے اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں کما افادہ اما الطریقۃ لسان الحقیقۃ سیدی محی الملۃ والدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ طریقت کے امام، حقیقت کی زبان، میرے آقا، دین ملت کو زندگی بخشنے والے شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے افادہ فرمایا۔ت) یہ ہے بحمد اللہ سلامت اور اللہ عزوجل کے ہاتھ ہدایت، واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم والحمد للہ رب العالمین (اور اللہ تعالٰی جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

فصل چہارم: آدم ویوسف علیہما الصلٰوۃ والسلام کی بحث اور دلائل قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت

مجوزین کے ہاتھ میں لے دے کر جو کچھ سند ہے یہی ہے اور اسے یوں رنگتے ہیں کہ قرآن عظیم سے ثابت ہوا کہ یہ شریعت آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام ویوسف کا حکم تھا اور شرائع سابقہ قطعاً حجت ہیں جب تک اللہ و رسول انکار نہ فرمائیں اور یہاں انکار نہیں تو قرآن عظیم سے قطعاً جواز ہے اور یہ حکم تاقیامت باقی ہے کہ اول تو یہ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہو سکتی اور ہو تو قطعی کا ناسخ قطعی چاہئے وہ یہاں مفقود اور حدیث احاد نامسموع ومردود، یہ ہے وہ جسے بکر نے طویل تقریرات پریسان میں بیان کیا نصف ص ۱۱ سے اخیر ص ۱۲ تک اور ص ۹ میں ۵ سطریں ص ۲۴ میں ۹ سطریں نیز ص ۴ و ۵ میں ۱۲ سطریں اسی کی تکمیل ہیں غرض ڈیڑھ ورق سے زائد میں یہی ہے بلکہ اس انضباط سے ہے بھی نہیں جو ہم نے ان دو سطروں میں کر دیا مگر یہ حقیقۃً نسج العنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اس میں ایک فقرہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ بعونہ تعالٰی ابھی مشاہدہ ہوگا۔

[1] القرآن الکریم ۳/۷

(۱۳۰) اگر دین وعقل وادب ائمہ نصیب ہو اگر آدمی آئینہ میں اپنا منہ دیکھے اگر چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانے کو شناخت جانے، اگر ہلدی کی گرہ پر پنساری نہ بننے تو اتنا ہی دیکھنا بس تھا کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں ائمہ دین وجماہیر اولیائے کاملین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مخفی نہ تھیں حجت شرائع سابقہ ونسخ وفرق قطعی وظنی کے مسائل یقینا ان کے پیش نظر تھے آخر انھوں نے سجدہ تحیت کی تحریم وممانعت کچھ دیکھ بھال ہی کر رکھی ہوگی یا ایسے پیش پا افتادہ اعتراضوں کی ان میں کسی کو سوجھ نہ ہوئی کیا وہ سب کے سب تم سے بھی علم وفہم عقل ودین میں گئے گزرے تھے۔

(۱۳۱) جانے دو ردالمحتار وفتاوٰی قاضی خاں پر تمھارا ایمان ہے کہ ص ۱۲ "نہایت مشہور معتبر کتابیں ہیں قرآن وحدیث کے غور واحقاق کے بعد ان کو مرتب کیا ہے" ہم نے انھیں کتابوں سے دکھادیا کہ سجدہ تحیت کم از کم حرام وگناہ کبیرہ ہے اور سوئر کھانے سے بھی بدتر، قرآن مجید میں سجدہ آدم ویوسف علیہما الصلٰوۃ والسلام کی آیتیں انھیں نہ سوجھیں تو خاک غور واحقاق کیا، یہ بھی جانے دو اسی غور واتحقاق والی ردالمحتار سے اس تمام بے سروپا تقریر کا خاص رد لو، ردالمحتار کی جلد پنجم کتاب الحظروالاباحۃ میں قبیل فصل فی البیع ہے:

اختلفوا فی سجود الملئکۃ قبل کان للہ تعالٰی والتوجہ الٰی آدم للتشریف کاستقبال الکعبۃ وقیل بل لاٰدم علی وجہ التحیۃ والاکرام ثم نسخ بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لوامرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا تاترخانیۃ قال فی تبیین المحارم والصحیح الثانی ولم یکن عبادۃ لہ بل تحیۃ واکراما ولذا امتنع عنہ ابلیس وکان جائزا فیما مضی کما فی قصۃ یوسف قال ابومنصور الماتریدی وفیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ [1]۔	یعنی سجدہ ملائکہ میں علماء کو اختلاف ہوا بعض نے کہا سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے تھا اور آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے اور بعض نے کہا بلکہ سجدہ ہی آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو تحیت وتکریم کے طور پر تھا پھر اس حدیث سے منسوخ ہوگیا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے، اور تبیین المحارم میں فرمایا صحیح قول دوم ہے اور یہ ان کی عبادت نہ تھا بلکہ تحیت وتکریم، ولہذا ابلیس اس سے باز رہا اور سجدہ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ قصہ یوسف علیہ الصلٰوۃ ولسلام میں ہے۔ امام اجل علم الہدٰی امام اہلسنت

[1] ردالمحتار باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۴۶

سیدنا ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس پر دلیل ہے کہ حکم قرآن حدیث سے منسوخ ہو جاتا ہے **انتہی**۔

للہ انصاف، اس پر غور واحقاق قرآن والی مشہور کتاب نے آپ کا کوئی فقرہ کسی فقرے کا کوئی تسمہ لگا رکھا **وللہ الحمد**۔

(۱۳۲) اگر بکر ربقہ تقلید گردن سے نکال کر خود محقق بن کر یہ استدلال کرے تو استغفر اللہ، کیا امکان ہے کہ ایک حرف چل سکے۔

فاقول: وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ت) **اولا** سرے سے اس کا آدم یا یوسف یا کسی نبی علیہم الصلٰوۃ والسلام کی شریعت ہونے ہی کا ثبوت دے اور ہرگز نہ دے سکے گا۔ آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کی آفرینش سے پہلے رب عزوجل نے یہ حکم ملائکہ کو دیا تھا۔

"فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾"[1]	جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونک دوں اس وقت تم اس کے لئے سجدہ میں گرنا۔

تو اس وقت نہ کوئی نبی تشریف لایا تھا نہ کوئی شریعت اتری، ملائکہ وبشر کے احکام جدا ہیں جو حکم فرشتوں کو دیا گیا وہ شریعت میں **من قبلنا** (جو انبیاء ہم سے پہلے گزرے، ان کی شریعت۔ت) نہیں، قصہ یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام سے اتنا ثابت کہ شریعت یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام میں سجدہ تحیت کی ممانعت نہ تھی کہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام فعل ممنوع نہیں کرتے، ممانعت نہ ہونا دونوں طرح ہوتا ہے یا تو ان کی شریعت میں اس کے جواز کا حکم ہو یہ اباحت شرعیہ ہوگی کہ حکم شرعی ہے یا ان کی شریعت میں اس کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک شرع منع نہ فرمائے مباح ہے یہ اباحت اصلیہ ہوگی کہ حکم شرعی نہیں بلکہ عدم حکم ہے۔ اور جب دونوں صورتیں محتمل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعت یعقوبیہ میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا تو شریعت میں من قبلنا ہونا کب ثابت، بحمدہٖ تعالٰی شبہ کا اصل معنٰی ہی ساقط۔

(۱۳۳) ثانیاً: قرآن عظیم سے سجدہ مبحوث عنہا (جو زیر بحث ہے۔ت) کا جواز قطعاً

---

[1] القرآن ۱۵/۲۹و۳۸/۷۲

ثابت ہونا بوجوہ باطل:

وجہ اول: علماء کو اختلاف ہے کہ یہ سجدہ زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا، سرخم کرنا، ابوالشیخ کتاب العظمہ میں امام محمد بن عباد بن جعفر مخزومی سے راوی:

قال کان سجود الملئکة لاٰدم ایماء [1]۔	آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کی ملائکہ کا سجدہ اشارہ تھا۔

ابن جریر وابن المنذر وابوالشیخ امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے تفسیر **قولہ تعالٰی "وَخَرُّوْالَہٗ سُجَّدًا"** (اللہ تعالٰی کے ارشاد خروالہ سجدا یعنی حضرت یوسف کے والدین اور ان کے برادر حضرت یوسف کے لئے سجدے میں گر گئے۔ت) میں راوی:

قال بلغنا ان ابویه واخوته سجدوا یوسف ایماء برؤسھم کھیئة الاعاجم وکانت تلك تحیتھم کما یصنع ذٰلك ناس الیوم [2]۔	ہمیں حدیث پہنچی کہ یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ان کے ماں باپ بھائیوں کا سجدہ سرے اشارہ کرنا تھا جیسے اہل عجم کے یہاں یہ ان کی تحیت تھی جس طرح اب بھی کچھ لوگ کرتے ہیں کہ سلام میں سر جھکاتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی وغیرہ نے محاورات وغیرہ نے عرب سے اس معنی سجدہ کا اثبات کیا، امام بغوی نے معالم التنزیل اور امام خازن نے لباب میں اسی کو اختیار فرمایا اور قول اول کو ضعیف کہا سجدہ ملائکہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن فیه وضع الوجه علی الارض انما کان انحناء فلما جاء الاسلام ابطل ذٰلك بالسلام [3]۔	یعنی وہ زمین پر منہ رکھنا نہ تھا صرف جھکنا تھا جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر کرکے باطل فرمادیا۔

سجدہ یوسف میں فرماتے ہیں:

لم یرد بالسجود وضع الجباہ علی الارض و	یعنی سجدے سے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابی الشیخ فی العظمة عن محمد بن عباد تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۴۸

[2] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن المنذر وابی الشیخ عن ابن جریج آیۃ ۱۲/ ۱۰۰ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/ ۳۸

[3] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۸

انما ھا الانحناء والتواضع وقیل وضعوا الجباہ علی الارض علی طریق التحیۃ والتعظیم وکان جائزا فی الامم السابقۃ فنسخ فی ھذا الشریعۃ[1]۔	وہ تو صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا اور بعض نے کہا بطور تحیت وتعظیم پیشانی ہی زمین پر رکھی اور اگلی امتوں میں جائز تھا۔ اس شریعت میں منسوخ ہوگیا۔

بیعنہٖ یونہ خازن میں ہے دونوں امام جلال الدین نے تفسیر جلالین میں اسی پر اقتصار فرمایا۔ جلال سیوطی سجدہ آدم میں فرماتے ہیں:

اذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لاٰدم سجود تحیۃ بالانحناء[2]۔	یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے (بطور حکم) فرمادیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی سجدہ سے بطور تحیت صرف جھکنا مراد ہے۔ (ت)

سورہ یوسف میں فرماتے ہیں:

خرواله سجدا سجود انحناء لاوضع جبھۃ وکان تحیتھم فی ذٰلك الزمان[3]۔	وہ سب حضرت یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے سجدہ میں گر گئے یعنی ان کے سامنے جھک گئے نہ کہ پیشانی زمین پر رکھی اور یہ کاروائی اس زمانے میں ان کی تحیت یعنی تعظیم تھی۔ (ت)

جلال محلّی سورہ کہف میں فرماتے ہیں:

واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم سجود انحناء لاوضع جبھۃ[4]،	اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی ان کے سامنے جھک جاؤ نہ کہ زمین پر پیشانی رکھو۔ (ت)

اور یہ دونوں حضرات اصح الاقوال لیتے ہیں۔ خطبہ جلالین میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر القراٰن الکریم الذی الفہ الامام جلال الدین المحلی علی	یہ قرآن کریم کی تفسیر کا تکملہ ہے جس کو جلال الدین محلّی نے تالیف کیا اس کی طرز پر سب سے

[1] معالم التنزیل علی ھامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۱۲ /۱۰۰ مصطفی البابی مصر ۳ /۳۱۷

[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۲ /۳۴ اصح المطابع دہلی نصف اول ص ۸

[3] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۱۲ /۱۰۰ اصح المطابع دہلی نصف اول ص ۱۹۸

[4] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۱۸ /۵۰ اصح المطابع دہلی نصف ثانی ص ۲۴۷

نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقول[1]۔	زیادہ راجح قول پر اعتماد کرتے ہوئے۔(ت)

توان چاروں اکابر کے نزدیک راجح قول دوم ہے کہ محض جھکنا تھانہ کہ سجدہ معروفہ، بعض گروہ دیگر کے نزدیک قول اول راجح ہے وبہ اقول لقعوا وخروا (اور میں یہی کہتاہوں (ترجیح قول اول) اس لئے کہ قرآن مجید میں الفاظ "قعوا" اور "خروا" ہیں یعنی اس کے لئے سجدہ میں پڑ جاؤاور اس کے لئے وہ سجدہ میں گر گئے۔ بہر حال خود اختلاف نافی قطعیت ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔

(۱۳۴) بکر ص ۵ پر اس سے بچاؤ کے لئے زعم کہ سجدے کی صورت سوائے موجودہ شکل کے اور کوئی نہیں ہے۔اور بعض غیر مسلم اقوام میں جو سجدہ کی تعریف ہے وہ اسلامی سجدہ نہیں بلکہ رکوع کے مشابہ ہے" سخت جہالت ہے کیا امام اجل محمد بن تابعی تلمیذ ام المومنین صدیقہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر وابوہریرہ وجابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم وامام جلیل احد التابعین ابن جریج تلمیذ امام ہمام جعفر صادق واستاد الاستاذ امام شافعی رحمہم اللہ تعالٰی اور امام محی السنۃ بغوی وامام فخر الدین رازی وامام خازن وامام جلال الدین المحلی وامام جلال الدین سیوطی وغیرہم اکابر معاذاللہ غیر مسلم اقوام سے ہیں یا اصطلاحات کفار سے قرآن عظیم کی تفسیر کرتے ہیں۔

(۱۳۵) سجدہ تلاوت کہ نماز میں واجب ہو فورا بشکل رکوع بھی ادا ہو جاتا ہے یونہی رکوع نماز میں اس سجدہ کی نیت کرنے سے جبکہ چار آیت کا فصل دے کر نہ ہو، اور ایک روایت میں بیرون نماز بھی اس سجدہ میں رکوع کافی ہے۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

(تودی) برکوع وسجود) غیر رکوع الصلٰوۃ و سجودھا (فی الصلٰوۃ لھا) ای للتلاوۃ و تودی (برکوع صلٰوۃ علی الفور[2]۔	جو سجدہ تلاوت کو نماز میں تلاوت کی وجہ سے واجب ہو وہ نماز کے رکوع، سجدہ کے علاوہ الگ رکوع اور سجدہ سے ادا کیا جاسکتاہے لیکن اگر نماز میں ایک دو، یا تین آیتیں پڑھنے سے فورًا رکوع کیا تو سجدہ تلاوت اس سے بھی ادا ہو جائے گا بشرطیکہ رکوع میں اسے ادا کرنے کی نیت کرے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

وروی فی غیر الظاھر ان الرکوع ینوب عنھا	غیر ظاہر روایت میں مروی ہے کہ رکوع بیرون نماز

[1] تفسیر جلالین خطبۃ الکتاب اصح المطابع دہلی ص ۴

[2] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

خارج الصلٰوۃ ایضا [1]۔	سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔(ت)

جہالت سے شرعی احکام کو غیر اسلامی کردیا۔

(۱۳۶) وجہ دوم: اگر یہ سجدہ مشہور تھا تو ائمہ کو اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ آدم و یوسف کو تھا یا سجدہ اللہ عزوجل کو اور آدم و یوسف قبلہ، ابن عساکر وابوابراہیم مزنی سے راوی:

انہ سئل عن سجود الملئکۃ لاٰدم فقال ان اللہ جعل آدم کالکعبۃ [2]۔	یعنی ان سے سجدہ ملائکہ کے بارے میں استفسار ہوا، فرمایا اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو کعبہ کی طرح کردیا تھا۔

معالم وخازن وغیرہما میں ہے:

وقیل معنی قولہ اسجدوا لاٰدم ای الی آدم فکان آدم قبلۃ والسجود للہ تعالٰی کما جعلت الکعبۃ قبلۃ للصلٰوۃ والصلٰوۃ للہ تعالٰی [3]۔	یعنی بعض نے کہا معنی آیت یہ ہیں کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو آدم قبلہ تھے اور سجدہ اللہ تعالٰی کو۔ جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالٰی کے لئے۔

نیز سورہ یوسف میں ہے:

وروی عن ابن عباس معناہ خروالہ عزوجل۔ سجدا بین یدی یوسف والاول اصح [4]۔	ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی کے لئے یوسف کے سامنے سجدہ میں گرے، اور اول زیادہ صحیح ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس قول دوم کی تحسین کی۔

حیث قال الوجہ الثانی انہم جعلوا یوسف کالقبلۃ وسجدوا للہ شکر النعمۃ وجدانہ وھذا	جیسا کہ امام رازی نے فرمایا یا کہ دوسری وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت یوسف کو قبلہ کی طرح ٹھہرایا تھا (یعنی ان کی طرف سجدہ کیا) لیکن

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۸

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن عساکر تحت آیۃ واذقلنا للملائکۃ اسجدوالاٰدم الخ قم ایران ۱/ ۱۵۰

[3] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۸

[4] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۱۲/ ۱۰۰ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۱۷

التاویل حسن فانه یقال صلیت للکعبة کما یقال صلیت الی الکعبة قال حسان ع الیس اول من صلی لقبلتکم [1]۔	سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے کیا تھا حضرت یوسف کو پالینے کی نعمت کا شکرادا کرتے ہوئے۔اور یہ توجیہ اچھی ہے کیونکہ صلیت للکعبة کہا جاتا ہے جیسا کہ صلیت الی الکعبة کہا جاتا ہے یعنی دونوں میں کوئی فرق نہیں یعنی میں نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی) اور حضرت حسان نے فرمایا ع کیا وہ پہلا شخص نہیں جس نے تمھارے قبلہ کے لئے یعنی اس کی طرف نماز پڑھی۔ (ت)

اورظاہر ہے کہ اس تقدیر پر محل نزاع سے خارج ہے نزاع اس میں ہے کہ غیر خدا کو سجدہ تعظیمی کیاجائے ص ۴ پر تحریر بکر کا سرنامہ: "پیروں اور مزاروں کو تعظیمی سجدہ" ص ۵ "عبادت کے سجدے اور تعظیم کے سجدے میں بہت فرق ہیں عبادت کا سجدہ غیر خدا کو کرنے کی ممانعت فرمائی" ص ۶ "عبادت کا سجدہ غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے جائز ہیں" ص ۷ "تعظیمی سجدے کے خلاف قرآن خاموش ہے نہ یہ کہتاہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہ غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا" ص ۷ و ۸ "وہ آیت کہ سجدہ نہ کرو سورج اور چاند کو اس میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے اور گفتگو سجدہ انسانی میں ہے" ص ۸ "صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں" ص ۱۱ خدا کی مرضی تھی کہ کلافت کی تعظیم وہی ہو جو میری،اس واسطے آدم کو سجدہ کرایا" ص ۱۵"، مسجود خلائق کسی بندہ کے حق میں لکھتے ہیں یا کسی خداکے" ص ۱۶ "ہر حاضر ہونے والا آپ کو سجدہ تعظیمی کرتا تھا" ص ۱۷ سیر الاولیاء سے:

درامم ماضیہ رعیت مر بادشاہ راوامت مر پیغمبر راسجدہ می کردند [2]۔	پہلی امتوں میں رعیت بادشاہ کو امت پیغمبر کو سجدہ کرتی تھی۔

لطائف سے:

القوم للنبی والمرید للشیخ والرعیة للملك والولد للوالدین والعبد للمولٰی [3]۔	قوم، پیغمبر کو، مرید، پیر کو، رعیت، بادشاہ کو، بیٹا والدین کو، اور غلام آقا کو سجدہ کیا کرتے تھے (ت)

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۱۲/ ۱۰۰ المطبعة البهیة المصریة مصر ۱۸/ ۲۱۲

[2] سیر الاولیاء باب ششم مؤسستہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۱

[3] لطائف اشرفی فی بیان طوائف موتی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۹

صفحہ ۲۱:

سجد الرجل للسلطان ولغیرہ یرید بہ التحیۃ لایکفر [1]۔	کسی شخص نے بادشاہ یا کسی اور کو سجدہ کیا کہ جس سے اس کی تعظیم مراد تھی تو وہ (اس کام سے کافر نہ ہوگا۔

صفحہ ۲۲ "سجدہ تحیت آدمی کے لئے ہے سجدہ عبادت خدا کے لئے "ایضا، سجدہ تحیت نبی کے لئے، پیر کے لئے، بادشاہ کے لئے، والدین کے لئے، آقا کے لئے، ایضا" بادشاہ کو سجدہ کیا یا اور کسی کو اور تعظیم کی نیت ہوئی تو کافر نہیں "ص ۲۳" سجدہ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا "ایضا" بزرگوں کو تعظیمی سجدہ "ص ۲۴ "مزاروں کو سجدہ" غرض اول تا آخر تحریر بکر شاہد اور خود ہر شخص آگاہ غیر خدا کو سجدہ کرنے میں کلام ہے نہ کہ غیر کی طرف، کعبہ کی طرف ہر مسلمان سجدہ کرتا ہے اور کعبہ کو سجدہ کرے تو کافر۔

(۱۳۷) بکر نے بعلت عادت خود کشی کہ **اوھو فی الخصام غیر مبین** ○ (وہ کھل کر واضح طور پر جھگڑالو نہیں۔ت) ص ۱۰ پر "سجدہ کی مجازی و حقیقی سمت" کی سرخی دے کر اپنی اگلی پچھلی ساری کاروائی خاک میں ملائی نافع و مضر میں بے تمیزی اس پر لائی کہ وہی قول مان لیا جس پر سجدہ آدم کو سجدہ نزاعی سے کچھ تعلق نہ رہا اور اسی کو اپنے مزعوم سجدہ کا مطلب قرار دیا تصریح کردی کہ "درحقیقت آدم کا سجدہ نہ تھا بلکہ وہ خدا کی جانب سجدہ تھا آدم محض ایک سمت تھے جیسا کعبہ ہمارے سجدوں کی سمت ہے تو کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ تو سمت سجدہ ہو سکتا ہے اور آدم کا وجود جو خلیفہ اللہ اور انوار الٰہی کا زندہ خزانہ ہے سجدہ کی سمت نہیں ہو سکتا بالکل عیاں ہے کہ کعبہ کی طرح آدم بھی سجدہ تعظیمی کی سمت مجازی ہے" چلے فراعنت شہ سارا دفتر گاؤں خورد (سارا دفتر گائے کے کھالیا۔ت) جس شخص کو یہ تمیز نہ ہو کہ اس کے سر میں کیا ہے اور منہ سے کیا نکلتا ہے یہ ادراک نہ ہو کہ وہ اپنا گھر بناتا یا یکسر ڈھارہا ہے اس کا مدارک علیہ میں دخل دینا عجب تماشا ہے۔

(۱۳۸) وہ جو ص ۲۱ پر بحوالہ لطائف مرصاد سے نقل اور ص ۲۲ پر اس کا ترجمہ کیا کہ "مشائخ کے سامنے جو سجدہ کیا جاتا ہے یہ سجدہ نہیں بلکہ تعظیم ہے اپنے معبود کے نور کی جو مشائخ میں جلوہ فگن ہوتا ہے" یہ بھی وہی سارے گھر کا ستیاناس لگالینا ہے۔یہ عبارت لطائف کا ساتواں فائدہ ہے مشائخ

---

[1] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنعانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

کو سجدہ کہ مشائخ کے سامنے سجدہ رہ گیا اب کسے روئیں گے۔ وہ چھتیس ۳۶ جگہ لام اور را اور کو جو نمبر ۱۳۴ میں گزرے۔

(۱۳۹) مگر یہ بھی وقتی بول ہے کہ مُنہ سے نکل گیا۔ ہر گز یہ بکر کے دل کی نہیں کہ مشائخ کو سجدہ تحیت نہ ہو صرف اس کے سامنے ہو۔ نہ ہر گز یہ اس کے فاعلوں کی نیت ہوتی ہے بلکہ یقینا مشائخ ومزارات ہی کو سجدہ کرتے اور اسی کا قصد رکھتے اور اسی پر لڑتے جھگڑتے ہیں تو بکر پر "**يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ**"[1] (وہ اپنے مونہوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ت) صادق، ع

مُنہ سے کہتے ہیں جو دل میں نہیں

(۱۴۰) جب یہ ٹھہری کہ سجدہ مشائخ کو نہیں وہ صرف سمت ہیں اور سجدہ اللہ تعالٰی عزوجل کو، تو اب سجدہ عبادت و تحیت کا تعدد و باطل، کیا اللہ کو کبھی سجدہ معبود سمجھ کر ہوگا وہ سجدہ عبادت ہے اور کبھی بغیر معبود سمجھے وہ سجدہ تحیت ہے حاشا اسے ہر سجدہ معبود ہی جان کر ہوگا تو صرف سجدہ عبادت رہ گیا سجدہ تحیت خود ہی باطل ہوا اور صفحہ ۵، ۶، ۷ وغیرہا کی ساری لفاظیاں باطل ولغو ہو گئیں۔

(۱۴۱) لغو ہی نہیں بلکہ مراد بکر پر پانی پھر گئیں۔ جب ہر سجدہ سجدۂ عبادت ہے اور اسے اقرار ہے کہ سجدہ عبادت کے لئے اللہ تعالٰی نے کعبہ کو سمت ٹھہرایا ہے تو مشائخ یا مزارات کو اس کی سمت بنانا اللہ عزوجل سے صریح مخالفت وحرام ہے۔

(۱۴۲) اب شرائع سابقہ اور نسخ اور قطعی وظنی کا سب جھگڑا خود ہی چکا دیا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماچکا:

"**حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ**"[2]	تم جہاں کہیں ہو کعبہ ہی کو منہ کرو۔

تو جس طرح اس آیت سے بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہو گیا اور جو اس طرف نماز کا قصد کرے مستحق جہنم ہے یونہی آدم و یوسف علیہما الصلٰوۃ والسلام کے یہاں جو معظمین دین کو سمت بنانا تھا وہ بھی بعینہٖ اسی آیت سے منسوخ ہو گیا اور مشائخ ومزارات کو سمت بنانے والا حکم الٰہی کا مخالف و مستحق نار ہوا جیسے کوئی بہن سے نکاح کرے اس سند سے کہ شریعت آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام میں جائز تھا۔ واقعی علی نفسہا تجی براقش۔

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۴ و ۱۵۰

(۱۴۳)اب وہ بیہودہ قیاس کہ "کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ الخ" خود ہی مردود ہو گیا نص قطعی کے مقابل قیاس کار ابلیس ہے کہ:

"اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ۚ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ ﴿۱۲﴾ "[1]	میں اس (آدم) سے بہتر ہوں کیونکہ تونے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے (آدم کو) کیچڑ سے پیدا کیا۔(ت)

(۱۴۴)اور وہ قیاس میں کتنا اوندھا، پھتروں کا بنا ہوا بے جان کعبہ تو اعلٰی سجدے سجدہ عبادت کی سمت حقیقی ہو اور خلیفہ اللہ زندہ خزانہ انوار الٰہی ادنٰی سجدے سجدہ تحیت کی بھی سمت حقیقی نہ بن سکے صرف مجازی ہو یہ قیاس صحیح ہوتا تو عکس ہوتا۔

(۱۴۵)جب سجدہ مشائخ کی طرف ہے تو سمت حقیقۃً متحقق موجود مشاہد کو مجازی ماننا کن آنکھوں کا کام ہے۔

(۱۴۶)جو آنکھیں مشاہدات کو مجازی مانیں ان سے اس کی کیا شکایت کہ کعبہ ان پتھروں سے بنے ہوئے مکان کا نام نہیں ورنہ پہاڑوں اور کنویں میں نماز باطل ہو ہاں کرشن مت میں کعبہ کی حقیقت اتنی ہی ہوگی کہ پتھر کا گھر جیسے مندر کی موتیں

(۱۴۷)اس بیہودہ قرارداد و بیمعنٰی قیاس کلام حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کارد کردیاہ۔عبارت سیر الاولیاء کہ بکر نے ص ۱۹ پر جس کا حوالہ دیا قصہ سیاح کے بعد اس کی ابتداء یوں ہے:

بعد فرمود معہذا در پیش من روئے برزمین می آورند من کارہ ام۔	اس کے بعد فرمایا اس کے باوجود لوگ میرے سامنے اپنے چہرے زمین پر رکھ دیتے ہیں۔لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔(ت)

جب یہ سجدہ اللہ ہی کو ہے خدا کے سجدے کو برا سمجھنا کیا معنٰی، اپنے سمت بنے کو برا جاننا کس لئے کیا" پتھروں کا کعبہ سمت سجدہ ہوسکتا ہے۔اور خلیفۃ اللہ اور انوار الٰہی کا زندہ خزانہ نہیں ہوسکتا، اگر وہ اپنے آپ کو کزانہ انور الٰہی نجانتے تھے تو منع کیوں نہیں فرماتے تھے، یہ کیا حجت ہوئی کہ ص ۱۹ "اپنے شیخ کے ہاں ایسا دیکھا ہے" شیخ تو خزانہ انوار الٰہی تھے یہاں منع کرنے کو معاذ اللہ وہاں کی تجہیل و

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۲ و ۳۸/ ۷۶

تفسیق سے کیا علاقہ۔

(۱۴۸) صدر کلام سے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سجدہ تحیت سے کارہ ہونا اڑادیا۔ یہ خیانت کی فہرست میں اضافہ ہے۔

(۱۴۹) یہی رد عبارت لطائف کا کرلیا خود ص ۲۱ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عالم کے سوال اور حضرت کے ارشاد کا ترجمہ کیا "ایک مولوی صاحب نے مخدوم سے سوال کیا یہ سجدہ نامشروع ہے مخدوم نے فرمایا میں نے بارہا منع کیا اور اس حرکت سے روکا ہے یہ باز نہیں آتے۔ اللہ کو سجدے سے روکنا اور بار بار منع کرنا اور بکر صاحب کا ترجمہ میں اسے حرکت کہنا کیا معنٰی!

(۱۵۰) عالم نے کہا یہ سجدہ نامشروع ہے حضرت مخدوم نے اس پر انکار نہ فرمایا بلکہ اور تائید فرمائی کہ میں نے تو بارہا منع کیا ہے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم بھی اسی پر سجدہ کو نامشروع جانتے تھے ورنہ حق سے سکوت درکنار باطل کی تائید نہ فرماتے۔ یہ عبارت لطائف کا اٹھواں فائدہ ہوا، وجہ دوم میں یہ ۱۴ نمبر اس وجہ پر زائد تھا مگر اصل مبحث کے کمال مؤید کہ بکر کے ہاتھوں "یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَہُمْ بِاَیْدِیْہِمْ" آشکار ہوا اپنے ہاتھوں اپنا گھر ویران کرتے ہیں۔ رہا وبایدی المؤمنین اور مسلمانوں کے ہاتھوں یہ اوپر کے گزشتہ وآئندہ کے کثیر نمبروں سے آشکار "فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ۝" [1] (پھر نصیحت اور پند پذیر ہو اے نگاہیں رکھنے والو!۔ ت)

(۱۵۱) وجہ سوم: آیت سورہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک وجہ نفیس اور ہے جس سے سمت بنانا بھی برقرار نہیں رہتا، ابن عبا بن ابی رباح استاذ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا معنی آیت یہ ہے کہ یوسف کے پانے پر اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ شکر کیا، امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں میرے نزدیک آیت کے یہی معنٰی متعین ہیں یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا از بس بعید ہے اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسے روا رکھنا ان کے دین وعقل سے مستبعد کہ باپ اور بوڑھے اور نبی اللہ اور علم دین ودرجات نبوت میں ان سے زیادہ اور وہ الٹا انھیں سجدہ کریں، تفسیر کبیر کی عبارت یہ ہیں:

وھو قول ابن عباس فی روایۃ	پہلی بات اور وہ عبدالہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

[1] القرآن الکریم ۵۹ /۲

عطاء ان المراد بھذہ الاٰیۃ انھم خروالہ ای لاجل وجد انہ سجد للہ تعالٰی و حاصل الکلام ان ذٰلك السجود کان سجود الشکر فالمسجود لہ ھو اللہ تعالٰی الا ان ذٰلك السجود انما کان لاجلہ،وعندی ان ھذاالتاویل متعین لانہ لایستبعد من عقل یوسف و دینہ ان یرضی بان یسجد لہ ابوہ مع سابقتہ فی حقوق الابوۃ و الشیخوخۃ والعلم والدین وکمال النبوۃ [1]۔	کاارشاد ہے.بروایت عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اس آیۃ خروالہ سجدا سے مراد یہ ہے کہ وہ سب حضرت یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کے پالینے کی نعمت پر اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ ریز ہوئے۔لہٰذا خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ سجدہ تو اللہ تعالٰی کے شکر ادا کرنے کا سجدہ تھا لہٰذا اس میں "مسجود لہ" (وہ جس کے لئے سجدہ کیا جائے"اللہ تعالٰی ہے۔البتہ وہ سجدہ حضرت یوسف کی وجہ سے تھا یعنی ان کو پالینے کی خوشی میں اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے لئے سجدہ بجالایا گیا اور میرے (یعنی امام فخر الدین رازی کے) نزدیک یہی تاویل و توجیہ متعین ہے۔کیوں؟اس لئے کہ حضرت یوسف کی ذہانت اور کمال عقل اور صاحب دین ہونے کی وجہ سے یہ بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہو جائیں کہ ان کے بوڑھے باپ جو حقوق ابوت (پدری حقوق) مقام نبوت، بڑھاپے، علم اور دین اور ان تمام اوصاف میں)ان سے درجہ اولویت اور سبقت رکھتے ہوں،ان کے آگے سجدہ کریں۔(ت)

پھر فرمایا:

الوجہ الخامس لعل التحیۃ فی ذٰلك الوقت ھوا لسجود وھذا فی غایۃ البعد لان المبالغۃ فی التعظیم کانت الیق بیوسف منھا یعقوب علیھما الصلٰوۃ و السلام فلو کان الامر کما قلتم لکان من الواجب ان یسجد یوسف یعقوب علیھما الصلٰوۃ والسلام [2]۔	**پانچویں وجہ**:اس دور میں،شائد تعظیم کے لئے سجدہ ہوا کرتا تھا(اور جو کچھ مروی ہوا) یہ عقل ہے انتہائی بعید ہے کیونکہ تعظیم میں مبالغہ اختیار کرنا حضرت یوسف کے زیادہ لائق اور مناسب تھا کہ وہ اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لئے کرتے،لہٰذا اگر معاملہ اب ایسا ہے جیسا کہ تم نے کہا تو پھر حضرت یوسف کے لئے واجب تھا کہ وہ اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہما الصلٰوۃ والسلام کو سجدہ کرتے۔(ت)

[1] مفاتیح الغیب(التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۱۲/ ۱۰۰ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۸/ ۲۱۲

[2] مفاتیح الغیب(التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۱۲/ ۱۰۰ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۸/ ۲۱۳

(۱۵۲) وجہ چہارم: سب جانے دو وہ انھیں کو سجدہ معروفہ سہی اور وہ ان کی شریعتوں کا حکم ہی سہی تو شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا ہی قطعی نہیں ائمہ اہلسنت کا مختلف فیہ ظنی مسئلہ ہے بعض کے نزدیک وہ اصلاً حجت نہیں، نہ ان پر عمل جائز جب تک ہماری شرع سے کوئی دلیل قائم نہ ہو اور یہی مذہب اکثر متکلمین اور ایک گروہ حنفیہ وشافعیہ کا ہے۔ اور اسی پر امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام فخر الدین رازی و یوسف آمدی ہیں۔ بعض کے نزدیک حجت ہیں جب تک نسخ پر دلیل قائم نہ ہو، اکثر حنفیّہ اسی پر ہیں اصول امام فخر الاسلام میں ہے:

قال بعض العلماء یلزمنا شرائع من قبلنا حتی یقوم الدلیل علی النسخ و قال بعضهم لایلزمنا حتی یقوم الدلیل [1]۔	بعض علماء کرام نے فرمایا شرائع (اور ادیان) جو ہم سے پہلے ہوئے ان کے مطابق عمل کرنا ہمارے لئے لازم (اور ضروری) ہے جب تک کوئی دلیل ان کے نسخ پر قائم نہ ہو، بعض نے فرمایا وہ ہم پر لازم نہ ہوں یہاں تک کوئی دلیل (جواز عمل) قائم ہو (ت)

شرح امام عبدالعزیز بخاری میں ہے:

ذهب اکثر المتکلمین وطائفة من اصحابنا واصحاب الشافعی الی انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یکن متعبدا بشرائع من قبلنا وان شریعة کل نبی تنتهی بوفاته علی ماذکر صاحب المیزان اویبعث نبی آخر علی ماذکر شمس الائمة ویتجدد للثانی شریعة اخری فعلی هذا لایجوز العمل بها الا بما قام الدلیل علی بقائه وقال بعضهم یلزمنا فیما لم یثبت انتساخه [2]۔	اکثر اہل کلام اور ہمارے اصحاب میں سے ایک گروہ اور اصحاب امام شافعی اس نظریہ کی طرف گئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرائع سابقہ پر عامل نہ تھے کیونکہ ہر نبی کی شریعت اس کی وفات پر منتہی ہوجاتی ہے جیسا کہ صاحب المیزان نے ذکر فرمایا، (یہاں تک کہ) کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا ہے پھر اس دوسرے نبی کے لئے تجدید شریعت ہوتی ہے جیسا کہ شمس الائمہ نے بیان فرمایا، لہٰذا شرائع سابقہ پر عمل کرنا جائز نہیں مگر جبکہ اس کے بقاپر کوئی دلیل قائم نہ ہو، اور بعض نے فرمایا

[1] اصول البزدوی باب شرائع من قبلها قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۳۲

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب شرائع من قبلها دار الکتاب العربی بیروت ۳ /۲۱۲

ہمیں ایسے احکام پر عمل کرنا لازم ہے جن کا نسخ ثابت نہ ہو (ت) مسلم الثبوت میں ہے:

وعن الاکثرین المنع وعلیہ القاضی و الرازی والآمدی[1]	اکثر اہل علم سے اس پر عمل کرنے کی ممانعت منقول ہے۔ چنانچہ قاضی، رازی اور علامہ آمدی کی یہی رائے ہے۔ (ت)

(۱۵۳) وجہ پنجم: وہ کوئی حکم عام نہیں وہ واقعہ حال ہیں اور باتفاق عقل و نقل واقعہ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا اب جو اس سے ایک عام استنباط کرنا چاہیں تو وہ نہ ہوگا مگر یوں کہ علت جامعہ نکال کر مسکوت عنہ کو منصوص پر قیاس کریں تو نص نہ رہا کہ قطعی ہو بلکہ قیاس کہ ظنی ہے۔

(۱۵۴) ثالثًا: حجت ماننے والے بھی اس حالت میں حجت مانتے ہیں کہ ہماری شرع نے اس پر انکار نہ فرمایا ہو اور یہاں انکار ثابت ہے کہ فرمایا: **لاتفعلوا**[2] نہ کرو۔ **لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا اللہ تعالٰی**[3] کسی مخلوق کو غیر خدا کا سجدہ لائق نہیں، بالفرض اگر یہاں ظنیت ہو تو وہاں ظنیت در ظنیت کتنی ظنیتیں ہیں ظنی کے انکار کو ظنی بس ہے اور انکار خاص اس بیان کے ساتھ ہونا کچھ ضرور نہیں ورنہ بکثرت استحالہ لازم آئیں گے، "**وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا**"[4] (اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ت) سے اصل وفرع مثلا باپ بیٹی کا نکاح جائز ہو جائے گا، "**وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً**ۚ "[5] (اور ان دونوں (آدم وحوا) سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ت) سے بہن بھائی کا، "**فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ**ۚ۝۱۴۱ "[6] (پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے پھر وہ دریا میں) دھکیلے ہوئے لوگوں میں سے ہوگئے۔ت) سے محض بربنائے قرعہ کسی مسلمان کو سمندر میں

---

[1] مسلم الثبوت فصل فی افعالہ الجبلیۃ الاباحۃ مسئلہ نحن والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متعبدون الخ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۷

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴، سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲/ ۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۲

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱

[5] القرآن الکریم ۴/ ۱

[6] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۱

پھینکنا "فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا" [1] (پھر اللہ تعالٰی نے بزرگوں کے غلط کہنے سے اسے بری کردیا۔ت) سے برملا برہنہ نکلنا "وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا" [2] (پھر اس عورت (ملکہ سبا) نے اپنی دونو پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا۔ت) سے حرہ اجنبیہ کی ساقین دیکھنا مجمع کو دکھانا "يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ" [3] (وہ (سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام) جو کچھ چاہتے جنات ان کے لیے بنادیتے یعنی پختہ عمارتیں اور مجسمے۔ت) سے زید وعمرو کے بت بنانا "فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾" [4] (پھر وہ (سلیمان علیہ السلام) ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگے۔ت) سے اپنے نسیان کے بدلے گھوڑے کا قتل الی غیر ذٰلک (اس کے علاوہ اور بہت سی آیت ہیں۔ت)۔

(۱۵۵) بکر نے حسب عادت یہاں بھی تین کتابوں پر افتراء کئے ہدایہ میں امام محمد کا ایک فرق اصطلاح بیان کیا کہ:

المروی عن محمد نصاً ان کل مکروہ حرام الا انہ لما لم یجد فیہ نصاً قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام [5]۔	یعنی امام محمد کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے مگر جہاں وہ نص قطعی نہیں پاتے وہاں لفظ حرام نہیں کہتے۔

اس کا ترجمہ یہ بیان کیا ص ۱۱ "جس میں کوئی نص قطعی نہ پائی جائے اس پر حرام کا اطلاق نہیں ہوسکتا" وہ صاف صاف تو فرمارہے ہیں کہ ہر مکروہ حرام ہے اور پھر حرام کا اطلاق نہیں ہوسکتا، یہ ھدایہ پر افتراء ہے۔

(۱۵۶) ابتدائے عبادت سے وہ الفاظ کہ امام کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے صاف کترلئے کہ چال نہ کھلے، یہ خیانت ہے۔

(۱۵۷) ص ۱۱ ردالمحتار کی عبارت نقل کی:

شرع من قبلنا حجۃ لنا اذاقصہ اللہ تعالٰی او رسولہ من غیر انکار ولم یظھر	جو حضرات ہم سے پہلے ہوئے ان کی شریعت (اور دین) ہمارے لئے دلیل ہے جبکہ اللہ تعالٰی

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۹

[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۴۴

[3] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۳

[4] القرآن الکریم ۳۸/ ۳۳

[5] الھدایۃ کتاب الکراھیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۰

نسخه ففائدۃ نزول الاٰیۃ تقریر الحکم الثابت [1]۔	اور اس کا رسول گرامی بغیر انکار کئے، اسے بیان فرمائیں اور اس کا نسخ ظاہر اور ثابت نہو۔ پھر نزول آیت کا فائدہ حکم ثابت کو برقرار رکھتا ہے۔ (ت)

اور ص ۱۲ پر اس کا ترجمہ کیا نفیس ہوتا ہے: "تو نزول آیت کا فائدہ حکم ثبوت کو پہنچے گا" زہے بیعلمی۔

(۱۵۸) ص ۱۲ پر قاضی خان کی عبارت الاصل فی الاشیاء الاباحۃ [2] (اشیاء میں اصل ان کا مباح ہونا ہے۔ت) کا یہ ترجمہ کیا تمام اشیاء میں اصلیت مباح ہوتا ہے۔ زہے منشی گری۔

(۱۵۹تا۱۶۱) خیر یہ تو معمولی کمالات بجری ہیں، کہنا یہ ہے کہ ہدایہ و ردالمحتار و قاضی خان کی عبارتیں تو یہ نقل کیں اور ص ۱۲ پر نتیجہ یہ دیا "یہ کتابیں صاف صاف کہتی ہیں کہ سابقہ شریعت کی بات کے خلاف کوئی نص قطعی موجود نہ ہو تو اس کے مباح ہونے میں کسی دلیل کی حاجت نہیں" ہدایہ و قاضی خاں کی عبارتوں میں تو شریعت سابقہ کا نام تک نہ تھا، ردالمحتار میں ذکر تھا نص قطعی کا ذکر تک نہ تھا، یہ تینوں کتابوں پر تین افتراء ہوئے،

(۱۶۲) رابعاً اگر قطعیت درکار ہو تو نمبر ۶۱ میں تفسیر عزیزی سے گزرا کہ سجدہ تحیت حرام ہونے میں متواتر حدیثیں ہیں۔

(۱۶۳) اگر روایۃً متواتر نہ بھی ہو قبولاً متواتر ہے کہ تمام ائمہ اسے مانے ہوئے ہیں تو اس سے قطعی کا نسخ روا ہے جیسے حدیث لاوصیۃ لوارث [3] (کسی وارث کے لئے وصیت نہیں۔ت) جس سے وصیت والدین واقربین کو منصوص قرآن بھی منسوخ کہی گئی، امام اجل بخاری کشف الاسرار میں فرماتے ہیں:

ھذا الحدیث فی قوۃ المتواتر اذ المتواتر نوعان متواتر من حیث الروایۃ ومتواتر من حیث ظھور العمل بہ من غیر نکیر	یہ حدیث متواتر کے زمرہ میں ہے۔ اس لئے کہ متواتر کی دو۲ قسمیں ہیں: (۱) متواتر بلحاظ روایت (۲) اس حقیقت سے متواتر کہ بغیر انکار اس پر ظہور عمل ہے (خلاصہ) (i) متواتر

---

[1] ردالمحتار

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۸

[3] سنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب ماجاء فی الوصیۃ للوارث آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۰

فان ظھورہ یغنی الناس عن روایتہ وھو بھذہ المثابۃ فان العمل ظھر بہ مع القبول من ائمۃ الفتوٰی بلا تنازع فیجوز النسخ بہ[1]۔	روایتی (ii) متواتر عملی، کیونکہ اس کا ظہور لوگوں کو اس کی روایت کرنے سے بے نیاز کردیتا ہے۔اور وہ اس درجہ میں ہے کیونکہ اس پر عمل کرنا بالکل ظاہر اور واضح ہوگیا،اور اس کے باوجود ائمہ فتوی نے اسے بغیر کسی نزاع کے قبول اور تسلیم کیا ہے۔لہٰذا اس کے ساتھ نسخ جائز ہے۔(ت)

(۱۶۴) نہ سہی تو خود بکر کے مستند فتاوٰی عزیز سے نمبر ۱۵ میں گزرا کہ سجدہ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے اجماع اگرچہ ناسخ و منسوخ نہ ہو دلیل نسخ یقینا ہے کہ:

لاتجتمع امتی علی الضلالۃ[2]۔	میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔(ت)

کشف میں ہے:

الاجماع لاینعقد البتۃ بخلاف الکتاب والسنۃ فلا یتصور ان یکون ناسخا لھما ولو وجد الاجماع بخلافھما لکان ذٰلك بناء علی نص آخر ثبت عندھم انہ ناسخ للکتاب والسنۃ[3]۔	یقینا اجماع کتاب وسنت کے خلاف کبھی منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اجماع کتاب وسنت کے لئے ناسخ ہوگا، پھر اگر اجماع ان دونوں کے خلاف پایا جائے تو یہ کسی ایسی دوسری نص کی بناء پر ہوگا جو ائمہ کرام کے نزدیک کتاب وسنت کی ناسخ ہوگی۔(ت)

مسلم وفواتح میں ہے:

الاجماع دلیل علی الناسخ کعمل الصحابی خلاف النص المفسر[4]۔	اجماع ناسخ پر دلیل ہے جیسے کسی صحابی کا اپنی نص مفسر کے خلاف عمل کرنا۔(ت)

(۱۶۵) خبر منسوخ نہونے کامسئلہ یہاں پیش کرنا سخت جہالت ہے۔ خبر یہ تھی کہ ملائکہ ویعقوب

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دار الکتاب العربی بیروت ۳ /۱۷۸

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب السواد الاعظم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۲

[3] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دار الکتاب العربی بیروت ۳ /۱۷۶

[4] فواتح الرحموت بذیل المستصفی باب فی النسخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲ /۸۱

علیہم الصلٰوۃ والسلام نے سجدہ کیا۔اسے کون منسوخ مانتا ہے کیا واقع غیر واقع ہو سکتا ہے اس خبر سے یہ حکم مستنبط کرتے ہوئے کہ سجدہ تحیت غیر خدا کو جائز ہے یہ حکم اگر تھا تو منسوخ ہوا، مسلم وفواتح میں ہے:

ھھنا امران الاخبار بتعلق الامر بالخاطبین والامر المتعلق بھم الموجب ولم ینتسخ الخبر لان وقوع الامر واقع ولم یرتفع وانما نسخ الامر المخبر عنه وھو لیس خبرا فماھو خبر لم ینتسخ وما انتسخ لیس بخبر [1]۔	یہاں دو امر ہیں: ایک یہ کہ خبر "امر بالمخاطبین" سے متعلق ہے۔دوسری یہ کہ جو امر ان سے متعلق ہے وہ موجب ہے۔لہٰذا خبر میں نسخ نہیں اس لئے کہ وقوع امر واقع ہے کہ جس میں ارتفاع ممکن نہ ہو، البتہ امر مخبر عنہ میں نسخ واقع ہوا ہے۔اور وہ خبر نہیں، لہٰذا جو خبر ہے وہ منسوخ نہیں اور جو منسوخ ہے وہ خبر نہیں۔(ت)

(۱۶۶) بکر نے اپنے افتراءات علی اللہ تعالٰی میں زعم کیا تھا ص ۶ "کہ خدا نے قرآن میں فرمایا تھا "فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللہِ ؕ" [2] تم جدھر متوجہ ہو خدا اسی طرف ہے یعنی جس طرف سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا، بعد میں سمت کعبہ مقرر ہو گئی یہ آیت بھی جملہ خبر یہ تھی کس طرح منسوخ ہو گئی۔

(۱۶۷تا ۱۷۲) اب باپ بیٹی۔بہن بھائی کے نکاح اور دیگر امور مذکورہ نمبر ۱۵۴ کی حرمت کی کوئی راہ نہ رہی کہ وہ تمام آیات اخبار ہی تھیں اور "اخبار منسوخ نہیں ہوتے"

(۱۷۳) بلکہ یہ سب زائد حاجت ہے ہم ثابت کر چکے کہ اس سجدہ تحیت کا جواز نص کا حکم نہیں، ہوگا تو قیاس سے قیاس مجتہدین پر ختم ہو گیا۔

(۱۷۴) قیاس بھی سہی تو سجدہ غایت تعظیم ہے۔خود بکر نے ص ۵ پر کہا "تعظیم کا اظہار اس سے زیادہ انسان اور کسی صورت سے نہیں کر سکتا" ص ۱۱ آخری تعظیم ہے جو حقیقت میں عبادت کی آخری شان ہے" اور غایت تعظیم کے لئے نہایت عظمت درکار، کم درجہ معظم کے لئے انتہا درجہ کی تعظیم ظلم صریح ہے اور اعلی معظمین کے حق میں دست اندازی ع

گر فرق مراتب نکنی زندیقی

(اگر تم مراتب کا فرق ملحوظ نہ رکھوگے تو نری بے دینی ہوگی۔ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی باب فی النسخ جاز نسخ ایقاع الخبر اتفاقا منشورات الشریف قم ایران ۲/ ۷۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵

مخلوق میں نہایت عظمت انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے لئے ہے آدم ویوسف علیہما الصلٰوۃ والسلام دونوں نبی تھے تو غیر انبیاء مشائخ ومزارات کو ان پر قیاس کرکے ان کے لئے سجدہ تعظیمی بتانا ظلم شدید ہے اور انبیاء کا حق تلف کرنا۔

(۱۷۵) یہ سب اسے شریعت سابقہ مان کر ہے۔ ہم بیان کرچکے کہ سرے سے اسی کا ثبوت نہیں اب نہ حکم ثابت نہ نسخ کی حاجت سجدہ آدم کا حکم بشر کو نہ تھا ملائکہ کے لئے اب بھی ہو تو ہمیں کیا، سجدہ یوسف بربنائے اباحت اصلیہ ہونا ممکن اور اباحت اصلیہ کا رفع نسخ نہیں، مسلم الثبوت میں ہے:

رفع مباح الاصل لیس بنسخ[1]۔	اصل اباحت کا اٹھ جانا نسخ نہیں۔(ت)

اس طرح کشف الاسرار میں ہے تو ارشاد حدیث **لاتفعلوا**[2] (ایسانہ کرو۔ت) واجب القبول اور سجدہ تحیت کا حرام ہونا ہی حکم خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

رسالہ "

الزبدۃ الزکیۃ تحریم سجود التحیۃ"

ختم شد

---

[1] مسلم الثبوت باب فی النسخ مسئلہ اجمع اہل الشرائع علی جواز عقلا مطبع انصاری دہلی ص ۱۶۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱، سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

حواشی

الزبدۃ الزکیۃ کے بعض صفحات پر مصنف علیہ الرحمۃ کے عربی حواشی جو کہ خالص فنی اور علمی ہیں اور عام قاری سے غیر متعلق ہیں لہٰذا ان کا ترجمہ نہ کیا گیا۔ ان عربی حواشی کو ہر صفحہ اور حدیث و نص کے حوالے سے مرتب کرکے رسالہ کے اخیر میں شامل کیا گیا ہے۔

ص ۴۴۱: حدیث ۵، ۶

۱۔ رأیته فی دلائل ابی نعیم وعزاہ الفاسی فی مطالع المسرات للبیہقی ۱۲ منه۔

۲۔ عزاہ فی الخصائص للطبرانی وأبی ورأیته له وزاد فی آخرہ "فترکوہ" وعزاہ فی مطلع المسرات لاحمد والحاکم والبیہقی والبغوی ۱۲ منه

ص ۴۴۴، حدیث ۱۰

۱۔ ذکرہ مستندا فی الجامع الکبیر وقصه الزرقانی ۱۲ منه۔

ص ۴۴۵، حدیث ۱۱

۱۔ عزاہ خاتم حفاظ فی الدر المنثور لابن ابی شیبة وفی الجامع الکبیر لعبد بن حمید وفی مناهل الصفاء للبقیة ۱۲ منه۔

ص ۴۴۶، حدیث ۱۲

۱۔ رأیته لابی نعیم وتلفقیه وعزاہ فی الدر المنثور والجامع الصغیر للحاکم، وشیخنا السید احمد دحلا نفی السیرۃ النبویة للبزار ۱۲ منه۔

ص ۴۴۷، حدیث ۱۳۔

۱۔ رأیته فی ابن ماجة ورد فی الترغیب ابن حبان، وعزاہ فی الجامع الکبیر لاحمد وفی اتحاف السادۃ للبیہقی ۱۲ منه

ص ۴۴۸، حدیث ۱۳ میں اقوال کے تحت و حدیث ۱۴

۱۔ قال ابن ماجة حدثنا حماد بن زید عن أیوب عن القاسم الشیبانی عن عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

القاسم: هو من رجال مسلم والنسائی هو وأزهر صدوقان وحماد وأیوب تفتان جلیلان لا یسأل عن مثلهما ۱۲ منه

۲۔ خاتم الحفاظ فی الدر المنثور ۱۲ منه۔

ص ۴۴۹۔ حدیث ۱۵ میں اقول کے تحت وحدیث ۱۶

۱۔ رأیته فی المسند عزاہ مرفوعة فی الدر المنثور له ولأبی بکر، وفی الجامع الکبیر للطبرانی فی الکبیر ۱۲ منه

۲۔ اذ قال الامام احمد حدثنا وکیع، ثنا الآعمش عن ابی ظبیان عن معاذ بن جبل رضی الله تعالٰی عنه انه لما رجع من الیمن۔۔۔۔۔ الحدیث ۱۲ منه

۳۔ رأیته فی ابی داؤد له عزاہ فی الترغیب وللبقیة فی اتحاف السادة ۱۲ منه

ص ۴۵۰، حدیث ۱۷ تا ۲۱

۱۔ جمع الجوامع ۱۲ منه

۲۔ بسند حدیث ابی هریرة الاول ثم قال وفی الباب عن معاذ بن جبل وسراقة بن مالك بن جعشم وعائشة وابن عباس وعبدالله بن ابی اوفی وطلق بن علی وام سلمة وأنس وابن عمر رضی الله تعالٰی عنهم حدیث ابی هریرة حدیث حسن غریب من هذا الوجه اھ ۱۲ منه۔

ص ۴۵۵، حدیث ۳۶، ۳۷ وحدیث ۳۸

۱۔ رأیته فی صحیح مسلم وانما عزاہ فی جمع الجوامع لابن سعد فی الطبقات وتبعه فی الزواجر وزاد حدیث الطبرانی عن کعب رضی الله تعالٰی عنه ۱۲ منه۔

۲۔ ذکرہ کالموصول الآتی بعدہ الزرقانی علی المؤطا ۱۲ منه

ص ۴۶۶۔ نصوص ۳۸ تا ۴۷

۱۔ ههنا تنبیهات لابد منها فاقول **اولا** وقع فی نسختی الوجیز "ضرورة" مکان "صورة" اذ قال الافضل ان لا یسجد لانه کفر، فلا یاتی بما هو کفر ضرورة کما قلنا فی الاکراہ علی اجراء کلمة الکفر اھ وهذا تصحیف "صورة" بشهادة اصله الخلاصة وسائر الکتب وان لم یکن فمتعلق بلا یأتی "، لا ناظر الی "کفر" وکیف یکون اذا بالاکراہ کفرا ضرورة، بل المعنی، لا یأتی لاضطرارہ بما هو کفر، فیکون قوله ضرورة مکان قولهم وان کان فی حالة الاکراہ۔

وثانیًا، الثلاثۃ الآخیرون ترکوا لفظ صورۃ کالوجیز علی تلک النسخۃ وھو ان ترک صورۃ معنی، معنی ضرورۃ لما علمت ان لا کفر حقیقۃ بالاکراہ ومن الدلیل علیہ قولہ بجمع الانھر عن الاختیار، متصلا بہ، ولو سجد عند السلطان علی وجہ التحیۃ لایصیر کافرا اھ، وقول الوجیز فی مسألۃ متصلا بہ، کفر عند بعض المشائخ اھ۔

وثالثًا، ھھنا سقط شدید فی نسخۃ الخلاصۃ المطبوعۃ اذ کتب بعد قولہ المار فی نمرۃ ۱۹ وان اراد بہ التحیۃ لایکفر، قولہ و الافضل ان لایأتی بما ھو کفر صورۃ اھ فیتوھم الجاھل ان السجدۃ لیست الا خلاف الاصل وکیف سقیم ھذا مع صدر کلامہ، ھی کبیرۃ والعبادۃ الصحیحۃ التامۃ ما نقلنا ثمہ، ذکر تلک المسألۃ المستشھد بھا المذکورۃ فی سیر الفتاوی والاصل فقال اذا قیل لمسلم اسجد للملک والا قتلناک فالافضل ان لا یسجد لانہ کفر، والافضل ان لایاتی بما ھو کفر صورۃ ـــــ اھ فسقط کل ھذا من نسخۃ الطبع من قولہ قال وھذا موافق الی قولہ والافضل فلیعلم۔

ورابعًا: عزا المسألۃ فی الغیاثیۃ ونصاب الاحتساب ومنح الروض عن المحیط الی واقعات الناطفی، وفیہ اختصار، بل اقتصار، وذلک لان الناطفی ذکر کمثل مایأتی فی نمرۃ ۴۵ الی ۵۵ صورتین حکم فی احداھما بان الافضل ان لایسجد لانہ کفر صورۃ وفی الاخری وھی ما اذکر ھو علی سجدۃ التحیۃ بان الافضل ان یسجد والنقلۃ الثلاثۃ حذفوا الصورۃ الاخری، فعم الحکم باطلاقہ الصورتین وانما عبارۃ الناطفی کما فی غایۃ البیان عن واقعات الامام الصدر الشھید عن المسائل عن واقعات الناطفی، ھکذا اذا قیل لمسلم اسجد للملک والا قتلناک فالافضل ان لایسجد لانہ کفر و الافضل ان لایاتی بما کفر صورۃ وان کان فی حالۃ الاکراہ، وان کان السجود سجود التحیۃ فالا فضل ان یسجد لانہ لیس بکفر، فھذا دلیل علی ان السجود بنیۃ التحیۃ اذا کان خائفا لایکون کفرا، فعلی ھذا القیاس لا یصیر من سجد عند السلطان علی وجہ التحیۃ کافرا اھ قال الاتقانی الی ھنا لفظ الواقعات ـــ اھ۔

اقول: فعلی هذا التفصیل تخصیص کونه کفرا صورة اذا لم یأمره بسجود التحیة ای بل امره بسجود العبادة خاصة۔ واطلقوا کماهو مفاد اطلاق الواقعات الصورة المقابلة لسجود التحیة مستند الی نزع دقیق وهو ان السجود ظاهرا لعبادة، فاذا اطلقوا کان الظاهر طلب الکفر فکیف اذا رضوا علی العبادة، فان فعل کان آتیًا بما هو کفر صورة اذلا حقیقة مع الاکراه مادام قلبه مطمئنا بالایمان فالافضل ان یصبر واذا صرحوا بطلب سجود التحیة ولیس بکفر لم یکن الاکراه علی الکفر فان فعل لم یات بالکفر معنی ولا صورة فالافضل حفظ المهجة واما علی طریقة هؤلاء الذین ترکوا الصورة الاخیرة، ومثلهم نص الاصل وغیره السبعة الباقین۔

فاقول: ومنزوعان الاول ان السجدة کفر مطلقًا لکن لاکفر حقیقة مع الاکراه فانه صورة کفر، فالافضل ان یأتی بما مطلقا، والثانی ان لاکفر الا سجود العبادة ومعلوم ان المکره المطمئن قبله بالایمان لاینویها۔ فلا یکون کفرا حقیقة غیر ان السجدة کیف کانت ولو بنیة التحیة او بدون نیة انما تقع علی صورة کفر اذلا فرق فی الصورة ههنا وبین سجود العبادة، فالافضل ان لایأتی بها مطلقًا والی هذا النزع الثانی ذهب الامام صاحب الخلاصة ثم البزازی اذ جعلا هذا المسألة فی اصل الفتاوی مؤیده، الان سجود التحیة لیس بکفر، هکذا ینبغی ان یفهم کلمات العلماء الکرام والحمدلله ولی الانعام ۱۲ منه۔

ص ۴۷۲، نص ۱۰۰ فصل اول

۱۔ لفظه فی القهستانی یکره الانحناء ای قریب الرکوع کالسجود اھ

اقول: لیس فی القهستانی "لفظة یکره" انما نصه مااسمعنك ثم تاویله انه تشبه الانحناء بالسجود کما قال، المنقول عنه، انه کالسجود لا فی الحکم، فیکون غلطا فی الحوالة۔ ومخالفا لماقدمه نفسه قبل هذا بثلاثة اسطر، ان من سجد علی وجه یصیر آثما مرتکبا للکبیرة۔۔۔۔اھ فلیتنبه ۱۲ منه۔

ص ۴۷۴، نص ۱۱۹ فصل اول

۱۔ وقع بعدہ فی الجمع ما نصہ وفی القھستانی یکرہ عند الطبرانی لا عند ابی یوسف۔۔۔۔۔اھ۔

کتبت علیہ اقول، رحم اللہ الشارح، وقع منہ سبق نظر، انما نص القھستانی، وفی المحیط انہ یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ انتھت المسئلۃ الی ھھنا، [ثم شرع فی مسئلۃ المتن وعناقہ فی ازار واحد فشرحہ بقولہ [و] یکرہ عند الطرفین لا عند ابی یوسف [عناقہ] الخ وقد قدر المشارح نفسہ ومتنہ قبل ھذا باسطر اذا قالا [یکرہ ان ازار بلا قمیص عند الطرفین [وعند ابی یوسف لا یکرہ] اھ فسبحان من لایزل ولا ینسی ۱۲ منہ]

ص ۵۰۴، نص ۱۹۱ فصل دوم

۱۹۔ بکر اگر مصنف سیف النقی جیسا ہے تو رجوع ناممکن "یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لایعودون" اور اگر وہی صاحب ہیں جن کے نام سے یہ تحریر شائع ہوئی تو وہ صوفی بننا چاہتے ہیں اور صوفی فورا رجوع الی الحق کرتا ہے۔ کہ وہ نفس کا بندہ نہیں ہوتا۔ عجب نہیں کہ بنگاہ انصاف اس رسالہ کو دیکھ کر اپنے قول سے توبہ اور سجدہ غیر کی تحریم شائع کریں۔ واللہ الھادی ۱۲ منہ

مسئلہ ۱۸۷: از مرآد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب بنگالی قادری برکاتی رضوی طالبعلم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک شخص کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ مریدین کو سجدہ سے منع نہیں کرتے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں مریدون کو منع بھی نہیں کرتا اور حکم بھی نہیں کرتا۔ ان کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ شخص بہت خطا پر ہے۔ اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو منع کرے۔ اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آئیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۸: از پوسٹ آفس سراج گنج ضلع پاپنہ مرسلہ مولوی محمد عبدالقادر صاحب مدرس اول مدرسہ جونپوری ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

فریق اول مولوی محمد سالم جونپوری فریق دوم مولوی عبدالباری نواکھالوی،

بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۷ء تھانہ قاضی پور مضافات سراج گنج پاپنہ فریق اول وثانی کا بموجودگی مجسٹریٹ وافسر پولیس سب ڈویژن سراج گنج مباحثہ ہوا جس میں میں منصف مانا گیا تھا فریق اول کا یہ بیان ہے کہ سجدہ تحیت انحناء ووضع الجبہہ کے طور پر اور مثل رکوع کے ہر طرح سے کرنا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور غناء ورقص اور وجد اور تالیاں بجانا اور زور سے چلانا اور شور کرنا اور تواجد یعنی اپنے کو زبردستی وجد میں لانا جلسہ میں عوام کو مجتمع کرکے چنانچہ صوفیائے زمانہ حال کیا کرتے ہیں جس میں لوگوں کو اور بچے بوڑھے اور مریضوں کو ایذا پہنچے اور ان کی نیند میں خلل ہو بالکل ناجائز ہے اس دعوی کے دلائل اس فریق نے ذیل میں پیش کئے:

(اول) شرائع سابقہ میں سجدہ تحیت جائز تھا اور ہماری شریعت میں منسوخ ہوگیا بدلیل آیۃ قرآنی:

"وَلَا یَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًاؕ اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۠(۸۰)"[1]	اور نہ تمھیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور انبیاء کرام کو رب بنالو اس کے بعد کہ تم مسلمان ہوگئے ہو۔ (ت)

یہ آیت خاص سجدہ تحیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے کما اخرج عبدالرزاق فی تفسیرہ (جیسا کہ

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اس کی تخریج فرمائی۔ت) ایسا ہی تفسیر بیضاوی و تفسیر کبیر وابوالسعود و تفسیر مدارک میں ہے۔

(دوسری) حدیث **لامرت المرأة ان تسجد لزوجھا**[1] (اگر سجدہ کسی کے لئے جائز ہوتا تو میں عورت (بیوی) کو حکم دیتا کہ شوہر کے لئے سجدہ کرے۔ت) کی ہے کیونکہ سجدہ تحیت کی ممانعت کی حدیث متواتر ہے جیسا کہ تفسیر عزیز و فتاوٰی بزازیہ میں ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے: **فیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنة**[2] (اس میں یہ دلیل ہے کہ کتاب اللہ (یعنی کسی آیت قرآنی) کا نسخ حدیث پاک سے جائز اور درست ہے۔ت)

(سوم) یہ کہ ہم مقلد ہیں ہم پر اللہ صاحب کی تقلید واجب ہے اور تمام فقہاء وائمہ نے سجدہ تحیت وغنا ورقص کو حرام لکھا ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہوگیا ہے اور دیگر دلائل اس پر فریق اقول کے کتب ذیل میں ہیں نظم الدرر ومؤلفہ مولانا عبدالحق مہاجر مکی، مکتوب امام ربانی فتاوٰی شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم، فتاوٰی قاضی خاں، عالمگیری، کفایہ وعینی شرح ہدایہ۔ شامی، اشعۃ اللمعات، ترمذی، عینی شرح بخاری، تفسیر کبیر، جلالین، خازن، بیضاوی، سراج المنیر، کشاف، ابوالسعود، احمدی، تفسیر محی الدین ابن عربی وغیرہا اور فریق ثانی کا یہ دعوی ہے کہ تعظیم کے واسطے سجدہ تحیت کرنا اور اس میں گرنا اور جھکنا جائز ومباح ہے بشریکہ نماز کی ہیئت پر نہ ہو اور نہ پیشانی زمین پر لگائے اور باطہارت نہ ہو اور ہر طرح سے جائز ہے بلکہ بشرطیکہ اس میں ہجو مسلم وہجو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کلمات کفر یا وصف شراب ومزنیہ امر ونہر ہے اور اس میں ترغیب الی العبادۃ اور ایقاظ عن الغفلۃ ہو اور سامع صدق دل اور صدق نیت سے سنے اور قوال بھی برعایت شرائط مذکورہ گائے اور اضطراری حالت میں رقص ووجد وتواجد یعنی بہ تکلف اپنے کو وجد میں لانا سچی نیت سے محمود ہے ورنہ مذموم ہے اور غلبہ اضطرار میں تالیاں بجانا بھی جائز ہے جواز سجدہ تحیت میں اس فریق کے یہ دلائل ہیں:

(اول) آیت: "**وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا**" الخ[3] (اور یاد کرو جب ہم نے (بطور حکم) فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو تو سب نے (سوائے شیطان) انھیں سجدہ کیا الخ۔ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۸، سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[3] القرآن الکریم ۲/ ۳۴

(دوم) الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[1] (تمام اشیاء میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ (بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو)

(سوم) شرائع من قبلنا حجۃ لنا مالم یظھر لنا ناسخ فی شرعنا[2] (ہم سے پہلی شریعتوں ہمارے لئے دلیل جب تک ہماری شریعت میں ان کا کوئی ناسخ ظاہر نہ ہو۔ت)

(چہارم) حدیث رؤیا ابن خزیمہ اور ان کا رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کرنا اور دیگر دلائل کتب ذیل ہے: تفسیر کبیر، ابن مسعود، تفسیر بیضاوی، واحمدی وحسینی وکشاف ومدارک وعزیزی وتفسیر کلائی عبدالکریم گجراتی جس کا ذکر فتاوٰی عزیزی میں ہے اور عالمگیری قاضی خان، مسلم الثبوت وتنقیح تلویح وغیرہا، میں چونکہ اس میں منصف اور ثالث قرار دیا گیا تھا لہٰذا دونوں فریق کے دلائل میں بلارعایت میں نے غور کیا بیشک ملائکہ نے آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو اور یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں نے یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کو بقول راجح سجدہ تحیت ہی کیا تھا اس وقت سجدہ تحیت جائز تھا اب منسوخ ہوگیا اور بجائے سجدہ تحیت کے اللہ تعالٰی نے ہم کو سلام عطا فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔

"فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً" [3] الخ۔	جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو (وہاں) اپنے لوگوں کو سلامتی کی دعا دیا کرو وہ دعا جو اللہ تعالٰی کی طرف بڑی بابرکت اور پاکیزہ ہے الخ (یعنی گھروالوں کو سلام کیا کرو)۔ت)

معلوم ہوا کہ اس امت کی تحیت سلام ہے اور اس کی مؤید آیت "وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا" [4] (جب تمھیں لفظ دعا سے سلام کیا جائے تو اس سے عمدہ الفاظ سے سلام کرو یا کم از کم وہی الفاظ لوٹا دو۔ت) بھی ہے اس آیت سے تحیت کا جواب دینا فرض ہوا پس اگر تحیت سے یہاں سجدہ تحیت مراد ہو تو سامع کو بھی سجدہ تحیت جوابا کرنا فرض ہوگا حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں اور آیت "وَ لَا یَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ وَ النَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا" [5] الخ (اور وہ تمھیں ہرگز یہ حکم نہ دے گا کہ فرشتوں اور

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثالثۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۸۷

[2] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۳۲، مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلہ نحن والنبی علیہ السلام متعبدون شرائع من قبلنا مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۷

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[4] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

[5] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

نبیوں کو "رب" بنالو الخ۔ت) کی ذیل میں مفسرین جیسے تفسیر کبیر، تفسیر ابوالسعود، تفسیر کشاف ومدارک وغیرہم لکھتے ہیں کہ یہ آیت سجدہ تحیت کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے۔

کما اخرج عبدالرزاق فی تفسیرہ واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریج و عن الحسن قال بلغنی ان رجلا قال یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نسلم علیك کما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجدلك قال لاولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ فانہ لاینبغی ان یسجد لاحد من دون اللہ فانزل اللہ تعالٰی ماکان لبشر [1] الخ واخرج عبد بن حمید عن الحسن مثلہ۔	جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اس کی تخریج کی، اور ابن جریر اور ابن حاتم نے ابن جریج اور خواجہ حسن بصری سے تخریج کی، فرمایا مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ (علیک الصلٰوۃ والسلام) ہم آپ کو اسی طرح سلام کرتے ہیں جس طرح ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ ارشاد فرمایا: نہیں، ہاں البتہ اپنے نبی کی عزت وتوقیر کرو۔اور حق کو اس کے اہل کے لئے پہچانو کیونکہ کسی کے لئے یہ زیبا اور لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی کو سجدہ کرے تو پھر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی ماکان لبشر الخ۔اور عبد بن حمید نے حضرت حسن سے اسی طرح تخریج فرمائی۔(ت)

علاوہ ازیں تمام کتب احادیث اور کتب فقہ میں اس کی ممانعت بھری پڑی ہے کما لایخفی علی اھل العلم (جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ت) اور غنا ووجد تواجد ورقص وتالیا بجانا گوان میں بعض امور جیسے غنا ووجد بعض صوفیہ نے رکیک اور کمزور دلائل سے جواز ثابت کیا ہے مگر وہ بالکل لاشیئ ہے کیونکہ صوفیہ کے اقوال وافعال شریعت ومذہب میں حجت نہیں ہوسکتے ولنعم ماقال شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰی (حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰی کیا خوب فرمایا۔ت)

وجود صوفیہ راغنیمت داں وقول وفعل ایشاں وقعتی ندارد۔	صوفیائے کرام کے وجود کو غنیمت جانئے لیکن ان کا قول اور فعل (کتاب وسنت کے مقابلہ میں) اپنے اندر کوئی قدر وقعت نہیں رکھتا (لہٰذا حجت اور دلیل وہی ہے جو اللہ تعالٰی اور اس کا رسول فرمائیں۔ت)

[1] الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت آیۃ ۳ /۷۹ قم ایران ۲ /۴۴، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ۸ /۱۱۷، الکشاف ۱ /۴۴۰، مدارك التنزیل ۱/ ۱۶۶

اور تفسیر احمدی وعوارف وغیرہ میں لکھا ہے کہ جنید رحمہ اللہ تعالٰی اخر عمر میں غنا سے توبہ کرلی تھی۔ قرآن مجید میں اللہ پاک فرماتا ہے:

"وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ"[1]	اور ان میں سے جس پر تو قابو پاسکتا ہے اسے اپنی آواز کے ذریعے (راہ حق سے) پھسلادے۔ (ت)

تفسیر احمدی میں ہے:

ذکر فی الفتاوٰی العمادیۃ والعوارف قال مجاھد انھا تدل علی حرمۃ التغنی وذٰلك لان قوله استفزز خطاب لابلیس علیه اللعنة ومعناہ حرك من استطعت من بنی آدم بصوتك وھو صوت التغنی والمزامیر[2]۔	فتاوٰی عمادیہ اور عوارف میں ذکر کیا گیا کہ امام مجاہد نے فرمایا: آیۃ مذکورہ گانا بجانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد: "استفزز" ابلیس علیہ اللعنۃ کو خطاب ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے اولاد آدم میں سے جس پر تو طاقت پائے (اور اس پر تیرا بس چلے) اسے اپنی آواز سے حرکت میں لا، اور وہ گانے اور اس کے ساز کی آواز ہے۔ (ت)

اور تفسیر احمدی میں تحت آیت "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ"[3] (اور لوگوں میں کوئی وہ ہے جو کھیل کود کی باتوں کا خریدار اور متلاشی رہتا ہے۔ ت) میں ہے:

انھا نزلت فی نضر بن الحارث اشتری کتب الاعاجم وکان یحدث بھا قریشا وقیل کان یشتری الفتیات المغنیات الخ وانما قلنا تدل علی حرمۃ الغناء لان اللہ تعالٰی قد ذم من یشتغل بھوالحدیث واوعدہ بعذاب مھین و	(ملاجیون رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا) آیۃ مذکورہ بالا نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی کہ جس نے اہل عجم کی کتابیں خریدیں اور قریش کو پڑھ کر سناتا او یہ بھی کہا گیا کہ وہ گانے والی لونڈیاں خریدا کرتا تھا اور یہ جو ہم نے کہا کہ آیۃ مذکورہ گانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

[2] التفسیرات احمدیہ تحت آیۃ ۳۱/ ۶ المطبعۃ الکریمیۃ دہلی ص ۶۰۰

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

لهو الحديث وان كان ظاهره عاما فى كل مايلهى عما يعنى الا انه ذكر فى الفتاوى العمادية وكذا فى العوارف وغيره ان ابن عباس وابن مسعود رضى الله تعالٰى عنهما كانا يحلفان انا قد سمعنا عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ان المراد به التغنى و يوافقه الرواية الثانية من النزول فيكون دليلا على حرمته [1] اھ وقال الطبرى واجمع علماء الامصار على كراهة الغناء والمنع منه وانما فارق الجماعة۔	کھیل کی باتوں میں شغل رکھتے ہیں اور انھیں توہین آمیز عذاب سے ڈرایا، اور کھیل کی باتیں اگرچہ بظاہر عام ہیں جو ہر اس چیز کو شامل ہیں جو انسان کو فائدہ بخش کام سے غافل کردے لیکن فتاوٰی عمادیہ اور اسی طرح "عوارف" وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں قسم کھا کر کہتے تھے کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس سے گانا بجانا مراد ہے اور شان نزول کی دوسری روایت اس کی موافقت کرتی ہے لہٰذا یہ حرمت غنا پر دلیل ہے اھ۔ اور امام طبری، نے فرمایا: تمام شہروں کے علماء کرام کا گانے کی کراہت (ناپسندیدگی) اور ممانعت پر اجماع اور اتفاق ہے۔ (ت)

ابراہیم بن سعد و عبداللہ عنبری جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس عمرو بن قرۃ آیا اور اس نے غناء فاحشہ کی رخصت چاہی حضرت نے جازت نہ دی علاوہ بریں تمام فقہائے اور صوفیائے کرام نے غناو رقص وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔ مضمرات میں ہے:

من اباح الغناء يكون فاسقا [2]۔	جو گانے بجانے کو مباح قرار دے تو وہ فاسق ہے۔ (ت)

اور شیخ شہاب الدین سہروری عوارف میں فرماتے ہیں:

سماع الغناء من الذنوب [3] الخ۔	گانا سننا گناہ ہے۔ الخ (ت)

اور چونکہ غنا اور قص وغیرہ خصوصًا اس زمانہ فتنہ وفساد میں جیسا کہ صوفی لوگ مجلس قائم کرکے کرتے ہیں عوام وجہال

[1] التفسیرات احمدیہ تحت آیۃ ۳۱/ ۶ المطبعۃ الکریمۃ دہلی ص ۵۹۹۔ ۶۰۰

[2] فتاوٰی جامع الفوائد بحوالہ المضمرات کتاب الکراھیۃ فصل فی الغناء مکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۴۲۸

[3] عوارف المعارف الباب الثالث والعشرون مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ص ۱۱۴

کے لئے سخت مضرت رساں وگمراہی ہے پھر اگر وجد یا رقص میں ستر عورت کھل جائے تو حاضرین جلسہ بجائے نیکی حاصل کرنے کے گنہگار ہو جائیں گے۔

یہ کل وجوہات بالا کی طرف نظر کرکے میری یہی رائے ہے کہ سجدہ وتحیت ور قص وغناووجد وتواجد بالکل حرام وناجائز ہے۔ پھر جیسا کہ آج کل کے صوفی گندم نماجو فروش جلسوں میں یا چند آدمی مل کر کرتے ہیں بالکل ناجائز ہے اور مرتکب ان امور مذکور کا گنہگار ہے۔ اور جب ان کی حرمت کتاب وسنت وفقہ اواجماع امت سے ثابت ہے تو اس کے مستحل پر کفر کا خوف ہے کیونکہ ابونصر دبوسی قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے روایت کرتے ہیں:

من سمع الغناء من المغنی اورای فعلا من الحرام فحسن ذٰلك باعتقاد اوبغیر اعتقاد یصیر مرتدا فی الحال بناء علی انه ابطل فلایکون الشریعة ومن ابطل حکم الشریعة فلا یکون مؤمنا عند کل مجتهد ولایقبل الله تعالٰی طاعة واحبط الله کل حسنائه[1] الخ کما فی حاشیة جامع الفوائد۔	جس نے کسی گوّیے سے گانا سنا یا کوئی حرام فعل دیکھا اور اعتقاد یا بے اعتقاد اس کو اچھا سمجھا (اور اس کی تحسین کی) تو وہ فورا مرتد ہو جائے گا اس بناء پر کہ اس نے شرعی حکم کو باطل کیا، اور ع جو شریعت کے حکم کو باطل کردے وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں ہو سکتا، اور اللہ تعالٰی اس کی کوئی طاعت قبول نہیں فرماتا اور اللہ تعالٰی اس کی ساری نیکیاں ضائع کردیتا ہے الخ۔ جیسا کہ حاشیہ جامع الفوائد میں مذکور ہے۔ (ت)

بناء علیہ میرے نزدیک فریق اول کا قول نہایت صحیح اور موافق قرآن وحدیث وفقہ مذہب اہلسنت وصوفیائے کرام ہے اور فریق ثانی کا قول قرآن وحدیث وفقہ جمہور صوفیہ کے بالکل خلاف ہے اور غیر صحیح یہ لوگ سخت غلطی اور دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں ان کو ایسے امور کے ارتکاب سے اجتناب وتوبہ کرنی چاہئے اور وہ دوسروں کو ایسے فعل ناجائز سے حتی الامکان روکیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

محمد عبدالقادر عفی عنہ مدرس اول مدرسہ منیر سراج گنج ضلع پاپنہ بنگال

الجواب:

بلاشبہ ہماری شریعت مطہرہ میں غیر خدا کے لئے سجدہ تحیت حرام فرمایا، تمام کتب اس کی تحریم سے مالامال ہیں۔ شرائع من قبلنا اس وقت تک حجت ہیں کہ ہماری شریعت ممانعت نہ فرمائے اور منع کے

[1] حاشیہ فتاوٰی جامع الفوائد کتاب الکراھیة فصل فی الغناء مکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۴۲۸

بعد اباحت سابقہ سے استدلال نہیں ہوسکتا۔جیسے شراب وغیرہ،اصل اشیاء میں ضرور اباحت ہے مگر بعد ممنوع شرع اباحت نہیں رہ سکتی۔

قال اللہ تعالیٰ "مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ" [1]۔	اللہ تعالیٰ جو کچھ تمھیں رسول گرامی عطافرمائیں اسے لے لو اور جس سے تمھیں رسول منع فرمائیں اس سے باز رہو۔(ت)

ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیشانی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سجدہ کرنا حضور کو سجدہ تحیت نہ تھا بلکہ اللہ عزوجل کو سجدہ عبادت اور پیشانی اقدس اس وقت مسجد تھی یعنی موضع سجود،انھوں نے اسی طرح خواب دیکھا تھا اس کی تصدیق کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت عطافرمائی کہ پیشانی انور پر سر رکھ کر اللہ عزوجل کو سجدہ کرلیں۔فریق ثانے نے سجدہ تحیت کو جائز کہا ہے جب پیشانی زمین کو لگائیں،ہیئت نماز پر نہ ہو،پیشانی زمین پر نہ لگے،باطہارت نہ ہو یہ صریح تناقص ہے جب پیشانی زمین کو نہ لگی سجدہ ہی نہ ہوگا اور باطھارت نی ہونے کی قید عجیب ہے معظمان دینی کو وہ کون سی تعظیم ہے جس میں محدث ہونا شرط ہے شاید مقصود یہ ہو کہ سجدہ نماز کی طرح طہارت اس میں ضروری نجانیں،طرفہ یہ کہ قدمبوسی میں بھی شرط لگائی حالانکہ معظمان دینی کی قدمبوسی بلاشبہ بحال طہارت بھی جائز ہے بلکہ یہی مستحب ہے کہ اس میں تعظیم زائد ہے،فتح القدیر میں فرمایا:

کل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا [2]۔	جس چیز کا ادب اور تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ اچھی ہے۔(ت)

قدمبوسی سنت سے ثابت اور اس میں احادیث کثیرہ وارد، **کما بیناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) **انحناء** یعنی جھکنا دو قسم ہے۔ مقصود ووسیلہ،اگر خود نفس انحناء سے تعظیم مقصود نہیں بلکہ دوسرے فعل سے جس کا یہ ذریعہ ہے تو اس صورت میں اس کا حکم اس فعل کا حکم ہوگا قدمبوسی جائز بلکہ مسنون ہے تو اس کے لئے جھکنا بھی مباح بلکہ سنت ہے اور غیر خدا کو سجدہ تحیت حرام ہے تو اس کے لئے جھکنا بھی حرام ہے۔دوسری قسم کہ نفس انحناء سے تعظیم مقصود ہو یہ اگر رکوع تک ہے ناجائز وگناہ ہے اور اس سے کم ہے تو حرج نہیں۔امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[2] فتح القدیر باب الھدی مسائل منشورۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴

القدسی حدیقہ ندیہ شرح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الانحناء البالغ حد الرکوع لایفعل لاحد کالسجود ولاباس بمانقص من حد الرکوع لمن یکرم من اھل الاسلام[1]۔	رکوع کی حد تک جھکنا کسی کے لئے نہ کیا جائے جیسے سجدہ (یعنی یہ دونوں مخلوق کے لئے روا نہیں) اور اگر رکوع کی حد سے کم جھکاؤ ہو تو پھر معزز اہل اسلام کے لئے ایسا کرنے کا کچھ حرج نہیں (ت)

وجد کو حرام کہنا عجیب بات ہے وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ تحریم نہ کہ بالاجماع نہ کہ تحلیل پر خوف کفر، یہ احکام اصلا درجہ صحت نہیں رکھتے۔ **واللہ یقول الحق ویھدی السبیل** (اللہ تعالٰی حق بیان فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ت) یوہیں تصفیق اگر اضطراری جیسا کہ فریق ثانی نے ایک بار مطلق کہہ کے دوبارہ اس کو مقید کیا تو بلاشبہ اسے بھی زیر حکم لانا جائز وحرام ٹھہرانا اسی طرح باطل ہے کہ مورد احکام افعال اختیاریہ ہیں نہ کہ اضطراریہ، ہاں اگر بالاختیار نہ ہو تو ضرور مکروہ ہے کہ نساء وفساق سے مشابہت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التسبیح للرجال والتصفیق للنساء[2]۔	مرد "سبحان اللہ" کہیں اور عورتیں تالی بجائیں (امام کو نماز میں آگاہ کرنے کے لئے)۔(ت)

حضرت سیدنا محبوب الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مجلس مبارک سماع کے حاضرین کو فرماتے کہ:

کف دست بر پشت دست زنند، کف دست بر کف دست نہ زنند کہ مشابہہ لہو نگردد[3]۔	ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر ماریں لہٰذا ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ ماریں تاکہ کھیل کے مشابہ نہ ہو۔(ت)

رقص میں بھی دو۲ صورتیں ہیں اگر بیخودانہ ہے تو سلطانگیر وخراج ازخراب (اس لئے کہ بادشاہ کسی غیر آباد اور ویران زمین میں کسی سے ٹیکس نہیں لیتا۔ت) وہ کسی طرح زیر حکم نہیں آسکتا، اور اگر بالاختیار ہے تو

---

[1] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ المبحث الاول المکتب النوریۃ الرضویہ ۱/ ۵۴۷

[2] صحیح البخاری کتاب التہجد باب التصفیق للنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۰، صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب تسبیح الرجل وتصفیق المرأۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۰

[3] فوائد الفوائد

پھر اس کی دو۲ صورتیں ہیں اگر تثنی و تکسر کے ساتھ ہے تو بلاشبہہ ناجائز ہے۔ تکسر لچکا تثنی توڑا یہ رقص فواحش میں ہوتے ہیں اور ان سے تشبہ حرام۔اور اگر ان سے خالی ہے تو اہل بیعت کو مجلس عالم و محضر عوام میں اس سے احتراز ہی چاہئے، کہ ان کی نگاہوں میں ہلکا ہونے کا باعث ہے۔اور اگر جلسہ خاص صالحین و سالکین کا ہو تو داخل تواجد ہے۔تواجد یعنی اہل وجد کی صورت بننا،اگر معاذاللہ بطور ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہہ نہیں کہ ریا کے لئے تو نماز بھی حرام ہے۔اور اگر نیت صالحہ ہے تو ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں، یہاں نیت صالحہ دو ہو سکتی ہیں ایک عام یعنی تشبہ بصلحائے کرام۔

ان لم تکونوا مثلھم فتشبھوا　　　ان التشبہ بالکرام فلاح

(اگر تم ان کی مثل نہیں ہو تو پھر ان سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔ت)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم [1]۔	جو کسی قوم سے تشبہ کرے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

ان لم تبکوا فتباکوا [2]۔	رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

دوسری نیت طالبان راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہوجائے نیت صادقہ کے ساتھ بتکلف بننا بھی رفتہ رفتہ حصول حقیقت کی طرف منجر ہو جاتا ہے۔امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

التواجد المتکلف فمنہ مذموم یقصد بہ الریاء ومنہ محمود وھو التوسل الی استدعاء الاحوال الشریفۃ و اکتسابھا واجتلابھا بالحیلۃ فان للکسب مدخلا فی جلب الاحوال الشریفۃ ولذٰلك	تکلف سے "وجد" طلب طاری کرنا اسکی ایک قسم ہے تو مذموم ہے کہ جس میں دکھاوے (ریا) کا ارادہ کیا جائے اور اس کی ایک قسم محمود (اچھی) ہے کہ جس کو شریفانہ حالات کے چاہنے ان کے اکتساب اور حصول کا حیلہ سازی سے ذریعہ بنایا جائے کیونکہ انسانی کسب کو شریفانہ حالات کے حصول میں ایک

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلٰوۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۹۶

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من لم یحضرہ البکاء فی قراءۃ القراٰن ان یتباکی و یتحازن [1]۔	طرح دخل ہوتا ہے اسی لئے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے تلاوت قرآن کے وقت جس شخص کو رونا نہ آئے اسے حکم دیا کہ وہ رونے اور غمگین ہونے کی صورت بنائے۔ (ت)

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ، القدسی ندیہ میں فرماتے ہیں:

لاشك ان التواجد وھو تکلف الوجد واظہارہ من غیر ان یکون لہ وجد حقیقۃ فیہ تشبہ باھل الوجد الحقیقی وھو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم [2]۔	اس میں کوئی شک نہیں کہ "تواجد" بناوٹ اور تکلف سے وجد لانا اور اس کا اظہار کرنا ہے بغیر اس کے کہ اسے حقیقی طور پر حالت وجد ہو، پس اس میں جو حقیقۃً اہل وجد ہیں ان سے تشبہ ہے۔ اور یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ شرعا مطلوب ہے (کیا تمھیں معلوم نہیں کہ) آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

فتاوٰی علامہ خیر رملی استاذ صاحب درمختار علیہما رحمۃ الغفار میں ہے:

اما الرقص ففیہ للفقہاء کلام منھم من منعہ ومنھم من لم یمنع حیث وجد لذۃ الشھوۃ وغلب علیہ الوجد واستدلوا بما وقع لجعفر بن ابی طالب لما قال لہ علیہ الصلٰوۃ والسلام اشبھت خلقی وخلقی فی لفظ جعفر اشبہ الناس بی خلقا وخلقا فحجل ای مشی علی رجل واحدۃ	رہا رقص (ناچ) تو اس میں فقہائے کرام کا کلام (اختلاف) ہے پس بعض ائمہ نے تو اس سے منع فرمایا لیکن بعض نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ جہاں شہوۃ کی لذت پائے اور اس پر وجد غالب ہو تو (جائز ہے) اور انھوں نے اس واقعہ سے استدلال کیا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے جب حضرت بن ابی طالب سے ارشاد فرمایا: تم صورت وسیرت میں میرے مشابہ ہو۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئیں ہیں: جعفر

[1] احیاء العلوم کتاب آدب السماع والوجد الباب الثانی المقام الثانی المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۹۶۔۲۹۵

[2] الحدیقہ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ الصنف التاسع تتمہ الاصناف التسعۃ المکتبہ نوریہ رضویہ ۲/ ۵۲۵

وفی روایۃ رقص من لذۃ ھذا الخطاب ولم ینکر علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رقصہ وجعل ذٰلك اصلا لجواز رقص الصوفیۃ عند مایجدونہ من لذۃ المواجید فی مجالس الذکر والسماع وفی التتارخانیۃ مایدل علی جوازہ للمغلوب الذی حرکاتہ کحرکات المرتعش وبھذا افتی البلقینی وبرھان الدین الابناسی وبمثلہ اجاب بعض ائمۃ الحنفیہ والمالکیۃ وکل ذٰلك اذاخصلت النیۃ وکانوا صادقین فی الوجد مغلوبین فی القیام والحرکۃ عند شدۃ الھیام والشیئ قدیتصف تارۃ بالحلال وتارۃ بالحرام باختلاف القصد والمرام وبتقریر جمیع ماقالوہ یطول الکلام [1]۔	سب لوگوں سے صورت وسیرت میں میرے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے (یہ سن کر) حضرت جعفر ایک پاؤں پر چلے یعنی رقص کیا۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت جعفر اس خطاب کی لذت اور سرور سے ناچنے لگے، اس کے باوجود حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ان کے رقص کرنے پر انکار نہیں فرمایا۔ پس اس کو صوفیائے کرام نے رقص کرنے کے جواز پر دلیل ٹھہرایا گیا ہے جبکہ مجالس ذکر اور سماع میں صوفیائے کرام وجد کی لذت محسوس کریں۔ فتاوٰی تتارخانیہ میں کچھ ایسا کلام ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے ان مغلوب الحال لوگوں کے لئے کہ جن کی حرکات رعشہ والے مریض کی حرکات جیسی ہوں (رعشہ ایک مرض ہے جس میں غیر اختیاری طور پر ہاتھ کانپتے رہتے ہیں) چنانچہ علامہ عینی اور برہان الدین ابناسی نے یہی فتوٰی دیا ہے اور بعض حنفی اور مالکی ائمہ کرام نے اسی کے مطابق فتوٰی دیا ہے۔ یہ سب کچھ جائز ہے بشرطیکہ ایسا کرنے والوں کی نیت خالص ہو اور حالت وجد میں سچے ہوں اور قیام وحرکت شدت حیرت اور وارفتگی کی وجہ سے مغلوب ہوں (اور نیم دیوانہ ہو) اور حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی چیز ارادے اور مقصد کے اعتبار سے کبھی حلال اور کبھی حرام سے متصف ہوسکتی ہے اور جو کچھ (اس باب میں) اہل علم نے ارشاد فرمایا اس سب کی تقریر باعث طول کلام ہے۔ (ت)

نہایہ ابن اثیر ہ مجمع البحار میں ہے:

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لزید انت مولٰینا فحجل	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زید سے ارشاد فرمایا: تم ہمارے "مولٰی" ہو۔

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراھیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

الحجل ان یرفع رجلا ویقفز علی الاخرٰی من الفرح زادف النھایۃ وقد یکون بالرجلین الا انہ قفز [1]۔	تو حضرت زید خوشی اور مسرت، سے ناچنے لگے اس طور پر کہ ایک پاؤں اٹھاتے اور دوسرے پا ناچتے اور نہایہ (ابن اثیر) میں اتنا زیادہ ہے کبھی یہ دو پاؤں سے ہوتا ہے مگر یہ وہ کودے۔ (ت)

چلانا بھی اگر بے اختیاری سے ہو تو مثل وجد کسی طرح زید حکم نہیں آسکتا، اور اگر ریا سے ہے تو نماز بھی حرام ہے۔ اور اگر کوئی نیت فاسدہ نہیں مگر وہاں کسی مریض یا نائم کو تکلیف یا نمازی یا ذاکر یا مشتغل علم کی تشویش ہو تو ممنوع ہے امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے وقت نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کرنے والوں کو جہر قرآن سے منع فرمایا اور اگر تمام مفاسد سے پاک ہو تو کوئی حرج نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی منہوات شفاء العلیل میں نور العین فی اصلاح جامع الفصولین علامہ ابن کمال وزیر کا فتوٰی نقل فرماتے ہیں:۔

مافی التواجد ان حققت من حرج ولا التمایل ان اخلصت من بأس فقمت تسعی علی رجل وحق لمن دعاوہ لاہ ان یسعی علی الرأس الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین الصارفین اوفاتھم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسھم عن قبائح الاحوال فھم لا یستمعون الامن الالہ ولایشتاقون اللہ ان ذکروہ ناحوا وان وجدوہ صاحوا اذا وجد علیھم الوجد فمنھم من طرقتہ طوارق الھیبۃ	وجد کی صورت اختیار کرنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ محقق اور ثابت ہوجائے، جھومنے اور لڑکھڑانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ خالص ہو، اگر تو ایک پاؤں پر دوڑے اور ناچ کرے تو یہ اس کے لئے حق ہے کہ جس کو اپنا مولٰی بلائے کہ وہ اپنے سر کے بل دوڑ لگائے۔ اور جن اوضاع (انواع اقسام) میں یہ ذکر کیا گیا کہ ذکر اور سماع کے وقت ان کی اجازت (رخصت) سے وہ ان خداشناس لوگوں کے لئے ہے جو اپنے اوقات کو اچھے کاموں میں صرف کرتے ہیں اور راہ خداوندی پر چلنے والے ہیں مذموم حالات سے اپنے نفس کو قابو رکھنے کی دسترس رکھتے ہیں (یعنی بری حرکات سے انھیں روک سکتے ہیں) پھر وہ

[1] النھایۃ لابن لاثیر باب الحاء مع الجیم تحت لفظ "حجل" المکتبۃ الاسلامیۃ ۱/ ۳۴۶

فخروذاب ومنهم برقت له بوارق اللطف فتحرك وطاب هذا ماعن لی فی الجواب [1] والله تعالٰی اعلم بالصواب۔	الله تعالٰی کے سواکچھ نہیں سنتے، اور وہ صرف اس کا اشتیاق رکھتے ہیں اگر اس کا ذکر کریں تو یہ آہ وزاری کرتے ہیں اور اگر اسے پائیں تو چیخیں چلائیں جبکہ ان پر وجد طاری ہوجائے پھر ان میں کوئی وہ ہے کہ جس کو مصائب ہیبت دستک دیں تو وہ گر کر پگھل جائے، اور کوئی وہ ہے کہ جس کے لیے لطف وکرم کی بجلیاں چمکیں تو وہ متحرک ہوکر خوش وخرم ہوجائے اس جواب میں مجھ پر یہی کچھ ظاہر ہوا، اور راہ صواب کو سب سے زیادہ الله تعالٰی ہی جانتا ہے۔ (ت)

غنا اگر منکرات شرعیہ پر مشتمل ہو مثلاً مزامیر کو حرام ہیں یا عورت کا گانا کہ باعث ہیجان فتنہ ہے یونہی محل فتنہ امرد کا گانا، یا جو کچھ گایا جائے اس کا امور مخالف شرع پر مشتمل ہونا یا ایسے امور پر خیالات کاسدہ وشہوات فاسدہ کے باعث ہوں خصوصاً مجمع عوام میں بلاشبہ ممنوع ہے اور تمام مفاسد سے خالی ہو تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں کما حققناہ فی اجل التحبیر (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ اجل التحبیر میں اس کی تحقیق کردی۔ت)

غنا کا غالب اطلاق انھیں مہیجات شہوات باطلہ پر آتا ہے کما نبہ علیہ فی ارشاد الساری (جیسا کہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس پر آگاہ کیا گیا ہے۔ت) احادیث واقوال مذمت اسی پر محمول ہیں ورنہ اذکار حسنہ اصوات حسنہ والحانات حسنہ سننے کی کوئی ممناعت نہیں بلکہ اس میں احادیث وارد، اور اب وہ لہو نہیں نہ وہ شیطانی آواز ہے تو آیہ کریمہ "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ" [2] (اس میں سے جس پر تو قابو پائے (اور تیرا بس چلے) انھیں اپنی آواز سے پھسلا دے۔ ت) اس پر صادق نہیں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی الله تعالٰی عنہ نے جو آخر عمر شریف سماع سننا ترک فرمایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اب کوئی گانے والا اہل نہ ملتا تھا۔ عوارف شریف میں ہے:

قیل ان الجنید ترك السماع فقیل له کنت تستمع فقال مع من قیل له تسمع لنفسك فقال ممن لانهم کانوا لا یسمعون الامن اهل	کہا گیا کہ حضرت جنید بغدادی (رحمۃ الله علیہ) نے سماع چھوڑ دیا تھا ان سے عرض کی گئی آپ سماع پر کاربند تھے (پھر کیوں ترک کردیا؟) آپ نے ارشاد فرمایا: کن لوگوں کے ساتھ ہوکر سنتا

[1] رسائل ابن عابدین رسالہ شفاء العلیل وبل الغلیل الخ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۱۷۲

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

مع اھل فلما فقد الاخوان ترك [1]۔	تھا (مراد یہ کہ وہ اہل تھے) پھر ان سے کہا گیا اپنی ذات کے لئے سنا کریں۔ فرمایا: کس سے سنوں، کیونکہ وہ سماع صرف اہل اسے اور اہل کی معیت میں ہو کر سنا کرتے تھے، پھر جب ایسے احباب نایاب اور ناپید ہوگئے تو سماع چھوڑ دیا۔ (ت)

حضرت شیخ الشیوخ قدس سرہ، نے عوارف شریف میں پہلے ایک باب قبول وپسند سماع میں تحریر فرمایا اور اس میں بہت احادیث وارشادات ذکر فرمائے۔ اور فرمایا:

وقد ذکر الشیخ ابو طالب المکی رحمه الله تعالٰی ما یدل علی تجویزہ ونقل عن کثیر من السلف صحابی وتابعی وغیرھم وقول الشیخ ابی طالب المکی یعتبر لوفور علمه وکمال حاله وعلمه باحوال السلف ومکان ورعه وتقواہ وتحریر الاصواب والاول وقال فی السماع حلال وحرام وشبه فمن سمعه بنفس مشاھدۃ شھوۃ وھوی فھو حرام ومن سمعه بمعقوله علی صفة مباح من جاریة اوزوجة کان شبھة لدخول اللھو فیه ومن سمعه بقلب یشاھد معانی تدل علی الدلیل ویشھد طرقات الجلیل فھو مباح وھذا قول الشیخ ابی الطالب المکی وھو الصحیح [2]۔	بیشک شیخ ابوطالب مکی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے کچھ ایسے دلائل وشواہد بیان فرمائے جو سماع کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور بہت سے اسلاف، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ان کے علاوہ دوسرے اکابرین سے نقل فرمایا، اور شیخ ابوطالب مکی علیہ الرحمۃ کا قول معتبر اور مستند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ کثیر علم سے معمور ہیں، حال میں صاحب کمالیں۔ اور اسلاف کے حلات کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور تقوٰی وورع میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ اور زیادہ صواب اور زیادہ بہتر امور میں گہری سوچ اور فکر کامل رکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: سماع میں حلال، حرام اور شبہ کی اقسام ہیں، لہٰذا جس نے نفس مشاہدہ شہوت اور خواہش کے پیش نظر سماع سنا تو یہ حرام ہے۔ اور جس نے معقولیت کے پیش نظر مباح طریقے سے لونڈی یا اہلیہ سے استفادہ سماع کیا تو اس صورت میں شبہہ پیدا ہوگیا کیونکہ اس میں کھیل داخل ہوگیا۔ اور جس شخص نے ایسے نفیس دل کے ساتھ سماع سنا جو ایسے معانی کا مشاہدہ کررہا تھا جو دلیل کی راہنمائی کرتے ہیں۔

[1] عوارف المعارف الباب الثالث والعشرون مطبعه المشھد الحسینی قاہرہ ص ۱۱۴

[2] عوارف المعارف الباب الثانی والعشرون مطبعه المشھد الحسینی قاہرہ ص ۱۰۹

اور اس کے لئے رب جلیل کے راستے گواہ ہوں۔ لہٰذا یہ سماع مباح ہے۔ شیخ ابو طالب مکی کا یہ ارشاد ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

تو وہ کیونکر مطلقاً غنا کو ذنوب سے شمار فرما سکتے ہیں اس کے بعد انھوں نے دوسرا باب انکار سماع میں وضع فرمایا اور یہاں اس سماع پر کلام فرمایا شہوات نفسانیہ پر مشتمل اس میں یہ قول تحریر فرمایا ہے عبارت ملخصًا یہ ہے:

وقد ذکر ناوجه صحة السماع ومایلیق منه باهل الصدق وحیث کثرت الفتنة وزالت العصمة وتصدی للحرص علیه اقوام فسدت احوالهم واکثروا الاجماع للسماع وربما یتخذ للاجتماع طعام تطلب النفوس الاجتماع لذٰلك لارغبة للقلوب فی السماع کما کان من سیر الصادقین فیصیر السماع معلولا ترکن الیه النفوس للشهوات واستحلاء لمواطن اللهو والغفلات وتکون الرغبة فی الاجتماع طلبا لتناول الشهوة و استرواحا لاولی الطرب واللهو والعشرة ولایخفی ان هذا الاجتماع مردود عند اهل الصدق الی ان قال و سماع الغنا من الذنوب[1]۔	بلاشبہہ صحت سماع کی وجہ ہم نے بیان کردی اور وہ کوائف بھی ذکر فرمادئے جوار باب صدق وصفا کے لائق اور موزوں ہیں، جہاں فتنہ بکثرت پھیل جائے عصمت زائل اور ختم ہو جائے اور کچھ لوگ بر بنائے حرص اس کے درپے ہوں جن کے حالات بگڑے ہوئے اور خراب ہوں اور وہ سماع کے لئے زیادہ تر اجتماعات کا پروگرام بنائیں اور کبھی اجتماع کو بارونق اور مؤثر بنانے کے لئے دکھانے کا اہتمام کیا جائے کہ لوگ صرف کھانے کے شوق میں ایسے اجتماع کو تلاش کریں اس لئے نہیں کہ دلوں کو سماع کی طرف رغبت اور چاہت ہے کہ جیسے سچے عاشقوں کی سیرت ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا سماع (اصل غرض و غایت کا) بظاہر سبب بن گیا کہ نفوس اس کی طرف طلب شہوات کے لئے مائل ہوگئے اور اس لئے کہ انھیں مقامات لہو (کھیل وتفریح) اور انواع غفلت کی مٹھاس دستیاب ہو جائے۔ لہٰذا مجالس سماع کی طرف رغبت محض طلب شہرت کے لئے ہوگی۔ اور اس لئے کہ عیش وعشرت اور کھیل تماشوں میں دلچسپی رکھنے والوں کو حسب منشاء آرام وراحت حاصل ہو جائے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایسا اجتماع اہل صدق کے نزدیک مردود ہے یہاں تک کہ یہ فرمایا کہ گانا سننا گناہوں میں شمار ہے۔ (ت)

[1] عوارف المعارف الباب الثالث والعشرون مطبعة المشهد الحسینی قاہرہ ص ۱۱۴

صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول وفعل معاذاللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ‌ ۚ"[1]	جو میری جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیہ کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہوگا، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

انما یتمسك بافعال اهل الدین[2]۔	دینداروں کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

صوفیہ کرام سے بڑھ کر اور کون دیندار ہے۔حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہ، کی عارف سے سند لائی جائز نہ ہونا چاہئے کہ وہ بھی صوفی تھے یونہی حضرت سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ترک سے جس کا قول وفعل حجت نہیں اس کا ترک کیا حجت ہو سکتا ہے کہ ترک بھی فعل ہی ٹھہر کر قابل تمسک ہوتا ہے نہ کہ بمعنٰی عدم کہ نہ متعدو رنہ اس میں اتباع منقول کما نص علیه فی غمز العیون والبصائر (جیسا کہ غمزالعیون والبصائر میں اس پر نص ہے۔ت) اور شاہ ولی اللہ صاحب کب اپنے آپ کو صوفیہ سے خارج کر سکتے ہیں تو ان کا قول وفعل سب سے بڑھ کر بے وقعت ہونا چاہئے محل ادب میں ایسا ارسال لسان خصوصا پیش عوام غنا کے مفاسد سے سخت تر مفسدہ ہے اس کا جواز تو مختلف فیہ ہے اس کا عدم جواز متفق علیہ ہے بالجملہ فریق ثانی کے اکثر احکام صحیح ہیں اس کی بڑی فاحش غلطی سجدہ تحیت کی تحلیل ہے صحیح یہی ہے کہ سجدہ تحیت حرام ہے یہی مسئلہ ان سب میں بڑا ہے عندالتحقیق یہ بھی اس حد تک نہیں کہ قائل خلاف پر اندیشہ کفر ہو۔

کیف وقد به سلطان الاولیاء سیدنا نظام الحق و الدین رضی اللہ تعالٰی عنه واستدل بانه کان واجبا للامر ثم نسخ الوجوب فبقی الندب۔	یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ سلطان الاولیاء سیدنا نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے بارے میں فرمایا اور اس بات پر استدلال کیا کہ سجدہ صیغہ امر کی وجہ سے پہلے واجب تھا پھر وجوب منسوخ ہوگیا تو استحباب باقی رہ گیا۔(ت)

اسی تحریم میں ہماری سند تصریح فقہائے کرام ہے اور اسی قدر ہمیں بس ہے ہم مقلد ہیں دلیل مجتہد کے پاس ہے آیات سے اس پر استدلال کسی طرح تام نہیں، کریمہ "وَاِذَا حُيِّيۡتُمۡ بِتَحِيَّةٍ"[3]۔(جب تمھیں سلام

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۵

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراهیة الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

کیا جائے۔ت) میں سلام مراد ہے نہ کہ ہر تحیت تحیتیں کثیر ہیں۔سلام، مصافحہ، معانقہ، قلیل انحناء دست بوسی، قدمبوسی، قیام، انحنا تاحد رکوع، سجدہ تحیت سلام سے سجود تک سب تحیت ہی ہیں اور اخیرین کے سواسب جائز بلکہ انحناء کے سواسب حدیث وسنت سے ثابت ہے۔کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر بیٹا چومے تو باپ پر بھی فرض ہے کہ اس کے قدم چومے کیونکہ اس نے تحیت کا معاوضہ فرض ہے یہ محض باطل ہے۔ولہذا کتابوں میں وجوب جواب صرف سلام کے لئے فرمایا ہے۔کریمہ "اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۠" [1] (کیا وہ تمھیں کفر کرنے کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہوچکے ہو۔ت) خود شاہد عدل ہے کہ وہ دربارہ سجدہ عبادت ہے سجدہ تحیت کو کون کفر کہہ سکتا ہے کفر ہوتا تو اگلی شریعتوں میں کیونکر جائز ہوسکتا کیا کوئی شریعت جواز کفر بھی لاسکتی ہے کفر ہوتا تو رب عزوجل ملائکہ کو اس کا حکم کیونکہ فرماتا کیا رب عزوجل کبھی کفر کا بھی حکم فرماتا ہے تو سجدہ تحیت قطعاً کفر نہیں اور یہ آیت فرمارہی کہ اس چیز کا ذکر ہے جو قطعاً کفر ہے تو اگر دربارہ سجود نازل ہے تو یقیناً دربارہ سجدہ عبادت ہی نازل ہے۔کبیرہ وابوالسعود وکشاف ومدارک جن کا حوالہ دیا گیا ان میں کہیں اس کی تصریح نہیں کہہ یہ سجدہ تحیت کے بارے میں اتری۔یہاں تفسیر ماثور دو ۲ ہیں:

ایک امام ائمہ المفسرین ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جسے ابن ابی حاتم وابن جریر وابن المنذر اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ ابورافع قرظی یہودی اور سمی رئیس نصرانی نجراتی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کیا حضور یہ چاہتے ہیں کہ ہم حضور کی عبادت کریں جیسے نصارٰی نے عیسٰی کو پوجا، فرمایا معاذاللہ غیر خدا کی عبادت نہیں ہوسکتی، نہ مجھے اس کا حکم ہوا نہ میں اس لئے بھیجا گیا [2] **اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم** (یا جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ت)

دوسری ۲ تفسیر کہ حسن بصری سے مرسلاً ہے وقد قال المحدثون ان مراسیل الحسن عندھم شبه الریح (جبکہ محدثین حضرات نے ارشاد فرمایا حضرت حسن کی مرسل حدیثیں ان کے نزدیک ہوا کے مشابہ ہیں یعنی درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ت) ایک شخص نے عرض کی ہم حضور کو ایسے ہی سلام کرتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں۔اس پر انکار فرمایا اور یہ آیت [3] اتری۔

تفسیر **اول** کہ ہر طرح اصح واقوی ہے اس پر تو مطلع صاف ہے یہودی ونصرانی نے عبادت ہی کو پوچھا تھا جس پر یہ جواب ارشاد ہوا اور اسی تفسیر پر رب عزوجل کا روئے سخن اپنے مسلمان بندوں کی طرف

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم والبیھقی فی الدلائل تحت آیۃ ۳/ ۸۰ ۲/ ۴۱

[3] الدرلمنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن مکتبہ آیۃ اللہ الاعظمی قم ایران ۲/ ۴۶ و ۴۷

رکھنا خبیث سائلوں کی تفسیر اور ان کے حال کی تقبیح ہے کہ یہ ضمیر قابل جواب نہیں، اے میرے مسلمان بندو! تم خیال کرو کہ یہ اگر ایسا چاہتے تو تم سے فرماتے کہ تم اپنے غلامان فرمانبردار، پھر کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ تمھیں اسلام کے بعد کفر کا حکم دیتے، **معاذاللہ**، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بوجہ خطاب یہ گمان کہ سائل مسلمان تھے جیسا کہ اس معتزلی کی کشاف میں گزرا اور بعض بعد والوں نے اتباع کیا باطل ہے۔ اور اس کی تفسیر صحیح کے خلاف جو سلطان المفسرین صحابی وابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی، دوم مرسل موقطوع اگر ثابت ہو جائے تو اس میں رجلا ہے یعنی ایک شخص نے عرض کی، ضرر یہ کوئی اعرابی بادیہ نشیں کفر کا حکم دیں گے اور ایسے بعض اشخاص سے ایسے سوال کا اصدور مستبعد نہیں بلکہ ہونا ہی چاہئے تھا۔ رب عزوجل فرماتا ہے: "لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾"[1] (ضرور تم زینہ بہ زینہ (بتدریج) چڑھتے جاؤ گے۔ت) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگلوں میں کوئی ایسا ہو گزرا ہو جس نے علانیہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہو تو ضرور تم میں بھی کوئی ایسا ہوگا "لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾"[2] سیدنا موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ان کے متعدد اصحاب نے سوال کیا "یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ"[3] (اے موسٰی! ہمیں بھی ایک خدا بنادے جیسے ان کے بہت سے خدا ہیں فرمایا بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾[4] بلکہ تم نرے جاہل ہو۔ تو یہاں بھی اگر کسی بادیہ نشین نومسلم جاہل ناواقف نے اپنی نادانی سے ایسی درخواست کی کیا بعید ہے اور اسی قرب عہد کے سبب ہدایت فرمادی گئی تکفیر نہ ہوئی جیسے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے **تجھلون** (تم نرے نادان لوگ ہو۔ت) فرمایا نہ کہ **تکفرون** (تم کفر کر رہے ہو۔ت) جس طرح ایک جوان حاضر خدمت اقدس ہوا اور آکر بے دھڑک عرض کی یارسول اللہ! میرے لئے زنا حلال کر دیجئے۔ نبی سے براہ راست یہ درخواست کس حد کس حد تک پہنچتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس کو قتل کرنا چاہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا اور اسے قریب بلایا یہاں تک کہ اس کے زانو زانوئے اقدس سے مل گئے پھر فرمایا: کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری بہن سے؟

---

[1] القرآن الکریم ۸۴/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۸۴/ ۱۹

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۸

[4] القرآن الکریم ۲۷/ ۵۵

عرض کی: نہ فرمایا: تیر بیٹی سے؟ عرض کی،نہ۔فرمایا: تیری پھوپی سے؟ عرض کی: نہ۔فرمایا: تیری خالہ سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: توجس سے زنا کرے گا وہ بھی تو کسی کی ماں بہن بیٹی پھوپھی خالہ ہوگی،جب اپنے لئے پسند نہیں کرتا اوروں کے لئے کیوں پسند کرتاہے۔پھر دست اقدس اس کے سینہ پر ملا اور دعا کی: الٰہی! اس کے دل سے زنا کی محبت نکال دے۔وہ صاحب فرماتے ہیں اس وقت سے زنا سے زیادہ کوئی چیز مجھے دشمن نہ تھی۔پھر صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ اس وقت اگر تم اسے قتل کردیتے تو جہنم میں جاتا میری تمھاری مثل ایسی ہے جیسے کسی کا ناقہ بھاگ گیا لوگ اسے پکڑنے کو اسے کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ بھڑکتا اور زیادہ بھاگتا ہے اس کے مالک نے کہا تم رہنے دو تمھیں اس کی ترکیب نہیں آتی پھر گھاس کا ایک مٹھا ہاتھ میں لیا اور اسے دکھایا اور چمکارتا ہوا اس کے پاس گیا یہاں تک کہ بٹھا کر اس پر سوار ہوگیا۔**اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم** (یا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۹: از قادر گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسینی قادری رزاقی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کسی شیئ متبرک کو تعظیما چومنے یا تعظیما اپنے پیر و مرشد اور استاد والدین اور پیر زادہ اور سادات کرام اور علمائے عظام کے ہاتھ اور پاؤں چومنے اور ان لوگوں کو دیکھ کر تعظیما اٹھنے سے کفر و شرکت لازم آتا ہے یا یہ امر جائز و مستحسن ہے اور احادیث شریفہ وفقہ سے ثابت ہے یا نہیں یا یہ کہ لوگوں نے ان کو بدعۃ مثل اور بدرسموں کے ایجاد کیا ہے؟

الجواب:

اشیاء معظّمہ کو تعظیما بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو۔

وقد ثبت عن ابی ایوب الانصاری کما فی مسند الامام احمد وعن عبداللہ بن عمر کما فی الشفاء للامام قاضی عیاض رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری سے یہ ثابت ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں مذکور ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے جیسا کہ "الشفاء" قاضی عیاض میں موجود ہے۔اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔(ت)

اور معظّمانِ دینی کے ہاتھ پاؤں چومنا بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے یونہی انھیں دیکھ کر قیام مگر ہاتھ باندھے

کھڑے رہنا نہ چاہئے اور اگر کوئی معظم اس کی خواہش کرے اس کی یہ خواہش حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جو کوئی اس بات سے خوش اور مسرور ہو کہ لوگ اس کے لئے کھڑے رہیں تو اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۰: از ڈاکخانہ راموچکماء کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ مفیض الرحمٰن صاحب ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

قرآن مجید کو بعد تلاوت ماتھے پر رکھنا بہ نیت تعظیم کیسا ہے؟

الجواب:

مصحف شریف کو تعظیما سر اور آنکھوں اور سینے سے لگانا اور بوسہ دینا جائز و مستحب ہے کہ وہ اعظم شعائر سے ہے اور تعظیم شعائر تقوی القلوب سے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۱: از کوٹلی لوہاران مغربی ضلع سیالکوٹ مرسلہ ابوالیاس محمد امام الدین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے ساتھ السلام علیکم کا کیا حکم ہے کہنا چاہئے یا نہ؟ اگر کہنا چاہئے تو بوڑھی جوان کا فرق ہے یا نہیں؟ اور اپنے بیگانے کی تمیز ہوگی یا نہیں؟ اور عورتیں آپس میں کن الفاظ سے سلام کیا کریں اور مرد عورتوں سے کن الفاظ سے کہا کریں؟

الجواب:

محارم وازواج پر سلام مطلقاً ہے اور اجنبیات میں جوانوں کو سلام نہ کیا جائے بوڑھیوں کو کیا جائے بلکہ جوانیں اگر سلام نہ کریں تو جواب دل میں دیا جائے انھیں نہ سنائے حالانکہ جواب دینا واجب ہے اور لفظ سلام کا مرد و عورت کا باہم اور ایک دوسرے کے ساتھ مطلقاً السلام علیکم ہے اور سلام بھی کافی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۲: از رام پور مسئولہ محمد سعید

بعد نماز فجر اور عصر مصلحین باہم مصافحہ بالخصوص اور ضروری جان کر کرنا عندالحنفیہ سنت ہے یا مستحب یا مکروہ؟

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

الجواب:

فجر وعصر کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ اصل میں سنت ہے اور تخصیص مباح، کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی شرح المؤطا والامام النووی فی الاذکار وغیرھما (جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے شرح مؤطا میں اور امام نووی نے اذکار میں اور ان دو کے علاوہ باقیوں نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان فرمایا ہے۔ت) اور ضروری عرفی جاننے میں حرج نہیں اور ضروری شرعی خود نفس مصافحہ بھی نہیں حالانکہ سنت ہے نہ اسے کوئی غرض وہ واجب شرعی کہتا ہے، نسیم الریاض میں ہے:

الاصح انھا بدعۃ مباحۃ [1]۔	زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ کرنا ایک جائز بدعت ہے۔(ت)

تمام تفصیل ہمارے رسالہ **وشاح الجید** ف میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۳: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رمضان علی صاحب بنگالی ۱۵صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ ایک مسجد میں سنتیں پڑھ رہے ہیں کچھ لوگ تسبیح و تہلیل کر رہے ہیں اور کچھ تلاوت کلام اللہ شریف کر رہے ہیں اور کچھ لوگ یونہی بیٹھے ہوئے ہیں تو ایسی حالت میں انھیں سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر کچھ لوگ خالی بیٹھے ہوں ان کو سلام کرسکتا ہے اور جو لوگ نماز یا تلاوت یا ذکر میں ہیں ان کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۴: از نصیر آباد ضلع اجمیر شریف میں محلّہ دودہان مرسلہ جناب شیخ محمد عمر صاحب ۲۱رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے پیر کو سجدہ تعظیمی کیا کرتا ہے اور جب اس کو منع کیا جاتا ہے کہ تعظیمی سجدہ سوائے خدا کے کسی کو درست نہیں خواہ پیغمبر ہو یا پیر، تو زید مذکور پیر کو سجدہ تعظیمی کرنے کی نفی میں قرآن مجید واحادیث نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثبوت طلب کرتا ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ تعظیمی سجدہ جو اپنے پیر یا استاد کو کیا جاتا ہے از روئے شرع شریف جائز ہے یا حرام؟ اور پیر کو تعظیمی سجدہ کرنے والا مومن ہے یا مشرک۔ فقط۔ **بینوا توجروا۔**

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳

ف: رسالہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید فتاوٰی رضویہ جلد ہشتم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور میں مرقوم ہے۔

الجواب:

غیر خدا کو سجدہ عبادت شرک ہے سجدہ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام ہے گناہ کبیرہ ہے متواتر حدیثیں اور متواتر نصوص فقہیہ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحریم پر چالیس حدیثیں روایت کیں اور نصوص فقہیہ کی گنتی نہیں، فتاوٰی عزیزیہ میں ہے کہ اس کی حرمت پر اجماع امت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۵: از امؤپور میواڑ راجپوتانہ مہارانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

دس آدمی جاہل بیٹھے ہوئے ہوں اور عالم مولوی ان کے پاس آئے تو وہ سلام کریں یا یہ انھیں، پہلے کون کرے؟

الجواب:

آنے والے کو پہلے سلام کرنا چاہئے، اور ان کا جاہل ہونا ابتداء السلام کے مانع نہیں جبکہ فاسق نہ ہوں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۶: از دہلی مدرسہ نعمانیہ محلّہ بلی ماراں مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مہتمم ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین والدین واستاد وعلماء کے ہاتھ پاؤں چومنا زید حرام کہتا ہے۔

جواب: از مولوی عماد الدین صاحب سنبھلی مدرس اول مدرسہ نعمانیہ

بالاتفاق جائز ودرست ہے منصف کے لئے اس قدر کافی ہے معاند منکر کا علاج نہیں۔

قاضی خان، عالمگیری، عینی شرح ہدایہ، درمختار، ردالمحتار، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، بوداؤد، اشعۃ اللمعات سے اس کا جواز بلکہ امر ممدوح ہونا ثابت ہوگیا۔ لہٰذا ابدتر از بول زید پر کید کا قول باطل ہوا کہ وہ اپنے گھر سے نئی شریعت گھڑتا ہے الخ

تصدیقات کثیرہ: دہلی واجمیر شریف ولاہور والہ اباد وغیرہا

تحریر کفایت اللہ مدرسہ امینیہ:

کسی بزرگ مثلاً والد یا پیر یا عالم کے ہاتھ پاؤں چومنا فی حد ذاتہ مباح ہے اور اس کی اباحت احادیث وروایات فقہیہ سے ثابت ہے جیسا کہ جوابات مذکورہ بالا میں علماء کرام نے مفصل ومدلل بیان فرمادیا ہے البتہ ذرا یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ بہت سے عوام بحیلہ پابوسی پیروں کو سجدہ کرنے لگتے ہیں اور سجدے کی تاویل میں پابوسی کے جواز کو حیلہ بنالیتے ہیں تو اگر کسی ایسی خاص صورت میں کوئی عالم کسی خاص شخص کو پابوسی سے منع کردے تو درحقیقت وہ ممانعت پابوسی کی نہیں بلکہ سجدے کی ہوگی اور صحیح ہوگی اور عوام سے

اس بارے میں اس قدر غلو کرلینا مستبعد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم، محمد کفایت اللہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب (تحریر دارالافتاء)

مولٰنا مولوی عمادالدین صاحب سلمہ کا جواب بہت صحیح ہے، والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے۔ اور علماء وصلحاء ورثہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والثناء کی دست بوسی وقدمبوسی سنت مستحبہ ہے۔

کما فصلناہ فی فتاوٰنا بما لامزید علیہ واکثرنا من الاحادیث الناصبۃ بہ والداعیۃ الیہ وفی ماذکر المجیب کفایۃ واللہ ولی الھدایۃ۔	جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ بیان کردیا کہ جس پر اضافہ نہیں ہوسکتا اور اس بارے میں ہم بکثرت ایسی حدیثیں لائے جو اس مسئلہ پر قائم اور باعث تھیں۔ اور جو کچھ فاضل مجیب نے (سوال مذکور کے) جواب میں ذکر فرمایا وہ راہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے کا مالک اور ذمہ دار ہے۔ (ت)

اور اس میں انکار کی شق وہی نکالتے ہیں جو تعظیم محبوبات ومقبولان خدا سے منکر ہیں قدمبوسی کو سجدہ سے کیا تعلق۔ قدم بوسی سر بر پا نہادن (پاؤں سر پر رکھنا۔ ت) اور سجدہ پیشانی بر زمین نہادن (پیشانی زمین پر رکھنا۔ ت) ہے، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"[1]۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔ وقال سیدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ الظن الخبیث انما ینشؤ من القلب الخبیث[3]۔	(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے (ت) (سیدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا) گمان خبیث خبیث ہی دل میں پیدا ہوتا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[3] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۲

ہاں اگر کوئی سجدہ کرے تو اسے منع کرنا فرض ہے یہ دوسری بات ہے قدمبوسی کو سجدہ سمجھ کر منع کرنا وہی گمان خبیث ہے اور براہ تواضع اگر دست بوسی کو بھی منع کرے تو وہ اس سے منع نہیں بلکہ اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھنا ہے،

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اعمال کا دارومدار انسانی ارادوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۷: از بذلہ بارٹہ ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع ہوشیار پور محمد عطاء الٰہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ عمر نے اپنے شیخ طریقت کا دست بوسی وپابوسی سے استقبال کیا۔ زید نے جو کہ اپنے آپ کو ایک عالم شخص تصور کرتا ہے فی البدیہہ کہا کہ عمر اس فعل کے ارتکاب سے مشرک ہوگیا اور اس کا نکاح بھی باطل ہوگیا شریعت عزاکا اس مسئلہ میں کیا فیصلہ ہے۔ اگر زید کا عمر کو مشرک کہنا جائز نہیں تو زید کس عتاب کا مرتکب ہے؟

الجواب:

علمائے دین ومشائخ صالحین کی دست بوسی وقدمبوسی سنت ہے **کما حققناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) زید نے کہ اس بناء پر بلاوجہ مسلمان کو کافر اور اس کے نکاح کو ساقط بتایا وہ بحکم احادیث فقہ خود اس حکم کا قابل ہے از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے بشرطیکہ وہابی نہ ہوا اور جو وہابی ہے وہ خود مرتد ہے نہ وہ توبہ کرے نہ اس کی توبہ ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یعودون [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	حضور اکرم صلی تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین کی طرف نہ لوٹیں گے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

---

[1] الصحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[2] المستدرک للحاکم کتاب قتال اھل البغی باب صفات الخوارج الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۴۷

مسئلہ ۱۹۸: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سید کے لڑکے سے جب شاگرد ہو یا ملازم ہو دینی یا دنیاوی خدمت لینا اور اس کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ذلیل خدمت اس سے لینا جائز نہیں۔ نہ ایسی خدمت پر اسے ملازم رکھنا جائز۔ اور جس خدمت میں ذلت نہیں اس پر ملازم رکھ سکتا ہے۔ بحال شاگرد بھی جہاں تک عرف اور معروف ہو شرعاً جائز ہے لے سکتا ہے اور اسے مارنے سے مطلق احتراز کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۹: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کوئی لڑکا ایسا ہے کہ ماں اس کی شیخ ہے اور باپ سید اور وہ لڑکا خدمت کرنے کے لئے اپنے کو چھپا کے شیخ کہتا ہے کہ استاد یا آقا کی خدمت کریں اور اُش کھائیں ہر چند منع کیا جاتا ہے لیکن وہ نہیں مانتا ایسی حالت میں کیا کیا جائے اس سے خدمت لی جائے اور اس کو جھوٹا دیا جائے یا نہیں؟

الجواب:

جب معلوم ہے کہ وہ سید کا بیٹا ہے اگرچہ ماں شیخ یا کوئی قوم ہے تو اس کا جواب مسئلہ ماقبل میں گزرا اس کا انکار کچھ معتبر نہیں۔ باقی رہا مسلمان کا جھوٹا وہ کھانا کوئی ذلت نہیں۔ حدیث میں اسے شفا فرمایا وہ مانگے تو اسے اسی نیت سے دیا جائے نہ کہ بہ نیت اوش۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۰: از شہر بالجتی کنواں ۲۵ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین جو شخص السلام علیکم کے جواب میں سلامت یا سلاملیکم یا سلامالکم یا ولیکم کہے اور اس کو السلام علیکم وعلیکم السلام بتایا جائے لیکن وہ غلط کو صحیح جانے یا صحیح کی صحت میں سعی نہ کرے تو اس کو السلام علیک کرنا یا جواب دینا چاہئے یا نہ چاہئے؟

الجواب:

سنی مسلمان غیر فاسق معلن کو ابتداءً سلام کرے، وہ اگر جواب خلاف سنت دے سمجھائے، ورنہ اس پر الزام نہیں۔ نہ اس کے سبب سنت سلام ترک کی جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۱: مولوی عبداللہ صاحب بہادری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلّہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وجو، وظیفہ، تلاوت قرآن مجید میں کوئی شخص سلام علیک کرے اس کا جواب دے یانہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

وضو میں جواب دے۔ اور وظیفہ وتلاوت میں جواب نہ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ کہ اس حال میں اس پر سلام مکروہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

داڑھی وحلق وقصر وختنہ وحجامت

داڑھی، مونچھ، سر وغیرہ کے بالوں، ختنہ اور ناخن وغیرہ سے متعلق مسائل

مسئلہ ۲۰۲: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ داڑھی کترانا اور منڈانا اور چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ درصورت ثانی مرتکب کا یہ عذر کہ اگر داڑھی مطابق شرع اور باطن خراب اور برا ہو اس سے بہتر ہے کہ داڑھی خلاف شریعت اور باطن آراستہ ہو صحیح اور دافع الزام ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کے ساتھ داڑھی چھوڑنے اور نیچی رکھنے کی تحقیر کرے اور جو ایسا کرتے ہوں ان سے باستہزا پیش آئے اور انھیں تشبیہات وتمثیلات شنیعہ سے یاد کرے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع وحرام اور کفار کا شعار۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ	یعنی دس چیزیں سنت قدیم انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں ان سے مونچھیں کم کرانا اور داڑھی

الحدیث، رواہ مسلم [1]۔	حد شرع تک چھوڑ دینا (اس کو مسلم نے روایت کیا۔ت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں:

حلق کردن لحیہ حرام ست وروش افرنج وہنود وجوالقیان کہ ایشاں را قلندریہ نیز گویند و گزاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست وآں کہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک دردین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنت ست چنانکہ نماز عیدرا سنت گفتہ اند [2]۔	داڑھی منڈانا حرام ہے، یہ افرنگیوں، ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے جو قلندریہ بھی کہلاتے ہیں۔اور داڑھی بمقدار ایک مٹھی چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کے متعلق جو کہا جاتاہے کہ یہ سنت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین میں ایک جاری طریقہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت کے ساتھ ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں۔(ت)

اور حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں:

خالفوا المشرکین واوفوا اللحی واعفوا الشوارب۔رواہ الشیخان [3] فی صحیحھما۔	مشرکین سے مخالفت کرو داڑھیاں پوری اور مونچھیں کم کردو (اس کو بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ت)

اور بعض احادیث میں وارد مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں چھوڑدو اور مجوسی کی سی شکل نہ بناؤ، سنت سنیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ترک اور مشرکین ومجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کاکام نہیں، علاوہ بریں اس میں تغییر خلقت خدا بطریق ممنوع ہے اور وہ بنص قرآن اثر اضلال شیطان اور بحکم حدیث رسالت پناہی موجب لعنت الٰہی ہے:

قال اللہ عزاسمہ حاکیا عن ابلیس "وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ	اللہ تعالٰی معزز نام والے نے شیطان کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: میں (یعنی

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

[2] اشعۃ اللمعات کتاب الطہارۃ باب السواک الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۱۲

[3] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵، صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

" وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ " [1] وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الواشمات والمتوشمات والمتنمصات و المتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ متفق علیہ [2]۔	شیطان) لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا اور انھیں امیدوں اور آرزوؤں کے سبز باغ دکھاؤں گا اور (بذریعہ وسوسہ اندازی) حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں اور انھیں کہوں گا کہ اللہ تعالٰی کی خلقت (یعنی بناوٹ) میں تبدیلی کریں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی خال گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کرے، بال اکھاڑنے والی عورتوں پر خوبصورتی کے لئے دانتوں میں (مصنوعی) فاصلہ بنانے والیوں پر اور بناوٹ خداوندی میں ردو بدل کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔(ت)

اسی طرح داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ناجائز وممنوع۔ایسے شخصوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: لوگوں کو خبر دے دو کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان سے بیزار ہیں رواہ الترمذی اور پر ظاہر کہ داڑھی کتروانا یا منڈانا چڑھانے سے سخت تر ہے کہ اس میں فقط تغییر صفت سنت ہے اور ان میں تغییر یا اعدام اصل معہذا اگر توبہ نصیب ہو تو یہ سریع الزوال اور ان کا ازالہ نہ ہوگا مگر بعد ایک زمانہ کے جب چڑھانے کی نسبت ایسی وعید شدید وارد اور حضور اس کے مرتکب سے اپنی بیزاری ظاہر فرمائیں تو کترنے اور منڈانے سے کس قدر ناراض وبیزار ہوں گے اور العیاذ باللہ اس حبیب مرتجٰی ورسول مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی وسلم کی ناراضی پر دنیا وآخرت میں جو ثمرات بد مرتب ہیں دل مومن ان سے خوب واقف ہے باقی عذر مذکور فی السوال وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں بلکہ قائل کی سفاہت وضلالت پر دال ہے اس میں شک نہیں کہ اصلاح باطن آرائش ظاہر سے اہم تر مگر اس کے ساتھ افساد ظاہر وارتکاب محرمات وممنوعات کی کس نے اجازت دی کیا تعمیل حکم شرع واتباع سنت شارع کہ داڑھی بڑھانے اور نیچی رکھنے میں پائی جاتی ہے آراستگی باطن میں کچھ خلل انداز ہے بلکہ وہ اپنے اس دعوے ہی میں جھوٹا ہے کہ باطن میرا آراستہ ہے اگرچہ داڑھی خلاف شرع ہو کہ اگر فی الواقع باطن اس کا زیور اصلاح سے مزین اور بحکم خدا ورسول منقاد ہوتا تو اتباع سنت چھوڑ کر شعار کفر وشرک وبدعت کی پیروی پسند نہ کرتا اور حکم شرع سن کر سر جھکاتا اپنے فعل شنیع پر مصر نہ ہوتا اور ایسے بیہودہ عذروں کو سپر نہ بناتا استغفر اللہ ایسے اعذار باردہ موجب تحلیل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹، صحیح مسلم کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۵

محرمات نہیں ہوسکتے نہ ان سے وبال میں کچھ کمی ہو بلکہ موجب زیادت نکال ہیں کہ جب ارتکاب ممنوع کے ساتھ ندامت واعتراف بجرم لاحق ہو تو وہ باعث تخفیف عذاب اور عزم مع الترک موجب محوگناہ ہوجاتی ہے اور جب حکم شرع کے سامنے گردن نہ جھکائیں بلکہ باصرار پیش آئیں اور ایسے جھوٹے بہانوں کا دامن پکڑیں تو شامت اس کی ایک سے ہزار ہوجاتی ہے اور اگر داڑھی چھوڑنے یا نیچی رکھنے کی تحقیر اور ان لوگوں سے کہ ایسا کرتے ہیں استہزاء اور انھیں تشبیہات وتمثیلات قبیحہ سے یاد کرے گا تو قطعاً کافر ہے کہ یہ سنن سے ہے اور اس کی سنیت قطعی الثبوت، ایسی سنت کی توہین وتحقیر اور اس کے اتباع پر استہزاء بالاجماع کفر **کما ھو مصرح فی الکتب الفقھیۃ والکلامیۃ** (جیسا کہ فقہ اور علم کلام کی کتابوں میں صراحۃً یہ مذکور ہے۔ت) عورت اس کی نکاح سے نکل جائے گی اور بعد اس کے جو بچے ہوں گے اولاد حرام ہوں گے اہل اسلام کو اس سے معاملہ کفار برتنا لازم۔ بعد مرگ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اور مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں بلکہ جہاں تک ممکن اس جنازہ ناپاک کی تذلیل کریں کہ اس نے ایسے عزت والے پیغمبر افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کو ذلیل سمجھا **العیاذ باللہ، واللہ نسئل حسن الخواتیم والعلم بالحق عند ربی ان ربی خبیر علیم** (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ہم اللہ تعالٰی سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں اور حق کا علم میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔ بلاشبہہ میرا پروردگار (ہر چیز سے) پوری طرح خبردار اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ت)

مسئلہ ۲۰۳: مسئولہ محمد حسین شاگرد رشید احمد گنگوہی ۲۵ شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدھ کے دن ناخن کتروانا چاہئے یا نہیں؟ اگر نہ چاہئے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

نہ چاہئے، حدیث میں اس سے نہی آئی کہ معاذاللہ مورث برص ہوتا ہے۔ بعض علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے بدھ کو ناخن کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا صحیح نہ ہوئی، فوراً برص ہوگئی، شب کو زیارت جمال بے مثال حضور پرنور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے شافی کافی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے۔ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی، ارشاد ہوا تمھیں اتنا کافی تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمھارے کان تک پہنچی، یہ فرماکر حضور **مبرئ الاکمہ والابرص ومحی الموتی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم** (حضور اندھوں کوڑھیوں

اور مردوں کو صحت وحیات بخشنے والی ہستی پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو۔ت) نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دوجہاں ودستگیر بیکساں ہے ان کے بدن پر لگایا فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت سے توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر ایسی مخالفت نہ کروں گا،

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

قص الاظفار وتقلیمها سنة ورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرای النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی منامه فشکی الیه مااصابه فقال له الم تسمع نهی عنه فقال لم یصح عندی فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یکفیك انه سمع ثم مسح بیده الشریفة فذهب مابه فتاب عن مخالفة ماسمع [1] اھ۔	ناخن کاٹنے سنت ہیں لیکن بدھ کے دن ایسا کرنے سے حدیث میں ممانعت وارد ہوئی کیونکہ اس سے مرض برص (جسم پر سفید داغ پیدا ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کی حکایت ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کٹوائے انھیں اس سے منع کیا گیا لیکن انھوں نے فرمایا یہ حدیث ثابت نہیں، انھیں فوراً مرض برص لاحق ہوگیا پھر انھیں خواب میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انھوں نے آپ سے مرض برص کی شکایت کی آپ نے ان سے فرمایا کیا تم نے بدھ کے روز ناخن کٹوانے کی ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے جواباً عرض کیا کہ ہمارے نزدیک وہ حدیث پایہ صحت کو نہیں پہنچی تھی۔ زاس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے اتنا ہی کافی ہونا چاہئے تھا کہ حدیث سن لی تھی۔ ازاں بعد آپ نے اپنا دست اقدس ان کے جسم پر پھیرا تو فوراً مرض زائل ہوگیا۔ اس کے بعد عالم موصوف نے اسی وقت سماع کردہ حدیث کی مخالفت سے توبہ کی اھ (ت)

یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فی بعض الاثار النهی عن قص	بدھ کے روز ناخن کترنے سے بعض آثار میں نہی

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل واما نظافة جسمه دار الفکر بیروت ۱/ ۳۴۴

الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث البرص وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفارہ یوم الاربعاء فتذکر ذٰلك فترك ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة ولم یصح عندہ النھی فقصھا فلحقه ای اصابه البرص فرای النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی النوم فقال الم تسمع نھی عن ذلك فقال یا رسول اللّٰه لم یصح عندی ذلك فقال یکفیك ان تسمع ثم مسح صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم علی بدنه فزال البرص جمیعا قال ابن الحاج رحمه اللّٰه تعالٰی فجددت مع اللّٰه توبة الی لا اخالف ماسمعت عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ابدا [1]۔واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم بالصواب فقط۔	وارد ہوئی ہے کیونکہ یہ عمل باعث مرض برص ہے ابن الحاج صاحب مدخل سے مروی ہے کہ انھوں نے بدھ کے دن اسی نہی کے پیش نظر ناخن نہ کاٹے پھر خیال آیا کہ ناخن کاٹنے کا عمل تو سنت ہے اور نہی والی روایت صحیح نہیں چنانچہ اسی خیال کے ساتھ ناخن کاٹ ڈالے اور انھیں مرض برص لاحق ہوگیا پھر خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے فرمایا کیا تم نے ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ تھی۔آپ نے ارشاد فرمایا تمھارے لئے میرے نام کی نسبت سے سننا ہی کافی تھا(یعنی کافی ہونا چاہئے تھا) پھر آپ نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو مرض برص سے شفا ہوگئی اور مرض مکمل طور پر زائل ہوگیا۔ابن الحاج رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں پھر میں نے اللہ تعالٰی کے حضور نئے سرے سے توبہ کی کہ اب میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت اور حوالے سے جو کچھ بھی سنوں گا اس کی مخالفت کبھی نہیں کروں گا۔اللہ تعالٰی پاک وبلند و بالا ہے اور راہ صواب کو خوب جانتا ہے۔فقط۔(ت)

مسئلہ ۲۰۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ [1]سر کے بال جو تالو پر سے کھلوادئے جاتے ہیں آیا درست ہے ان کا منڈوانا یا نہیں؟

[2]دوسرے یہ کہ سر کے بال کتروانا اور ایک انگشت کے قریب رکھنا یا کہ اگلی جانب کے کچھ بڑے اور پیچھے کی جانب سے چھوٹے کرتے ہوں، جو حکم شرع مطہر کا اس بارے میں ہو بیان فرمائیں۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۰۲

اللہ تعالٰی اجر دے گا فقط۔

الجواب:

تالو کے بال منڈانا جس طرح یہاں کے لوگوں عادت ہے بشرطیکہ پیشانی کے بال باقی رکھے جائیں جسے پان بنوانا کہتے ہیں جائز ہے مگر اولٰی نہیں۔ہاں متفرق مواضع سے قطعے قطعے منڈوانا جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں بیچ سر منڈوادیا آس پاس کے بال چھوڑ دئے اور کنپٹیوں پر ببریاں رکھیں آس پاس منڈوادئے اور گدی پر ایک قطعہ بالوں کا چھوڑ دہنے بائیں حلق کئے اسے عربی میں قزع کہتے ہیں اور وہ ممنوع ہے بالوں کی نسبت شرع مطہر میں صرف دو۲ طریقے آئے ہیں:

ایک یہ کہ سارے سر پر رکھیں اور مانگ نکالیں۔یہ خاص سنت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہے۔حج وحجامت یعنی پچھنوں کی ضرورت کے سوا حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حلق شعر ثابت نہیں۔حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دس سال مدینہ میں قیام فرمایا اس مدت میں صرف تین بار یعنی سال حدیبیہ وعمرۃ القضاء وحجۃ الوداع میں حلق فرمایا علی **مانقلہ علی القاری فی جمع**[1] **الوسائل عن بعض شراح المصابیح** (جیسا کہ ملا علی قاری نے مصابیح کے بعض شارحین سے جمع الوسائل میں نقص کیا ہے۔ت)

دوسرے یہ کہ سارا سر منڈائیں یہ حضرت سیدنا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عادت تھی وہ جناب بخوف جنابت کہ مبادا نہانے میں کوئی بال پانی بہنے سے باقی نہ رہ جائے حلق فرمایا کرتے ان کے سوا جتنے طریقے ہیں سب خلاف سنت اور یہ نئی نئی تراشیں ایک ایک انگل کے بال رکھنا جب اس سے بڑھیں کتروادینا یا آگے سے بڑے پیچھے سے کترے ہوئے یا وسط تالو سے پیشانی تک کھلوادینا یا گدی کے بال منڈانا یا پیشانی سے گدی تک سڑک نکالنا یا منڈے سر خواہ بالوں کی حالت میں یعنی چوڑی قلمیں بڑھا کر رخساروں پر جھکانا یا داڑھی میں ملادینا،یہ باتیں مخالف سنت وخلاف وضع صلحائے مسلمین ہونے کے علاوہ ان میں اکثر اقوام کفار کی ایجاد ہیں جن کی مشابہت سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔ردالمحتار میں ہے:

فی الروضۃ للزندویسی ان السنۃ فی شعر الراس اما الفرق او	امام زندویسی کی روضہ میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سر کے بال رکھے جائیں اور ان میں مانگ

[1] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۲

الحلق وذکر الطحاوی ان الحلق سنة و نسب ذٰلك الی العلماء الثلثة و فی الذخیرة ولا بأس ان یحلق وسط راسه ویرسل شعره من غیر ان یفتله وان فتله فذٰلك مکروه لانه یصیر مشبها ببعض الکفرة و المجوس فی دیارنا یرسلون الشعر من غیر فتل ولکن لایحلقون وسط الراس بل یجزون التاصیة تاتر خانیه [1]۔	نکالی جائے یا بال منڈوادئے جائیں اور سر بالکل صاف کرادیا جائے، امام طحطاوی نے بیان فرمایا ہے کہ سر منڈوانا سنت ہے اور یہ بات ائمہ ثلثہ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔اور ذخیرہ میں یوں مذکور ہے اس میں کوئی حرج نہیں کہ سر کے درمیانی حصہ کو مونڈ ڈالا جائے اور بالوں کو بغیر بٹنے کے کھلا چھوڑ دیا جائے اور اگر انھیں کھلا نہ چھوڑے اور بٹنے والا عمل کرے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے بعض کافروں اور آتش پرستوں سے مشابہت ہو جاتی ہے البتہ وہ سر کے درمیانی حصے کو مونڈتے نہیں بلکہ پیشانی والے بالوں کو کاٹ ڈالتے ہیں تاتر خانیہ (ت)

عالمگیری میں ہے:

یکره القزع وهو ان یحلق البعض فیترك البعض قطعامقدار ثلثة اصابع کذا فی الغرائب [2]۔	"قزع"مکروہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سر کے بعض بال مونڈ ڈالے جائیں اور بعض بال بمقدار تین انگشت چھوڑ دئے جائیں اسی طرح الغرائب میں مذکور ہے۔(ت)

مجمع البحار میں ہے:

منه ح نهی عن القزع هو ان یحلق راس الصبی ویترك منه مواضع متفرقة تشبیها بقزع السحاب ط اجمعوا علی کراهته اذا کان فی مواضع متفرقة الا ان یکون لمداواة لانه من عادة الکفرة لقباحته صورة [3]۔	منہ ح، قزع سے منع کیا گیا ہے اور اس کی صورت یہ ہے بچوں کے سروں کے کچھ بال مونڈ ڈالے جائیں اور کچھ بال بادلوں کی ٹکڑیوں کی مانند چھوڑ دیے جائیں، ائمہ کرام اس کی کراہت پر متفق ہیں جبکہ مختلف جگہوں سے اس طرح کیا جائے البتہ برائے علاج ایسا کرنا مستثنٰی ہے۔ممانعت اس وجہ سے ہے کہ یہ کافروں کا معمول ہے اور صورۃً اس کی قباحت کی وجہ سے۔(ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراهیة الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[3] مجمع بحار الانوار باب القاف مع الرای مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۴/ ۲۷۱

اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث صحیحین:

عن نافع عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن القزع قیل لنافع ما القزع قال یحلق بعض رأس الصبی ویترك البعض۔	بحوالہ حضرت نافع حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام نے سنا کہ آپ نے قزع سے منع فرمایا حضرت نافع سے پوچھا گیا کہ قزع کیا ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا قزع یہ ہے کہ بچہ کے سر کے کچھ بال مونڈ دیئے جائیں اور کچھ رہنے دیئے جائیں۔(ت)

تحریر فرمایا:

گفتہ اند قزع حلق راس است از مواضع متفرقہ آں واگرچہ ظاہر عبارت کہ در تفسیر وے واقع شدہ مطلق است ولیکن شراح ہمہ تصریح کردہ اند بایں قید ودر روایت فقہیہ نیز ہمچنیں آمدہ است[1]۔	کہتے ہیں کہ "قزع" سر کے بالوں کو مختلف مقامات سے مونڈ ڈالنا ہوتا ہے اگرچہ بظاہر وہ عبارت جو تفسیر "قزع" میں واقع ہوئی ہے وہ مطلق ہے لیکن تمام شارحین نے اس قید کا صراحتا ذکر کیا ہے (قید یہ ہے کہ سر کے مختلف حصے مونڈ دیئے جائیں) اور فقہی روایات میں بھی یونہی آیا ہے۔(ت)

شرح شمائل شریف میں ہے:

لم یرو تقصیر الشعر منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا مرۃ واحدۃ[2] الخ۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بال کترنے صرف ایک ہی مرتبہ مروی ہیں۔(ت)

عالمگیری میں ہے:

عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی یکرہ ان یحلق قفاہ الا عند الحجامۃ کذا فی	امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہے کہ گدی کے بال مونڈنا مکروہ ہے مگر پچھنے لگوانے کی صورت میں جائز ہیں۔یونہی الینابیع

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۱

[2] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۱

الینابیع [1]۔	میں مذکور ہے۔ (ت)

عین العلم میں ہے:

یکرہ الزیادۃ فی العارضین بارسال الصدع المتجاوزۃ عن عظمھا [2] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔	رخساروں پر بالوں کو بڑھانا کنپٹیوں کے بال چھوڑتے ہوئے جوان کی ہڈیوں سے متجاوز ہوں مکروہ ہے اھ ملخصا۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بڑی شان والے کا علم سب سے زیادہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۵ تا ۲۰۸:

الحمدللہ الذی انبت الشعر علی رؤسنا یزید فی الخلق مایشاء والصلوٰۃ والسلام علی بھجۃ نفوسنا وآلہ وصحبہ الی یوم الخیراء۔	سب تعریف اس خدائے بزرگ وبرتر کے لئے ہے جس نے ہمارے سروں پر بال اگائے اور وہ جو چاہے خلق میں اضافہ کرتا ہے اور درود وسلام ہو اس محبوب ذات پر جو ہماری جانوں کی رونق ہے اور ان کی اولاد اور ساتھوں پر حسرتوں والے دن یعنی قیامت تک درود وسلام ہو۔ (ت)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ریش ایک مشت سے زیادہ رکھنا سنت ہے یامکروہ؟

(۲) اور فخر عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ریش مبارک اپنی کو کبھی زیادہ ایک مشت سے ترشوایا ہے یا نہیں؟

(۳) اور دیگر سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ سید الموجودات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ریش مبارک ایک مشت سے زیادہ کبھی نہ ہوئی یعنی پیدائشی آپ کی ایک ہی مشت تھی۔

(۴) اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زیادہ ایک مشت سے تھی یا ایک ہی مشت؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[2] عین العلم الباب السابع مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۳۵

الجواب:

جواب سوال اول: ریش ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز۔ شرح مشکوۃ شریف میں ہے:

گذاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست وآنکہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آن بسنت ست چنانچہ نماز عید راسنت گفتہ اند [1]۔	داڑھی بمقدار ایک مشت رکھنا واجب ہے اور جو اسے سنت قرار دیتے ہیں وہ اس معنی میں ہے کہ یہ دین میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جاری کردہ طریقہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کا ثبوت سنت نبوی سے ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہا جاتا ہے حالانکہ وہ واجب ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الاخذ منھا وھی دون ذٰلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال [2]۔	داڑھی تراشنا یا کترنا کہ وہ مشت کی مقدار سے کم ہوجائے ناجائز ہے جیسا کہ بعض مغربیت زدہ لوگ اور ہیجڑے کرتے ہیں۔ (ت)

غرض لحیہ سے کچھ لینا بھی اسی حالت سے مشروط ہے جبکہ طول میں حد شرع تک پہنچ جائے۔

فی الھندیہ من الملتقط لاباس اذا طالت لحیتہ طولا وعرضا لکنہ مقید بما اذا زاد علی القبضۃ [3]۔	فتاوٰی ہندیہ میں بحوالہ "الملتقط" منقول ہے کہ جب داڑھی طول اور عرض میں بڑھ جائے تو ایک مشت مقدار سے زائد کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ت)

اور پر ظاہر کہ مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائے گی یعنی چھوٹے ہوئے بال اس قدر ہوں وہ جو بعض بیباک جہال لب زیریں کے نیچے سے ہاتھ رکھ کر چار انگل ناپتے ہیں کہ ٹھوڑی سے نیچے ایک ہی انگل رہے یہ محض جہالت اور شرع مطہر میں بیباکی ہے غرض اس قدر میں تو علمائے سنت کا اتفاق ہے۔ اس سے زائد اگر طول فاحش حد اعتدال سے خارج بے موقع بدنما ہو تو بلاشبہہ خلاف سنت مکروہ کہ

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوۃ کتاب الطہارۃ باب السواك مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۱۲

[2] فتح القدیر باب الصیام باب مایوجب القضاۃ والکفارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۷۰

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸

صورت بدنما بنانا اپنے منہ پر دروازہ طعن مسخریہ کھولنا مسلمانوں کو استہزاء وغیبت کی آفت میں ڈالنا ہرگز مرضی شرع مطہر نہیں، نہ معاذاللہ زنہار کہ ریش اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیاذاً باللہ کبھی حد بدنمائی تک پہنچی سنت ہونا اس کا معقول نہیں۔

وان ذهب بعض العلماء من غير اصحابنا الى اعفاء اللحى جملة واحدة وكراهة اخذ شيئ منها مطلقًا وهو الذى اختاره الامام الاجل النووى والعجب من ابن ملك حيث تابعه على ذٰلك مستدركا به على قول نفسه ان الاخذ من اطراف اللحية طولها وعرضها للتناسب حسن كما نقل عنه المولى على القارى فى كتاب الطهارة من المرقاة [1] والعجب انه ايضا سكت عليه ههنا مع انه خلاف ما عليه ائمتنا الكرام كما ترٰى۔	اگرچہ ہمارے اصحاب علم کے سوا کچھ دوسرے علماء کا خیال ہے کہ داڑھی کو یک لخت مجموعی طور پر بڑھنے دیا جائے اور محدود نہ کیا جائے وہ داڑھی کو تراشنے کے حق میں مطلقاً نہیں اور وہ تراشنے کو مکروہ خیال کرتے ہیں جلیل القدر امام نووی نے اسی چیز کو پسند کیا ہے لیکن ابن ملک پر تعجب ہے کہ اس نے اس مسئلہ میں امام نووی کی متابعت کرتے ہوئے اپنے قول پر استدراک کیا کہ داڑھی کی اطراف طول وعرض سے تناسب قائم رکھنے کے لئے کچھ تراش خراش کرنا مستحسن یعنی اچھا ہے جیسا کہ اس سے محدث ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی بحث طہارت میں نقل کیا ہے اور ان پر بھی تعجب ہے کہ وہ یہاں خاموش رہے حالانکہ یہ اس کے خلاف ہے جس پر ہمارے ائمہ کرام قائم ہیں جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔(ت)

ولہذا حدیث میں آیا حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من سعادة المرء خفة لحيته [2]۔اخرجه الطبرانى فى الكبير وابن عدى فى الكامل عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما۔	آدمی کی سعادت سے ہے داڑھی کا ہلکا ہونا یعنی یہ کہ بیحد دراز نہ ہو۔(امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے تخریج فرمائی۔ت)

[1] مرقاة المفاتيح كتاب الطهارة باب السواك الفصل الاول المكتبة الحبيبيه كوئٹہ ۲/ ۹۱

[2] المعجم الكبير حديث ۱۲۸۲۰ المكتبة الفيصلية بيروت ۱۲/ ۲۱۱، الكامل لابن عدى ترجمه يوسف بن فرق بن لمازة قاضى الاهواز دار الفكر بيروت ۷/ ۲۶۲۴، ۲۶۲۵

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

المراد من ذٰلك عدم طولها جدالما ورد فی ذمه [1]۔	یقیناً اس سے مراد غیر طویل ہے کیونکہ اس کی مذمت میں حدیث وارد ہوئی ہے۔(ت)

امام حجۃ الاسلام غزالی احیاء العلوم پھر مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

قد اختلفوا فیما طال من اللحیة فقیل ان قبض الرجل علی لحیته واخذ ماتحت القبضة فلا باس به و قد فعله ابن عمر و جماعة من التابعین واستحسنه الشعبی و ابن سیرین و کرهه الحسن وقتادة و من تبعهما وقالوا ترکها عافیة احب لقوله علیه الصلٰوة و السلام اعفوا اللحی لکن الظاهر هوالقول الاول فان الطول المفرط یشوه الخلقة ویطلق السنة المغتابین بالنسبة الیه فلا باس للاحتراز عنه علی ہذه النیة، قال النخعی عجبت لرجل عاقل طویل اللحیة کیف لایاخذ من لحیته فیجعلها بین لحیتین ای طویل و قصیر فان التوسط من کل شیئ احسن ومنه قیل خیر الامور اوسطها ومن ثم قیل کلما طالت اللحیة نقص العقل [2]۔	بے شک داڑھی کے دراز حصہ میں (یعنی اس کی درازی کے بارے میں) اہل علم نے اختلاف کیا ہے پس یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی مشت بھر داڑھی کو پکڑ کر مشت سے زائد بالوں کو کاٹ ڈالے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور حضرات تابعین کے ایک گروہ نے اس طرح کیا تھا اور امام شعبی اور محمد بن سیرین نے اس کو اچھا سمجھا البتہ حضرت حسن بصری اور امام قتادہ اور ان کے ہمنوا لوگوں نے اس کو مکروہ کہا اور انھوں نے فرمایا کہ اسے بڑھتے ہوئے چھوڑ دینا زیادہ مناسب اور پسندیدہ بات ہے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ داڑھیاں بڑھاؤ، لیکن ظاہر وہی پہلی بات ہے کیونکہ فحش درازی صورت کو بد نما بنادے گی اور اس کی نسبت (لوگوں کی) زبانیں دراز ہو جائیں گی پھر اس نیت سے اس سے بچنے میں کوئی حرج نہیں پھر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اگر کوئی عقلمند آدمی لمبی داڑھی والا ہو یعنی اس کی داڑھی زیادہ لمبی ہونے لگے تو وہ کیونکر داڑھی نہ تراشے گا، پھر وہ لمبی اور چھوٹی دو قسم کی داڑھیوں کے

[1] نسیم الریاض الباب لثانی فصل الثالث ادارۃ تالیف اشرفیہ ملتان ۱/ ۳۳۱

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۳

	درمیان کردے گا اس لئے کہ ہر چیز میں میانہ روی اچھی ہوتی ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ بہترین کام درمیانہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے یہ بھی کہا گیا کہ جب بھی داڑھی لمبی ہو تو عقل کم ہوگی۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

اشتھر ان طول اللحیۃ دلیل علی خفۃ العقل [1]۔	مشہور ہے کہ لمبی داڑھی بے وقوف ہونے کی علامت ہے۔(ت)

اور اگر حد سے زائد نہ ہو تو بعض ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ریش مبارک کما نص علیہ الامام ابن حجر فی الاصابۃ وکذالک نقل الفاضل ابن عبداللہ الشافعی نزیل المدینۃ الطیبۃ فی کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء عن الامام البغوی (جیسا کہ امام ابن حجر نے "اصابہ" میں تصریح فرمائی ہے اور اسی طرح امام بغوی کے حوالے سے فاضل بن عبداللہ شافعی جو مدینہ طیبہ کے باسی ہیں، نے اپنی کتاب "الاکتفاء" فی فضل الاربعۃ الخلفاء" میں نقل کیا ہے۔ت) امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں:

کان شیخنا شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر الجیلی نحیف البدن ربع القامۃ عریض الصدر عریض اللحیۃ طویلھا الخ۔ اخرجہ الامام الثقۃ الفقیہ امام القراء سیدی ابوالحسن نور الدین علی الشطنوفی قدس سرہ فی بھجۃ الاسرار [2]۔	ہمارے مرشد حضور شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بدن مبارک دبلا تھا اور قامت شریف میانہ، سینہ مقدس چوڑا، ریش منور پھن ودراز الخ۔ (مستند امام، علم فقہ کے ماہر، قاریوں کے پیشوا سیدی ابوالحسن نورالدین علی شطنوفی قدس سرہ نے بہجۃ الاسرار میں اس کی تخریج فرمائی ہے۔(ت)

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

عادت سلف دریں باب مختلف بود آوردہ اند کہ لحیہ امیر المومنین علی پرمی کرد سینہ اُورا	اسلاف کی عادت اس بارے میں مختلف تھی چنانچہ منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

[2] بھجۃ الاسرار نسبہ وصفتہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مصطفی البابی مصر ص ۹۰

وہمچنیں عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین و نوشتہ اند کان الشیخ محی الدین رضی اللہ تعالٰی عنہ طویل اللحیۃ وعریضھا[1]۔	کی داڑھی ان کے سینے کو بھر دیتی تھی اس طرح حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کی مبارک داڑھیاں تھیں، اور لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ لمبی داڑھی اور چوڑی داڑھی والے تھے۔(ت)

شاید انھیں آثار کی بنا پر شیخ محقق نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

مشہور قدر یک مشت ست چنانکہ کمتر ازیں نباید و اگر زیادہ براں بگزارد نیز جائز ست بشرطیکہ از حد اعتدال نگزرد[2]۔	مشہور مقدار ایک مشت ہے پس اس مقدار سے کم نہیں ہونی چاہئے اور اگر اس سے زیادہ چھوڑ دے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ اعتدال برتا جائے۔(ت)

اور مدارج میں ایک قول یہ نقل فرمایا کہ علماء و مشائخ کو ایک مشت سے زیادہ رکھنا بھی درست ہے،

حیث قال مشہور در مذہب حنفی چہار انگشت و ظاہر آنست کہ مراد آں باشد کہ کم ازیں نمی باید و لیکن در روایت آمدہ است کہ واجب ست قطع زیادہ برآں وگفتہ اند کہ اگر علماء و مشائخ زیادہ براں بگزارند نیز درست ست[3]۔	جیسا کہ فرمایا مذہب حنفی میں مشہور یہ ہے کہ مقدار داڑھی چار انگشت ہو اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے کم نہیں ہونی چاہئے لیکن حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس سے زائد کو قطع کرنا واجب ہے اور فرماتے ہیں اگر علماء اور مشائخ اس سے زائد رکھیں تو بھی جائز ہے۔(ت)

مگر سیدنا عبداللہ بن عمر وابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اپنی ریش مبارک مٹھی میں لے کر جس قدر زیادہ ہوتی کم فرما دیتے۔ بلکہ یہ کم فرمانا خود حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سے ماثور امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابوحنیفہ عن الھیثم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی	ہم سے امام ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا ان سے ابوالہیثم نے ان سے حضرت عبداللہ ابن عمر

[1] مدارج النبوت باب اول بیان لحیۃ شریف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵
[2] اشعۃ اللمعات کتاب الطہارۃ باب السواک فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۱۲
[3] مدارج النبوۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵

عنھما انہ کان یقبض علی لحیتہ ثم یقص ماتحت القبضہ [1]۔	رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہ حضرت عبداللہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے۔(ت)

ابوداؤد ونسائی مروان بن سالم سے راوی:

رأیت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما یقبض علی لحیتہ فیقطع مازاد علی الکف [2]۔	میں نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو دیکھا کہ اپنی داڑھی مٹھی میں لے کر زائد بالوں کو کاٹ ڈالا کرتے تھے۔(ت)

مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں ہے:

کان ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقبض علی لحیتہ ثم یأخذ مافضل عن القبضہ [3]۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے۔(ت)

فتح القدیر میں ان آثار کو نقل کرکے فرمایا:

انہ روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [4]۔	باوجود اس کے کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راویت کی گئی۔(ت)

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اسی کو اختیار فرمایا اور عامہ کتب مذہب میں تصریح فرمائی کہ داڑھی میں سنت یہی ہے کہ جب ایک مشت سے زائد ہو کم کردی جائے بلکہ بعض اکابر نے اسے واجب فرمایا اگرچہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں وجوب سے مراد ثبوت ہے نہ کہ وجوب مصطلح، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی بعد روایت حدیث مذکور فرماتے ہیں:

بہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ [5]۔	ہم اسی کو لیتے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔(ت)

[1] کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجہ روایۃ ۹۰۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۹۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصوم باب القول عند الافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۱

[3] المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحظر والاباحۃ باب ماقالوا من الاخذ من اللحیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۳۷۴

[4] فتح القدیر کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۷۰

[5] کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجہ روایۃ ۹۰۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۹۸

نہایہ سے منقول:

به اخذ ابوحنیفة وابویوسف ومحمد[1] کذا ذکرا بوالیسر فی جامعه الصغیر۔	اسی کو حضرت امام ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف، اور امام محمد نے اختیار کیا ہے۔ اسی طرح ابوالیسر نے اس کو جامع صغیر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

مرقاۃ باب الترجل میں ہے:

مقدار قبضه علی ماهوالسنة والاعتدال المتعارف[2]۔	مقدار مشت ہی سنت ہے اور مشہور مبنی بر میانہ روی ہے اور یہی راہ اعتدال ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

صرح فی النهایة بوجوب قطع مازاد علی القبضة بالضم ومقتضاه الاثم بترکه الاان یحمل الوجوب علی الثبوت[3]	نہایہ میں تصریح کی گئی ہے کہ داڑھی کے جو بال مقدار مشت سے زیادہ ہوں انھیں کتر ڈالنا واجب ہے (القُبضہ میں "ق" حرکت پیش کے ساتھ ہے) اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ اس کا ترک یعنی ایسا نہ کرنا گناہ ہے مگر یہ کہ یہاں وجوب سے ثبوت مراد لیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله صرح فی النهایة ومثله فی المعراج وقد نقله عنها فی الفتح و اقره قال فی النهر وسمعت من بعض اعزاء الموالی ان قول النهایة یحب بالحاء المهملة ولا باس به اه قال الشیخ اسمٰعیل	مصنف کا قول "صرح فی النهایة" اور یونہی معراج الدرایہ میں بھی ہے، اور محقق ابن الہمام نے اسی نہایہ سے نقل کرکے اس کو برقرار رکھا ہے، النہر میں فرمایا میں نے (بعض موالی کی نسبت کرنے سے) سنا ہے کہ النہایۃ کا یحب کہنا صرف حا بے نقطہ کے ساتھ ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں اھ شیخ اسمٰعیل نے

[1] العنایة علی ہامش فتح القدیر کتاب الصوم باب مایوجب القضاء الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۶۹

[2] مرقات المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول المکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۱۱

[3] درمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۲

ولکنه خلاف الظاھر واستعمالھم فی مثله یستحب قوله الا ان یحمل یؤیدہ ان ما استدل صاحب النھایة لایدل علی الوجوب لما صرح به فی البحر وغیرہ ان کان یفعل لایقتضی التکرار والدوام ولذا حذف الزیلعی لفظ یجب وقال ومازاد یقص۔وفی شرح الشیخ اسمعیل لا باس بان یقبض علی لحیته فاذا زاد علی قبضه شیئ جزہ کما فی المنیة وھی سنة کما فی المبتغی [1]۔	فرمایا لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ لوگ اس قسم پر لفظ یستحب استعمال کرتے ہیں مصنف کے قول "الاان یحمل" سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ صاحب نہایہ نے جو استدلال کیا ہے وہ وجوب پر دلالت نہیں کرتا، چنانچہ البحرالرائق وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ اگر وہ ایسا کرتے تھے تو یہ تکرار اور دوام نہیں چاہتا اس لئے علامہ زیلعی نے اس کلمہ یجب کو حذف کردیا اور فرمایا جو کوئی مشت سے زیادہ ہو اسے کتروائے اور شیخ اسمٰعیل کی شرح میں ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ آدمی اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑے اور جو بال مٹھی سے زائد ہوں انھیں کتر دے۔ جیسا کہ المنیہ میں ہے اور یہ سنت ہے جیسا کہ المبتغٰی میں ہے۔(ت)

مرقاۃ میں قول نہایہ نقل کرکے فرمایا:

قوله یجب بمعنٰی ینبغی اوالمراد به انه سنة مؤکدة قریبة الی الوجوب والا فلا یصح علی اطلاقه [2]۔	صاحب نہایہ کا یجب کہنا ینبغی کے معنی میں ہے یعنی مناسب ہے یا اس سے ایسی سنت مؤکدہ مراد ہے جو وجوب کے قریب ہے ورنہ یہ علی الاطلاق صحیح نہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو ان یقبض الرجل لحیته فمازاد منھا علی قبضة قطعه کذا ذکر محمد فی کتاب الآثار عن	مرد اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں لے کر زائد حصہ کو کاٹ دے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الآثار میں امام صاحب کے حوالہ سے یہی ذکر فرمایا ہے

[1] ردالمحتار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱۳

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجیل المکتبة الحبیبیه کوئٹہ ۸/ ۲۲۳

الامام قال وبہ ناخذ محیط اھط [1]۔	اور مزید فرمایا ہم اسی مؤقف کے قائل ہیں محیط اھ ط (ت)

ہندیہ میں محیط امام سرخسی سے ہے:

القص سنۃ فیھا وھو ان یقبض الی آخر مامر [2]۔	داڑھی کے زائد حصہ کو کتر دینا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ بقدر ایک مشت داڑھی چھوڑ کر باقی زائد کو کتر ڈالے (ت)

اختیار شرح مختار سے منقول ہے۔

التقصیر فیھا سنۃ وھو ان یقبض [3] الخ۔	ایک مٹھی بھر داڑھی سے زائد بالوں کا کتر دینا سنت ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ داڑھی کو مٹھی بھر میں پکڑ کر زائد حصہ کتر ڈالا جائے الخ (ت)

اسی طرح اور کتب مذہب میں ہے تو ہمارے علماء کے نزدیک ایک مشت سے زائد کی سنت ہر گز ثابت نہیں بلکہ وہ زائد کے تراشنے کو سنت فرماتے ہیں۔ تو اس کا زیادہ بڑھانا خلاف سنت مکروہ تنزیہی ہوگا۔ لاجرم مولانا علی قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی شریف میں فرمایا:

ان کان الطول الزائد بان تکون زیادۃ علی القبضۃ فغیر ممدوح شرعا [4]۔	اگر داڑھی زیادہ لمبی ہو یعنی ایک مشت سے زائد ہو تو ایسا ہو ناشریعت میں قابل تعریف اور مستحسن نہیں۔ (ت)

رہا شیخ محقق کا اسے جائز فرمانا وہ کچھ اس کے منافی نہیں کہ خلاف اولٰی بھی ناجائز نہیں، بالجملہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی کا حاصل مسلک یہ ہے کہ ایک مشت تک بڑھانا واجب اور اس سے زائد رکھنا خلاف افضل ہے اور اس کا ترشوانا سنت ہاں تھوڑی زیادت جو خط سے خط تک ہو جاتی ہے اس خلاف اولٰی سے بالضرورۃ مستثنٰی ہونا چاہئے ورنہ کس چیز کا تراشنا سنت ہوگا۔ **ھذا ما ظھر لی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم** (یہ تحقیق مجھ پر ظاہر ہوئی۔ اور اللہ تعالٰی پاک بلند وبالا اور بڑا ہے۔ ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحظر والاباحۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸

[3] الاختیار لتعلیل المختار کتاب الکراہیۃ فصل فی آداب ینبغی للمؤمن دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۶۷

[4] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۷

جواب سوال دوم: جامع الترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ من عرضہا وطولہا[1]۔	یعنی حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے بال عرض وطول سے لیتے تھے۔

علماء فرماتے ہیں یہ اس وقت ہوتا تھا جب ریش اقدس ایک مشت سے تجاوز فرماتی۔ بلکہ بعض نے یہ قید نفس حدیث میں ذکر کی کمانقل عن التنویر والمفاتیح والغرائب (جیسا کہ تنویر، مفاتیح اور غرائب سے نقل کیا گیا ہے۔ت) مرقاۃ شریف میں ہے:

قید الحدیث فی شرح الشرعۃ بقولہ اذا زاد علی قدر القبضۃ وجعلہ فی التنویر من نفس الحدیث وزاد فی الشرعۃ وکان یفعل ذٰلک فی الخمیس والجمعۃ ولایترکہ مدۃ طویلۃ[2]۔	حدیث میں قید "الشرعۃ" کی شرح میں اس قول سے مذکور ہے جب آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بال قدر مشت سے زائد ہوجاتے تو آپ زائد بالوں کو کترواد یتے تھے، اور "تنویر" میں قید مذکور کو نفس حدیث قرار دیا گیا ہے۔ اور "الشرعۃ" میں اتنا اضافہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروز جمعہ یا جمعرات کوایسا کرتے تھے اور زیادہ عرصہ نہیں چھوڑتے تھے۔ (ت)

ہمارے علماء کے اقوال گزرے کہ قبضہ سے زیادہ کا تراشنا سنت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ت)

جواب سوال سوم: یہ امر محض بے اصل ہے۔ حدیث مذکور ترمذی اس کا صریح رد ہے کہ اگر قبضہ سے کبھی زائد نہ ہوتی تو عرض وطول سے لینا کیونکر متصور تھا۔ مدارج النبوۃ میں ہے:

در لحیۃ شریف در طول قدرے معین در کتب بنظر نمی آید ودر وظائف النبی گفتہ کہ لحیہ آن حضرت صلی تعالٰی علیہ وسلم	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی کسی معین مقدار پر درازی کا ذکر مشہور کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی نظر سے نہیں گزرا البتہ

[1] جامع الترمذی ابواب الآداب باب ماجاء فی الاخذ من اللحیۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی المکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۳

چہار انگشت بود طبعا یعنی ہمیں مقدار بود از روئے خلقت و دراز و کم نمی شد بریں یافتہ نمی شود [1]۔	وظائف النبی میں کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ریش مبارک چار انگشت کے بقدر تھی یعنی قدرتی طور پر ہی مٹھی بھر تھی۔اور گھٹتی بڑھتی نہ تھی پس اس کا حوالہ نہیں پایا گیا۔(ت)

ہاں ظاہر کلمات مذکورہ علماء یہ ہے کہ ریش انور مقدار قبضہ پر رہتی تھی جب زیادہ ہوتی کم فرمادیتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،اور شفا شریف میں امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشاد **کث اللحیۃ تملؤ صدرہ** [2] (حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گنجان تھی جو سینہ مبارک پر چھائی ہوتی تھی۔ت)اس کے منافی نہیں جبکہ صدر سے نحر یعنی اعلائے صدر مراد ہو۔نسیم الریاض میں زیر قول مذکور متن ہے:

مثلہ قولھم قد ملأت نحرہ ونحر الصدر اعلاہ او موضع القلادۃ منہ فمراد المصنف رحمہ اللہ تعالٰی اعلی الصدر والا لطالت وقد ثبت قصرھا [3] الخ فاحفظہ فانہ مھم واللہ تعالٰی اعلم۔	اس کی دلیل ان کا یہ قول ہے ملأت نحرہ یعنی اس سے ان کا نحر بھر جاتا تھا اور سینے کا نحر اس کا بالائی حصہ ہوتا ہے یا سینے کی جگہ ہے لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی مراد سینے کا اوپر والا حصہ ہے ورنہ آپ کی مقدس داڑھی کہ طویل ماننا پڑے گا جو خلاف واقعہ ہے اور اس کا کترنا بھی ثابت ہے الخ،لہٰذا یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہئے اس لئے کہ یہ ضروری ہے،اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

جواب سوال چہارم: ریش مبارک امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت مدارج سے گزرا:پرمی کرد سینہ اُورا [4] (ان کے سینے کو بھر دیتی تھی۔ت)مگر اس میں وہی احتمال قائم کہ سینہ سے مراد سینہ کا بالائی حصہ متصل گلو ہو تو ایک مشت سے زیادت پر دلیل نہ ہوگی۔

---

[1] مدارج النبوۃ باب اول بیان لحیہ شریف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴

[2] الشفاء بتعریف المصطفٰی الباب الثانی فصل الثالث المطبعۃ الشرکۃ الصحافۃ ۱/ ۵۰

[3] نسیم الریاض الباب الثانی مبحث شمائلۃ الشریفۃ ادارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱/ ۳۳۱

[4] مدارج النبوۃ باب اول بیان لحیہ شریف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵

ہاں تہذیب الاسماء امام نووی سے اتنا منقول **کانت کثۃ طویلۃ**[1] حضرت مولٰی کی ریش مبارک گھنی دراز تھی اس سے ظاہر قبضہ پر دلالت ہے کہ قبضہ تو اصل مقدار لحیہ شرعیہ ہے جس سے کمی جائز نہیں تو اتنی مقدار سے جب تک زائد نہ ہو طویل نہ کہیں گے۔ ولہذا علامہ خفاجی نے ریش اطہر انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تا بسینہ ہونے کے انکار کی یہی وجہ لکھی کہ ایسا ہوتا تو ریش اقدس طویل ہوتی حالانکہ اس کا قصیر ہونا ثابت ہوا ہے اس تقدیر پر ریش مبارک امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں وہ لفظ کہ پرمی کرد سینہ اورا (ان کے سینے کو بھر دیتی تھی۔ت) اپنے معنی ظاہر پر محمول رہنا چاہئے **اقول: وباللہ التوفیق** (میں اللہ کی توفیق سے کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا یہ قول شاید بخیال جہاد ہو کہ بسیاری مو چشم عدو میں مورث زیادت ہیبت ہے ولہذا مجاہدین کو لبیں بڑھانے کی اجازت ہوئی حالانکہ اوروں کو بالاتفاق مکروہ۔

کما علی ذٰلك حمل ما عن بعض الصحابۃ الکرام کامیر المومنین عثمٰن الغنی و سیدنا الامام الحسن المجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما من الاختضاب بالسواد مع صحۃ الحدیث بتحریمہ لغیر اھل الجھاد۔	جیسا کہ اسی پر محمول کیا گیا جو بعض صحابہ کرام سے ثابت ہوا ہے جیسے امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور سیدنا حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بالوں کو سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے حالانکہ غیر مجاہدین کے لئے حدیث صحیح سے اس کی حرمت ثابت ہے۔(ت)

بنظر اطلاق ارشاد اقدس **اعفوا اللحٰی**[2] (داڑھیاں بڑھاؤ۔ت) ان کا اجتہاد اس طرف مودی ہوا **کما ذھب الیہ الحسن البصری وغیرہ** (جیسا کہ حسن بصری وغیرہ اس طرف گئے ہیں۔ت) تو یہ آثار ہمیں اس امر سے عدول پر باعث نہیں ہو سکتے جو ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک سنت ثابت ہو اور حقیقت امر یہ کہ ہم پر اتباع مذہب لازم۔ دلائل میں نظر ائمہ مجتہدین فرما چکے **واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم** (اور اللہ تعالٰی پاک و برتر ہے اور خوب جانتا ہے اور اس عظمت وشان والے کا علم کامل اور پختہ ہے۔ت)

---

[1] تہذیب الاسماء واللغات ترجمہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ۴۲۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۴۸

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

مسئلہ ۲۰۹: از گلگت چھاؤنی جو ئنال مرسلہ سید محمد علی صاحب شعبان ۱۳۱۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم مکرم وسلامت۔ بعد آداب تسلیمات کے گزارش یہ ہے کہ براہ مہربانی اس کا جواب بہت جلد مرحمت فرمائے گا کیونکہ اس جگہ پر خط عرصہ سے پہنچتا ہے بوجہ برف کے جواب کے واسطے عرصہ دو ماہ کا ہونا چاہئے۔ بندہ کو اس وقت سوا آپ کے اور کوئی یاد نہیں آیا امیدوار ہوں کہ اکثر یہاں کے لوگ ناواقف ہیں اس سوال کا جواب دیجئے گا۔ فقط۔

جو شخص کہ قریب تیس برس کی عمر میں اسلام قبول کرے اس کی سنت کرانا جائز ہے یا ناجائز؟ فقط زیادہ تسلیم۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر ختنہ کی طاقت رکھتا ہو تو ضرور کیا جائے۔ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الق عنك شعر الکفر ثم اختتن۔ رواہ الامام احمد [1] وابوداؤد عن عثیم بن کلیب الحضرمی الجهنی عن ابیه عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	زمانہ کفر کے بال اتار پھر اپنا ختنہ کر (اس کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے عثیم بن کلیب حضرمی جہنی سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ت)

ہاں اگر خود کر سکتا ہو تو آپ اپنے ہاتھ سے کرلے یا کوئی عورت جو اس کام کو کر سکتی ہو ممکن ہو تو اس سے نکاح کرادیا جائے وہ ختنہ کردے، اس کے بعد چاہے تو اسے چھوڑ دے یا کوئی کنیز شرعی واقف ہو تو وہ خریدی جائے۔ اور اگر یہ تینوں صورتیں نہ ہو سکیں تو حجام ختنہ کردے عــه کہ ایسی ضرورت کے لئے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔ درمختار میں ہے:

ینظر الطبیب الی موضع مرضها	بوقت ضرورت بقدر ضرورت طبیب جائے مرض

عــه: فتاوٰی افریقہ بھی یہ مسئلہ دیکھیں۔

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الرجل یسلم فیؤبا لغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵۲، مسند احمد بن حنبل حدیث ابی کلیب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۵

بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرھا وکذا نظر قابلة وختان [1]۔	(خواہ وہ جائے پردہ ہو) کو دیکھ سکتا ہے۔اور قدر ضرورت محض اندازے سے ہوگی۔اسی طرح دایہ اور ختنہ کرنے والے کا معاملہ ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله و ختان کذا جزم به فی الھدایة والخانیة وغیرھما لان الختان سنة للرجال من جملة الفطرة لایمکن ترکھا [2] اھ ملخصًا۔	مصنف کا ارشاد ہے وختان اسی طرح ہدایہ اور خانیہ اور دیگر کتب میں اس پر یقین ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ مردوں کے لئے ختنہ سنت ہے اور ان فطری کاموں میں سے ہے کہ جس کا چھوڑنا مناسب نہیں اھ ملخصا(ت)

درمختار میں ہے:

وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنه ان یختن نفسه فعل والا لم یفعل الا ان یمکنه النکاح او شراء الجاریة و الظاھر فی الکبیر انه یختن [3]۔	بڑی عمر کے آدمی کے ختنے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر وہ خود اپنا ختنہ کرسکے تو خود کرے ورنہ کیا ہی نہ جائے،ہاں اگر اس کے لئے نکاح کرنا یا لونڈی خریدنا ممکن ہو تو ان سے ختنہ کرائے اور ظاہر یہ ہے کہ بالغ آدمی کا بھی ختنہ کیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الختان مطلق یشمل ختان الکبیر و الصغیر ھکذا اطلقه فی النھایة کما قدمناه واقره الشراح والظاھر ترجیحه ولذا عبرھنا عن التفصیل بقیل [4]۔	ختنہ کرنا مطلق بلاقید ذکر کیا ہے لہٰذا یہ بڑے اور چھوٹے دونوں کو شامل جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور شارحین نے اس کو برقرار رکھا ہے لہٰذا بظاہر یہی راجح ہے اس لئے یہاں لفظ قیل سے تفصیل کی تعبیر فرمائی گئی۔(ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة باب النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۷

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

[4] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۵

ہندیہ میں ہے:

ذکر الکرخی فی الجامع الصغیر ویختنه الحمامی کذا فی الفتاوٰی العتابیة [1]۔	امام کرخی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ بالغ آدمی کا ختنہ حمام والا کرے۔ یونہی فتاوٰی عتابیہ میں مذکور ہے۔(ت)

خلاصہ میں ہے:

الشیخ الضعیف اذا اسلم ولایطیق الختن ان قال اهل البصر لا یطیق یترک [2] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بہت بوڑھا شخص اگر اسلام قبول کرے اور بوجہ ضعف وکمزوری ختنہ نہ کرسکے یا نہ کراسکے تو چند اہل بصیرت حضرات سے رائے لی جائے اگر وہ کہیں کہ واقعی یہ شخص ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے بلاختنہ ہی رہنے دیا جائے اور اس کا ختنہ نہ کیا جائے الخ۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۱۰ تا ۲۱۲: از گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب ۳ ذی القعدہ ۱۳۱۲ھ

مخدوم متاع و نیاز مندانہ، آداب نیاز کے بعد عرض پرداز مسائل ذیل کے جواب عنایت فرمائے جائیں:

(۱) داڑھی کا ارسال تابہ یکمشت تو معلوم ہے مگر اس کے حدود کہاں تک ہیں یعنی چہرہ پر کل بال خواہ آنکھوں تک کیوں نہ ہوں داخل ریش ہیں یا کہاں تک اور خط بنوانے میں کہاں تک احتیاط مناسب ہے؟

(۲) نیچے کے ہونٹ کے نیچے جو وسط میں ذرا سے بال چھوڑ کر ادھر ادھر منڈاتے ہیں جیسے اس شکل میں اس کا منڈانا درست ہے یا کچھ نہ منڈائے خواہ لب زیریں کے نیچے سب بال ہی بال ہوں اور سوا منہ کے کوئی جگہ نہ بچی ہو۔

(۳) بال سر کے چھوڑنا تابگوش خواہ دوش تک یا سارے سر کے حجامت کرانا تو معلوم ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بال بقدر تین چار حجامتوں کے رکھنا جیسا کہ آج کل شائع ہے اور پھر گردن پر سے ان کی درستی گردن کی صفائی یہ کہاں تک جائز ہے؟ زیادہ نیاز۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۴۰

الجواب:

جواب سوال اول: داڑھی قلموں کے نیچے سے کنپٹیوں، جبڑوں، ٹھوڑی پر جمتی ہے اور عرضا اس کا بالائی حصہ کانوں اور گالوں کے بیچ میں ہوتا ہے جس طرح بعض لوگوں کے کانوں پر رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارج ہیں، یوں ہی گالوں پر جو خفیف بال کسی کے کم کسی کے آنکھوں تک نکلتے ہیں وہ بھی داڑھی میں داخل نہیں یہ بال قدرتی طور پر موئے ریش سے جدا ممتاز ہوتے ہیں اس کا مسلسل راستہ جو قلموں کے نیچے سے ایک مخروطی شکل پر جانب ذقن جاتا ہے یہ بال اس راہ سے جدا ہوتے ہیں نہ ان میں موئے محاسن کے مثل قوت نامیہ ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی پرورش باعث تشویہ خلق وتقبیح صورت ہوتی ہے جو شرع اطہر کو پسندیدہ نہیں، غرائب میں ہے:

کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یقول للحلاق بلغ العظمین فانہما منتھی اللحیۃ یعنی حدھا ولذٰلك سمیت لحیۃ لان حدھا اللحی[1]۔	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حجام سے فرمایا کرتے تھے کہ دو ہڈیوں تک پہنچ جا، کیونکہ وہ دونوں داڑھی کی حدود یعنی آخری حصہ ہیں اسی لئے داڑھی کو "لحیہ" کہا گیا ہے کیونکہ اس کی حدود جبڑے (اللحی) تک ہیں۔ت)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب تقلیم الاظفار میں تعریف علامہ ابن حجر ھی اسم لمانبت علی الخدین والذقن (داڑھی دراصل ان بالوں کا نام ہے جو دو رخساروں اور ٹھوڑی پر اگتے ہیں۔ت) کو موہوم پاکر اس پر اعتراض فرمایا:

قلت علی الخدین لیس بشیئ ولو قال علی العارضین لکان صوابا اھ[2]۔	یعنی میں ابن حجر کہتا ہوں، کہ علی الخدین (دونوں رخساروں پر) کہنا ٹھیک نہیں البتہ علی العارضین (دونوں گالوں پر) کہتے تو ٹھیک ہوتا اھ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاباس باخذ الحاجبین وشعر وجھہ	دو ابروؤں اور چہرے کے بالوں کو کاٹنے میں

[1] غرائب

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار محمد امین مج بیروت ۲۲/ ۴۶

مالم یتشبه بالمخنث کذا فی الینابیع [1] واللہ تعالٰی اعلم۔	کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ہجڑوں سے مشابہت پیدا نہ ہو، اسی طرح ینابیع میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

جواب سوال دوم: یہ بال بداہۃً سلسلہ ریش میں واقع ہیں کہ اس سے کسی طرح امتیاز نہیں رکھتے تو انھیں داڑھی سے جدا ٹھہرانے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں۔ وسط میں جو بال ذرا سے چھوڑے جاتے ہیں جنھیں عربی میں عنفقہ اور ہندی میں بچی کہتے ہیں۔ داخل ریش ہیں کما نص علیه الامام العینی وعنه نقل فی السیرۃ الشامیۃ (جیسا کہ امام بدرالدین عینی نے اس کی تصریح فرمائی اور ان سے سیرت شامیہ میں نقل کیا گیا۔ت) ولہٰذا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ جو کوئی انھیں منڈاتا اس کی گواہی رد فرماتے کما ذکرہ الشیخ المحدث فی مدارج النبوۃ (جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں ذکر فرمایا۔ت) تو بیچ میں یہ دونوں طرف کے بال جنھیں عربی میں فنیکین ہندی میں کوٹھے کہتے ہیں کیونکر داڑھی سے خارج ہوسکتے ہیں داڑھی کے باب میں حکم احکم حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **اعفوا اللحی واوفروا اللحی** [2] (داڑھیاں بڑھاؤ اور زیادہ کرو۔ت) ہے تو اس کے کسی جز کا مونڈنا جائز نہیں۔ لاجرم علماء نے تصریح فرمائی کہ کوٹھوں کا نتف یعنی اکھیڑنا بدعت ہے امیر المومنین عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایسے شخص کی گواہی رد فرمائی۔ غرائب میں ہے:

نتف الفنیکین بدعة وهو جنبا العنفقة وهی شعر الشفة السفلی [3] وشهد رجل عند عمر بن عبدالعزیز وکان ینتف فنیکیه فرد شهادته [4] اھ وعنها نقل فی الهندیة الی	دونوں کوٹھوں کو اکھاڑنا بدعت ہے اور وہ عنفقہ (بچی) کے دونوں جانب کے بال ہیں اور عنفقہ لب زیریں کے بال ہیں، ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عدالت میں (کسی معاملے میں) گواہی دی اور وہ شخص دونوں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸

[4] غرائب

قوله السفلى وظاهر ان الاثر فى ذٰلك لخصوص النتف ففى معناه الحلق وانما وقع التعبير به نظرا الى ماكانوا تعودوه كما فى قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لا تنتفوا الشيب[1] وقول الفقهاء يكره نتف الشيئ مع كراهة قصه ايضا لشمول العلة وبه تبين ان ماوقع فى المدارج الشريفة من ان فى حلق العنفقة وتركها خلافا والا فضل تركها اماحلق طرفيها فلا باس به اھ[2] معربا محل تأمل حيث افاده بظاهره كراهة التنزيه وبمقابلته بافضلية الترك الاباحة الخالصة مع ان العنفقة وطرفيها جميعا من اجزاء اللحية وهى واجبة الاعفاء فلا ينبغى الاقدام على ذٰلك مالم يثبت من حديث صحيح اونص من امام المذهب صريح فليتأمل۔	کوٹھوں کے بال اکھاڑنے والا تھا آپ نے اس کی گواہی رد کردی۔ فتاوٰی غرائب سے فتاوٰی عالمگیری میں اس کا قول "السفلی" تک نقل کیا گیا۔اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں اکھاڑنے کی خصوصیت کا کوئی اثر نہیں پس اسی کے معنی میں "حلق" ہے یعنی بال مونڈنا ہے۔اور بال اکھاڑنے سے تعبیر ان کی عادت کے مطابق واقع ہوئی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: سفید بال نہ اکھاڑا کرو۔ اور فقہائے کرام کا ارشاد سفید بال اکھاڑنے مکروہ ہیں۔باوجود یہ کہ ان کے کترنے میں بھی کراہت ہے کیونکہ علت دونوں کو شامل ہے۔اس سے واضح ہوگیا کہ جو کچھ مدارج شریف میں وارد ہے وہ محل تامل یعنی غور وفکر کے لائق ہے کہ عنفقہ کے بال مونڈنے اور نہ مونڈنے میں اختلاف ہے اور بہتر یہ ہے کہ نہ مونڈے جائیں۔لیکن دونوں کناروں کے بال مونڈ دینے میں کوئی حرج نہیں(معرب عبارت پوری ہوگئی)کیونکہ شیخ کی عبارت کا بظاہر مفاد کراہت تنزیہی ہے اور اس کا تقابل "ترک افضل" خالص اباحت بتارہا ہے حالانکہ عنفقہ اور داڑھی کی دونوں اطراف اجزائے داڑھی میں شامل ہیں اور ان کا چھوڑنا واجب ہے۔لہٰذا اس پر جرات اقدام کسی طرح مناسب نہیں جب تک کسی حدیث صحیح سے یاامام مذہب کی طرف سے کسی صریح نص کے ساتھ ثابت نہ ہو،پس اس میں گہری سوچ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ت)

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی نتف الشیب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۲

[2] مدارج النبوۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵

ہاں اگر یہاں بال اس قدر طویل وانبوہ ہو کہ کھانا کھانے، پانی پینے، کلی کرنے میں مزاحمت کریں تو ان کا قینچی سے بقدر حاجت کم کردینا روا ہے۔ خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے ہے:

یجوز قص الاشعار التی کانت من الفنیکین اذا زحمت فی المضمضۃ او الاکل او الشرب [1]۔	زیریں لب کے دونوں کناروں کے بال کترنے جائز ہیں جبکہ کلی کرنے اور کھانے پینے میں رکاوٹ ہوں۔(ت)

یہ روایت بھی دلیل واضح ہے کہ بغیر اس مزاحمت کے ان بالوں کا کترنا بھی ممنوع ہے نہ کہ مونڈنا **فان المفاھیم معتبرۃ فی الکتب وکلام العلماء وبالاجماع ھذا ماعندی** (کیونکہ مفہوم مخالف، کتابوں، کلام علماء میں ساتھ اجماع کے معتبر ہے میرے نزدیک تو یہی ہے۔ت) **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**

جواب سوال سوم: یہ نئی نئی تراشیں سب خلاف سنت ہیں۔

فی الھندیۃ عن التتارخانیہ عن الروضۃ ان السنۃ فی شعر الراس اما الفرق واما الحلق [2]۔	فتاوٰی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے اور تاتارخانیہ نے الروضہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے سر کے بالوں کو مونڈ ڈالنا یا بال رکھ کر ان میں مانگ نکالنا دونوں سنت عمل ہیں۔(ت)

گردن کی صفائی سے اگر قفا یعنی گدی کے بال منڈانا مراد ہے جس طرح آج کل بعض جہال کا معمول، تو یہ صرف پچھنوں کی ضرورت سے جائز ہے۔ بلاضرورت مکروہ۔

فی الھندیہ عن الینابیع عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ یکرہ ان یحلق کفاہ الا عند الحجامۃ [3]۔	فتاوٰی ہندیہ میں ینابیع کے حوالے سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے حوالے سے روایت ہے کہ گدی کے بال مونڈنا مکروہ ہیں سوائے پچھنے لگوانے کی ضرورت کے۔(ت)

اور اگر ان رونگٹوں کا صاف کرنا مقصود جو گدی کے نیچے صفحہ گردن پر تھوڑے تھوڑے متفرق

---

[1] خزانۃ الروایات باب فی شعور الانسان قلمی نسخہ ص۵٦۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

نکلتے ہیں تو ظاہرا موئے سینہ وپشت کے حکم میں ہونا چاہئے کہ جائز ہے اور ترک بہتر۔

فی الھندیۃ عن القنیۃ فی حلق شعر الصدر والظھر ترك الادب [1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ قنیہ مذکور ہے سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں ترک ادب ہے یعنی بہتر نہیں۔ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۳: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد اگر اپنے زیر ناف کے بال مقراض سے تراشے یا عورت استرہ لے تو جائز ہے یانہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤتاکہ اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

حلق وقصر ونتف وتنور یعنی مونڈنا، کترنا، اکھیڑنا، نورہ لگانا سب صورتیں جائز ہیں کہ مقصود اس موضع کا پاک کرنا ہے اور وہ سب طریقوں میں حاصل۔

فی صحیح مسلم ابن الحجاج رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال قال الفطرۃ خمس اوخمس من الفطرۃ الختان و الا ستحداد وتقلیم الاظفار ونتف الابط وقص الشارب [2] قال الشارح النووی واما الاستحداد فھو حلق العانۃ وھو سنۃ والمراد بہ نظافۃ ذٰلك الموضع [3] انتھی ملخصًا وبمثلہ قال الغزالی فی احیائہ وغیرہ فی غیرہ۔	صحیح مسلم بن الحجاج میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا امور فطرت پانچ ہیں۔ یا یوں فرمایا پانچ کام فطرت میں سے ہیں: (۱) ختنہ کرنا (۲) زیر ناف کے بال مونڈنا (۳) ناخن کاٹنا (۴) بغلوں کے بال اکھیڑنا اور (۵) مونچھیں کترنا، شارح صحیح مسلم امام نووی نے فرمایا رہا استحداد تو وہ مقام ستر کے بال مونڈنے ہیں اور وہ عمل سنت ہے اور اس عمل سے اس جگہ کی طہارت مقصود ہے (تلخیص پوری ہو گئی) امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی نے احیاء علوم الدین میں اور دوسروں نے دوسری کتابوں میں اس طرح صراحت فرمائی ہے۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸

[2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۸

[3] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۸

مگر حلق مرد میں بہ نسبت قصر ونتف وتنور کے افضل ہے کہ احادیث خصال وعامہ کتب فقہ میں اس خصلت کا ذکر بلفظ حلق واستحداد وغیرہ۔

قال النووی والافضل فیه الحلق ویجوز بالقص والنتف والنورة[1] وفی الفتاوٰی الھندیة الافضل ان یقلم اظفارہ ویحلق عانته[2] انتھی مختصر۔	امام نووی نے فرمایا کہ زیر ناف بال ہٹانے کے لئے زیادہ بہتر عمل مونڈنا ہے البتہ کترنا، اکھیڑنا اور چونا وغیرہ لگانا بھی جائز ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ناخن کاٹے جائیں اور زیر ناف بال مونڈے جائیں اھ مختصرا(ت)

اور عورت کے لئے بعض علماء نے نتف (اکھاڑنا) حلق (مونڈنا) سے افضل قرار دیا اور بعض علماء نے بالعکس ملا علی قاری مرقاۃ[3] میں پہلا مذہب اختیار کرتے ہیں۔ اور حدیث صحیحین میں وارد: **حتی تستحد المغیبة**[4] (یہاں تک کہ زیر ناف بال صاف کرے۔ت) اشعۃ اللمعات میں علامہ تورپشتی سے نقل کیا یہاں استحداد سے بال دور کرنا مراد ہے نہ کہ خاص استعمال قدسی ابن عربی محاکمہ کرتے ہیں کہ نوجوان عورت کو احتراز مناسب اور عمر رسیدہ کو مضرت نہیں۔ اور نتف ایام ضعف میں باعث استر خائے فرج تو میانہ کو اس سے بچنا زیبا اور نوجوان میں بوجہ شباب قوت پر احتمال نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۴: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ درگاہ شریف ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

"**مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ**"[5] (تم لوگ اپنے سروں کے بال منڈواتے اور کتراتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوگے۔ ت) سے سر منڈانا اور کترانا مفہوم ہوتا ہے بابولوگ یا نیاچہرہ منڈاتے نہیں بہت چھوٹے چھوٹے بال رکھتے ہیں ذرا بڑھے کترا ڈالے۔ کیا یہ شکل مقصرین سے مفہوم ہے فقہ میں کیا

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۰۸

[4] صحیح بخاری کتاب النکاح باب طلب الولد قدیمی کتب خانہ ۲/ ، صحیح مسلم کتاب الرضاع باب استحباب النکاح قدیمی کتب خانہ ۱/ ۴۷۴

[5] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۷

ثابت ہے؟

الجواب:

آیہ کریمہ میں حلق وتقصیر حج کاذکر ہے۔ تقصیر حج یہ کہ ہر بال سے بقدر ایک پورے کے کم کریں چہارم، سر کے بالوں کی تقصیر واجب ہے کل کی مندوب ومسنون اسے عادی امور سے تعلق نہیں یہ طریقہ کہ ان کفرہ یا بعض فسقہ میں معمول ہے کہ چھوٹی چھوٹی کھونٹیاں رکھتے ہیں جہاں ذرا بڑھیں کتروادیں خلاف سنت ومکروہ ہے سنت یا سارے سر پر بال رکھ کر مانگ نکالنا یا سارا منڈانا۔

فی ردالمحتار عن الروضۃ السنۃ فی شعر الراس اما الفرق واما الحلق[1]۔	فتاوٰی شامی میں "روضہ" سے نقل کیا گیا کہ سروں کے بالوں میں مانگ نکالنا سنت ہے یا تمام بال منڈوادینا سنت ہے۔ (ت)

اور کراہت اس لئے کہ وضع کفرہ وفسقہ ہے۔

فی الھندیہ عن الذخیرۃ والشامیۃ عن التتارخانیہ عن الذخیرۃ ان یحلق وسط راسہ ویرسل شعرہ من غیر ان یفتلہ فان فتلہ فذلك مکروہ لانہ یصیر مشابھا ببعض الکفرۃ[2]۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	فتاوٰی ہندیہ میں بحوالہ ذخیرہ اور فتاوٰی شامی میں تتارخانیہ سے بحوالہ ذخیرہ منقول ہے اور وہ یہ کہ سر کے چوٹی کے بال منڈوادے اور باقی بال گوندھے بغیر چھوڑدے۔ پھر اگر انھیں گوندھ ڈالے تو یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ ایسا کرنا بعض کفار سے مشابہ ہوجائے گا (اور کفار سے مشابہت جائز نہیں) اور اللہ تعالٰی پاک وبلند وبالا اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۵: از شہر کہنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

جناب عالی! قصص الانبیاء میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں لکھا ہے کہ بی بی سارا نے بی بی ہاجرہ کے کان چھیدے اور ختنہ کرادی یہ سنت زن ومرد پر قیامت تک قائم رکھیں گے تو عورت کی ختنہ کیسی؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحظر والاباحۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

الجواب:

اندام زن کے دونوں لبوں کے بیچ جو گوشت پارہ تند وبلند سرخ رنگ مثل تاج خروس کے ہے اس میں سے ایک ٹکڑا کھال کا جدا کرتے ہیں یہ ختنہ زنان ہے جہاں اس کا رواج ہے مستحب ہے ان بلاد میں اس کا نشان نہیں۔اگر واقع ہو تو جہال ہنسیں،اور یہ مسئلہ شرعیہ پر ہنسنا اپنا دین برباد کرنا ہے تو یہاں اس پر اقدام کی حاجت نہیں۔خود ایک مستحب بات کرنی اور مسلمانوں کو ایسی سخت بلا میں ڈالنا پسندیدہ نہیں۔

کما نصوا علیہ فی ترك عذبۃ العمامۃ حیث یستھزأ فی الجملۃ بھا ویشبھونھا بالذنب ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل وقد کلمنا علی عدۃ نظائر لھذا فی رسالتنا اطائب التھانی فی حکم النکاح الثانی۔واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسا کہ فقہاء نے پگڑی کا شملہ نہ چھوڑنے کی تصریح فرمائی ہے کہ جہاں کہیں اس سے مذاق اور استہزاء کیا جاتا ہو اور عوام اسے "دم" سے تشبیہ دیتے ہوں وہاں شملہ نہ چھوڑا جائے، اور جو کوئی اہل زمانہ کے حالات سے بے خبر ہو وہ بڑا جاہل اور نادان ہے اور ہم نے اس کے چند نظائر (امثال) پر اپنے رسالہ اطائب التھانی فی حکم النکاح الثانی^{عـــہ} (پاکیزہ مبارکبادیں دوسرا نکاح کرنے کے حکم میں) میں کلام کیا ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۱۶: مرسلہ مولوی کاظم الدین صاحب بنگالہ شہر کمرلہ تاریخ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی ولی وارث کو اس مولود کی ناف بریدہ کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کیا دلیل، بالتفصیل تحریر فرمائے وگر ولی اور وارث نہ کرے کوئی دائی سے کروایا جائز ہے یا نہیں۔اور اگر دائی سے اس کام کو کراتا ہے لیکن دائی کم یابی کے سبب سے فی لڑکا اتنا روپیہ مانگتا ہے اس کا ولی ووارث اتنا مزدوری دے کر یہ کام نہیں کرواسکتا اس صورت میں خود کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر دائی اس کام کو نہیں کرتی بلکہ اس کی خواند کو بھیجتی ہے یا ملک کا رواج پڑ گیا ہے مردانہ دائی سے یہ کام کروانا ہے اب مسلمانوں کو اتفاق یہ ہوا چونکہ بیگانہ مرد عورت کے نفاس کی حالت میں جانا حرام ہے۔اگر شریعت میں خود بخود کرنا جائز نکلے اور مفتی بھی فتوٰی دے ہم لوگ خود کرنے کا تو اس حرام کو کیوں اختیار کریں؟**بینوا**

عـــہ: رسالہ اطائب التھانی۔فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد ۱۲ میں موجود ہے۔

توجروا واللہ اعلم (بیان فرماؤتا کہ اجر وثواب پاؤ۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

الجواب:

لڑکا یالڑکی اس کی ناف کاٹنا اس کے ولی غیر ولی سب کو جائز ہے۔در مختار میں ہے:

لاعورۃ لصغیر جدا [1]۔	بلاشبہہ چھوٹے بچے کی کوئی جگہ چھپانے کی نہیں۔(ت)

فتاوٰی عالمگیری میں سراج وہاج سے ہے:

للاب ان یختن ولدہ الصغیر [2]۔	یعنی باپ کو جائز ہے کہ اپنے چھوٹے بچے کی ختنے کی کھال کاٹے۔

جب ختنے کی کھال کاٹنا باپ کو جائز ہے تو ناف کا نال کاٹنا بدرجہ اولٰی جائز ہے اور ہر گز ضرور نہیں کہ خواہی نخواہی دایہ ہی سے نال کٹوائے اگرچہ وہ کتنی ہی مزدوری مانگے، یہ محض ظلم ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ" [3]	الہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف میں نہیں ڈالتا مگر اس قدر جتنی اس میں ہمت اور گنجائش ہو۔(ت)

یہ جو سائل نے لکھا کہ بیگانہ مرد عورت کی نفاس کی حالت میں جانا حرام ہے یہ بھی محض بے معنی ہے بیگانہ مرد کا بے پردہ عورت کے پاس جانا ہر حالت میں حرام ہے۔اور پردہ کی حالت میں نفاس وغیر نفاس یکساں ہے اور نال کاٹنے کے لئے عورت کے پاس جانے کی کوئی حاجت بھی نہیں۔بچہ کاٹنے والے کے سامنے لاسکتے ہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۷تا۲۱۹: از شیر گڑھ ڈاکخانہ خاص ضلع بریلی مکان سید احمد علی شاہ مرسلہ بندہ علی طالب عالم

(۱) زید کا طریقہ صوفیانہ ہے اور اس کے بال دراز ہیں یعنی کندھوں تک چھوٹے ہیں آیا وہ شعر طویل نماز کی صحت کے مانع ہے یا نہیں؟

(۲) اور زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگی یا نہیں؟ غرضکہ وہ بال نماز کی صحت میں خلل پیدا کرینگے یا نہیں؟

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب شروط الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۶

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

(۳) فقراء کے واسطے بال بڑھانے کا حکم ہے یا نہیں؟ اگر حکم ہے تو کہاں تک؟ کیونکہ بد مذہب اس طریقہ کے منکر ہیں **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

ہاں نصف کان سے کندھوں تک بڑھانا شرعاً جائز ہے اور اس سے زیادہ بڑھانا مرد کو حرام ہے۔ خواہ فقرا ہوں خواہ دنیادار احکام شرع سب پر یکساں ہیں زیادہ میں عورتوں سے تشبہ ہے اور صحیح حدیث میں لعنت فرمائی ہے اس مرد پر جو عورت کی وضع بنائے اور اس عورت پر جو مرد کی وضع بنائے اگرچہ وہ وضع بنانا ایک ہی بات میں ہو۔ جو لوگ چوٹی گندھواتے یا جوڑا باندھتے یا کمر یا سینہ کے قریب تک بال بڑھاتے ہیں وہ شرعاً فاسق معلن ہیں اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی پھیرنا واجب اگرچہ پڑھے ہوئے دس برس گزر گئے ہوں، اور یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہئے ظاہر کیسا ہی ہو محض باطل ہے۔ حدیث میں فرمایا کہ اس کا دل ٹھیک ہوتا تو ظاہر آپ ٹھیک ہو جاتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۰: از شیر گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ عظیم اللہ نائب مدرس ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسلمان کو داڑھی کتروانا اور ٹھوڑی کھلوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

داڑھی اتنی کتروانا کہ ایک مشت سے کم ہو جائے گناہ وناجائز ہے۔ یونہی ٹھوڑی پر سے کھلوانا حرام۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۱ و ۲۲۶: مسئولہ اکبر یار خاں از شہر کہنہ محصل چندہ مدرسہ اہلسنت وجماعت بروز دوشنبہ بتاریخ ۹ ذوالقعدہ ۱۳۲۳ھ

(۱) یہ کہ داڑھی کا طول ایک مشت و دو انگشت ہے یا کم یا کس قدر کہ جس سے کم رکھنے میں گنہگار ہوگا؟

(۲) یہ کہ منڈوانا استرے سے اور قینچی سے کتروانا، چھوٹا چھوٹا کرانا ایک ہی بات ہے یا قینیچی سے چاہے جس قدر کتروا کر چھوٹا کردے اس میں حرج نہیں ہے؟

(۳) یہ کہنا کہ عرب شریف اسلام کا گھر ہے وہاں کے لوگ داڑھی کٹوا کر چھوٹا کر لیتے ہیں اگر اور کوئی شخص داڑھی کتروائے تو کیا مضائقہ ہے۔ ایسے کہنے والے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۴) یہ کہ لبوں کے بال بڑھے ہوئے شخص کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے؟

(۵) یہ کہ ایسے لوگوں کی نسبت یعنی داڑھی منڈوانے والے، کترنے والے۔ لبوں کے بال بڑھانے والے کس خطا کے مرتکب ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۶) یہ کہ مثل داڑھی کے مقدار کے لبوں کے بال کی بابت کہ کس قدر ہوں کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص لبوں کے بال منڈوائے یا بہت باریک کرے تو کیا قباحت ہے؟

الجواب:

(۱) داڑھی کا طول ایک مشت یعنی ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہئے اس سے کم کرانا حرام ہے۔

(۲) قینیچی سے کترے خواہ استرے سے لے سب یکساں ہے، ہاں تھوڑی کترنے سے سب منڈا دینا سخت وخبیث تر ہے کہ حرام حرام میں فرق ہوتا ہے۔ بھنگ، چرس، شراب سب حرام ہیں مگر شراب سب میں بدتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) شریعت پر کسی کا قول وفعل حجت نہیں۔ اللہ ورسول سب پر حاکم ہیں اللہ ورسول پر کوئی حاکم نہیں، یہ فعل وہاں کے جاہلوں کا ہے اور جاہلوں کا فعل سند نہیں ہوسکتا کہیں کے ہوں، ایسا کہنے والا اگر جاہل ہے اسے سمجھا دیا جائے اور اگر ذی علم ہو کر ایسا کہتا ہے یا سمجھانے کے بعد بھی نہ مانے اصرار کئے جائے وہ سخت فاسق وگمراہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۴) اگر اسے وضو نہ تھا اس حالت میں اس نے پانی پیا اور لبوں کے بال پانی کو لگے تو پانی مستعمل ہوگیا۔ مستعمل پانی کا پینا ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اصل مذہب میں حرام ہے۔ ان کے نزدیک وہ پانی ناپاک ہوگیا خود اس نے جو پیا ناپاک پیا اور اب جو پئے گا ناپاک پئے گا۔ اور مذہب مفتٰی بہ پر مستعمل پانی کا پینا مکروہ ہے۔ اس نے جو پیا مکروہ پیا اور اب جو بچا ہوا پئے گا مکروہ پئے گا۔ ہاں اگر اسے وضو تھا یا منہ دھلا تھا تو شرعًا حرج نہیں۔ اگرچہ اس کی مونچھوں کا دھوون پینے سے قلب کراہت کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) حد شرع سے کم داڑھی رکھنا حد شرع سے زیادہ مونچھیں رکھنا سب خلاف شرع اور مجوسیوں کی سنت اور نصرانیوں کی عادت ہے آدمی اس سے گنہگار ہوتا ہے اور اس کی عادت رکھنے سے فاسق ہوجاتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۶) لبوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ لبیں پست کرو کہ نہ ہونے کے قریب ہوں البتہ منڈاونا نہ چاہئے اس میں علماء کو اختلاف ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

رسالہ
لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی ۱۳۱۵ھ
(چاشت کی روشنی میں داڑھیاں بڑھانے میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۲۲۷: از حیدر آباد ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ولید کہتا ہے داڑھی منڈانا حرام نہیں **الحرام ماثبت ترکہ بدلیل قطعی لا شبهة فیه** (حرام وہ ہے جس کا چھوڑ دینا ایسی قطعی دلیل سے ثابت ہو کہ جس میں کوئی شک و شبہ نہ پایا جائے۔ت) حرام وہ جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو قرآن شریف میں تو اس کا کہیں حکم نہیں "یَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْیَتِیْ"[1] (اے میرے ماں جائے! میری داڑھی نہ پکڑ۔ت) سے کوئی حکم نہیں نکلتا بلکہ ایک بات ہمارے لئے مفید البتہ پیدا ہوتی ہے کہ داڑھی بڑھانا بعض وقت مضر ہوتا ہے دشمن نے بڑی داڑھی پکڑ کر مارنا شروع کیا تو پٹنا ہی پڑا۔ سنن ابی داؤد میں یوں مروی ہے۔

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء	دس کام فطرت میں سے ہیں: مونچھیں کترنا، داڑھی

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۴

اللحیة الخ حدثنا موسی بن اسمعیل وداؤد بن شعیب قالا حدثنا حماد عن علی بن زید عن سلمة الخ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان من الفطرة المضمضة والاستنشاق بالماء ولم یذکر وا عفاء اللحیة وروی نحوہ عن ابن عباس قال خمس کلھا فی الرؤس ذکر فیہ الفرق ولم یذکر اعفاء اللحیة قال ابوداؤد روی نحوہ حدیث حماد عن طلق بن حبیب ومجاھد وعن بکر المزنی قولھم ولم یذکر اعفاء اللحیة[1]۔	بڑھانا الخ۔ہم سے موسٰی بن اسمٰعیل اور داؤد بن شعیب نے بیان کیا دونوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا اس نے علی بن زید اس نے سلمہ سے روایت کیا۔الخ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امور فطرت یہ ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا،اس میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں۔ یونہی عبداللہ ابن عباس سے بھی روایت کی گئی (چنانچہ)آپ نے فرمایا: پانچ کام ہیں اور وہ سب سر کے متعلق ہیں ان میں سر میں مانگ نکالنے کا ذکر فرمایا مگر داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں فرمایا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا:اسی جیسی حدیث حماد بواسطہ طلق بن حبیب اور مجاہد سے روایت کی گئی ہے اور بکر مزنی سے بھی۔ان سب کا قول مروی ہے مگر اس میں اِعْفَاءُ الِلّحْیَة یعنی داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں۔ت)

حاصل اس کا یہ کہ ان نو دس رواۃ نے یہ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حدیث میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کی جگہ مانگ کو فرمایا اس سے بھی معلوم ہوا کہ داڑھی بڑھانا بھی ویسی ہی سنت ہے جیسے مانگ کا رکھنا،معھذا یہ حدیث مختلف فیہ توضرور ہے پس لائق اعتبار نہ رہی۔پھر صحیح بخاری میں یوں ہے:

خالفوا المشرکین قصوا الشوارب واعفوا اللحی[2]۔	مخالفت کرو مشرکین کی،تر شواؤ مونچھ،اور بڑھاؤ داڑھی۔

خالفوا المشرکین یہ جملہ "**ففیہ نظر**"اس واسطے کہ بعض مشرکین داڑھی بڑھاتے رہتے ہیں پس ان کی مخالفت یہ ہے کہ داڑھی منڈاؤ،اور بعض منڈاتے ہیں تو ان کی مخالفت یہ ہے کہ بڑھاؤ بہر حال بڑھانے اور منڈانے والے دونوں **خالفوا المشرکین** میں داخل ہیں کیونکہ مخالفت کا حکم عام ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

جس مشرک کی چاہیں مخالفت کریں باقی رہا اس کا جواب "وقصواالشوارب واعفوا اللحی" (مونچھیں کتراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ت) مخفی نہ رہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ درستگی اخلاق کے واسطے مبعوث ہوئے، اسی لئے ہمارے پیغمبر آخر زمان بھی مبعوث ہوئے، ان پر دین کامل اور نبوت ختم ہو گئی۔ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ"[1] آج کے دن ہم نے تمھارا دین تم پر کامل کر دیا۔ داڑھی بڑھانا اخلاق میں داخل ہے تو باوجود اس کے قرآن کامل کتاب اللہ کی ہے۔ اخلاقی احکام سے خالی ہے تو دین کامل نہ ٹھہرا۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ یہ اخلاق میں داخل نہیں اور اس سے ہمارا مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔

داڑھی بڑھانا مستحب البتہ ہے یا بہت ہوگا تو سنت۔ لیکن یہ بھی حد اعتدال تک۔

ریش بایدت دوسہ موئے وزنخداں پوشی　　　　نہ کہ درسایہ اوبچہ دہد خرگوشی

(تجھے ایسی داڑھی چاہئے کہ جس کے چند بال ہوں جو ٹھوڑی چھپادیں۔ نہ کہ ایسی کہ جس کے سائے میں خرگوش بچہ دے۔ت)

قول عرب ہے:

من طال لحیته فقد نقص عقله۔	جس کی داڑھی طویل (لمبی) ہو اس کی عقل کم ہوتی ہے۔ (ت)

بغرض محال تسلیم بھی کرلیں کہ داڑھی بڑھانا فرض یا منڈوانا حرام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا"[2] (یعنی احرام سے فارغ ہونے کے بعد شکار کرو۔ شکار کرنا صیغہ امر میں فرمایا گیا جو علامت فرضیت ہے لیکن آج تک اس پر عمل درآمد نہ ہوا، سبب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم طبائع پر موقوف رکھا گیا کہ جی چاہے تو شکار کرو۔

حاصل یہ کہ شریعت کے بعض احکام ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا نہ کرنا موجب عتاب شرعی نہیں۔ فرضیت یا حرمت قرآن ہی سے ثابت ہو سکتی ہے یا حدیث متواتر یا مشہور ہو، حرام فرض کے مقابلہ میں آتا ہے۔ تو جب داڑھی منڈانا حرام ہوا تو رکھنا فرض ہوا مگر فرض کسی نے نہ لکھا۔

زقرآن سخن گفتہ ام وزحدیث　　　　سر از من نہ پیچد جزاب لہ خبیث
سخن راست گر تو بگوئی ہے　　　　بدست حقائق بپوئی ہے
پس اعفائے لحیہ چرا گوئی فرض　　　　تنت راخباثت مگر گشت مرض

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲

گر ایدوں کہ قرآں ہمی کامل ست　　　　پس اعفائے لحیہ چرا مضمر ست

(قرآن وحدیث کے حوالے سے بات کر رہا ہوں لہٰذا میری بات سے بیوقوف خبیث کے علاوہ کوئی برانہ منائیگا اگر تو سچی بات کہتا رہے گا تو حقائق کے ہاتھوں میں دوڑتا رہے گا ____ پھر تو داڑھی بڑھانے کو کیوں فرض کہتا ہے؟ شاید تیرے جسم میں خباثت کا مرض پیدا ہوگیا ہے۔ اے بے ہمت اگر قرآن مجید کامل ہے تو پھر اس میں داڑھی کا ذکر کیوں پوشیدہ ہے۔ت) **انتہی**۔ یہ قول ولید کا کیسا اور داڑھی منڈوانے کا حکم کیا؟

الجواب:

بسم الله الرحمٰن الرحیم الحمدلله الذی هدٰنا للاسلام ووفقنا لاقتفاء اٰثار انبیائه الکرام و اجتناب اقذار الکفرة الانجاس الارجاس اللیام و افضل الصلوٰة والسلام علی سیدالهادین الی سبیل السلام* الذی اوتی القراٰن ومثله معه فی احکام الاحکام وان رغم انف الملحدین فی الدین المار دین الطغام وعلی اٰله واصحابه المتأدبین باٰدابه الذین اداروا بالقتل والاسرر الهدم الرحی علی الجمع المقبوح المنبوح المحلوق اللحی من علوج الارداام ومجوس الاعجام فصلی الله تعالٰی علی الحبیب واله مظاهر جماله وعلینا معهم الی یوم القیمة o	اللہ تعالٰی کے نام سے ابتداء کر رہا ہوں جو بڑا رحم کرنے والا۔ مہربان ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت بخشی اور ہمیں انبیاء کرام کے آثار پر چلنے کی توفیق دی اور کمینے کافروں کی ظاہری باطنی گندگیوں (آلودگیوں) سے بچایا۔ اعلٰی وافضل درود وسلام اس آقا کے لئے جو لوگوں کو سلامتی کی راہوں سے روشناس کرانے والے ہیں وہ جنھیں قرآن مجید اور اس کے ساتھ اس جیسا اور کلام احکام کی مضبوطی کے لئے عطا کیا گیا ہے اگرچہ امور دین میں کمینے (بے وقوف) بے دین سرکشوں کی ناک خاک آلود ہو، اور درود وسلام ہو آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر۔ جو ان کے آداب سے ادب پانے والے ہیں۔ وہ جنھوں نے قتل، قید اور شکست کی ایسی چکی چلائی جو قوی کافروں اور عجم کے رہنے والے مجوسیوں کے ایسے گروہ پر جو بگڑے ہوئے بھونکے ہوئے، اور داڑھیاں منڈوائے ہوئے تھے۔ پس قیامت تک حبیب خدا ان کی آل اور ان کی معیت ہم سب پر اللہ تعالٰی کی (بے مثال) رحمت ہو۔ (ت)

رب انی اعوذبك من همزات الشیٰطین و اعوذبك رب ان یحضرون، قال ربنا تبارك وتعالیٰ: "وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِیۡنَ ۱۹۹" [1]	اے میرے پروردگار! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتاہوں، اے میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں، ہمارے پروردگار نے ارشاد فرمایا جو پاک اور برتر ہے جاہلوں سے منہ پھیرلے۔

ولید پلید جس کی علمی لیاقت پر ماشاء اللہ خود اسی تحریر کاایک ایک فقرہ گواہ:

(۱) خاک برسر مضامین الفاظ تک ٹھیک نہیں نثر، نثرہ نثار نظم نظم پردیں۔

(۲) عبارت ماثبت ترکہ ترجمہ جس کی حرمت۔

(۳) اصل عبارت خود مضر مقصود کہ ترک حلق یقینا قطعاً متواتر بلکہ ضروریات دین سے ہے۔

(۴) ترجمہ دیکھئے تو دور موجود کہ حرام کی حد میں حرمت ماخوذ۔

(۵) سنن ابی داؤد شریف سے نقل عجب مضحکہ خیز جہل وسفاہت ازروئے چالاکی کچھ براہ جہالت اصل حدیث حسن متصل مسند کہ نہ صرف سنن ابی داؤد بلکہ صحیح مسلم وسنن نسائی وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ ومسند احمد وغیرہا اجلہ کتب مشہورہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی کہ خود حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں: دس چیزیں اصل فطرت وشرائع قدیمہ مستمرہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ سے ہیں ازانجملہ لبیں کتروانی داڑھی بڑھانی یہ حدیث جلیل جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج فرمایا، امام ابوداؤد نے سکوت کیا، امام ترمذی نے **ھذا حدیث حسن**[2] (یہ حدیث حسن ہے۔ت) کہا، اس کی وقعت چھپانے کو سند تو سند یہ بھی نقل نہ کیاکہ کس کی روایت ہے۔(ام المومنین) کس کاارشاد ہے (حضور افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلیہاوسلم) دوسری حدیث کہ خود نفس اسناد میں امام ابوداؤد نے اس کی سند میں ارسال یاانقطاع

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۹۹

[2] صحیح مسلم کتاب الطهارة باب خصال الفطرة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹، سنن ابی داؤد باب السواك من الفطرة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸، جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تقلیم الاظفار امین کمپنی کراچی ۲/ ۱۰۰

کا پتا بتادیا تھا تابعی تک رکھتے ہیں تو مرسل ہوتی ہے۔ صحابی تک پہنچاتے ہیں تو منقطع ہوئی جاتی ہے۔ ناقل عاقل ابتداء سے اس کی سند نقل کرلایا۔ جب اس پر آیا صاف قطع کرکے الی اخرہ پردہ چھپایا حالانکہ اہل علم کے نزدیک اسی قدر نقل اس کا حال جاننے کو بس تھی ارسال وانقطاع سے قطع نظر کیجئے خود سند مین سلمہ بن محمد مجہول اور علی بن جدعان شیعی ضعیف واقع، اصل عبارت سنن ابی داؤد یوں ہے:

حدثنا موسٰی بن اسمعیل وداؤد بن شبیب قالا حدثنا حماد عن علی بن زید [عـــہ۱] ۔عن سلمة [عـــہ۲] عن محمد بن عمار بن یاسر قال موسٰی عن ابیه [عـــہ۳] وقال داؤد عن عمار [عـــہ۴] بن یاسر رضی الله تعالٰی عنهما ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ان من الفطرة المضمضه والا ستنشاق فذکر نحوه ولم یذکر اعفاء اللحیة زادوا الختان [1] الخ۔	موسٰی بن اسمٰعیل اور داؤد بن شبیب نے ہم سے بیان کیا دونوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، اس نے علی بن زید، اس نے سلمہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے روایت کی، موسی نے کہا (عن ابیہ) یعنی اس نے اپنے باپ سے اسے روایت کیا۔ داؤد نے کہا عن عمار بن یاسر یعنی اس نے عمار بن یاسر سے روایت کی (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امور فطرت میں سے ہیں: کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا، پھر اس طرح حدیث بیان کی اور داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا اور ختنہ کرنے کا اضافہ فرمایا، الخ (ت)

(۶) پھر اس حدیث کو اس کے مخالف سمجھنا کیسی جہالت بے مزہ اس میں تو خود من تبعیضیہ موجود ہے کہ فرمایا خصال فطرت سے بعض چیزیں یہ ہیں خود معلوم ہوا کہ بعض اور بھی ہیں۔ تو داڑھی بڑھانے

عـــہ۱: ضعیف من الرابعة ۱۲ (تقریب التہذیب ترجمہ ۴۷۵۰ علی بن زید بیروت ۱/ ۶۹۴)

عـــہ۲: مجهول من الخامسة ۱۲ (تقریب التہذیب ترجمہ ۲۵۱۷ سلمہ بن محمد بیروت ۱/ ۳۷۹)

عـــہ۳: مقبول من الثالثة ۱۲ (تقریب التہذیب ترجمہ ۷۰۴۱ موسٰی بن ابی موسٰی بیروت ۲/ ۲۲۹)

عـــہ۴: روایته عن جده مرسله ۱۲ میزان۔

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب السواك من الفطرة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

کا اس میں ذکر نہ آنا حدیث ام المومنین کا کب مخالف ہو سکتا ہے اور یہ تو جاہلوں سے کیا کہا جائے اہل علم جانتے ہیں کہ ایسی جگہ عدد میں بھی حصر مقصود نہیں ہوتا بلکہ اعانت ضبط وحفظ کے لئے صرف مذکورات کا شمار کرنا، ولہذا ہم اس حدیث دوم کی زیادات یعنی ختان وانتضاح کو بھی خصال فطرت سے مانتے ہیں اور حدیث اول کو باآنکہ اس میں عدد مذکور ہے اس کا نافی نہیں جانتے **عشر من الفطرۃ** (دس کام فطرت میں سے ہیں۔ت) نہیں **الفطرۃ عشر** (فطرتی کام دس ہیں۔ت) ہوتا جب بھی زیادہ کے منافی نہ تھا ولہذا ابوبکر ابن نے شرح ترمذی میں العربی خصال فطرت کا عدد تیس تک پہنچایا، اتحاف السادۃ المتقین میں ہے:

مفھوم العدد لیس بحجۃ لانہ اقتصر فی حدیث ابی ھریرۃ علی خمس وفی حدیث ابن عمر علی ثلث وفی حدیث عائشۃ علی عشر مع ورود غیرھا وقد تقدم انھا الثلثۃ عشر واوصلھا ابوبکر بن العربی الی ثلثین[1]	عدد کا مفہوم حجت نہیں کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں صرف پانچ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں تین پر اور ام المومنین سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی حدیث میں دس کا ذکر ہے حالانکہ ان کے علاوہ بھی امور وارد ہوئے ہیں (لہٰذا اگر مفہوم عدد حجت ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ مترجم) اور اس سے قبل ذکر ہوا کہ امور فطرت تیرہ ہیں۔علامہ ابوبکر ابن عربی نے انھیں تیس تک پہنچایا ہے۔(ت)

فتاوٰی فقیر کے مجلد رابع میں مسئلہ بوجوہ افضیلت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تفصیل بازغ دیکھنی ہو تو فقیر کا رسالہ البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص ملاحظہ کیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی فرمایا:

فضلت علی الانبیاء بست، مسلم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	میں چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔(مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

کہیں فرمایا:

اعطیت خمسا لم یعطھن احد من قبلی۔	مجھے پانچ چیزیں وہ عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی کو

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ فصل فی اللحیۃ عشر الی آخرہ دارالفکر بیروت ۲/ ۴۲۹

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

الشیخان [1] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	نہ ملیں (امام بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ایک حدیث میں ہے:

فضلت علی الانبیاء بخصلتین۔البزار [2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	میں انبیاء پر دو باتوں میں فضیلت دیا گیا۔(بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راویت کیا۔ت)

دوسری میں ہے:

ان جبرئیل بشرنی بعشر لم یؤتھن نبی قبلی [3] ابن ابی حاتم وعثمان الدارمی وابونعیم عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جبریل نے مجھے دس چیزوں کی بشارت دی کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔(ابن ابی حاتم وعثمان الدارمی وابونعیم نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

طرفہ یہ کہ ان سب احادیث نہ صرف عدد کہ معدود بھی مختلف ہیں کسی میں کچھ فضائل شمار کے گئے کسی میں کچھ کیا یہ حدیثیں **معاذاللہ** باہم متعارض سمجھی جائیں گی یا دو یا دس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فضیلتیں منحصر، حاش للہ ان کے فضائل نامقصور اور خصائص نامحصور، بلکہ حقیقۃً ہر کمال ہر فضل ہر خوبی میں عموما اطلاقا انھیں تمام انبیاء مرسلین وخلق اللہ اجمعین پر تفضیل تام وعام مطلق ہے کہ جو کسی کو ملا وہ سب انھیں سے ملا اور جو انھیں ملا وہ کسی کو نہ ملا، ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(یارسول اللہ! جو جو خوبیاں تمام انبیاء کو دی گئیں وہ تمام تنہا آپ کو دے دی گئیں۔ت)

بلکہ انصافاً جو کسی کو ملا آخر کس سے ملا، کس کے ہاتھ سے ملا، کس کے طفیل سے ملا، کس کے پرتو سے ملا، سی اصل ہر فضل ومنبع ہر جو دوسرا ایجادو تخم وجود سے۔صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] حیح البخاری کتاب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸، صحیح مسلم کتاب المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

[2] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب النبوۃ باب عصمۃ من القرین دارالکتاب بیروت ۸/ ۲۲۵

[3]

ع فانما اتصلت من نورہ بھم

(اس کے نور سے ہی یہ سب کچھ ان تک پہنچا ہے۔ت)

ے انما مثلوا صفاتك للناس کما مثل النجوم الماء

(تمھاری صفات لوگوں کے لئے منعکس ہوگئیں جیسے ستارے پانی میں منعکس ہوجاتے ہیں۔ت) [یعنی اصل صفات توآپ کو بفضلہٖ تعالٰی عطا ہوئیں البتہ دیگر اہل فضل وکمال میں آپ کی صفات کا پرتو اور عکس ہے جیسا کہ پانی میں اس کے صاف وشفاف ہونے کی وجہ سے ستاروں کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ مترجم]

یہ تقریر فقیر نے اس لئے ذکر کی یہ حدیث **خمس من الفطرۃ** (پانچ کام فطرت سے ہیں۔ت) یا **الفطرۃ خمس** (فطرتی کام پانچ ہیں۔ت) یا قول ابن عباس خمس کلھا فی الراس (پانچ کام سب سر کے متعلق ہیں۔ت) دیکھ کر سفہا کو سودا نہ اچھلے۔

(۷) کمال سفاہت یہ کہ ایک سند کے سب راویوں کو جدا جدا شمار کرکے حکم لگادیا ان نودس رواۃ نے یوں روایت کی حالانکہ سلسلہ سند میں اگر یکے از دیگرے ہزار تک عدد رواۃ پہنچے تو وہ ایک ہی راوی کی روایت ہے اس میں تعدد نہیں ہوسکتا جب تک مرتبہ واحدہ میں متعدد رواۃ نہ ہوں ورنہ سند عالی سے نازل اشرف ہو خصوصا ان کے نزدیک جو کثرت رواۃ سے ترجیح مانتے ہیں حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، وہ تو خیر گزری کہ یہ شخص خود سلمہ تک کوئی سند متصل نہ رکھتا تھا ورنہ آپ سمیت کوئی تیس چالیس گن دیتا کہ اتنے راویوں نے اعفاء ذکر نہ کیا۔

(۸) کچھ پڑھا لکھا ہوتا تو اپنی ہی نقل کردہ عبارت دیکھتا کہ ابوداؤد نے لم یذکر اعفاء اللحیۃ (اس نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا۔ت) بصیغہ واحد فرمایا ہے کہ اس راوی نے اعفاء لحیہ کا ذکر نہ کیا یا **لم یذکروا** بصیغہ جمع ظاہرا اپنی نقل میں جو **لم یذکروا اعتقاء اللحیۃ** واقع ہوا اور واؤ طفہ کو واو جمع سمجھا اور سابق ولاحق کے تمام صیغ مفردہ ذکر زاد قال لم یذکر سے آنکھیں بند کرکے صاف "**لم یذکروا**" بنالیا کہ تمام رجال سند کو شامل ہو۔

(۹) لطیف تر یہ کہ ان سب رواۃ نے یہ روایت کی کہ آنحضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حدیث میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا بے علم بے چارہ " قولھم "کے معنی بھی نہیں جانتا اور ناحق وناروا آثار موقوفہ ومقطوعہ کہ قول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ٹھہرائے دیتا ہے۔ ابن عباس صحابی ہیں اور مجاہد وبکر وطلق تابعین یہ آثار خود انھیں حضرات کے اپنے قول ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم وسلم کے ارشاد۔

تنبیہ: طلق سے ان کا قول بھی دونوں طرح مروی۔ نسائی[1] نے بسند صحیح ان سے دس کامل روایت کیں جن میں توفیر اللحیہ موجود۔

(۱۰) لطف بر لطف یہ کہ ان سب نے اس کی جگہ مانگ روایت کی۔ اللہ اللہ اتنا بے ادراک اور ایسا بیباک، ذرا کسی ذی علم سے عبارت ابی داؤد کا ترجمہ کرا کر دیکھئے کہ وہ مانگ کا ذکر صرف اثر ابن عباس میں بتاتے ہیں یا ان سب کی روایت یہی ٹھہراتے ہیں۔ بے علم کے نزدیک گویا عدم ذکر اعفاء لحیہ کے معنی ہی یہ ٹھہرے ہیں کہ اس کی جگہ مانگ کا ذکر کیا۔

(۱۱) جب جہالت کی یہ حالت تو اس کی کیا شکایت کہ اپنے اس زعم باطل میں فرق واعفاء کا ذکر وشمار میں تبادل سمجھ کر دونوں کا حکم یکساں ٹھہرادیا۔ ایسا ہوتا بھی تو اس کا حاصل صرف اتنا نکلتا کہ جس بات کا یہاں تذکرہ ہے یعنی خصال فطرت سے ہونا، اس میں دونوں شریک ہیں نہ یہ کہ سب احکام میں یکساں ہیں۔ عمدۃ القاری وفتح الباری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

واللفظ للخطیب ھذا الخصال منہا ماھو واجب کالختان وما ھو مندوب ولا مانع من اقتران الواجب بغیرہ کما قال تعالٰی کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتواحقہ یوم حصادہ فایتاء الحق واجب والاکل مباح[2]	الفاظ خطیب بغدادی کے ہیں ان خصائل میں سے بعض واجب ہیں جیسے ختنہ، اور بعض مستحب ہیں، اور کسی واجب کو دوسرے کے ساتھ جوڑنے اور ملانے میں کوئی مانع نہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کھاؤ ان کا پھل جب وہ پھل لائیں اور کٹائی کے دن ان کا حق ادا کرو (یہاں آیت میں) حق ادا کرنا واجب ہے جبکہ کھانا مباح ہے (یہاں واجب، غیر واجب دونوں کا یکجا ذکر ہوا)۔ (ت)

(۱۲) پھر چالاکی یہ کہ اس کے متصل جو امام ابوداؤد نے دوسری حدیث مرفوع حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ایک اثر امام ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کیا کہ ان میں بھی داڑھی بڑھانے کو شمار فرمایا: ناقل عاقل اسے اڑا گیا۔ عبارت سنن یہ ہے:

وفی حدیث محمد بن عبداللہ بن ابی مریم عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن	محمد بن عبداللہ بن ابن مریم کی حدیث میں بواسطہ ابوسلمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ

---

[1] سنن النسائی کتاب الزینۃ باب من السنن الفطرۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۷۴

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۴۶۲

النبی صلی تعالٰی علیه وسلم واعفاء اللحیة عن ابراهیم النخعی نحوه وذکر اعفا اللحیة والختان[1]	انھوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی اور داڑھی بڑھانا، ابراہیم نخعی سے اسی طرح کی روایت ہے، انھوں نے داڑھی بڑھانا اور ختنہ کرنا دونوں کا ذکر فرمایا۔ (ت)

(۱۳) کمال جہالت دیکھئے کہ اپنے مقام اجتہاد سے تنزل کرکے داڑھی بڑھانے کو فرض منڈانے کو حرام تسلیم کرتا اور اس تسلیم کی تقدیر پر امر اباحت کے لئے ہونے سے جواب دیتا ہے بے عقل سے کون کہے کہ جب حرمت تسلیم پھر اباحت کہاں۔

(۱۴، ۱۵، ۱۶) اللہ عزوجل کے پاک مبارک رسولوں سے استہزاء انھیں بے اعتدالی کا مرتکب بتانا شرع مطہر کو بے اعتدالیوں کا پسند کرنے والا ٹھہرانا، موسٰی کلیم اللہ وہارون نبی اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نسبت وہ ملعون الفاظ کہ دشمن نے بڑھی داڑھی، الخ۔ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مطہر بڑی ہونا قرآن عظیم سے ثابت جان کر پھر وہ ناپاک ملعون شعر دو تین بال پر اعتدال بند اور شریعت وانبیاء کو بڑھانا پسند، ان باتوں کا جواب کفرستان ہند میں کیا ہوسکتا ہے۔ مگر صبح قیامت قریب ہے۔

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾"[2] "قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ"[3] "وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾"[4]	عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹ جایا کرتے تھے یا انھیں کس کروٹ پر پلٹنا ہوگا۔ فرمادیجئے کیا اللہ تعالٰی اس کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ ہنسی مزاح کرتے ہو اور جو لوگ اللہ تعالٰی کے رسول کو دکھ دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت)

جب جہل و جہالت وشیوہ جاہلیت وبقیدی وجرات کی یہ نوبت تو کلام وخطاب کا کیا محل اور حق کے حضور گردن جھکانے کی کیا امل مگر قرآن عظیم نے جہاں اعراض کا حکم بتایا "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ"[5] (کھول کر بیان کردو جیسا کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے۔ ت) "لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ"[6] (لوگوں کے لئے واضح

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواك من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۵

[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[5] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

[6] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷

طور پر) بیان کردو،ت) بھی ارشاد فرمایا، لہٰذا ایضاح حق وازاحت باطل واستیصال شبہات و استحصال دلائل کے لئے یہ چند **تنبیہیں** مکتوب اور مسلمانوں کے حق میں حضرت حق سے حق پر استقامت مطلوب، **وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب**،(مجھے توفیق نہیں ہوسکتی سوائے اللہ تعالٰی کے فضل و کرم کے، اور میرا اسی پر بھروسا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ت)

تنبیہ اول: مسلمانو! تمھارے رسول کریم سید عالم عالم اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزوجل نے علم اولین وآخرین عطا فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن عظیم اتارا "**تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ**"[1] ہر چیز کا روشن بیان "**تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ**"[2] ہر شیئ کی کامل شرح، "عــــہ **مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ**"[3] ہم نے کتاب میں کچھ اٹھانہ رکھا۔ اس میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلاابدا جمیع کوائن وحوادث بالاستیعاب موجود ہیں۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کتاب اللہ فیہ نبأ ماقبلکم وخبر مابعدکم وحکم مابینکم رواہ الترمذی[4]۔	قرآن اس میں خبر ہے ہر اس چیز کی جو تم سے پہلے ہے اور ہر اس شے کی جو تمھارے بعد ہے اور حکم ہے ہر اس امر کا جو تمھارے درمیان ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا۔ت)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

لوضاع لی عقال بعیر لوجدتہ فی کتاب اللہ ذکرہ ابن ابی الفضل المرسی	اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہوجائے تو قرآن عظیم میں اسے پالوں (ابن ابی الفضل مرسی نے

عــــہ: ذکر الامام السیوطی ہذہ الایۃ فی النوع الخامس والستین من کتابہ الاتقان مفید ان المراد بالکتاب القرآن ۱۲۔	امام سیوطی نے اپنی مشہور تفسیر الاتقان فی علوم القرآن کی پینسٹھویں نوع میں اس آیت کریمہ کا ذکر فرمایا ہے اور یہ فائدہ بیان فرمایا کہ (یہاں) آیت میں کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ ۱۲(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۱

[3] القرآن الکریم ۶/ ۳۸

[4] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۱۲/ ۱۱۴

نقل عنه فی الاتقان [1]۔	اسے ذکر فرمایا الاتقان میں ان سے نقل کیا گیا۔(ت)

امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لو شئت لاوقرت من تفسیر الفاتحة سبیعن بعیرا [2]۔	میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھروادوں۔

ایک اونٹ کے من بوجھ اٹھاتا ہے اور ہر من میں کے ہزار اجزاء حساب سے تقریبًا پچیس لاکھ جزآتے ہیں۔یہ فقط سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے پھر باقی کلام عظیم کی کیا گنتی۔پھر یہ علم علم علی ہے۔اس کے بعد علم عمر،اس کے بعد علم صدیق کی باری ہے"ذھب عمر به تسعة اعشار العلم"عمر علم کے نوحصے لے گئے۔کان ابوبکر اعلمنا ہم سب میں زیادہ علم ابوبکر کو تھا پھر علم نبی تو علم نبی ہے۔صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غرض قرآن عظیم وفرقان کریم میں سب کچھ ہے جسے جتنا علم اتنی ہی فہم،جس قدر فہم اسی قدر علم۔

"وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾" [3]	ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں مگر انھیں صرف علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں(ت)

کہاوتیں ارشاد تو سب کے لئے ہوئی ہیں پر ان کی سمجھ انھیں کو ہے جو علم والے ہیں۔پھر علم کے مدارج بے حد متفاوت "وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾" [4] (ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ت) عالم امکان میں نہایت نہایات حضور سید الکائنات علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والسلام والتحیات۔ولہٰذا ارشاد ہوا:

"اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ" [5]	ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو کچھ آپ کو اللہ تعالٰی دکھادیا ہے اس کی روشنی میں(ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والستون مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲۶

[2] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۶

[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۳

[4] القرآن الکریم ۱۲/ ۷۶

[5] القرآن الکریم ۴/ ۱۰۵

تو حضور کا جو کچھ حکم جو کچھ رائے جو کچھ طریقہ جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن عظیم سے ہے "اَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۟ۙ" [1] (یقینا تمھارے پروردگار کی طرف ہی ہر کام کی انتہاء ہے۔ت) سب قرآن عظیم میں ہے "اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۟ۙ" [2] (وہ تو صرف وحی ہے جو ان پر کی گئی۔ت) مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے علم تام وشامل سے جانا کہ آخر زمانہ میں کچھ بددین مکار بدلگام فاجر ایسے آنے والے ہیں کہ ہمارا جو حکم اپنی اندھی آنکھوں سے بظاہر قرآن میں نہ پائیں گے منکر ہو جائیں گے۔

"بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا یَاْتِهِمْ تَاْوِیْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ۟" [3]	بلکہ انھوں نے اس کو جھٹلایا جس کو بذریعہ علم وہ احاطہ نہ کرسکے حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی کوئی تاویل نہیں آتی تھی۔یونہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر، دیکھو ظالموں کا کیسا (عبرتناک) انجام ہوا۔(ت)

لہٰذا حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا:

الا انی اوتیت القراٰن ومثله معه الا یشك رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بهذا القراٰن فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه وماوجدتم فیه من حرام فحرموه وان ماحرم رسول الله کما حرم الله رواه الائمة احمد والدارمی [4] وابوداؤد والترمذی و ابن ماجة بالفاظ متقاربة عن المقدام بن معدیکرب رضی الله تعالٰی عنه۔	سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل۔ خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو جو حرام پاؤ اسے حرام جانو، حالانکہ جو چیز رسول اللہ نے حرام کی وہ اسی کی مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔(ائمہ کرام مثلا امام احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے تقریبا ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیاہے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۲

[2] القرآن الکریم ۵۱/ ۴

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۹

[4] جامع الترمذی ابواب العلم ۲/ ۹۱ وسنن ابی داؤد کتاب السنة باب لزوم السنة ۲/ ۲۷۶، مسند احمد بن حنبل عن المقدام ۴/ ۱۳۱ وسنن ابن ماجه مقدمة الکتاب ص ۳، سنن الدارمی باب السنة قاضیة علی کتاب الله دار المحاسن القاہرہ ۱/ ۱۱۷

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاالفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامر مما امرت بہ اونھیت عنہ فیقول لاادری ماوجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ۔ رواہ احمد[1] وابوداؤد والترمذی و ابن ماجۃ والبیھقی فی الدلائل عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	خبردار! میں نہ پاؤں تم میں کسی کو اپنے تخت پر تکیہ لگائے کہ میرے حکم سے کوئی حکم اس کے پاس آئے جس کا میں نے امر فرمایا یا اس سے نہی فرمائی ہو، تو کہنے لگے میں نہیں جانتا ہم تو جو کچھ قرآن میں پائیں گے اسی کی پیروی کریں گے۔ (امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کو حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا۔ت)

اور ایک حدیث میں ہے حضور والاصلوٰۃ اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے فرمایا:

ایحسب احدکم متکئا علی اریکتہ قد یظن ان اللہ لم یحرم شیئا الا مافی ھذا القراٰن الا وانی واللہ قد امرت ووعظت ونھیت عن اشیاء انھا لمثل القراٰن او اکثر ۔ رواہ ابوداؤد[2] عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	کیا تم میں سے کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ نے بس یہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہیں سن لو خدا کی قسم میں نے حکم دئے اور نصیحتیں فرمائیں اور بہت چیزوں سے منع فرمایا کہ وہ قرآن کی حرام فرمائی اشیاء کے برابر بلکہ بیشتر ہیں (امام ابوداؤد نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ت)

اس منکر کا داڑھی بڑھانے کے حکم کو کہنا قرآن میں کہیں نہیں اور اسی بناء پر احادیث صحیحہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ کہہ کر رد کردینا کہ داڑھی بڑھانا اخلاق میں ہوتا تو قرآن میں کیوں نہ آتا وہی پیٹ بھرے بے فکرے بے نصیبے بے بہرے کی بات ہے جس کی پیشگوئی حضور

[1] جامع الترمذی ابواب العلم ۲/ ۹۱ و سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/ ۲۷۶ وسنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب الخراج والامارۃ باب التعشیر اھل الذمۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۷۶

عالم ماکان ومایکون فرما چکے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ سچ فرمایا رب جل وعلانے:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ "[1]	تمھارے پروردگار کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک وہ آپس کے جھگڑوں میں تمھیں حاکم تسلیم نہ کرلیں۔ پھر تمھارے فیصلہ سے اپنے دلوں میں ذراسی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ اسے دل وجان سے بغیر کسی کھٹک کے مان لیں۔ (ت)

قرآن عظیم قسم کھا کر فرماتا ہے کہ اے نبی! جب تک تیری باتیں دل سے نہ مان لیں ہرگز مسلمان نہ ہوں گے طوطے کی طرح زبان سے لاکھ کلمہ رٹے جائیں کیا ہوتا ہے۔

تنبیہ دوم: مسلمانو! یہ گمراہ قوم جن کی پیشگوئی احادیث مذکورہ میں گزری صرف حدیثوں ہی کے منکر نہیں بلکہ حقیقۃً قرآن عظیم کو عیب لگانے والے اور دین متین کو ناقص وناتمام بتانے والے ہیں حدیثیں تو یوں چھوڑ دیں کہ انبیاء صرف درستی اخلاق کے لئے آتے ہیں حدیثوں کی باتیں اخلاق سے ہوتیں۔ تو قرآن میں کیوں نہ آتیں ورنہ قرآن اخلاقی احکام سے خالی اور دین ناقص ٹھہرتا ہے۔ جب مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثیں یوں بیکار گئیں پھر اور کسی کی بات کا کیا ذکر۔

"فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ "[2] (پھر وہ اس کے بعد (قرآن مجید کے بعد) اور کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ ت)

اب گنتی کے وہ احکام رہ گئے جن کی صاف تصریح کتاب اللہ میں ہے ان کے سوا سب اخلاق سے خارج تہذیب واخلاق کے ہزاروں احکام جن میں کوئی ذی عقل نزاع نہ کرسکے **معاذاللہ** اسلام کے نزدیک مہمل ومعطل اور تمامی دین باطل ومختل، مثلاً مردوں کا داڑھی مونچھ منڈوا کر بال بڑھا کر چوٹی گندھوا کر ہاتھ پاؤں میں مہندی رچا کر زنانہ کپڑے گوٹہ پٹھے مسالے کے پہن کر سر سے پاؤں تک جڑاؤں گہنوں سے بن ٹھن کر ہزاروں کے مجمع میں ناچنا بھاؤ بتانا کس آیت میں حرام لکھا ہے اعضائے رجولیت کٹا کر زنخنہ بننا ناک پر انگلی رکھ کر تالیاں بجانا کس سورۃ میں منع آیا ہے۔ **وعلی ھذا القیاس** ہزاروں افعال وسواس خناس اب منکر متکبر سے پوچھا جائے کہ ان افعال اور ان کے امثال کو **معاذاللہ** ملت اسلام میں حلال بتا کر دین کو عیاذاً باللہ سخت بیہودہ ونامہذب بنائے گا یا شرماشرمی حرام ٹھہرا کر نصوص قرآنیہ خالی پا کر **معاذاللہ** قرآن عظیم کو ناقص ناتمام بتائے گا ایسے حضرات کی تمام جدید تحقیقات شقیہ کا اندرونی بخار وہی پادریوں کو خفیہ اعانت دینا اور دین متین کا مضحکہ اڑانا ہوتا ہے "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ "[3] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵
[2] القرآن الکریم ۷۷/ ۵۰
[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) بہت اچھا اگر داڑھی منڈانا حرام نہیں کہ قرآن عظیم میں اس کے احکام نہیں تو جہاں اس پر عمل ہے یہ پوری شرافت کے افعال بھی برت کر دکھادیں کہ ان کی تحریم بھی قرآن میں کہیں نہیں۔پوری ہی گائے نہ کھایئے کہ دین نیچر کے کامل مومن کہلایئے،اچھانہ سہی قرآن میں کہیں ناک کٹانا بھی حرام نہیں لکھا الانف باالانف (ناک کے بدلے ناک۔ت) میں دوسرے کی ناک کاٹنے پر سزا ہے اپنی قطع کرانے کا ذکر کیا ہے ایک کاٹ کر دوسری کہاں سے لایئے گا کہ الانف باالانف کا محل پایئے گا جہاں داڑھی منڈائی ہے۔یہ اونچی گوٹ آنکھوں کی اوٹ جس نے ناحق چہرہ ناہموار کر رکھا ہے اسے بھی دھتابتائیں لوگ چار ابرو کا صفایا بولتے ہیں یہ پانچوں گانٹھ کمیت ہوجائیں خیر آپ اس پر عمل نہ کریں مگر آپ کی تحریر تو ضرور ہانکے پکارے کہے گی کہ دین اسلام ایسا ناقص دین ہے جس میں ناک کٹانا حرام نہیں یا قرآن عظیم ایسی کتاب ہے جس میں ایسے جرموں پر کچھ الزام نہیں۔

تنبیہ سوم: منکر متکبر کا اثبات حرمت میں قرآن عظیم کے ساتھ حدیث متواتر و مشہور کا نام لے دینا محض عیاری و دنیاسازی یا عجب کورانہ تناقض بازی ہے ہم پوچھتے ہیں جو کسی حدیث متواتر یا مشہور میں آئے قرآن عظیم میں بھی موجود ہے یا نہیں۔اگر ہے تو حدیث کی کیا حاجت،اور اس تردید سے کیا منفعت اور اگر نہیں تو اب پوچھا جائے گا کہ وہ حکم داخل اخلاق ہے یا نہیں۔اگر ہے تو قرآن عظیم احکام اخلاقی سے خالی اور دین معرض نقص و بے کمالی،اور نہیں تو تمھارا مطلب حاصل کہ ایسے حکم کا شرعی ہونا باطل۔بہت ہو تو مچھلی کا سا شکار سہی،حرمت فرضیت کس نے کہی،مسلمانو! دیکھتے جاؤ کہ ان حضرات کے تمام خیالات کا حاصل بے حاصل وہی ابطال شرع مطہر و اکمال بیقیدی اہل نیچر ہے وبس،"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" [1] (وہ لوگ جو ظالم ہیں انھیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھانے والے ہیں۔ت)

تنبیہ چہارم: بعینہٖ اسی دلیل سے اجماع بھی باطل،پھر قیاس کس گنتی شمار میں رہے،اور امر قرآنیہ منکر نے "اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا" [2] (جب احرام سے نکلو تو شکار کرسکتے ہو۔ت) سے اس کا جواب بھی گھڑ دیا۔ہر امر میں یہی احتمال قائم،کیا معلوم کہ یہ انھیں احکام میں ہو جن کا نہ کرنا عقاب در کنار موجب عتاب بھی نہیں پھر ایک یہی چلتا فقرہ تمام نواہی قرآنیہ کو بس ہے کہ جس طرح امر کبھی اباحت کے لئے ہوتا ہے یونہی نہی بھی ارشادی ہوتی ہے غرض ایک ہی کرشمے میں شریعت محمدیہ کے تمام اوامر و نواہی بیکار اور معطل ہو کر رہ گئے۔سچ ہے انسانی آزادی اس کی منادی قید ملت کہاں کی علت،مگر افسوس یہ آنکھوں کے اندھے عقل کے اوندھے سمجھے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲

آزاد ہوئے اور حقیقت دیکھو تو برباد ہوئے۔اللہ واحد قہار کی بندگی سے سر نکالا اور ابلیس لعین کا پٹا گلے میں ڈالا بندگی تو ہر حال رہی اللہ کی نہیں ابلیس کی سہی ع

ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی

(دیکھو تو سہی کہ تم نے کس سے تعلق توڑا اور کس سے جوڑا یعنی کس سے کٹ کر جدا ہوگئے اور کس سے وابستہ ہو کر مل گئے۔ت)

تنبیہ پنجم: مخالفت مشرکین کے وہ معنی لینا اور داڑھی رکھنے منڈانے دونوں میں مخالفت بتانا کلام پاک حضور سید لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھلا استہزاء و تمسخر ہے۔اللہ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد اطہر اور ایک ناپاک بیباک بے ادراک کا کہنا کہ **فیہ نظر** (اس میں ایک اعتراض واشکال ہے۔ت) پھر اسے دیدہ ودانستہ بازیچہ بنانا

"**یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ﴿۷۵﴾**"[1] (وہ لوگ کتاب کو سمجھنے کے بعد اسے بدل ڈالتے ہیں جبکہ وہ (اس حقیقت کو) اچھی طرح جانتے ہیں۔ت) کا شیوہ دکھانا۔

اوّلاً: دنیا میں کون اندھے سے اندھا خلاف مشرکین کا یہ مطلب سمجھے گا کہ مشرکین روٹی کھاتے ہیں تم بھوکے رہو، وہ پانی پیتے ہیں تم پیاسے مرو، خلاف مشرکین شعار مشرکین میں ہے نہ یہ کہ کوئی مشرک ہمارے بعض افعال اختیار کرے، یا جس فعل کو ہماری شرع مطہر نے پسند فرمایا وہ کسی فرقہ مشرکہ سے بھی واقع ہو تو ہم چھوڑدیں۔

ثانیاً: یہی معنی مراد ہوتے تو معاذاللہ حکم کس قدر فضول ومہمل تھا۔جو بات ایک کام کرو تو بھی حاصل نہ کرو تو بھی حاصل، اس کے لئے اس کام کا حکم دینا تحصیل حاصل۔

ثالثاً: ترجیح بلا مرجح اس کے عکس کا کیوں نہ حکم ہوا کہ خلاف مشرکین اس میں بھی تھا۔

رابعاً: بلکہ ترجیح مرجوح کہ داڑھی منڈے مشرک مہینوں کی راہ دور ایران وغیرہ میں تھے اور داڑھی والے اہل عرب اپنے ہی وطن میں اپنے ہی شہروں میں۔تو خلاف مشرکین انھیں کے خلاف ظاہر ہوتا یوں تو کوئی ایرانی کبھی اتفاق سے آجاتا تو اپنی مخالفت پاتا پھر بھی خلاف مذہبی نہ سمجھتا بلکہ قومی وملکی کہ اس ملک کے مسلم وکافر سب کو اپنے خلاف دیکھتا۔

خامسًا: اللہ اکبر اگر حدیث فقط اس قدر ہوتی کہ **خالفوا المشرکین** مشرکوں کا خلاف کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۵

تو شاید کسی کچے جنونی پکے مجنونی کو ایسے جنون جاگتے مجنون لے بھاگتے، مگر حدیث میں تو صراحۃً خود اس خلاف کی شرح فرمادی تھی۔ **اعفوا الشوارب واعفوا اللحی** مشرکین کا یوں خلاف کرو کہ لبیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ اس کے یہ معنٰی لینا کہ ان کا خلاف کرکے بڑھاؤ خواہ ان کی مخالفت کرکے منڈاؤ کیسی کھلی تحریف اور کیسا صریح استہزاء ہے۔ اللہ اکبر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وسعت علم جس طرح عجائب قرآن عظیم غیر متناہی ہیں یوہیں عجائب حدیث کی حد نہیں۔ کریمہ:

"لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝" [1] (کوئی بندہ کسی دوسرے بندے کا بوجھ (بروز قیامت) نہیں اٹھائے گا اور ہم جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں دیتے یعنی اتمام حجت کے بغیر مبتلائے عذاب نہیں کرتے۔ ت) کے لطائف سے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شمار فرمایا کہ دونوں جملے دو [۲] ہمشکل مسائل مختلف فیہا کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ پہلا مسئلہ اطفال مشرکین اور دوسرا اہل فترت پر دلیل شافی ہے ان دونوں کا ایک جگہ ارشاد ہونا نظم قرآنی کے عجب دقیقہ سے ہے ذکرہ فی رسالۃ فی الابوین الکریمین (امام سیوطی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کریمین کے اسلام کے موضوع پر جو رسالہ تحریر فرمایا۔ اس میں اس کا ذکر فرمایا۔ ت) فقیر کہتا ہے امام احمد و طبرانی وضیاء نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تسرولوا وائتزروا وخالفوا اھل الکتاب قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا اھل الکتاب [2]۔	پاجامہ پہنو اور تہبند باندھو اور یہود و نصارٰی کا خلاف کرو اور لبیں ترشواؤ اور داڑھیاں وافر کرو یہود و نصارٰی کا خلاف کرو۔

یہود و نصارٰی کے یہاں ستر کچھ ضروری نہیں ان کی قومیں اب تک ننگے نہانے کی عادی ہیں حدیث میں ان دو جملوں کا ایک جگہ ارشاد ہونا ایسے گمراہوں گمراہ پرستوں کے جنون کا کافی علاج ہے جس طرح داڑھی میں مخالفت اہل کتاب کے وہ معنی تراشے یونہی پاجامہ و تہبند میں یہی مطلب پہنائے کہ اہل کتاب ستر عورت کرتے بھی ہیں تو چاہے اس عادت کا خلاف کرکے پاجامہ پہنو چاہے اس کی مخالفت سے ننگے پھرو اور پورے مہذب جنٹلمین بنو۔ "وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝" [3]

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۱۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی امامہ باہلی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۶۵-۲۶۴

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

(عنقریب ظالم جان جائیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

تنبیہ ششم: فرض وواجب اور اسی طرح حرام ومکروہ تحریمی میں فرق دربارہ اعتقاد ہے کہ فرض وحرام کا منکر کافر ٹھہرتا ہے۔

اما مطلقاً کما علیہ ظواھر کلمات الفقہاء الامجاد اوعلی تفصیل فیہ کما علیہ الاعتماد۔	یا مطلقاً جیسا کہ بزرگ فقہاء کرام کے ظاہری کلمات اس پر دلالت کرتے ہیں یا اس میں تفصیل ہے جیسا کہ اس پر اعتماد ہے۔(ت)

بخلاف اخیرین، مگر عمل میں دونوں کا ایک حکم مخالف میں گناہ واثم امتثال میں رجائے ثواب خلاف میں استحقاق غضب و عذاب۔ کما صرح فی کل کتاب (جیسا کہ تمام کتب میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ت) اہل اسلام اپنے رب کے غضب سے ڈریں اور ان گمراہان گر کی چرب زبانیوں پر توجہ نہ کریں بالفرض اصطلاح حنفی میں "ف رض یا ح رام" کا اختلاف نہ ہوا تو یہ فرض اصطلاحی تمھارے کس کام آئے گا جبکہ غضب جبار وعذاب نار کا استحقاق بہر حال موجود **والعیاذ باللہ الغفور الودود**، یقین جانو اس دن کو داڑھی منڈا واحد قہار کے حضور تمھارا حمایتی نہ بنے گا وہ آپ اپنی بھڑکائی آگ میں جلے بھنے گا آئندہ اختیار بدست مختار، مسلمانو! اس کی ٹھیک مثال یہ ہے کہ کوئی گندہ ناپاک بھینس کا گوبر گدھے کی لید کھایا کرے۔ جب اس سے کہا جائے تو (••) کھاتا ہے کہے اسے (••) (••) نہیں کہتے یہ تو لید گوبر ہے اس نجس سے یہی کہا جائے گا کہ یونہی سہی مگر ہر طرح تیرے منہ میں تو گندگی رہی، مسلمانو! مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ سہی مگر بعد اصرار کبیرہ اور ہلکا جانتے ہی فوراً اشد کبیرہ۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصغیرۃ مع الاصرار[1] رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اصرار سے کوئی گناہ چھوٹا نہیں ہوتا (بلکہ بڑا ہوجاتا ہے) دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے اس کو روایت کیا ہے اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو۔ (ت)

پھر یہ ظالمین براہ چالاکی حرام حرام کی اصطلاح لئے ہوئے ہیں حقیقۃً مباح محض شیر مادر جانتے ہیں جب تو "اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ"[2] (جب تم حلال ہو جاؤ یعنی احرام کی پابندی ختم ہو جائے

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی حدیث ۷۹۴۴ ابن عباس دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲

اور احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔ (ت) [یعنی حدود حرم سے باہر شکار تمھاری پسند اور چاہت پر موقوف ہے مترجم] کی مثال اور عقاب در کنار عتاب بھی نہ ہونے کا خیال ہے۔ شیطان کے بڑھاوے ایسے ہی ہوتے ہیں۔

"یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیْهِمْ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۱۲۰ " [1]	شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور انھیں امید دلاتا ہے اور شیطان ان سے سوائے دھوکے اور فریب کے کوئی وعدہ نہیں کرتا (یعنی اس کا ہر وعدہ سبز باغ اور فریب ہوتا ہے)۔ (ت)

انتباہ: سنا گیا کہ اس منکر متکبر کی طرح کوئی اور حضرت بھی اس مسئلہ میں مخالفت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تلے ہوئے ہیں اس نے اباحت محضہ کا ڈنڈا پکڑا اور وہ اپنے زور زور میں اور راہ چلے ہیں کہ داڑھی منڈانا حرام نہیں۔ اور مکروہ تحریمی میں خود اختلاف ہے کہ وہ حرمت سے قریب ہے یا حلت سے نزدیک مسلمانو! راہ فریب سے دور "لَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ۝۵ " [2] (اور ہر گز تمھیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی) یہ ان قائل صاحب کا محض افترائے گندہ وایجاد بندہ ہے آج تک جہاں میں کسی عالم نے مکروہ تحریمی کو قریب بحلت نہ بتایا تمام کتب مذہب موجود ہیں حضرات شیخین وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم میں یہ اختلاف بتایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک مکروہ تحریمی عین حرام ہے اور ان کے نزدیک اقرب بحرام۔ تنویر الابصار وغیرہ عامہ اسفار میں ہے:

کل مکروہ حرام عند محمد وعندھما الی الحرام اقرب [3]۔	امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ہر مکروہ حرام ہے جبکہ امام صاحب اور امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک حرام سے قریب تر ہے۔ (ت)

اور عند التحقیق یہ بھی صرف اطلاق لفظ کا فرق ہے معنی سب کا ایک مذہب خود امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ناقل کہ انھوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی: **اذاقلت فی شیئ اکرہ فمارأیك فیه** جب آپ کسی شیئ کو مکروہ فرمائیں تو اس میں آپ کی کیا رائے ہوتی ہے؟ **قال التحریم** فرمایا حرام ٹھہرانا ذکر فی ردالمحتار [4] عن شرح التحریم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰

[2] القرآن الکریم ۳۵/ ۵

[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۵

[4] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۴

للامام ابن امیر الحاج عن مبسوط الامام محمد رحمھم اللہ تعالٰی (فتاوٰی شامی میں اس کو شرح التحریر کے حوالے سے ذکر فرمایا جو امام ابن امیر الحاج کی تصنیف ہے انھوں نے مبسوط امام محمد سے نقل فرمایا (اللہ تعالٰی ان سب پر رحم فرمائے)۔ت)

تنبیہ ہفتم: آیات قرآنیہ میں۔ حق فرمایا ہمارے رب جل وعلا نے:

"فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ۝۴۶" [1]	ہے یوں کہ آنکھیں نہیں اندھی ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

ان بے بصیرتوں کو اگر کبھی کھلی آنکھوں سے قرآن عظیم کی زیارت نصیب ہوتی تو جانتے کہ داڑھی بڑھانے کی طرف اشارہ اس میں ایک دو نہیں بلکہ بکثرت آیات کریمہ میں موجود ہے اس میں دو ۲ طریق ہیں: **اول طریق عموم**: یہ دو ۲ وجہ پر ہے:

وجہ اول: کہ صحابہ کرام وائمہ اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم امثال مقام میں استعمال فرماتے رہے۔ **آیت ۱: قال اللہ عزوجل**:

"مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ۚ" [2]	جو کچھ یہ رسول کریم تمھیں دے اختیار کرو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

آیت ۲: قال تعالٰی:

"اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ ۚ" [3]	اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے علما کی۔

آیت ۳: قال عزوجل:

"مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ" [4]	جو رسول کے فرمانے پر چلا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

رب تبارک وتعالٰی ان آیات اور ان کے امثال میں نبی کا حکم بعینہٖ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اپنی اطاعت بتاتا ہے تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[2] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[3] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[4] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

احمد و بخاری و مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند وصحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغیرات لخلق اللہ۔	اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔

یہ سن کر ایک بی بی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ____فرمایا:

مالی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو فی کتاب اللہ۔	مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔

ان بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا__ فرمایا:

اِنْ کُنتِ قَرأْتِیْہِ لَقَدْ وَجَدْتِیْہ اما قراتِ مااٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔	اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پاتیں۔کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

انھوں نے عرض کی: ہاں____ فرمایا: فانہ قد نھی عنہ[1] تو بے شک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا: منکر دیکھے کہ اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہٖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب ہے یا نہیں۔ یہ بی بی ام یعقوب اسدیہ ہیں کبار تابعین وثقات مصالحات سے

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۴، صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹، سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب صلۃ الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸، جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی الواصلۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۲، سنن نسائی کتاب الزینۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۲

ہونے میں توکلام نہیں اور حافظ الشان نے فرمایا: صحابیہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ بہر حال ان کی فضیلت وصلاح قبول حق پر باعث ہوئی سمجھ لیں اور اس کے بعد حدیث کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کر تیں

کمارواہ البخاری [1] من طریق عبدالرحمٰن بن عابس عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	جیسا کہ امام بخاری نے عبدالرحمٰن بن عابس کے طریقہ سے۔اس نے بی بی صاحبہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔(ت)

ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہئے کہ ع

دلا مردانگی زین زن بیاموز

(اے دل! اس عورت سے مردانہ جرأت سیکھ۔ت)

ع ولٰکن الہدایۃ لن تنالا بلا فضل من المولٰی تعالٰی

(لیکن تو ہر گز ہدایت نہ پاسکے گا اللہ تعالٰی کے فضل کے بغیر۔ت)

ایک بار عالم قریش سے سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مکہ معظمہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو میں قرآن سے جواب دوں گا۔ کسی نے سوال کیا: احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ماآتکم الرسول فخذوہ ومانہکم عنہ فانتہوا وحدثنا سفٰین بن عیینہ عن عبدالملک بن عمیر بن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال اقتدوا بالذین من بعدی ابو بکر وعمر	بسم اللہ الرحمن الرحیم، جو کچھ تمھیں رسول کریم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے تمھیں منع فرمائیں اس سے باز رہو "اللہ عزوجل نے تو فرمایا کہ ارشاد رسول پر عمل کرو" (ہم سے سفیان بن عیینہ نے فرمایا اس نے عبدالملک بن عمیر سے اس نے ربعی بن حراش سے اس نے حذیفہ بن یمان سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ ت) کہ رسول اللہ

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الواشمہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹

حدثنا سفین عن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شھاب عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ امر بقتل المحرم الزنبور ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان [1]"	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہنچی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان دو کی پیروی کرو جو میرے جانشین ہونگے۔(ہم سے سفیان بن مسعر بن کدام نے بیان کیا انھوں نے قیس بن مسلم سے انھوں نے طارق بن شہاب سے روایت کی) اور ہمیں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث پہنچی کہ انھوں نے احرام باندھے ہوئے کو قتل زنبور کا حکم دیا(امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اسے الاتقان فی علوم القرآن میں ذکر فرمایا۔ت)

وجہ ثانی: اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت)

آیت ۴: قال جل ذکرہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا:)

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا ؕ۲۱" [2]	البتہ بیشک تمھارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چال طریقہ میں اچھی ریت ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہو اللہ اور پچھلے دن سے اور بہت یاد کرے اللہ کی۔

اس آیہ کریمہ میں مولٰی جل وعلا اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے طریق وروش پر چلنے کی ہدایت فرماتا اور مسلمانوں کو یوں جوش دلاتا ہے کہ دیکھو ہماری یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں ہمارا خوف ہماری یاد ہم سے امید قیامت سے دہشت ہوگی اور موافق مخالف حتی کہ نصارٰی ویہود ومجوس وہنود تمام جہاں جانتا ہے کہ اس سرور جہاں وجہانیاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی محافظت فرمائی تاکید فرمائی ہدایت فرمائی معاذ اللہ کبھی تجویز خلاف نے گنجائش نہ پائی، ہم یہاں بعض احادیث جلیلہ کریمہ یاد کریں کہ ذکر حبیب نور عین وسرور جان وشادابی دل وسیرابی ایمان ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] الاتقان فی علوم القراٰن للسیوطی النوع الخامس والستون مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲۶

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۲۱

حدیث۱: جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثیر شعر اللحیۃ۔ رواہ مسلم [1] وعنہ عند ابن عساکر [2] کثیر شعر الراس واللحیۃ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال کثیر وانبوہ تھے (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر کے نزدیک انہی جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک کے بال زیادہ تھے۔ت)

حدیث ۲: ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فخما مفخما یتلالؤ وجہہ تلالؤ القمر لیلۃ البدر ازھر اللون واسع الجبین کث اللحیۃ رواہ الترمذی [3] فی الشمائل والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب و رواہ ایضا الرؤیانی والبیہقی فی الدلائل وابن عساکر فی التاریخ۔	حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عظمت والے نگاہوں میں عظیم دلوں میں معظم تھے چہرہ مبارک ماہ دوہفتہ کی طرح چمکتا جگمگاتی رنگ، کشادہ پیشانی گھنی داڑھی (اس کو امام ترمذی نے شمائل نبوی میں امام طبرانی نے معجم کبیر میں، امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ نیز رؤیانی نے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عساکر نے تاریخ میں روایت کیا ہے۔ت)

حدیث ۳: امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

بابی وامی کان ربعۃ ابیض مشربا بحمرۃ کث اللحیۃ رواہ ابن عساکر [4] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	میرے ماں باپ ان پر قربان، میانہ قد کے تھے، گورا رنگ جس میں سرخی جھلکتی، گھنی داڑھی، (ابن عساکر نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب اثبات خاتم النبوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۵۶

[2] تہذیب تاریخ ابن عساکر باب صفۃ خلقہ ومعرفۃ خلقہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۲

[3] شمائل الترمذی جامع الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ امین کمپنی دہلی ص ۲

[4] کنز العمال بر مزکر "عن ابی ہریرہ حدیث ۱۸۵۶۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۱۷۲

حدیث ۴: وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضخم الھامۃ عظیم اللحیۃ رواہ البیھقی [1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سر مبارک بزرگ اور ریش بڑی تھی (اسے امام بیہقی نے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵: امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابیض اللون مشربا بحمرۃ ادعج العینین کث اللحیۃ [2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رنگ گورا، سرخی آمیز آنکھیں بڑی، خوب سیاہ داڑھی گھنی۔

حدیث ۶: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احسن الناس قواما واحسن الناس وجھا واطیب الناس ریحا والین الناس کفا وکانت لہ جمۃ الی شحمۃ اذنیہ وکانت لحیتہ قد ملأت من ھھنا الی ھھنا وامرید یہ علی عارضیہ [3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم پاک کی بناوٹ تمام جہان سے بہتر چہرہ تمام عالم سے خوب تر مہک سارے زمانے سے خوشبو تر، ہتھیلیاں اپنے رخساروں سے نرم تر، بال کانوں کی لوتک، پھر اپنے رخساروں پر اشارہ کرکے بتایا کہ) ریش مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی۔

حدیث ۷: وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابیض الوجہ کث اللحیۃ احمر الاماق اھدب الاشفار، رواھا جمیعا ابن [4] عساکر الکل مختصرًا۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا منہ گورا، داڑھی گھنی، آنکھوں کے سرخی، پلکیں دراز، (ان سب کو ابن عساکر نے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔ت)

---

[1] دلائل النبوۃ للبیھقی باب صفۃ راس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۱۶

[2] تھذیب تاریخ ابن عساکر باب صفۃ خلقہ ومعرفۃ خلقہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۸

[3] تھذیب تاریخ ابن عساکر باب صفۃ خلقہ ومعرفۃ خلقہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۱

[4] تھذیب تاریخ ابن عساکر باب صفۃ خلقہ ومعرفۃ خلقہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۲

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں: کث اللحیة تملؤ صدرہ[1]۔ ریش مطہر گھنی سینہ منورہ کو بھرے ہوئے۔ یہاں "سینہ" سے مراد اس کا بالائی کنارہ ہے کہ گلے کی انتہا ہے صرح بہ الشراح وھوا لواضح الصراح (شارحین نے اس کی تصریح فرمائی جو بالکل واضح اور صاف ہے۔ت) اور عادت کریمہ تھی کہ کوئی امر کیسا ہی مرغوب وپسندیدہ ہو جب شرعًا لازم ضروری نہ ہوتا تو بیان جواز کے لئے گاہے ترک بھی فرمادیتے یا قولاً خواہ تقریرًا جواز ترک بتادیتے اس لئے علمائے کرام نے سنت کی تعریف میں مع الترک احیانًا اضافہ کیا یعنی جسے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اکثر کیا اور کبھی کبھی ترک بھی فرمادیا ہو۔ ولہذا محققین فرماتے ہیں کہ ایسی مواظبت دائمہ ہمیشہ دلیل وجوب ہے۔ محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الاذان میں فرماتے ہیں:

عدم الترك مرة دليل الوجوب[2]۔	ایک مرتبہ بھی نہ چھوڑنا وجوب کی دلیل ہے۔(ت)

نیز باب الاعتکاف میں فرمایا:

هذه المواظبة المقرونة بعدم الترك مرة لما اقترنت بعد الانكار على من لم يفعله من الصحابة رضى الله تعالٰى عنهم كانت دليل السنة والا كانت دليل الوجوب[3]۔	یہ دوام یعنی ہمیشگی جو کبھی ایک دفعہ بھی نہ چھوڑنے سے مقرون ہو جب ان صحابہ کرام سے جنھوں نے اسے نہ کیا ہو ان سے عدم انکار پر مقترن ہو تو دلیل سنت ہے ورنہ دلیل وجوب ہے۔(ت)

دوم **طریق خصوص**: اس میں بھی بحمداللہ تعالٰی فیض جلیل قرآن جلیل سے آیات کثیرہ عبد ذلیل پر فائض برکات ہوئیں **فاقول**: وباللہ التوفیق (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق ومدد سے ہی کہتا ہوں۔ت) یہ نفیس طریق وجوہ عدیدہ رکھتا ہے جن سے احیائے لحیہ کا امر یا طلب یا اس کے خلاف پر وعید یا مذمت ثابت ہو۔

وجہ ثالث ــــ آیت ۵: قال تعالٰی وتقدس:

"وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ	کافر نہیں پوجتے مگر شیطان سرکش کو جس پر خدا نے لعنت کی اور وہ بولا میں ضرور لے لوں گا تیرے

---

[1] الشفاء لحقوق المصطفٰی فصل ان قلت الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۱/ ۳۸

[2] فتح القدیر باب الاذان مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان ۱/ ۲۰۹

[3] فتح القدیر باب الاعتکاف مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان ۲/ ۳۰۵

نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًاۙ﴿۱۱۸﴾ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ "[1]	بندوں میں سے اپنا ٹھہرا ہوا حصہ اور میں ضرور انھیں بہکا دوں گا اور ضرور خیالی لالچوں میں ڈالوں گا اور ضرور انھیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور بیشک انھیں حکم دوں گا کہ اللہ کی بنائی چیز بگاڑیں گے ھ۔

یہی وہ آیہ کریمہ ہے جس کی رو سے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنان مذکورہ پر لعنت فرمائی اور اس کی علت یہی خدا کی بنائی چیز بگاڑنی بتائی، بعینہٖ یہی کیفیت داڑھی منڈانے کی ہے۔منہ کے بال نوچنے والیاں تغیر خلق اللہ کرتی ہیں یوں ہی داڑھی منڈوانے والے تو یہ سب اسی **فلیغیرن خلق اللہ** (تو وہ اللہ تعالٰی کی بناوٹ میں تبدیلی کرینگے۔ت) میں داخل اور شیطان کے محکوم اور اللہ ورسول کے ملعون ہیں۔امام جلال الدین سیوطی اکلیل فی استنباط التنزیل میں زیر آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

یستدل بالاٰیۃ علی تحریم الخصاء والوشم وما یجری مجراہ من الوصل فی الشعر وبرد الاسنان و التنمص وھو نتف الشعر من الوجہ[2]۔	آیۃ مذکورہ سے استدلال کیاجاتاہے کہ خصی کرنے،بدن گودنے اور ان جیسے دیگر اعمال مثلا بال جوڑنے،دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے اور چہرے کے بال نوچنے کی حرمت پر۔(ت)

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

فلیغیرن خلق اللہ بالخصاء اوالوشم او تغیر الشیب بالسواد والتخنث اھ[3] باختصار۔	اللہ تعالٰی کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کریں گے یعنی خصی کرنے،بدن گدوانے سفید بالوں کو سیاہ کرنے اور زنانہ اوصاف اپنانے میں۔(مختصراً عبارت مکمل ہوئی)۔(ت)

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث مذکور **المغیرات خلق اللہ** (اللہ کی بناوٹ کو بدلنے والی عورتیں۔ت) فرماتے ہیں:

علت وحرمت مثلہ وحلق لحیہ وامثال آں	مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنا اور داڑھی مونڈنے یا منڈوانے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹،۱۲۰

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت آیۃ ۴/ ۱۱۹ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ ص ۸۲

[3] مدارك التنزيل (تفسیر نسفی) تحت آیۃ ۴/ ۱۱۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲

نیز ہمیں ست [1]۔	اور اس قسم کے دوسرے کام کرنے کے حرام ہونے کی یہی علت اور سبب ہے۔(ت)

وجہ رابع __ آیت ۶: قال مجدہ:

"ذٰلِكَ ۫ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾" [2]	بات یہ ہے اور جو بڑائی کرے دین الٰہی کے شعاروں کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

آیت ۷: قال عزشانہ:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ" [3]	اے ایمان ولو! حلال نہ ٹھہرالو دین خدا کے شعاروں کو۔

شک نہیں کہ داڑھی شعار دین اسلام سے ہے۔امام بدر محمود عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ختنہ کی نسبت نقل فرماتے ہیں:

انہ شعائر الدین کالکلمۃ وبہ یتمیز المسلم من الکافر [4]۔	ختنہ کرنا کلمہ شریف کی طرح شعائر اسلام میں سے ہے اس سے مسلمان اور کافر میں باہم امتیاز ہوتا ہے۔(ت)

جب ختنہ حالانکہ امر خفی کلمہ طیبہ کے شعائر دین اور وجہ امتیاز مومنین وکافرین قرار پایا یہاں تک کہ مسلمانان ہند نے اس کا نام بھی "مسلمانی" رکھ لیا۔تو داڑھی کہ امر ظاہر ہے اور پہلی نظر اسی پر پڑتی ہے بدرجہ اولٰی شعائر الاسلام ومابہ الامتیاز کرام ولیام ہے اور بعض کفار کا اس میں شریک ہونا منافی شعاریت اسلام نہیں جس طرح ختنہ کرنے میں یہود شریک مسلمین ہیں خود نفس آیات کریمہ ہی میں دیکھئے مورد نزول جانوران ہدی میں کہ حرم محترم کو قربانی کے لئے بھیجے جاتے ہیں انھیں شعار دین الٰہی فرمایا حالانکہ تمام مشرکین عرب اس فعل میں شریک تھے اور جب داڑھی شعار دین ہے اور بے شک یونہی ہے تو بحکم قرآن اس کے ازالہ کو حلال ٹھہرالینا حرام اور اس کی تعظیم تقوی قلوب کا کام۔

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۲

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲

[4] عمدہ القاری شرح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۲/ ۴۵

وجہ خامس ___ آیت ۸: قال عزمجدہ:

"اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ"[1]	میں نے تمھاری طرف وحی بھیجی کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے دین کو اپناؤ (یعنی دین ابراہیمی کی پیروی کرو) جو ہر قسم کے باطل سے الگ تھلگ رہنے والے تھے (ت)

آیت ۹: قال سبحانہ وتعالٰی:

"قُلۡ بَلۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰهٖمَ حَنِیۡفًا ؕ"[2]	تم فرماؤ بلکہ ہم ابراہیم کا دین لیتے ہیں۔ (ت)

آیت ۱۰: قال جلت الاؤہ (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ جس کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں۔ ت):

"وَمَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّۃِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ"[3]	اور ملت ابراہیمی سے کون بے رخی کرسکتا ہے سوا اس کے جس کو اس کے نفس نے بیوقوف بناڈالا ہو۔ (ت)

آیت ۱۱: قال توالت نعماءہ (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا بندوں پر جس کے انعامات مسلسل اور لگاتار ہیں):

"قَدۡ کَانَتۡ لَکُمۡ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗ ۚ"[4]	بے شک تمھارے لئے حضرت ابراہیم اور ان اہل ایمان حضرات کی زندگیوں میں جو ان کے ساتھی تھے۔ بہترین اقتداء ہے۔ (ت)

آیت ۱۲: قال جل ذکرہ (اللہ تعالٰی جس کا ذکر بڑا ہے۔ ارشاد فرمایا):

"لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡهِمۡ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ ۚ﴿۶﴾"[5]	بے شک تمھارے لئے ان میں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں میں) بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالٰی اور قیامت پر یقین رکھتا ہو اور جو کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالٰی ہی بے پرواہ اور لائق تعریف ہے۔ (ت)

ہر ذی علم جانتا ہے کہ داڑھی بڑھانا ملت ابراہیمی کا مسئلہ شریعت ابراہیمی کا طریقہ ہے اور ان

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۰

[4] القرآن الکریم ۶۰/ ۴

[5] القرآن الکریم ۶۰/ ۶

آیات میں رب جل وعلانے ہمیں ملت ابراہیم علی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اتباع کا حکم دیا اور معاذاللہ اس سے اعراض کو سخت حماقت اور سفاہت فرمایا اور ان کی رسم وراہ اختیار کرنے کی کمال ترغیب دی اور آخر میں فرمادیا کہ جو ہمارے حکم سے پھرے تو اللہ بے نیاز بے پرواہ ہے اور ہر حال میں اسی کے لئے حمد ہے۔

وجہ سادس ___ آیت ۱۳: قال تقدست اسماؤہ (اللہ تعالٰی جس کے اسماء پاک ہیں، نے ارشاد فرمایا):

"اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ" [1]	یہ انبیاء وہ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے راہ دکھائی تو تو انھیں کی راہ کی پیروی کر۔

صدر کلام میں احمد ومسلم وابوداؤد ونسائی وترمذی وابن ماجہ کی حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے گزری کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ[2] الحدیث۔	دس چیزیں شرائع قدیمہ مستمرہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہیں ازانجملہ لبیں ترشوانی اور داڑھی بڑھانی۔ الحدیث۔

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ داڑھی بڑھانی راہ قدیم حضرات رسل علیہم الصلوۃ والتسلیم ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ راہ انبیاء کی پیروی کرو۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ آیہ کریمہ "لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ" [3] (میری داڑھی نہ پکڑو۔ت) میں لحیہ کا فقط ذکر ہی نہیں بلکہ داڑھی بڑھانے کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انبیائے کرام بلکہ بالخصوص ان اٹھارہ رسولوں میں ہیں جن کا نام پاک اس رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر ان کی اقتداء کا حکم ہوا،

قال سبحانہ "وَمِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۟" [4]۔	پاک پروردگار نے ارشاد فرمایا اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسٰی اور ہارون علیہم السلام ہوئے ہیں یونہی نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹۰

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب السواك من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۴

[4] القرآن الکریم ۶/ ۸۴

وجہ سابع___ آیت ۱۴: قال جل ثناؤہ(اللہ تعالٰی بہت زیادہ تعریف کا حق رکھنے والی ذات، جس کی تعریف بڑی ہے۔نے ارشاد فرمایا):

"وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ﴿۱۱۵﴾"[1]	جوخلاف کرے رسول کا حق واضح ہوئے پر اور چلے راہ مسلمانان کے سوا راہ ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور جہنم میں ڈالیں اور کیا بری پلٹنے کی جگہ۔

مسلم تو مسلم کفار تک جانتے ہیں کہ روز ازل سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے۔اہلبیت کرام وصحابہ عظام وائمہ اعلام اور ہر قرن وطبقہ کے اولیائے امت وعلمائے ملت بلکہ قرون خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے یہاں تک کہ ازالہ تو ازالہ اگر خلقۃً کسی کی داڑھی نہ نکلتی اس پر سخت تاسف کرتا اور یہ ہر عیب سے بد تر عیب سمجھا جاتا علمائے کرام علامات قیامت میں گنا کرتے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ داڑھیاں منڈائیں کتروائیں گے۔اس پیشگوئی کے مطابق یہ داڑھی منڈوں مخرشوں مترشوں کی تراشیں خراشیں کافروں مشرکوں کی دیکھا دیکھی مدتہامدت کے بعد مسلمانوں میں آئیں وہ بھی رندواوباش وبدوضع لوگوں میں، پھران میں بھی جوایمان سے حصہ رکھتے ہیں اب تک اپنی اس حرکت کو مثل اور معاصی وکبائر کے برا جانتے ہیں اور طریقہ اسلامی سے جدا سمجھتے بلکہ ان میں بعض خوش عقیدہ اپنے معظمین دینی کے سامنے لجاتے انھیں منہ دکھاتے شرماتے ہیں۔الحمدللہ یہ ان کے ایمان کی بات ہے شامت نفس سے گناہ کریں لیکن اسے گناہ وقبیح جانیں مگر چوری سرزوری والوں سے خدا کی پناہ کہ داڑھی رکھنے پر قہقہے اڑا کر شعار اسلام کے ساتھ نفس اسلام وایمان بھی مونڈ کر پھینک دیں۔امام اجل عارف باللہ سیدی محمد بن علی بن عباس مکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب طریق المرید للوصول الی مقام التوحید پھر امام ہمام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

وھذا لفظ المکی قال فی ذکر سنن الجسد ذکر ما فی اللحیۃ من المعاصی والبدع المحدثۃ قد ذکر فی بعض الاخبار ان للہ تعالٰی ملئکۃ یقسمون والذی زین	یعنی یہ ذکر ہے کہ ان معصیتوں اور نوپیدا بدعتوں کا جولوگوں نے داڑھی میں نکالیں حدیث میں ہے اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں کہ قسم یوں کھاتے ہیں اس کی قسم جس نے فرزندان آدم کو داڑھی سے

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

بنی آدم باللحی وفی وصف رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه کان کث اللحیة وکذٰلك ابو بکر وکان عثمان طویل اللحیة دقیقها وکان علی عریض اللحیة قد ملأت مابین منکبیه ووصف بعض بنی تمیم من رهط الاحنف بن قیس قال (وعبارة الاحیاء قال اصحاب الاحنف بن قیس) وددنا انا اشترینا للاحنف اللحیة بعشرین الفافلم یذکر حنفه فی رجله ولا عوره فی عینه وذکر کراهیة عدم لحیته وکان عاقلا حلیما وقد روینا من غریب تاویل قوله تعالٰی یزید فی الخلق مایشاء قال اللحی وذکر عن شریح القاضی قال (ولفظ الاحیاء قال شریح) وددت لو ان لی لحیة بعشرة اٰلاف ففی اللحیة من خفایا الهوٰی ودقائق اٰفات النفوس ومن البدع المحدثة ثنتا عشرة خصلة من ذٰلك النقصان منها وذٰلك مثلة وذکر عن جماعة ان هذا من اشراط الساعة[1] اھ ملخصًا۔

زینت بخشی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حلیہ شریف میں سے ریش مبارک گھنی تھی اور ایسے ہی ابوبکر صدیق وعثمان غنی کی داڑھی دراز وباریک مولٰی علی کی داڑھی چوڑی سارا سینہ بھرے ہوئے رضی اللہ تعالٰی عنہم، احنف بن قیس (کہ اکابر ثقات تابعین وعلماء وحکمائے کاملین سے تھے زمانہ رسالت میں پیدا ہوئے ۶۷ھ یا ۷۲ھ میں وفات پائی) عاقل وحلیم تھے (پاؤں میں کج تھا ایک آنکھ جاتی رہی تھی داڑھی خلقۃً نہ نکلی تھی) ان کے اصحاب نہ اس کج پر افسوس کرتے نہ یک چشمی پر بلکہ داڑھی نہ ہونے کی کراہت ذکر کرتے اور کہتے ہمیں تمنا ہے کاش اگر بیس ہزار کو ملتی تو احنف کیلئے داڑھی خریدتے۔ اور تفسیروں سے یہ آیۃ یزید فی الخلق مایشاء کی تفسیر میں ہمیں روایت پہنچی کہ اللہ تبارک وتعالٰی بڑھاتا ہے صورت میں جو چاہے اس سے داڑھی مراد ہے۔ شریح قاضی (کہ اجلہ ائمہ واکابر تابعین سے ہیں زمانہ رسالت میں ولادت پائی بلکہ کہا گیا صحابی ہیں امیر المومنین عمر فاروق پھر امیر المومنین مولی علی کی سرکار میں قاضی تھے امیر المومنین علی فتاوٰی میں ان سے رائے لیتے ۸۰ ہجری سے پہلے یا بعد انتقال ہوا داڑھی خلقۃً نہ تھی) وہ فرماتے کہ مجھے آرزو ہے کہ کاش دس ہزار دے کر داڑھی مل جاتی تو داڑھی میں شیطانی خواہشوں کے خفایا اور نفسانی

---

[1] قوت القلوب فی معاملة المحبوب الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۲تا ۱۴۴، احیاء العلوم النوع الثانی فیما یحدث فی البدع الخ مطبعة المشهد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۴۴

آفتوں کے دقائق اور نو پیدا بدعتوں سے بارہ باتیں لوگوں نے ایجاد کی ہیں ازانجملہ داڑھی کم کرنی اور یہ مثلہ یعنی صورت بگاڑنی ہے اور ایک جماعت علماء سے مروی ہوا کہ یہ قیامت کی نشانیوں سے ہے۔انتہی۔مدارج شریف میں ہے:

آوردہ اند کہ لحیہ امیر المومنین علی پر میکرد سینہ را و ہمچنیں لحیہ امیر المومنین عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین و در حلیہ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نوشتہ اند کہ کان طویل اللحیۃ عریضھا [1]۔	منقول ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی مبارک ان کے سینہ اقدس کو ڈھانپ دیتی تھی یا ڈھانپے ہوئی تھی۔اور اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کی مبارک داڑھیاں تھیں کہ بڑی اور گنجان ہونے کی وجہ سے ان کے سینوں کو ڈھانپ دیتی تھیں۔ اور حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حلیہ مبارک میں تحریر کیا گیا ہے کہ آپ کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی صلی اللہ تعالٰی علی ابیہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم۔(ت)

وجہ ثامن ___ آیت ۱۵،۱۶: قال تبارک شانہ فی البقرۃ وفی الانعام (اللہ تعالٰی جس کی شان بابرکت ہے۔نے سورۃ بقرہ اور سورۃ انعام میں ارشاد فرمایا):

"وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾" [2]	شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک شیطان وہ تمھارا دشمن ہے۔

آیت ۱۷: قال عزوعلا (اللہ تعالٰی غالب اور بزرگ وبرتر ذات نے ارشاد فرمایا):

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّبِـعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ" [3]	اے ایمان والو! شیطان کے رستے پر نہ چلو اور جو شیطان کی راہ چلے تو وہ یہی بے حیائی اور بری بات کا حکم کرتا ہے۔

آیت ۱۸: قال عزمن قائل (کہنے والوں پر جو غالب اور حاوی ہے اس نے ارشاد

---

[1] مدارج النبوۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۸

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۱

فرمایا):

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۲۰۸)" "فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(۲۰۹) هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۠(۲۱۰)" [1]	اے ایمان والو! پورے اسلام میں داخل ہو اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یقینا وہ تمھارا صریح بدخواہ ہے پھر اگر اس کی طرف جھکو بعد اس کے کہ تمھارے پاس آچکیں الٰہی حجتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئے ان پر عذاب خدا کا بادل کی گھٹائیں اور فرشتے اور ہوجائے ہونیوالی اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین میں ہے:

نزل فی عبداللہ بن سلام و اصحابه لما عظموا السبت و کرھوا الابل بعد الاسلام یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم الاسلام کافة حال من السلم ای فی جمیع شرائعه فان زللتم ملتم عن الدخول فی جمیعه عزیز لایعجزہ شیئ عن انتقامه منکم ھل ینظرون ینتظر التارکون الدخول فیه قضی الامر تم امر اھلاکھم ۔[2]	یعنی جب حضرت عبداللہ سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ اکابر علمائے یہود سے تھے مشرف بہ اسلام ہوئے عادت سابقہ کے باعث تعظیم روز شنبہ کا ارادہ کیا اور گوشت شتر کھانے سے کراہت ہوئی، رب عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے ایمان والو! اسلام لائے ہو تو پورا اسلام لاؤ اسلام کی سب باتیں اختیار کرو، یہ نہ ہو کہ مسلمان ہو کر کچھ عادتیں کافروں کی رکھو، اور اگر نہ مانا تو خوب جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے تم پر عذاب لاتے اسے کوئی روک نہیں سکتا پھر فرمایا جو مسلمان ہو کر بعض کفری خصلتیں اختیار کریں وہ کاہے کا انتظار کررہے ہیں یہی نا کہ آسمان سے ان پر عذاب اترے اور ہونے والی ہوچکے یعنی ہلاک وہ تمام کردئے جائیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸تا۲۱۰

[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۲/ ۲۰۸ اصح المطابع دہلی ص ۲۱

ان آیات میں رب العزت جلا وعلا نے خصلت کفار اختیار کرنے پر کیسی تہدید اکید و وعید شدید فرمائی، اور شک نہیں کہ داڑھی منڈانا کترنا خصلت کفار ہے۔ عنقریب بعونہ تعالٰی بکثرت احادیث معتمدہ سے اس کا بیان آتا ہے۔ اور خود بیان کی حاجت کیا ہے کہ امر آپ ہی واضح اور نیز تقریرات سابقہ سے لائح، اصل میں یہ خصلت ملعونہ مجوس ملاعنہ کی تھی ان سے اور کفار نے سیکھی، جب عہد معدلت مہد امیر المومنین غیظ المنافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں عجم فتح ہوا اور کسرٰی خبیث کا تخت ہمیشہ کے لئے الٹ دیا گیا۔ مجوس منحوس کچھ اسلام لائے کچھ بقبول جزیہ رہے کچھ پریشان وسرگرداں دار الکفر ہندوستان میں آنکلے یہاں کے راجہ نے ان سے تعظیم گاؤ و تحریم مادر ودختر وخواہر کا عہد لے کر جگہ دی ہنود بے بہبود نے داڑھی منڈانا نوروز ومہرگان بنام ہولی ودیوالی منانا، ان میں آگ پھیلانا وغیرہ ذٰلک من الخصال الشنیعہ ان سے اڑایا مجوس ایران کہ مسلمان ہوئے تھے ان میں بہت بد باطن اپنی تباہی ملک وافسر وتاراج مال ودختر کے باعث دلوں میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کینہ رکھتے تھے مگر مسلمان کہلا کر اسلام کی عزت وشوکت اسلام کی قوت ودولت اسلام کے تاج ومعراج یعنی امیر المومنین کی شان میں گستاخی کی کیا مجال تھی جب ابن صبا یہودی خبیث نے مذہب رفض ایجاد کیا اور شدہ شدہ یہ ناشدنی مذہب ایرانیوں تک پہنچا ان آتش پرست مغبچوں کی دبی آگ نے موقع پایا کہ اہل اسلام میں بھی ایسا مذہب نکلا کہ امیر المومنین پر تبرا کہے اور خاصے مومنین بنے رہئے۔ انھوں نے بہزار جان لبیک کہی اور نئے دین کی تاصیل تفریع بڑھ چلی، باپ دادا کی قدیم سنتیں اپنا رنگ لائیں۔ نوروز منائے، داڑھیاں کتروائیں، اتیان ادبار واباحت واعارت واجارت فرج کی کیا گنتی نکاح محارم تک منظور رہا مگر پردہ حریر عہ میں مستور رہا۔

عہ: اہلسنت شیعہ رابعضے مسائل قبیحہ طعن میکردند جمعے از علمائے مذہب ایشاں تدبیر دفع بایں صورت کردہ اند کہ از کتب خود آں مسائل محو نمودند وکتب قدیمہ رامخفی ساختند مثل لواطت بامملوک وبامادر وخواہر لف حریر[1] ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ ملخصًا۔	شیعان کے بعض قبیح مسائل پر اہلسنت طعن کرتے ہیں تو ان کے مذہبی علماء کے ایک گروہ نے ان باتوں کے جواب کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ اپنی کتابوں سے ان مسائل کو حذف کردیا (یعنی نکال دیا) اور پرانی کتابوں کو چھپالیا۔ اپنے غلام کے ساتھ بدکاری کرنا، ماں بہن کے ساتھ ریشم لپیٹ کر ہمبستری کرنا وغیرہ جیسے مسائل ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ کی تلخیص۔

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ثانی کید سی وپنجم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵

ادھر اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاخت نے سیاہان ہند کے منہ سپید کردئے ہزاروں مارے لاکھوں قید کئے یہاں تک کہ ہندو کے معنی ہی غلام ٹھہر گئے۔ یہاں کے نو مسلم مسلم تو ہوگئے مگر ہزاروں اپنے آبائی خصال کے پابند رہے۔ داڑھیاں منڈائیں، بسنت منائیں، سادنی کریں، چنریاں رنگائیں، عورتیں بدلحاظی کے کپڑے پہنیں، کنبے بھر کی سب غیریں سامنے آنے کے واسطے نہیں، شادیوں میں **معاذ اللہ** فحش، سالی بہنوئی میں ہنسی کی ریت، یہاں تک کہ بہت پوربی اضلاع میں چھوت اور چوکا تک مشہود، اور اکثر دیہات میں ہولی دیوالی، بلکہ اس سے زائد شیطنت موجود، پھر اس عملداری میں شیوع نیچریت بے قیدی شرع آزادی نفس کے لئے سونے میں سہاگہ، کچھ اتباع فرنگ، کچھ زنانی امنگ صفائی رخسار کانصیب جاگا۔ لاجرم اس حرکت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پائے گا۔ نسلا مجوسی یا مذہبا رافضی یا پوربی تہذیب کا دلدادہ نیچری یا جھوٹے متصوفہ یا مبتلائے رفض خفی یا باپ دادا ہندو نو مسلم غافل یا ان صحبتوں کا بگڑا آوارہ نیچری بہر حال اس کا مبدا، ومنبع ومرجع وہی خصلت کفار جس سے خدا ناراض رسول بیزار، جس پر قرآن عظیم میں وہ سخت وعید وہ قاہر مار، آئندہ ماننے نہ ماننے کا ہر شخص مختار، والتوفیق باللہ العزیز الغفار۔

تنبیہ ہشتم: احادیث میں:

حدیث ۱: امام مالک واحمد وبخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وطحاوی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفروا اللحیۃ [1]۔	مشرکوں کا خلاف کرو مونچھیں خوب پست اور داڑھیاں کثیر ووافر رکھو۔

یہ لفظ صحیحین میں ہے صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

انھکوا الشوارب واعفوا اللحی [2]۔	مونچھیں مٹاؤاور داڑھیاں بڑھاؤ۔

مسلم، ترمذی ابن ماجہ، طحاوی کی ایک روایت میں ہے:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی [3]۔	خوب پست کرو مونچھیں اور چھوڑ رکھو داڑھیاں۔

روایت امام مالک وابی داؤد۔

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵، صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

[3] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹، جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی اعفاء اللحیۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

اور ایک روایت مسلم وترمذی میں ہے:

ان رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفا اللحی [1] ۔	بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا مونچھیں خوب پست کرنے اور داڑھیاں معاف رکھنے کا۔

حدیث ۲: احمد مسند، مسلم صحیح، طحاوی آثار، ابن عدی کامل، طبرانی اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس [2] ۔	مونچھیں کتراؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو آتش پرستوں کا خلاف کرو۔

امام احمد کی روایت میں ہے:

قصوا الشوارب واعفوا اللحی [3] ۔	مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

طبرانی کی روایت میں ہے:

وفروا اللحی وخذوا من الشوارب [4] ۔	کثیر کرو داڑھیاں اور مونچھوں میں سے لو۔

دوسری روایت میں زائد کیا۔

وانتفوا الابط وقصوا الاظافیر [5] ۔	اور بغلوں کے بال اکھاڑو اور ناخن کاٹو۔

ابن عدی کی روایت ہے:

واعفوا الشوارب واعفوا اللحی [6] ۔	مونچھیں خوب کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارت باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹، جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی اعفاء اللحیۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰، سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی اخذ الشارب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۱

[2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۶۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۹

[4] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۵۰۵۸ المکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۲۹

[5] کنز العمال بحوالہ طس عن ابی ہریرہ حدیث ۱۷۲۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۵۲

[6] الکامل لابن عدی ترجمہ حفص بن واقد بصری دار الفکر بیروت ۲/ ۷۹۹

حدیث ۳: امام ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولاتشبھوا بالیھود [1]۔	مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو معافی دو۔ یہودیوں کی سی صورت نہ بنو۔

حدیث ۴: امام احمد مسند، طبرانی کبیر، بیہقی شعب الایمان ضیا صحیح مختارہ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا اھل الکتاب [2]۔	مونچھیں کترواؤ اور داڑھیوں کو کثرت دو۔ یہود ونصارٰی کا خلاف کرو۔

حدیث ۵: طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوفوا اللحی وقصوا الشوارب [3]۔	پوری کرو داڑھیاں اور تراشو مونچھیں۔

حدیث ۶: ابن حبان صحیح میں اور طبرانی اور بیہقی میمون بن مہران سے راوی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

ذکر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المجوس فقال انھم یوفرون سبالھم ویحلقون لحاھم فخالفوھم [4]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجوسیوں کا ذکر فرمایا وہ اپنی لبیں بڑھاتے اور داڑھیاں مونڈتے ہیں تم ان کا خلاف کرو۔

حدیث ۷: ابن عدی کامل۔ بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی [5]۔	مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیاں خوب بڑھاؤ۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراھیۃ باب حلق الشارب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۷

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی امامہ بیروت ۲۶۵/۵ وشعب الایمان حدیث ۶۴۰۵ بیروت ۵/ ۲۱۴

[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۳۵ و ۱۱۷۲۴ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۱۵۲ و ۲۷۷

[4] السنن الکبرٰی کتاب الطھارۃ باب کیف الاخذ من الشارب دارصادر بیروت ۱/ ۱۵۱

[5] شعب الایمان حدیث ۶۴۳۰ ۵/ ۲۱۹ و الکامل لابن عدی ترجمہ حفص بن واقد بصری ۲/ ۷۹۹

حدیث ۸: ابوعبیداللہ محمد بن مخلد دوری اپنے جزء حدیثی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خذوا من عرض لحاکم واعفوا طولها [1]۔	داڑھیوں کے عرض سے لو اور ان کے طول کو معاف رکھو۔

حدیث ۹: خطیب بغدادی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایاخذن احدکم من طول لحیته [2]۔	ہر گز کوئی شخص اپنی داڑھی کے طول سے کم نہ کرے۔

حدیث ۱۰: ابن سعد طبقات میں عبداللہ بن عبداللہ سے مرسلاً راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لکن ربی امرنی ان احفی شاربی واعفی لحیتی [3]۔	مگر مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ میں اپنی لبیں پست کروں اور داڑھی بڑھاؤں۔

اس حدیث کا واقعہ وہ ہے جو کتاب الخمیس فی احوال الانفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے کہ جب حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہدایت اسلام کے فرامین بنام سلاطین جہاں نافذ فرمائے قیصر ملک روم نے تصدیق نبوت کی مگر بجہت دنیا اسلام نہ لایا مقوقش بادشاہ مصر نے شقہ والا کی کمال تعظیم کی اور ہدایا حاضر بارگاہ رسالت کئے سگ ایران خسرو پرویز قتلہ اللہ نے فرمان اقدس چاک کردیا اور باذان صوبہ یمن کو لکھا دو ۲ مضبوط آدمی بھیج کر انھیں یہاں بلائے۔ باذان نے اپنے داروغہ بانویہ اور ایک پارسی خرخسرہ نامی کو مدینہ طیبہ روانہ کیا۔

انهما حین دخلا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کانا قد حلق لحاهما واعفیا شواربهما فکرہ النظر الیهما	یہ دونوں جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے داڑھیاں منڈائے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے تھے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کی طرف

[1] کنز العمال حدیث ۱۷۲۲۵ بحوالہ ابی عبداللہ محمد بن مخلد فی جزئہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۵۳

[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۲۶۴۱ احمد بن الولید دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۸۷

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر اخذ الرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من شاربہ دار صادر بیروت ۱/ ۴۴۹

وقال ویلکما من امرکما بھذا قالا ربنا یعنیان کسرٰی فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکن ربی امرنی باعفاء لحیتی وقص شواربی [1]۔	نظر فرماتے کراہت آئی اور فرمایا خرابی ہو تمھارے لئے کس نے تمھیں اس کا حکم دیا۔وہ بولے ہمارے رب یعنی خسرو پرویز خبیث نے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مگر مجھے میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور لبیں تراشنے کا حکم فرمایا۔

مسلمان اس حدیث کو یاد رکھیں کہ بانویہ خر خسرہ اس وقت تک نہ اسلام لائے تھے نہ احکام اسلام سے آگاہ تھے ان کی یہ وضع دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی صورت دیکھنے سے کراہت کی تو جو مسلمان احکام حضور جان بوجھ کر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف مجوسیوں کے موافق ایسی گندی صورت بنائے وہ کس قدر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کراہیت وبیزاری کا باعث ہوگا۔آدمی جس حال پر مرتا ہے اسی حال پر اٹھتا ہے۔اگر روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ مجوس کی صورت دیکھ کر نگاہ فرمانے سے کراہیت فرمائی تو یقین جان کہ تیرا ٹھکانا کہیں نہ رہا،مسلمان کی پناہ،امان،نجات،رستگاری جو کچھ ہے ان کی نظر رحمت میں ہے،اللہ کی پناہ اس بری گھڑی سے کہ وہ نظر فرماتے کراہیت لائیں۔والعیاذ باللہ ارحم الراحمین،اس کے بعد حدیث میں معجزہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ظہور خسرو پرویز مردود کا ہلاک باذان وبانویہ وخر خسرہ وغیرہم بہت اہل یمن کا مشرف باسلام ہونا مذکور ہے۔رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

حدیث۱۱: سنن نسائی شریف میں ہے:

اخبرنا محمد بن سلمۃ(ثقۃ ثبت)ثنا ابن وہب(ثقۃ حافظ عابد)عن حیوۃ بن شریح(ثقۃ ثبت فقیہ زاھد)وذکر اخر قبلہ عن عیاش بن عباس(القتبانی ثقۃ)ان شییم	محمد بن سلمہ نے ہم کو بتایا اور وہ معتبر اور عادل راوی ہے۔ابن وہب نے ہم سے بیان کیا وہ مستند،حافظ اور عبادت گزار راوی ہے اس نے حیوۃ ابن شریح سے روایت کی جبکہ وہ معتبر،عادل،فقیہ اور زاہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کرنے والا راوی ہے۔دوسروں نے اسے عیاش بن عباس سے پہلے ذکر کیا ہے۔یہ

[1] تاریخ الخمیس کتاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی کسرٰی مؤسسۃ شعبان بیروت ۲/ ۳۵

بن بیتان (القتبانی ثقة) حدثه انه سمع رویفع بن ثابت رضی الله تعالٰی عنه یقول ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال یا رویفع لعل الحیاة ستطول بك بعدی فاخبر الناس انه من عقد لحیته اوتقلد وترا اواستنجی برجیع دابة او عظم فان محمدا بریئ منه [1]۔	القتبانی ہے جو معتبر و مستند آدمی ہے شییم بن بیتان القتبانی مستند و معتبر راوی ہے اس نے بتایا کہ اس نے رویفع بن ثابت کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ت) یعنی رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت رویفع بن ثابت رضی الله تعالٰی عنہ سے فرمایا: اے رویفع! میں امید کرتاہوں کہ تو میرے بعد عمر دراز پائے تو لوگوں کو خبر دینا کہ جو اپنی داڑھی باندھے یا کمان کاچلا گلے میں لٹکائے یا کسی جانور کی لید، گوبر یاہڈی سے استنجاء کرے تو بے شک محمد صلی الله تعالٰی علیہ وسلم اس سے بیزار ہے۔

حدیث ۱۲: سنن ابی داؤد شریف میں اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا:

حدثنا یزید بن خالد (ثقة) نامفضل (هو ابن فضالة المصری ثقة فاضل عابد) عن عیاش (ذاك ابن عباس الثقة) ان شییم بن بیتان اخبره بهذا الحدیث ایضا عن ابی سالم الجیشانی (سفین بن هانی محضرم وقیل له صحبته) عن عبدالله بن عمر و رضی الله تعالٰی عنهما یذکر ذٰلك وهو معه مرابط بحصن باب الیون [2]۔	یزید بن خالد نے ہم سے بیان کیا اور وہ معتبر و مستند راوی ہے۔ مفضل (جو فضالہ مصری کے بیٹے معتبر، فاضل اور عابد ہیں) نے ہم سے بیان کیا اس نے عیاش (وہ ابن عباس اور ثقہ ہے) سے شییم بن بیتان نے اسے یہ حدیث ابوسالم جیشانی کے حوالے سے بتائی (یعنی سفیان بن ہانی محضرم۔یہ بھی کہا گیا کہ اس کے لئے شرف صحبت ثابت ہے) اس نے عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ وہ یہ حدیث بیان فرماتے تھے جبکہ یہ ان کے ساتھ "باب الیون" کے قلعہ میں قید تھا۔(ت)

[1] سنن النسائی کتاب الزینة من السنن باب عقد اللحیة نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۷۶۔۲۷۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب ماینهٰی عنه ان یستنجی بہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶

یعنی اس طرح یہ حدیث حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے روایت فرمائی، حضرت شیخ محقق و مولانا عبدالحق محدث دہلوی لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

عقد لحیته الاکثرون علی ان المراد تجعید اللحیة بالمعالجة وانما کرہ ذٰلك لانه فعل من لیس من اهل الدین وتشبه بهم وقیل کانوا یعقدون فی الحروب فی زمن الجاهلیة تکبراو تعجبافامروا بارسالها وذٰلك من فعل الاعاجم وقال التورپشتی یقتلونها کذافی مجمع البحار والاول هو الوجه[1] اھ مختصرًا۔	داڑھی باندھنے سے مراد اکثر اہل علم کے نزدیک کسی دوا وغیرہ سے اسے پیوست کرنا یا جوڑنا ہے اور اسے بایں وجہ ناپسند فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا فعل ہے اور طریقہ ہے جو دیندار نہیں اور ان کی مشابہت اختیار کرنی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت کے ایام گرما میں ازراہ تکبر و عجب اپنی داڑھیوں کو باندھ دیا کرتے تھے اس لئے انھیں داڑھیاں کھلی اور آزاد چھوڑے رکھنے کا حکم دیا گیا اور یہ عجمیوں کی روش تھی اور طریقہ تھا اور علامہ تورپشتی نے فرمایا لوگ ان کو مثل فتیلہ کے بٹ دیا کرتے تھے یونہی مجمع البحار میں مذکور ہے۔ اور پہلا قول ہی اصل سبب اور وجہ ہے عبارت مختصر مکمل ہوئی)۔(ت)

علامہ طیّبی حاشیہ مشکوٰۃ پھر علامہ طاہر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

عقد ای جعدها بالمعالجة ونهی عنه لما فیه من التشبه بمن فعله من الکفرة[2]۔	یعنی داڑھی باندھنے سے مراد اس کامجعد و مرغول بنانا ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے اور اس میں ان سے تشبہ ہے۔

داڑھی چڑھانے والے حضرات کو ڈھانے باندھ باندھ کر داڑھی مجعد و مرغول کرتے اور متکبر ٹھاکروں جاٹوں کی صورت بنتے ہیں ان صحیح حدیثوں کو جن کے ہر ہر راوی کی ثقاہت وعدالت ہم نے تقریب التہذیب امام خاتم الحفاظ ابن حجر سے نقل کر دی یاد رکھیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بیزاری و بے علاقگی کو ہلکانہ جانیں اور داڑھی منڈانے کترنے والے زیادہ سخت عذاب وآفت کے منتظر رہیں جب داڑھی باقی رکھ کر اس کی صفت وہیئت میں کافروں سے تشبہ اس درجہ باعث بیزاری محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوا تو سرے سے داڑھی قطع یا حلق کر دینا اور پورے پورے مجوسیوں مچھندروں کی صورت

---

[1] لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطهارة باب آداب الخلا الفصل الثانی مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۵۰

[2] مجمع بحار الانوار باب العین مع القاف (عقد) مکتبہ دار الایمان ریاض ۳/ ۶۴۰

بنا جس قدر موجب غضب وناراضی واحد قہار ورسول کردگار جل وجلالہ وصلی اللہ تعالٰی وسلم ہو بجا ہے۔

الآثار: حدیث ۱۳و۱۴: امام ابوطالب مکی قوت القلوب اور امام حکیم الامہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

رد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه وابن ابی لیلی قاضی المدینة شهادة من کان ینتف لحیته [1]۔	یعنی امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ و عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی قاضی مدینہ طیبہ (کہ اکابر ائمہ تابعین واجلہ تلامذہ امیر المومنین عثمان غنی وامیر المومنین مولی علی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہیں ان دونوں ائمہ ہدٰی نے) داڑھی چننے والے کی گواہی رد فرمادی۔

حدیث ۱۵: یہی دونوں امام مکی وغزالی فرماتے ہیں:

شهد رجل عند عمر بن عبدالعزیز بشهادة وکان ینتف فینکیه فرد شهادته [2]۔	ایک شخص نے سادس خلفاء راشدین امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہاں کسی معاملہ میں گواہی دی اور وہ اپنی داڑھی کا ایک خفیف حصہ جسے کوٹھے کہتے ہیں چنا کرتا تھا امیر المومنین نے اس کی شہادت رد فرمادی۔

حدیث ۱۶و۱۷: امام محمد بن ابی الحسین علی مکی دقائق الطریقہ میں حضرت کعب احبار وابی الجلد (جیلان بن فرادہ اسدی) رحمہم اللہ تعالٰی سے ذکر فرماتے ہیں:

یکون فی اٰخر الزمان اقوام یقصون لحاھم اولئك لاخلاق لهم [3]۔	آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ داڑھیاں کتریں گے وہ نرے بے نصیب ہیں یعنی ان کے لئے دین میں حصہ نہیں آخرت میں بہرہ نہیں والعیاذ باللہ رب العالمین (ہذا مختصر)

تنبیہ نہم: نصوص ائمہ کرام وعلمائے اعلام میں:

نص ۱تا۵: امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر پھر علامہ زین بن نجیم

---

[1] احیاء العلوم کتاب اسرار الطهارة النوع الثانی فصل فی اللحیة مطبعة المشهد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۴۴

[2] احیاء العلوم کتاب اسرار الطهارة النوع الثانی فصل فی اللحیة مطبعة المشهد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۴۴

[3] احیاء العلوم عن کعب الاحبار النوع الثانی فصل فی اللحیة مطبعة المشهد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۴۵

مصری بحر الرائق پھر علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شر نبلالی غنیہ ذوی الاحکام، پھر علامہ مدقق محمد بن علی دمشقی در مختار پھر علامہ سیدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح سب علماء کتاب الصوم میں فرماتے ہیں:

المعنی للکل واللفظ للحاشیۃ الدرر والغرر الاخذ من اللحیۃ وھی دون القبضۃ کما فعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلھا فعل مجوس الاعاجم والیھود والھنود بعض اجناس الافرنج[1]۔	(مفہوم سب کا ایک ہے البتہ الفاظ حاشیہ الدرر والغرر کے ہیں) یعنی جب داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس میں کچھ لینا جس طرح بعض مغربی اور زنانے زنخے کرتے ہیں یہ کسی کے نزدیک حلال نہیں اور سب لے لینا ایرانی مجوسیوں اور یہودیوں اور ہندیوں اور بعض فرنگیوں کا فعل ہے۔

نص ۶ تا ۱۲: امام برہان الملۃ والدین فرغانی ہدایہ پھر امام زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر علامہ نجم الدین طوری تکملہ بحر الرائق پھر علامہ شرنبلالی غنیہ پھر سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز پھر علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ تنویر پھر علامہ سیدی محمد امین افندی ردالمحتار علی الدرالمختار سب علماء کتاب الجنایات مسئلہ جنایت بحلق لحیہ میں فرماتے ہیں:

یؤدب علی ذٰلك لارتکابہ المحرم (ھذا ھو الکل الا الطرفین فلفظھما) یؤدب علی ارتکاب مالایحل[2]۔	داڑھی مونڈنے والے کو سزادی جائے کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا (یہ سب کے الفاظ ہیں سوائے طرفین کے پس ان کے الفاظ یہ ہیں اسے ایسے کام کے کرنے پر سزادی جائے جو حلال نہیں۔ت)

نص ۱۳ تا ۱۷: علامہ تورپشتی مصابیح پھر علامہ طیّبی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مکی مرقاۃ پھر علامہ فتنی مجمع البحار پھر شیخ محقق لمعات میں فرماتے ہیں:

قص اللحیۃ کان من صنع الاعاجم وھو	داڑھی تراشنا پارسیوں کا کام تھا اور اب تو بہت

[1] غنیہ ذوی الاحکام کتاب الصوم باب موجب الافساد مھری کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۸ وبحر الرائق ۲/ ۲۸۰، حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۲ ودرمختار ۱/ ۱۵۲ وفتح القدیر ۲/ ۲۷۰

[2] الھدایہ کتاب الدیات مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۵۸۴ وتبیین الحقائق ۶/ ۱۳۰ وبحر الرائق ۸/ ۳۳۱، غنیہ ذوی الاحکام مع الدرر کتاب الدیات ۲/ ۱۰۴ وطحطاوی علی الدرالمختار ۴/ ۲۸۰، فتح المعین ۳/ ۴۸۷ وردالمحتار ۵/ ۳۷۰

الیوم شعار کثیر من المشرکین کالا فرنج والھنود ومن لاخلاق لھم فی الدین من الفرق الموسومۃ بالقلندریۃ طھر اللہ عنھم حوزۃ الدین[1]۔	کافروں کا شعار ہے جیسے فرنگی، اور ہندو اور وہ فرقہ جس کا دین میں کچھ نہیں جو قلندریہ کہلاتے ہیں اللہ تعالٰی اسلامی حدود کو ان سے پاک کرے۔

نص ۱۸و۱۹: کواکب الدراری شرح صحیح بخاری امام کرمانی و مجمع میں ہے:

فسبحٰنہ مااسخف عقول قوم طولوا الشارب واحفوا اللحی عکس ما علیہ فطرۃ جمیع الامم قد بدلوا فطرتھم نعوذ باللہ[2]۔	سبحان اللہ کس قدر پوچ عقل ہے ان لوگوں کی جنھوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں بر عکس اس خصلت کے جس پر تمام امم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فطرت ہے انھوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی خدا کی پناہ۔

نص ۲۰ تا ۲۲: امام ابوالحسن علی ابن ابی بکر بن عبدالجلیل مرغینانی نے کتاب التجنیس والمزید میں اس کے عدم جواز کی تصریح فرمائی۔ لمعات شرح مشکوٰۃ و نصاب الاحتساب باب السادس میں ہے:

ھل یجوز حلق اللحیۃ کما یفعلہ الجوالیقون الجواب لایجوز ذکرہ فی جنایۃ الھدایۃ وکراھۃ التجنیس[3]۔	یعنی سوال، کیا داڑھی منڈانا جائز ہے جیسے جھولا شاہی فقیر کرتے ہیں؟ جواب: ناجائز ہے ھدایہ کتاب الجنایات اور تجنیس کتاب الکراہیۃ میں اس کی تصریح ہے۔

نص ۲۳و۲۴: تبیین المحارم و ردالمحتار میں ہے:

ازالۃ الشعر من الوجہ حرام الااذا نبت للمرأۃ لحیۃ اوشوارب فلاتحرم ازالۃ بل تستحب[4]۔	منہ کے بال دور کرنا حرام ہے مگر جب کسی عورت کے داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اسے حرام نہیں بلکہ مستحب ہے۔

---

[1] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۶۷ و ۶۸، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۴، شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۶

[2] مجمع بحار الانوار باب الفاء مع الطاء تحت لفظ "فطر" مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۴/ ۱۵۸

[3] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۶۷

[4] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۹

نص۲۵و۲۶: مفہم شرح صحیح مسلم للعلامۃ القرطبی پھر اتحاف السادۃ المتقین میں ہے:

لایجوز حلقها ولانتفها ولاقص الکثیر منها [1]۔	داڑھی کانہ مونڈنا جائز نہ چننا نہ زیادہ کترنا۔

نص۲۷: امام شمس الائمہ کردری وجیز میں فرماتے ہیں:

لایحل للرجل ان یقطع اللحیة [2]۔	مرد کو حلال نہیں کہ داڑھی کاٹے۔

نص۲۸تا۳۰: بعینہٖ یہی الفاظ امام ابوبکر نے فرمائے اور ان سے نوازل اور نوازل سے نصاب الاحتساب باب ثامن میں منقول ہوئے۔ **نص۳۱و۳۲:** درمختار میں ہے:

فیه(ای المجتبٰی)قطعت شعر راسها اثمت ولعنت فی البزازیة ولو باذن الزوج لانه لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته والمعنی الموثر التشبه بالرجال [3]۔	یعنی مجتبٰی شرح قدوری میں ہے عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار وملعونہ ہو جائے۔ بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے اس لئے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں اسی لئے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور علت گناہ مردوں کی وضع بنانی ہے یعنی عورت کو موئے سر تراشنے کی حرمت میں یہ علت ہے کہ یہ مردانی وضع ہے جس طرح مرد کو ریش تراشی حرام ہونے کی علت کہ عورتوں سے تشبہ ہے اور وہ دونوں ناجائز۔

نص۳۳: علامہ علی قاری شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

حلق اللحیة منهی عنه [4]۔	داڑھی مونڈنے کی شرع میں ممانعت ہے۔

نص۳۴: علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

اما حلقها فمنهی عنه لانه عادة المشرکین [5]۔	داڑھی مونڈنا منع ہے کہ یہ کافروں کی عادت ہے۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ واما السنن فعشرۃ دارالفکر بیروت ۲/ ۴۱۹، المفهم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ دار ابن کثیر بیروت ۱/ ۵۱۲

[2] درمختار بحوالہ البزازیہ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

[3] درمختار بحوالہ البزازیہ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

[4] شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض فصل واما نظافۃ جسمہ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۴۳

[5] نسیم الریاض فصل واما نظافۃ جسمہ الفکر بیروت ۱/ ۳۴۳۔۳۴۴

نص ۳۵: اشعۃ اللمعات سے گزرا:

علت در حرمت حلق لحیہ ہمیں ست[1]۔	داڑھی مونڈنے کی وجہ حرمت یہی ہے۔(ت)

ص ۳۶: اسی میں ہے:

حلق کردن لحیہ حرام ست درویش فرنج وہنود جوالقیان ست کہ ایشاں را قلندریہ گویند[2]	داڑھی مونڈنا حرام ہے اور یہ فرنگیوں، ہندیوں اور جھولا شاہیوں جو قلندریہ کہلاتے ہیں، کا طریقہ اور روش ہے۔(ت)

نص ۳۷: فتح المعین بشرح قرۃ العین میں ہے: **یحرم حلق لحیۃ**[3] داڑھی مونڈنا حرام ہے۔

فائدہ: جس طرح داڑھی مونڈنا کتروانا بالاتفاق حرام وگناہ ہے یونہی ہمارے ائمہ وجمہور علماء کے نزدیک اس کا طول فاحش کہ بے حد بڑھایا جائے جو حد تناسب سے خارج وباعث انگشت نمائی ہو مکروہ وناپسند ہے۔ امام قاضی عیاض پھر امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

تکرہ الشھرۃ فی تعظیمھا کما تکرہ فی قصھا وجزھا[4]۔	داڑھی کو حد شہرت تک بڑھانا یعنی بہت زیادہ طویل کرنا مکروہ ہے جیسا کہ اس کا کتروانا اور کاٹنا مکروہ ہے۔(ت)

اسی میں ہے: **وکرہ مالک طولھا جدا**[5] (امام مالک نے داڑھی کا بیحد لمبا کرنا ناپسند فرمایا ہے۔ت) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضرت عبداللہ بن عمر وحضرت ابوہرہ وغیرہما صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کے افعال واقوال اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ ومحرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما وعامہ کتب فقہ وحدیث کی تصریح سے اس کی حد یکمشت ہے۔ ابھی نصوص علماء سے گزرا کہ اس سے کم کرنا کسی نے حلال نہ جانا، قبضہ سے زائد کا قطع ہمارے نزدیک مسنون ہے بلکہ نہایہ میں بلفظ وجوب تعبیر کیا۔ تفصیل اس کی بحر ونہر ودرمختار اور اس کے حواشی وغیرہا کتب فقہ اور مرقاۃ ولمعات ومنہاج وغیرہ کتب حدیث اور قوت القلوب واحیاء العلوم وغیرہا کتب سلوک میں دیکھئے قول عرب کہ اس ناقل ناعاقل نے لکھا اور نہ اس کا قائل جانا نہ مقولہ ہی ٹھیک نقل کیا اس میں

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۲

[2] اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۱۲

[3] فتح المعین شرح قرۃ العین مسائل الاکتحال والخضاب الخ مطبعۃ عامر الاسلام پورہرس ص۲۱۹

[4] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

[5] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

اسی طول فاحش ومفرط کی ناپسندی ہے ورنہ نفس طول تو سبزہ آغاز ہوتے ہی حاصل کہ بال اگرچہ ذرہ بھر ہو آخر جسم ہے اور جسم بے طول ناممکن تو مطلق طول کے مذمت نفس لحیہ کی مذمت ہوگی حالانکہ تمام عالم جانتا ہے کہ عرب کی قدیم قومی وملکی ومذہبی عادت ہمیشہ داڑھی رکھنی رہی ہے وہ اس کے نہ ہونے کی مذمت کرتے اور اسے سخت عیب جانتے جس کا کچھ ذکر اقوال امام شریح واصحاب امام احنف سے گزرا، قوت القلوب شریف میں امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

من عظمت لحیتہ جلت معرفتہ[1]۔	جس کی داڑھی عظیم یعنی بڑی ہو اس کی معرفت بڑی ہوگی۔(ت)

اس میں بعض ادیبوں سے نقل فرمایا:

فی اللحیۃ خصال نافعۃ منہا تعظیم الرجل والنظر الیہ بعین العلم والوقار ومنہا رفعہ فی المجالس والاقبال علیہ ومنہا تقدیمہ علی الجماعۃ وتعقیلہ[2]۔	داڑھی کے بہت فوائد ہیں جن میں سے (۱) ایک یہ کہ لوگوں میں داڑھی والے آدمی کی عزت ہوتی ہے (۲) لوگ اس کو عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں (۳) مجالس میں اسے اچھی نشست دی جاتی ہے۔ (۴) لوگ اس کی بات توجہ سے سنتے ہیں (۵) جماعت میں اسے آگے کرتے ہیں (۶) داڑھی کے بغیر آدمیوں کے مقابلے میں داڑھی والے کو فضیلت دی جاتی ہے (ت)

اسی طرح احیاء العلوم میں ہے۔ یہ زنخداں کے دو تین بال جو اس خلیع العذار کے نزدیک حد اعتدال عرب اسے منحوس ومذموم جانتے اور عجم کیا اچھا سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اس پر مثلیں زباں زد ہوئیں اور ہر عاقل جانتا ہے کہ:

خیر الامور اوسطہا[3] قال تعالٰی: "وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾"[4] قال تعالٰی:	سب سے بہتر کام میانہ روی والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نیک بندے تنگی اور فراخی یعنی کنجوسی اور فضول خرچی

[1] قوت القلوب لابی طالب المکی الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۳

[2] قوت القلوب لابی طالب المکی الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۳

[3] السنن الکبرٰی کتاب صلٰوۃ الخوف باب ماورد من التشدید فی لبس الخز دار صادر بیروت ۳/ ۲۷۳

[4] القرآن الکریم ۲۵/ ۶۷

" وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۱۰ "[1]۔ وقال تعالیٰ: " عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ "[2]۔	کے درمیان راہ اعتدال پر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان راستہ اختیار کرو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وہ گائے) نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا بلکہ درمیانی عمر رکھتی ہو۔ (ت)

کو سچ کے بارے میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال ووقائع بیہقی نے مناقب میں روایت اور امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں زیر حدیث: ایاکم والاشقر الازرق[3] (لوگو! گہری نیلی آنکھوں والے سے بچو۔ ت) ذکر کئے جسے دیکھنا ہو وہاں دیکھے۔

تنبیہ دہم: بقیہ دلائل تحریم میں دلیل اول داڑھی منڈانا مثلہ یعنی صورت بگاڑنا ہے اور مثلہ حرام۔ اب کتب فقہیہ سے کتاب الحج کا احرام باندھئے۔

نص ۳۸: ہدایہ میں ہے:

حلق الشعر فی حقھا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی حق الرجال[4]۔	عورت کا بال مونڈنا مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنے کے مترادف ہے جیسا کہ مردوں کا داڑھی مونڈنا (ت)

نص ۳۹: کافی شرح وافی:

لاتحلق ولکن تقصرلان الحلق فی حقھا مثلۃ والمثلۃ حرام وشعر الراس زینۃ لھا کاللحیۃ للرجل کما لایحلق لحیتہ عنہ الخروج من الاحرام فکذ الاتحلق شعرھا[5]۔	(احرام کھولتے وقت) عورت سر کے بال نہ مونڈے بلکہ چوٹی سے کچھ بال کتر ڈالے کیونکہ بال مونڈنا اسکے حق میں بمنزلہ مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے۔ سر کے بال عورت کی زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے۔ جس طرح احرام کی پابندی سے آزاد ہونے کے لئے مرد کو داڑھی مونڈنے کا حکم نہیں اسی طرح عورت کے لئے سر کے بال مونڈنے کا حکم نہیں۔ (ت)

نص ۴۰ و ۴۱: امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی بدائع پھر علامہ قاری مسلک متقسط

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۱۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۶۸

[3] المقاصد الحسنہ حرف الھمزۃ تحت حدیث ۲۷۴ دار الفکر بیروت ص ۱۳۶

[4] الھدایہ کتاب الحج فصل وان لم یدخل المحرم الخ المکتبہ العربیہ کراچی ۱/ ۲۳۵

[5] کافی شرح وافی

میں فرماتے ہیں:

حلق اللحیۃ من باب المثلۃ[1]۔	داڑھی مونڈنا از قسم مثلہ کے ہے۔(ت)

نص ۴۲و۴۳: تبیین الحقائق وابوالسعود مصری:

حلق راسہا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی الرجل[2]۔	کسی عورت کا اپنے سر کے بال مونڈنا مُثلہ ہے(حلیہ بگاڑنا ہے) جیسے مرد کا داڑھی مونڈنا(ت)

نص ۴۴: نیز تبیین میں ہے:

لایاخذ من اللحیۃ شیئا لانہ مثلۃ[3]۔	مرد داڑھی کا کوئی ضروری حصہ نہ کترائے کیونکہ ایسا کرنا مثلہ کے زمرے میں آتا ہے۔(ت)

نص ۴۵و۴۶: بحرالرائق وطحطاوی علی الدر واللفظ للبحر:

لاتحلق لکونہ مثلۃ کحلق اللحیۃ[4]۔	کوئی عورت بال نہ مونڈے اس لئے کہ ایسا کرنا مثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا مثلہ ہے۔(ت)

نص ۴۷: برجندی شرح نقایہ:

حلق الرأس فی حقہا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی حق الرجل۔[5]	عورت کے لئے اپنے سر کے بال مونڈنا مثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا۔(ت)

نص ۴۸: شرح لباب:

اما المرأۃ فلیس لہا الاالتقصیر لما سبق من ان حلق رأسہا	عورت کے لئے صرف بال کترنے جائز ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ عورت کا اپنے سر کے بال

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الحج فصل واما الحلق والتقصیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۴۱،المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دارالکتب العربی بیروت ص۱۵۲

[2] تبیین الحقائق کتاب الحج فصل من لم یدخل مکہ الخ المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۲/ ۳۹،فتح المعین کتاب الحج فصل مسائل شتی تتعلق بافعال الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۹۶

[3] تبیین الحقائق کتاب الحج باب الاحرام المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۲/ ۳۳

[4] بحرالرائق کتاب الحج فصل من لم یدخل مکۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۵۵

[5] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الحج نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۴۳

مثلۃ کحلق الرجل اللحیۃ [1] ۔	مونڈنا مرد کے داڑھی مونڈنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنا مثلہ ہے۔

نص ۴۹: طریق المرید سے گزرا کہ **النقصان منہا مثلۃ** [2] (داڑھی (حد ضرورت سے) کم کرنا مثلہ ہے۔ت)

ان سب عبارات کا حاصل یہی ہے کہ مرد کے کو داڑھی منڈانا کترنا مثلہ ہے جیسے عورت کو سر منڈانا، یہ مسئلہ واضحہ جلیلہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام خواص و عوام اس سے آگاہ ہیں ہر ذی عقل مسلم جانتا ہے کہ جیسے عورت کے حق میں گیسو بریدہ گالی ہے یونہی مرد کے لئے داڑھی منڈا، ہاں ناپاک طبائع کا ذکر نہیں، بہتیرے مرد زنانے بنتے محافل میں ناچتے۔اپنی ماں بہن کے پیچھے طبلہ بجاتے ہیں اور ان حرکات سے اصلا عار نہیں رکھتے جس طرح داڑھی رکھنا افعال قدیمہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے یونہی یہ اشارہ بھی اقوال قدیم رسل عظام سے:

اذالم تستحی فاصنع ماشئت [3] بیحیا باش وہر چہ خواہی کن۔	جب تم میں حیانہ رہے تو پھر جو مرضی آئے کرتے رہو۔(ت)

اب امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی کا ارشاد ابھی گزرا کہ **المثلۃ حرام** (مثلہ کرنا یعنی اپنا حلیہ بگاڑنا حرام ہے۔ت) اشعۃ سے گزرا علت درحرمت مثلہ ہمیں ست [4] (مثلہ کے حرام ہونے کی یہی علت اور وجہ ہے۔ت)

احادیث لیجئے کہ امید کرتا ہوں مجموعا اس تحریر کے سوا شاید نہ ملیں:

حدیث ۱۸: امام احمد و بخاری و مسلم و نسائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ من مثل بالحیوان [5] ۔	اللہ کی لعنت اس پر جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے۔

طبرانی نے بسند حسن ان سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتقسط مع ارشاد الساری دار الکتب العربی بیروت ص ۱۵۱

[2] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۷، ۶۵۹۔ ۶۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۸،۲۳۷

[4] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۲

[5] صحیح البخاری کتاب الذبائح ۲/ ۸۲۹ و مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر ۱/ ۳۳۸

من مثل بالحیوان فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین[1]۔	جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے اس پر اللہ و ملائکہ و بنی آدم سب کی لعنت۔

حدیث ۱۹: شافعی، احمد، دارمی، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحطاوی، ابن حبان، بیہقی، ابن الجار و حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کوئی لشکر بھیجتے سپہ سالار کو وصیت فرماتے:

اغزوا بسم الله فی سبیل الله قاتلوا من کفر بالله اغزوا ولاتغلوا ولاتغدروا ولاتمثلوا ولاتقتلوا ولیدا[2]۔	جہاد کرو اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں قتال کرو۔ اللہ کے منکروں سے جہاد کرو اور خیانت نہ کرو۔ نہ عہد توڑو، نہ مثلہ کرو۔ نہ کسی بچے کو قتل کرو۔

حدیث ۲۰: امام احمد مسند اور ابن ماجہ سنن اور قاضی عبدالجبار بن احمد اپنی امالی میں حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا فرمایا:

سیروا بسم الله وفی سبیل الله قاتلوا من کفر بالله ولاتمثلوا ولاتغدروا ولاتغلوا ولاتقتلوا ولیدا[3]۔	چلو خدا کے نام پر خدا کے راہ میں جہاد کرو خدا کے منکروں سے اور نہ مثلہ کرو نہ بدعہدی نہ خیانت نہ بچے کا قتل۔

حدیث ۲۱: حاکم مستدرک میں حضرت ابن الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خذ فاغز فی سبیل الله فقاتلوا من کفر بالله لاتغلوا ولاتمثلوا ولاتقتلوا ولیدا	لے خدا کی راہ میں لڑ منکران خدا سے جہاد کرو، خیانت نہ کرو نہ مثلہ نہ بچوں کو قتل

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۳۹۹۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۳۸

[2] صحیح مسلم کتاب الجہاد ۲/ ۸۲ و سنن ابی داؤد کتاب الجہاد ۱/ ۳۵۲، جامع الترمذی ابواب الدیات ۱/ ۱۶۹ ابواب السیر ۱/ ۱۹۵ وسنن ابن ماجہ کتاب الجہاد ص ۲۱۰، مسند احمد بن حنبل ۴/ ۲۴۰ و ۵/ ۳۵۸

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۱۰ و مسند احمد بن حنبل ۴/ ۲۴۰

فھذا عھد اللہ وسیرۃ نبیه [1]۔	کہ یہ اللہ تعالٰی کا عہد اور اس کے نبی کا شیوہ ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۲۲: بیہقی سنن میں امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ سے حدیث طویل میں راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کوئی لشکر کفار پر بھیجتے فرماتے:

لاتمثلوا باٰدمی ولا بھیمة [2]۔	مثلہ نہ کرو نہ کسی آدمی کو نہ چوپائے کو۔

حدیث ۲۳ تا ۲۵: احمد وبخاری حضرت عبداللہ بن زید اور احمد وابوبکر ابن ابی شیبہ حضرت زید بن خالد اور طبرانی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن النھبة والمثلة [3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوٹ اور مثلہ سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۶ و ۲۷: ابن ماجہ ابوسعید خدری اور امام ابوجعفر طحاوی وسلیمان بن احمد طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولفظ الطحاوی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ینھٰی ان یمثل بالبھائم [4]۔	(رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا اور طحاوی کے الفاظ ہیں کہ میں نے سنا ہے۔ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چوپایوں کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۸ تا ۳۰: ابوبکر بن ابی شیبہ وامام طحاوی وحاکم حضرت عمران بن حصین اور اولین وطبرانی حضرت مغیرہ بن شعبہ اور صرف اول حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ نے مثلہ سے

---

[1] کنز العمال برمزك عن ابن عمر حدیث ۱۱۲۸۱ مؤسسة الرسالہ بیروت ۴/ ۴۳۴، المستدرك للحاکم کتاب الفتن دار الفکر بیروت ۴/ ۵۴۱

[2] السنن الکبرٰی کتاب السیر باب ترك قتل من اقتال فیه الخ دار صادر بیروت ۹/ ۹۱

[3] صحیح البخاری کتاب الذبائح باب مایکرہ من المثلة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۹، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن زید انصاری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۰۷

[4] سنن ابن ماجه کتاب الذبائح باب النھی عن صبر البھائم وعن المثلة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۷، شرح معانی الآثار کتاب الجنایات باب کیفیة القصاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱۷

عن المثلۃ [1] ھذا حدیث الحاکم عن عمران ومثلہ لفظ الطبرانی عن ابن عمر وحدثنا المغیرۃ واسماء۔	منع فرمایا۔(حضرت عمران کے حوالے سے یہ حاکم کی روایت ہے اور اس جیسے الفاظ امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر کے حوالے سے روایت کئے ہیں اور حضرت مغیرہ اور سیدہ اسماء نے ہم سے بیان فرمایا۔ت)

حدیث ۳۱: طبرانی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے راوی:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھٰی عن المثلۃ ولو بالکلب العقور [2]۔	میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا کہ مثلہ کرنا منع فرماتے تھے اگرچہ سگ گزندہ کو۔

حدیث ۳۲و۳۳: ابن قانع وطبرانی وابن مندہ بطریق موسٰی بن ابی حبیب حضرت حکم بن عمیر وحضرت عائذ بن قرط رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتمثلوا بشیئ من خلق اللہ عزوجل فیہ روح [3]۔	خلق اللہ میں سے کسی ذی روح کو مثلہ نہ کرو۔

حدیث ۳۴و۳۵: ابوداؤد وطحاوی حضرت سمرہ بن جندب اور بخاری ومسلم قتادہ سے مرسلاً راوی:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحثنا علی الصدقۃ وینھانا عن المثلۃ وھذا لفظ ابی داؤد [4] ولفظ الطحاوی قلما خطب خطبۃ الا امرنا فیھا	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدقہ کرنے کی ترغیب دیا کرتے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔اور امام طحاوی کے یہ الفاظ ہیں کہ کوئی ایسا خطبہ

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الجنایات ۲/ ۱۱۷ و المصنف لابن ابی شیبہ حدیث ۷۹۸۴ /۹ ۴۲۳، المعجم الاوسط حدیث ۵۷۳۵ مکتبہ المعارف ریاض ۶/ ۳۴۴، المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۴۰۳، کنز العمال برمزك عن عمران حدیث ۱۱۰۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۹۱

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۶۸ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۰۰

[3] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۸۸ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۳۱۸

[4] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی النہی عن المثلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۶

بالصدقة ونهانا فيها عن المثلة [1] ولفظهما فی حدیث العرينين عن قتادة بلغنا ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان بعد ذٰلك یحث علی الصدقة وينهٰی عن المثلة [2] وبمعناه لابن ابی شیبه والطحاوی عن عمران فی الحدیث المار۔	نہیں ہوتا تھا جس میں صدقہ کرنے کا حکم نہ فرماتے ہوں اور مثلہ کرنے سے منع نہ کرتے ہوں ان دونوں کے الفاظ حدیث "عرینین" میں بحوالہ حضرت قتادہ یہ ہیں: ہمیں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعدازیں صدقہ کرنے کی ترغیب دلاتے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے۔اور اسی کی ہم معنی ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی گزشتہ حدیث بروایت حضرت عمران مذکور ہے۔(ت)

حدیث ۳۶: طبرانی کبیر میں حضرت یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لاتمثلوا بعبادالله** [3] اللہ کے بندوں کو مثلہ نہ کرو۔

حدیث ۳۷و۳۸: ابن عساکر وابن النجار حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ابن ابی شیبہ مصنف میں عطا سے مرسلا راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لامثل به کذا فیمثل الله بی یوم القیمة [4]۔	حاصل یہ کہ جو یہاں مثلہ کرے گا روز قیامت اسے اللہ تعالٰی مثلہ بنائے گا۔

حدیث ۳۹: بیہقی سنن میں صالح بن کیسان سے حدیث طویل میں راوی حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالٰی عنہما کو سپہ سالاری پر بھیجتے وقت وصیت میں فرمایا:

---

[1] شرح معانی الاثار للطحاوی کتاب الجنایات باب کیفیة القصاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱۷، سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی النهی عن المثلة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۶

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصه عکل وعرینه قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۲

[3] المعجم الکبیر حدیث ۶۹۷و۶۹۸ المکتبه الفیصلیة بیروت ۲۲/ ۲۷۲

[4] کنزالعمال بحواله ابن عساکر وابن النجار حدیث ۴۴۷ ۱۳ مؤسسة الرساله بیروت ۵/ ۴۰۸، المصنف لابن ابی شیبه کتاب المغازی حدیث ۱۸۵۸۶ ادارة القرآن کراچی ۱۴/ ۳۸۷

لاتغدروا ولاتمثلوا ولاتجبنوا ولاتغلوا[1]۔	نہ عہد توڑنا، نہ مثلہ کرنا، نہ بزدلی نہ خیانت۔

حدیث ۴۰: سیف کتاب الفتوح میں متعدد شیوخ سے راوی، امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے صوبہ ملک یمامہ مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمان بھیجا جس میں ارشاد ہے:

ایاك والمثلة فی الناس فانها ماثم ومنفرة الا فی قصاص[2]۔	لوگوں کو مثلہ کرنے سے بچو کہ وہ گناہ ہے اور نفرت دلانے والا مگر قصاص وعوض میں۔

اللہ اکبر! جب چوپایوں سے مثلہ حرام، چوپائے درکنار کٹکھنے کتے سے ناجائز کتے سے بھی گزریئے حربی کافر سے بھی منع، تو مسلمان کا خود اپنے منہ کے ساتھ مثلہ کرنا کس درجہ اشد حرام وموجب لعنت وانتقام ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔

حدیث ۴۱: طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مثل بالشعر فلیس له عند الله خلاق[3]۔	جو بالوں کے ساتھ مثلہ کرے اللہ عزوجل کے یہاں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

والعیاذ باللہ رب العالمین ____ یہ حدیث خاص مسئلہ مثلہ مومیں ہے بالوں کا مثلہ یہی جو کلمات ائمہ سے مذکور ہوا کہ عورت سر کے بال یا مرد داڑھی یا مرد خواہ عورت بھنویں **کما یفعله کفرة الهند فی الحداد** (جیسے ہندوستان کے کفار لوگ سوگ مناتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ت) یا سیاہ خضاب کرے **کما فی المناوی والعزیزی والحفنی شروح الجامع الصغیر**، یہ سب صورتیں مثلہ مومیں داخل ہیں اور سب حرام۔

دلیل دوم: داڑھی منڈانا، زنانی صورت بنانا اور عورتوں سے تشبہ پیدا کرنا ہے اور مرد کو عورت عورت کو مرد سے کسی لباس وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت وبدن میں ظاہر کہ عورت ومرد کا جسم ظاہر میں مابہ الامتیاز یہی چوٹی داڑھی ہے۔ اسی طرح تسبیح ملائکہ میں اشارہ وارد ہوا۔ امام زیلعی تبیین الحقائق علامہ اتقانی غایۃ البیان علامہ طوری تکملہ بحر، سب علماء کتاب الجنایات

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب السیر باب ترك قتل من لا قتال فیه من الرهبان الخ دار صادر بیروت ۹/ ۹۰

[2] تاریخ الامم والملوك للطبری ذکر خبر حضرموت فی ردتهم دار القلم بیروت ۳/ ۲۷۷

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۹۷۷ المکتبه الفیصلیة بیروت ۱۱/ ۴۱

اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کیمیائے سعادت میں ذکر کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للہ ملئکۃ تسبیحھم سبحن من زین الرجال باللحی والنساء وبالقرون والذوائب [1] (لیس عند الاتقانی فی نسختی لفظ القرون)	بے شک اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں جن کی تسبیح یہ ہے پاکی ہے اسے جس نے مردوں کو زینت دی داڑھیوں سے اور عورتوں کو گیسوؤں سے، بلکہ داڑھی چوٹی سے بھی زیادہ وجہ امتیاز ہے کہ مرد چوٹی بناسکتا ہے اور عورت داڑھی نہیں نکال سکتی۔ (میرے نسخہ میں اتقانی کے نزدیک "قرون" کا لفظ نہیں ہے)۔ (ت)

والہٰذا نص ۵۰ و۵۱: امامین جلیلین قوت واحیاء میں فرماتے ہیں:

اللحیۃ من تمام خلق الرجال وبھا تمیز الرجال من النساء فی ظاھر الخلق [2]۔	داڑھی آفرینش مرد کی تمامی سے ہے اور اسی سے متمیز ہوتے ہیں مرد عورتوں سے ظاہری صورت میں۔

لاجرم بزازیہ ودرمختار وردالمحتار کے نصوص گزرے کہ عورت کو موئے سر مرد کو داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے کہ اس میں ایک کا دوسرے سے تشبہ ہے۔

نص ۵۲: سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الحکمۃ فی تحریم تشبہ الرجل بالمرأۃ وتشبہ المرأۃ بالرجل انھما مغیرات لخلق اللہ [3]۔	مرد عورت کا باہم تشبہ حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ وہ دونوں اس میں خدا کی بنائی چیز بدلتے ہیں۔

یہ اشارہ ہے اسی آیہ کریمہ "فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ ؕ" [4] کی طرف، یہ تو آیت تھی اب بتوفیق اللہ تعالٰی احادیث لیجئے۔

حدیث ۴۲: امام احمد ودارمی وامام بخاری وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجۃ وطبرانی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الجنایات ۶/ ۱۳۰ و بحر الرائق کتاب الجنایات ۸/ ۳۳۱

[2] قوت القلوب الفصل السادس والثلاثون ۲/ ۱۴۲ و احیاء العلوم النوع الثانی ۱/ ۱۴۴

[3] الحدیقہ الندیہ ومن الآفات اضاعۃ الرجل اولادہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۵۸

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشابھات من النساء بالرجال [1]۔	اللہ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی۔

طبرانی کی روایت یوں ہے:

ان امرأۃ مرت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متقلدۃ قوسافقال لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء [2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت شانے پر کمان لٹکائے گزری، فرمایا: اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردانی وضع بنائیں اور ان مردوں پر جو زنانی۔

حدیث ۴۳: بخاری، ابوداؤد و ترمذی انھیں سے راوی:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم [3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی زنانہ مردوں اور مردانی عورتوں پر۔ اور فرمایا انھیں اپنے گھروں سے نکال باہر کرو۔

حدیث ۴۴: بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اخرجوا المخنثین من بیوتکم [4]۔	زنانوں کو اپنے گھروں سے نکال باہر کرو۔

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/ ۸۷۴۔ سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۱۰۔ جامع الترمذی ۲/ ۱۰۲، سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸، مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۳۹

[2] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی الترھیب من تشبہ الرجل بالمرأۃ الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۰۳

[3] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/ ۸۷۴ و سنن ابی داؤد کتاب الادب ۲/ ۳۱۸ جامع الترمذی ابواب الادب ۲/ ۱۰۲

[4] سنن ابن ماجہ ابواب الحدود باب المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱، کنز العمال بحوالہ احمد خ، د، ہ حدیث ۴۵۰۶۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۹۶

حدیث ۴۵: ابوداؤد ونسائی، وابن ماجہ وابن حبان بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر کہ عورت کا پہناوا پہنے اور اس عورت پر کہ مرد کا۔

حدیث ۴۶: ابوداؤد بسند حسن عبداللہ بن ابی ملیکہ سے راوی:

قال قیل لعائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان امرأۃ تلبس النعل قالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء[2]۔	ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

حدیث ۴۷: امام احمد بسند صحیح ایک تابعی ہذیلی سے راوی میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خدمت میں حاضر تھا ایک عورت کمان لٹکائے مردانی چال چلتی سامنے سے گزری عبداللہ نے پوچھا یہ کون ہے میں نے کہا ام سعید دختر ابو جہل، فرمایا میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لیس منا من تشبہ بالرجال من النساء ولا من تشبہ بالنساء من الرجال[3] ورواہ الطبرانی عن عبد اللہ مختصرًا۔	ہمارے گروہ میں سے نہیں وہ عورت کہ مردوں سے تشبہ کرے اور نہ وہ مرد کہ عوتوں سے (اور اسے طبرانی نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مختصرًا روایت کیا۔ت)

حدیث ۴۸: امام احمد بسند حسن اور عبدالرزاق مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخنثی الرجال الذین یتشبہون بالنساء والمترجلات من النساء	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی زنانہ مردوں پر جو عورتوں کی صورت بنیں اور مردانی عورتوں پر جو مردوں کی شکل بنیں اور جنگل کے

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۰۰

المتشابھات بالرجال وراکب الفلاۃ وحدہ[1]۔	اکیلے سوار کو یعنی جو خطرہ کی حالت میں تنہا سفر کو جائے۔

حدیث ۴۹: طبرانی کبیر میں بسند صالح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث و الرجلۃ من النساء ومدمن الخمر[2]۔	تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے دیوث اور مردانی عورت اور شراب کا عادی۔

حدیث ۵۰: احمد، نسائی، حاکم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لاینظراللہ الیھم یوم القیمۃ العاق لوالدیہ والمرأۃ المترجلۃ المتشبھۃ بالرجال ؏ والدیوث[3]۔	تین شخصوں پر اللہ تعالٰی روز قیامت نظر رحمت نہ فرمائے گا ماں باپ کا نافرمان اور مردانی عورت مردوں کی وضع بنانے والی اور دیوث۔

حدیث ۵۱: نسائی سنن اور بزار مسند اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں ان سے راوی:

؏: وفی طریقۃ لاحمد وروایۃ عبدالرزاق بعدھذا والمتبتلین الذین یقولون لانتزوج والمتبتلات اللاتی یقلن ذلك وراکب الفلاۃ وحدہ والبائت وحدہ[4] ۱۲منہ	امام احمد کی دوسری سند کے ساتھ اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ مذکور ہیں وہ مرد جو عورتوں سے لاتعلق ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم شادی نہیں کرتے اور الگ تھلگ رہنے والی عورتیں جو یہی کچھ کہتی ہیں اور جنگل و بیابان میں اکیلا سفر کرنے والا سوار اور قوت مردمی کے باوجود تنہا رہنے والا مرد۔(ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۸۹۔۲۸۷

[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر کتاب النکاح باب فیمن یرضی لاہلہ بالخبث دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۲۷

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۴، سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۳۵۷

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۸۹

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث ورجلة النساء [1]۔	تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ سے عاق اور دیوث اور مردانی عورت۔

حدیث ۵۲: بیہقی شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اربعة یصبحون فی غضب اللہ ویمسون فی غضب اللہ المتشبھون من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال والذی یاتی البھیمة والذی یاتی بالرجل [2]۔	چار شخص صبح کریں تو اللہ کے غضب میں شام کریں تو اللہ کے غضب ہیں زنانی وضع والے مرد اور مردانی وضع والی عورتیں اور جو چوپائے سے جماع کرے اور اغلامی۔

حدیث ۵۳: طبرانی کبیر میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اربعة لعنھم اللہ فوق عرشه وامنت علیھم ملئكة الذی یحصن نفسه عن النساء ولایتزوج ولا یتسری لان لایولد له ولد الرجل یتشبه بالنساء وقد خلقه اللہ ذکرا والمرأة تتشبه بالرجال وقد خلقھا اللہ انثی ومضل المسكین [3] وفی اخری	حاصل یہ کہ چار شخصوں پر اللہ عزوجل نے بالائے عرش سے دنیا وآخرت میں لعنت بھیجی اور ان کی ملعونی پر فرشتوں نے آمین کہی وہ مرد جسے خدائے تعالٰی نے نر بنایا اور وہ مادہ بنے عورتوں کی وضع بنائے اور عورت جسے خدا نے مادہ بنایا اور وہ نر بنے مردانی وضع اختیار کرے اور اندھے کو بہکانے یا مسكین

عـــه: ھذا وعید اٰخر غیر مافی قرینة فالظاھر تعداد الورود ولا تغییر العبارة من الصحابی او راو بعده واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منه	یہ دوسری وعید ہے جو ساتھ والی روایت میں نہیں ہے بظاہر تعداد ورود مراد ہے صحابی سے تبدیلی عبارت مراد نہیں یا اس کے بعد کوئی اور راوی ہے اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان للبیہقی باب فی الغیرة والمذاق حدیث ۱۰۷۹۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۲، سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۳۵۷ و المستدرك للحاکم کتاب الایمان ۱/ ۷۲

[2] شعب الایمان باب فی تحریم الفروج حدیث ۵۳۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۵۶

[3] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۴۹ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۱۱۷

عنه اربعة لعنوا فی الدنیا والاخرة وامنت الملئکة رجل جعله الله ذکرا فانث نفسه وتشبه بالنساء وامرأة جعلها الله انثی فتذکرت وتشبهت بالرجال والذی یضل الاعمی ورجل حصور ولم یجعل الله حصورا الا یحیی بن زکریا علیه السلام [1]۔	کو راستہ بھلانے والا اور وہ جو اولاد ہونے کے خوف سے نکاح نہ کرے نہ کنیز حلال رکھے راہبان نصاری کی طرح بن رہے۔

حدیث ۵۴: ابن عساکر ابن صالح وہ اپنے بعض شیوخ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن الله الملئکة رجلا تأنث وامراة تذکرت [2]۔ والعیاذ بالله رب العالمین۔	اللہ عزوجل اور فرشتوں نے لعنت کی اس مرد پر جو عورت بنے اور اس عورت پر جو مرد۔

دلیل سوم: داڑھی منڈانا کتروانا شعار کفار میں ان سے تشبہ ہے اور وہ حرام۔

تنبیہ ہشتم کی متعدد احادیث میں گزرا کہ یہ خصلت شیعہ مجوس و یہود و مشرکین کی ہے اور نہم کے نصوص عدیدہ میں کہ مجوسیوں یہودیوں ہندوؤں فرنگیوں کی اور حدیث اول و سوم و چہارم میں گزرا مشرکوں کا خلاف کرو یہودیوں کی صورت نہ بنو اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

نص ۵۳ تا ۵۵: لمعات سے گزرا کہ داڑھی باندھنے والے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی بیزاری اس وجہ سے ظاہر فرمائی کہ اس میں بے دینوں سے تشبہ ہے۔[3] علامہ طیبّی وعلامہ طاہر سے گزرا کہ وجہ نہی مشابہت کفار ہے [4]۔

نص ۵۶ و ۵۷: بدائع امام ملک العلماء و شرح منسک متوسط میں ہے:

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۴۸۹ المکتبة الفیصلیة بیروت ۸/ ۲۴۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابن صالح حدیث ۴۳۹۸۳ موسسة الرسالہ بیروت ۱۶/ ۷۳

[3] لمعات التنقیح شرح مشکٰوۃ المصابیح کتاب الطهارة باب السواك مکتبه المعارف العلمیه ۲/ ۶۸

[4] شرح الطیبی علی مشکٰوۃ المصابیح کتاب الطهارة باب السواك ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۶

حلق اللحیۃ تشبہ بالنصارٰی [1]۔	داڑھی منڈانی نصارٰی کی سی صورت بنانی ہے۔

نص ۵۸: جب در مختار میں فرمایا داڑھی نہ رکھنا یہود و ہنود کا کام ہے [2] علامہ طحطاوی نے فرمایا: التشبہ بھم حرام [3] ان سے تشبہ حرام ہے۔

نص ۵۹ و ۶۰: علامہ اسمٰعیل بن عبدالغنی حاشیہ درر و غرر پھر علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل حاشیہ طریقہ محمدیہ نوع ثامن آفات لسان میں فرماتے ہیں:

لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح [4] اھ مختصرًا۔	فرنگیوں کی وضع پہننی صحیح مذہب میں کفر ہے اھ مختصراً۔

حدیث ۵۵: صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ابغض الناس الی اللہ ثلثۃ ملحد فی الحرم ومتبغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ ومطلب دم امرئ بغیر حق لیھریق دمہ [5]۔	اللہ عزوجل کوسب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں حرم شریف میں الحاد و زیادتی کرنے والا اور اسلام میں جاہلیت کی سنت چاہنے والا اور ناحق کسی کی خونریزی کے لئے اس کے قتل کی تلاش میں رہنے والا۔

علامہ طیّبی سے مجمع البحار میں ہے:

اذا ترتب ھذا الوعید علی طالبہ فعلی المباشر اولی [6]۔	جب سنت جاہلیت کی طلب پر یہ وعید ہے تو برتنے والا بدرجہ اولٰی۔

حدیث ۵۶ و ۵۷: بخاری تعلیقا اور احمد و ابویعلی و طبرانی کاملا حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور جملہ اخیرہ ابوداؤد ان سے اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن حضرت حذیفہ

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الحج فصل واما الحلق والتقصیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۴۱، المنسک المتوسط علی لباب المناسک مع ارشاد الساری دار الکتب العربی بیروت ص ۱۵۲

[2] درمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم الخ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶۰

[4] الحدیقہ الندیہ النوع الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰

[5] صحیح البخاری کتاب الدیات باب من طلب دم الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۲/ ۱۰۱۶

[6] مجمع بحار الانوار باب السنن مع النون تحت لفظ السنن مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۳/ ۱۳۲

صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعل الذل والصغار علی من خالف امری ومن تشبہ بقوم فھو منھم [1]۔	رکھی گئی ذلت اور خواری اس پر جو میرے حکم کا خلاف کرے اور جو کسی قوم سے تشبہ کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

علامہ طیّبی سے مجمع وغیرہ میں ہے:

ای من تشبہ بالکفار فی اللباس وغیرہ فھو منھم [2] اھ باختصار۔	یعنی جو کافروں سے لباس وغیرہ میں مشابہت کرے وہ انھیں کافروں میں سے ہے اھ باختصار

حدیث ۵۸: ترمذی وطبرانی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من تشبہ بغیر نا لاتشبھوا بالیھود ولا بالنصاری فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصاری الاشارۃ بالاکف [3]۔	ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے تشبہ کرے، نہ یہود سے تشبہ کرو نہ نصرانیوں سے کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصارٰی کا ہتھیلیوں سے۔

حدیث ۵۹: مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وسلم فرماتے ہیں:

لیس منامن عمل بسنۃ غیرنا [4]۔	جو ہمارے غیر کی سنت پر عمل کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب ماقیل فی الرماح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰۸، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۰ و۹۲، سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳، المعجم الاوسط حدیث ۸۳۲۳ مکتبہ المعارف ریاض ۹/ ۱۵۱

[2] مجمع بحار الانوار باب الشین مع الباء مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۳/ ۱۷۸

[3] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء فی تبلیغ الاسلام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۹۴

[4] الفردوس بماثور الخطاب عن ابن عباس حدیث ۵۲۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۱۵

حدیث ۶۰: ابن حبان اپنی صحیح میں ابو عثمان سے راوی ہمارے پاس پیشگاہ خلافت فاروقی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمان والا شرف صدور لایا جس میں ارشاد ہے: **ایاکم وزی الاعاجم**[1] پارسیوں کی وضع سے دور رہو،

تذییل حدیث ۶۱: ابن ماجہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یعمل بسنتی فلیس منی[2]۔	جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔

حدیث ۶۲: ابن عساکر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رغب عن سنتی فلیس منی[3]۔	جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرے گروہ سے نہیں۔

حدیث ۶۳: خطیب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خالف سنتی فلیس منی[4]۔	جو میری سنت کا خلاف کرے وہ میرے زمرے سے نہیں۔

حدیث ۶۴: ابن عساکر حضرت ابن الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ بسنتی فھو منی ومن رغب عن سنتی فلیس منی[5]۔	جو میری سنت اختیار کرے وہ میرا اور جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں۔

حدیث ۶۵: بیہقی شعب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند صحیح راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابن حبان تحت حدیث ۱۰۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۸۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر ابی ایوب حدیث ۱۸۱۴۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۹۸

[4] تاریخ بغداد الخطیب ترجمہ ۳۶۷۸ دارالکتب العربی بیروت ۷/ ۲۰۹

[5] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۹۳۴ ۱/ ۱۸۴ وحدیث ۲۲۷۵۴ ۸/ ۲۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت

ان لکل عمل شرۃ ولکل شرۃ فترۃ فمن کانت فترتہ الی سنتی فقد اھتدی ومن کانت الی غیر ذٰلک فقد ھلك[1]۔	یعنی ہر کام کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کو ایک فتور تو جو فتور کے وقت بھی میری سنت ہی کی طرف رہے ہدایت پائے اور جو دوسری جانب ہو ہلاک ہو جائے۔
ربنا بقدرتك علینا وعجز نا لدیك وبغناك عنا وفا قتنا الیك لاتھلکنا بذنوبنا ولا تواخذنا بما عملنا ولا تجعلنا فتنۃ للقوم الظلمین ربنا انك رؤف رحیم اٰمین والحمد ﷲ رب العلمین وصلی اﷲ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد شفیع المذنبین والہ وصحبہ اجمعین، اٰمین۔	اے ہمارے پروردگار! ہم پر جو تجھے قدرت کاملہ حاصل ہے اس کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اور ہمارا تیری بارگاہ میں عجز و نیاز اور تیری ہم سے بے نیازی اور ہمارا تیری طرف احتیاج، ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ کرنا اور جو کچھ ہم نے کیا اس پر ہماری گرفت نہ کرنا اور ہمیں ظالموں کے لئے آزمائش نہ بنانا، اے ہمارے پروردگار! یقینا تو بڑی شفقت کرنے والا رحم کرنے والا ہے ہماری دعا قبول فرما (آمین)، سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا مالک وپروردگار ہے اور ہمارے آقا و مولٰی پر اللہ تعالٰی کی بے پایاں رحمتیں ہوں جو (حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) روز قیامت گناہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں اور ان کی تمام اولاد اور سب ساتھیوں پر، مولا! اس دعا کو قبول فرما، آمین! (ت)

خاتمہ

رزقنا اﷲ حسنھا (اللہ تعالٰی اسے (یعنی خاتمہ کو) حسن وجمال سے نوازے۔ت) اب کہ بحمد اللہ تعالٰی کلام اپنے منتٰہی کو پہنچا اکثر ابنائے زماں کی ہمت اور دین وعلم کی جانب رغبت معلوم کسی دینی تحریر کے چند ورق دیکھنے بھی ان پر بار گراں اور راستانوں دیوانوں کے دفتر الٹ جائیں سیری کہاں، لہٰذا ہم بعض مضامین رسالہ کا ایک جدول میں خلاصہ لکھتے ہیں جنھیں اللہ ورسول پر ایمان اور روز قیامت پر ایقان ہے ملاحظہ کریں کہ قرآن وحدیث ونصوص ائمہ وعلمائے کرام قدیم وحدیث میں داڑھی منڈانے کتروانے پر کیا کیا ہولناک سزائیں وعیدیں، مذمتیں، تہدیدیں وارد ہیں، ایمانی نگاہ کو یہ جدول ہی کافی۔ اور جو تفصیل چاہے تو یہ

[1] کنز العمال بحوالہ ھب عن ابن عمرو حدیث ۴۴۴۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۲۷۶

فتوٰی وافی اب جس میں عذاب الٰہی کی طاقت ہو نیچریان عنود کی بات سنے، مجوس وہنود کی صورت بنے، ان جانگزا آفتوں کو گوارا کرے اور جسے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت ہو اپنا منہ اسلامی بنائے شعائر اللہ کی حرمت بجالائے شعائر کفر سے کنارہ کرے۔ واللہ الھادی وولی الایادی (اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ دکھانے والا گوناگوں احسانات وانعامات کا مالک ہے۔ ت)

جدول ان سزاؤں وعیدوں مذمتوں کی جو داڑھی منڈانے کتروانے والوں کے حق میں آیات واحادیث ونصوص مذکورہ سے ثابت ہیں

نمبر شمار	سزاومذمت	فرمان عدالت	میزان فرامین
۱	اللہ ورسول کے نافرمان ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	نو ۹۔ آیات ۱۵، ۱۳، ۸، ۷، ۲، ۱ تا ۱۸، ۳۲، حدیث ۱ تا ۱۰، ۱۹ تا ۳۸، ۴۰ تا ۵۸	۴۱
۲	شیطان لعین کے محکوم ہیں۔	آیت ۵	۱
۳	سخت احمق ہیں۔	آیت ۱۰ نص ۱۸، ۱۹	۳
۴	اللہ ان سے بیزار ہے۔	آیت ۱۴	۱
۵	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیزار ہیں۔	حدیث ۱۱، ۱۳	۲
۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایسی صورت دیکھنے سے کراہت آتی ہے۔	حدیث ۱۰	۱
۷	یہودی صورت ہیں۔	حدیث ۳، ۴ نص ۱ تا ۵	۷
۸	نصرانی وضع ہیں فرنگیوں سے مشابہ ہیں۔	حدیث ۴ نص ۱ تا ۵، ۱۳ تا ۱۷، ۳۶، ۵۶، ۵۷	۱۴
۹	مجوس کے پیرو ہیں۔	حدیث ۶، ۲۔ نص ۱ تا ۵، ۱۳ تا ۱۷	۱۲
۱۰	ہندوؤں کی صورت مشرکین کی سیرت ہیں۔	حدیث ۱۔ نص ۱ تا ۵، ۱۳ تا ۱۷، ۳۴، ۳۶	۱۳
۱۱	مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گروہ سے نہیں۔	حدیث ۷، ۴، ۵۸، ۵۹، ۶۱ تا ۶۴	۷
۱۲	انھیں اپنے ہم صورتوں نصارٰی ویہود ومجوس وہنود کے گروہ سے ہیں۔	حدیث ۵۶، ۵۷	۲

۱۳	واجب التعزیر ہیں شہر بدر کرنے کے قابل ہیں۔	حدیث ۴۳، ۴۴۔ نص ۶ تا ۱۲	۹
۱۴	مبدلین فطرت ہیں مغیر خلق اللہ ہیں۔	نص ۱۸، ۱۹، ۳۵، ۳۸ تا ۴۹، ۵۲	۱۶
۱۵	زنانے مخنث ہیں۔	حدیث ۴۳، ۴۸۔ نص ۱ تا ۵	۷
۱۶	خدا کے عہد شکن ہیں۔	حدیث ۲۱	۱
۱۷	ذلیل وخوار ہیں۔	حدیث ۵۶، ۵۷	۲
۱۸	گھنونے قابل نفرت ہیں۔	حدیث ۴۰	۱
۱۹	مردود الشہادت ہیں۔	حدیث ۱۳، ۱۴، ۱۵	۳
۲۰	پورے اسلام میں داخل نہ ہوئے۔	آیت ۱۸	۱
۲۱	ہلاکت میں ہیں مستحق بربادی ہیں۔	آیت ۱۸ حدیث ۶۵	۲
۲۲	دین میں بے بہرہ آخرت میں بے نصیب ہیں۔	حدیث ۱۶، ۱۷، ۴۱	۳
۲۳	عذاب الٰہی کے منتظر۔	آیت ۱۸	۱
۲۴	اللہ عزوجل کو سخت دشمن ومبغوض ہیں۔	حدیث ۵۵	۱
۲۵	صبح ہیں تو اللہ کے غضب میں، شام ہیں تو اللہ کے غضب میں۔	حدیث ۵۳	۱
۲۶	قیامت کے دن ان کی صورتیں بگاڑی جائیں گی۔	حدیث ۳۷، ۳۸	۲
۲۷	اللہ ورسول کے ملعون ہیں دنیا وآخرت میں ملعون ہیں، اللہ وملائکہ وبشر سب کی ان پر لعنت ہے، فرشتوں نے ان کے لعنتی ہونے پر آمین کہی۔	ہشت احادیث ۱۸، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۶، ۴۸، ۵۳، ۵۴۔	۸
۲۸	اللہ تعالٰی ان پر نظر رحمت نہ فرمائے گا۔	حدیث ۵۰	۱
۲۹	وہ بہشت میں نہ جائیں گے۔	حدیث ۴۹، ۵۱	۲
۳۰	اللہ عزوجل انھیں جہنم میں ڈالے گا۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی**	آیت ۱۴	۱

الحمدللہ یہ مختصر رسالہ جس میں علاوہ زوائد کے اصل مقصد میں اٹھارہ [۱۸] آیتوں بہتر [۷۲] حدیثوں

ساٹھ ارشادات علماء جملہ ڈیڑھ سو نصوص نے باطل کا ازہاق، حق کا احقاق کیا، غرہ رجب روز جمعہ مبارک ۱۳۰۵ھ ہجریہ قدسیہ کو قمر التمام وبدر سماء اختتام اور بلحاظ تاریخ **لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی** (چاشت کی روشنی داڑھیاں بڑھانے میں۔ت) نام ہوا۔

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم وصلی الله تعالٰی علی خیر خلقه وسراج افقه سیدنا ومولٰنا محمد واله وصحبه اجمعین اٰمین واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین والله سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔	اے ہمارے پروردگار! ہم سے (اس خدمت کو) قبول فرما، بے شک تو سب کچھ سننے جاننے والا ہے اللہ تعالٰی ان کی ان پر (بے حساب) رحمتیں ہوں **جو تمام مخلوق سے بہتر اور علم ودانش کا (روشن) چراغ** ہیں جو ہمارے آقا و مولا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور ان کی سب آل اور تمام صحابہ کرام پر بھی ہو (مولائے کریم) دعا قبول فرما اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے مربی ہے۔اللہ تعالٰی کی ذات برتر اور سب سے زیادہ جاننے والی ہے۔ اور اس جلیل القدر کا علم سب سے زیادہ تام (کامل) اور بڑا محکم ہے۔(ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفٰی احمد رضا خان

رسالہ
لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی
ختم شد

مسئلہ ۲۲۸: مسئولہ عزیز الحسن طالب علم مدرسہ اہلسنت شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

سر کے بال مونڈھے سے زیادہ بڑھالینا جس طرح کہ آج کل کے متصوفوں نے اختیار کیا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

صحاح احادیث میں لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور عورتوں پر جو مردوں کی لہذا یہ حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹: ابوبکر علی محمد نو روز چہار شنبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

ایک شخص کھتری کا کام کرتا ہے اور کپڑے میں کنڈیں باندھنے کے لئے چند ناخون رکھوانے کی بہت ضرورت پڑتی ہے تو اب وقت ضرور ناخن رکھوانے کے لئے کیا حکم ہے۔ تحریر فرمائیں فقط۔

الجواب:

چالیس ۴۰ روز سے زیادہ ناخن یا موئے بغل یا موئے زیر ناف رکھنے کی اجازت نہیں، بعد چالیس ۴۰ روز کے گنہگار ہوں گے، ایک آدھ بار میں گناہ صغیرہ ہوگا عادت ڈالنے سے کبیرہ ہوجائیگا فسق ہوگا، صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

وقت لنا لفظه عنداحمد وابی داؤد و الترمذی و النسائی وقت لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی قص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط و حلق العانة ان لانترك اکثر من اربعین لیلة[1]۔	ہمارے لئے وقت مقرر فرمایا (مسلم شریف کے الفاظ) مسند احمد، ابوداؤد، جامع الترمذی اور سنن النسائی کے الفاظ یہ ہیں وقت لنا یعنی ہمارے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مونچھیں کترنے، ناخن کاٹنے، زیر بغل بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال مونڈنے کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا کہ ہم میں سے کوئی شخص چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔ (ت)

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹، سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی اخذ الشارب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۱، سنن النسائی ذکر التوقیت فی ذٰلك نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۷، جامع الترمذی ابواب الآداب باب ماجاء فی تقلیم الاظفار امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

درمختار میں ہے:

کرہ ترکہ وراء الاربعین[1]۔	چالیس روز سے زیادہ چھوڑ دینا مکروہ ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای تحریما لقول المجتبٰی ولا عذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید[2]۔	یہاں کراہت سے مکروہ تحریمی مراد ہے۔المجتبٰی کے اس قول کی وجہ سے کہ چالس دن سے زیادہ دیر لگانے میں کوئی عذر (مقبول) نہیں، لہٰذا اگر ایسا کیا گیا تو پھر عذاب کی دھمکی کا مستحق ہے اھ (ت)

پیتل وغیرہ کے ناخن بنوا کر ایسے کہ انگلیوں پر چڑھ سکیں مثلاً ایک پورے کے قدر انگلی کی شبیہ جسے انگلی میں پہن لیا جائے اور اس پر ناخن بنا ہوا ان سے کام لیا جائے یہ سونے چاندی کے جائز نہیں۔ حتی کہ عورتوں کو بھی احتراز چاہئے کہ یہ صرف پہننا نہیں بلکہ دوسرے کام میں استعمال۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۰: از شہر بریلی مسئولہ خورشید حسین ۲۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے ہاتھ میں رعشہ ہے وہ استرہ نہیں لے سکتا خوف زخمی ہونے کا ہے تو وہ کیا کرے۔

الجواب:

نورہ استعمال کرے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۱: مرسلہ مرزا عبدالرحیم بیگ مدرس مدرسہ جماعت نارواڑی محلّہ رنچھوڑ لین کراچی بندر ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک ہندو نومسلم ہوا ہے اب اس کا ختنہ کرنا شرع شریف سے کیا حکم ہے۔آیا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کون سی دلیل ہے اور کس ترتیب سے؟ اور اگر ناجائز ہے تو کس وجہ سے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ)

الجواب:

ہاں ختنہ کا حکم ہے۔حدیث میں ارشاد ہوا:

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

الق عنك شعر الكفر واختتن [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اپنے آپ سے کفر کے بال دور کردے اور ختنہ کرے، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۲ و ۲۳۳: از موضع بھوٹا بہوٹی بسوٹولانڈ علاقہ جام نگر کاٹھیاواڑ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صدیقی حنفی قادری ابن حاجی امیر میاں ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ اکثر عربستان میں لڑکیوں کو ختنہ کرنے کا رواج ہے۔ اور ہند میں کیوں رواج نہیں؟

(۲) مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آئے کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے ترکی لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟

الجواب:

(۱) لڑکیوں کے ختنہ کرنے کا تاکیدی حکم نہیں اور یہاں رواج نہ ہونے کے سبب عوام اس پر ہنسیں گے اور یہ ان کے گناہ عظیم میں پڑنے کا سبب ہوگا اور حفظ دین مسلمانان واجب ہے لہذا یہاں اس کا حکم نہیں۔ اشباہ میں ہے:

لایسن ختانها وانما هو مكرمة [2]۔	لڑکیوں کا ختنہ کرنا سنت نہیں بلکہ وہ ایک عمدہ کام ہے۔ (ت)

منیہ المفتی پھر غمز العیون میں ہے:

وانماكان الختان فی حقها مكرمة لانه يزيد فی اللذة [3]۔	لڑکیوں کے حق میں ختنہ ایک عمدہ فعل ہے کیونکہ اس سے لذت جماع میں اضافہ ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ختان المرأة ليس سنة بل مكرمة للرجال وقيل	عورت کا ختنہ سنت نہیں بلکہ وہ مردوں کے لئے ایک اچھا طریقہ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارت باب الرجل یسلم یؤمر بالغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵۲، مسند احمد بن حنبل عن ابی کلیب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۵

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۷۰

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۷۰

سنة [1] اھ وجزم به البزازی فی وجیزه والحدادی فی سراجه وقال فی الهندیة عن المحیط اختلف الروایات فی ختان النساء ذکر فی بعضها انه سنة هکذا حکی عن بعض المشائخ وذکر شمس الائمة الحلوانی فی ادب القاضی للخصاف ان ختان النساء مکرمة [2] اھ ورأیتنی کتبت علیه ای فیکون مستحبا وهو عند الشافعیة واجب فلا یترك ماقله الاستحباب مع احتمال الوجوب لکن الهنود لایعرفونه ولو فعل احد یلومونه و یسخرون به فکان الوجه ترکه کیلا یبتلی المسلمون بالاستهزاء بامر شرعی وهذا نظیر ماقال العلماء ینبغی للعالم ان لایرسل العذبة علی ظهره وان کان سنة اذا کان الجهال یسخرون منه ویشبهون بالذنب	سنت ہے اھ اور بزازی نے وجیز میں اس پر اظہار یقین کیا اور حدادی نے اپنی سراج میں اور فتاوٰی عالمگیری میں محیط سے نقل کیا ہے کہ عورتوں کے ختنہ میں اختلافات روایات ہے، چنانچہ بعض میں یہ ذکر کیا گیا کہ وہ سنت ہے۔ چنانچہ بعض مشائخ سے اسی طرح حکایت کی گئی، اور شمس الائمہ حلوانی نے خصاف کی ادب القاضی سے ذکر کیا کہ عورتوں کا ختنہ عمدہ فعل ہے اھ، مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر تحریر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے لیکن شافعیوں کے نزدیک واجب ہے لہٰذا ایسے کام کو نہ چھوڑا جائے جو کم سے کم مستحب ہے باوجود یہ کہ اس میں وجوب کا احتمال ہے لیکن ہمارے ہاں کے ہندی لوگ اس کو نہیں پہچانتے، لہٰذا اگر یہاں کوئی ایسا کرے تو لوگوں اس کو ملامت کریں گے اور اس کا مذاق اڑائیں گے۔ لہٰذا عمدہ وجہ اسے چھوڑ دینا ہے تاکہ لوگ ایک حکم شرعی کے ساتھ ہنسی مذاق میں مبتلا نہ ہو جائیں، اور اس کی نظیر (مثال) وہ ہے کہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا کہ عالم کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی پیٹھ پر (دستار کا) شملہ نہ چھوڑے اگر چہ یہ کام سنت ہے۔ اگر ناواقف لوگ (اس فعل سے) مذاق اڑائیں اور اس کو

[1] درمختار مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۰

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

فیقعون فی شدید الذنب هذا واحتج البزازی علی استنانه بان لوکان مکرمة لم تختن الخنثی لاحتمال ان یکون امرأة ولکن لا کالسنة فی حق الرجال [1] اه وتعقبه العلامة ش فقال ختان الخنثی لاحتمال کونه رجلا وختان الرجل لایترك فلذا کان سنة احتیاطا ولایفید ذٰلك سنیته للمرأة تأمل [2] اه وکتبت فیما علقت علیه اقول:کان یتمشی هذالولم یختن منها الا الذکر اذ لامعنی لختان الفرج قصدا الی الختان لاحتمال الرجولیة وقد صرح فی السراج ان الخنثٰی تختن من کلا الفرجین ولا شك ان النظر الی العورة لاتباح لتحصیل مکرمة [3] اه

دم سے تشبیہ دیں۔پھر اس طرح کی حرکت سے شدید گناہ میں پڑ جائیں۔اور امام بزازی نے (ختنہ کے) سنت ہونے پر استدلال کیا(اور دلیل پیش کی)اگر یہ کام صرف عمدہ اور اعزازی ہوتا تو پھر ہیجڑے کا ختنہ نہ کیا جاتا اس احتمال پر کہ شاید عورت ہو لیکن یہ اسی طرح نہیں جیسے مردوں کے حق میں سنت ہے۔اھ علامہ "ش" نے بزازی کا تعاقب کیا اور فرمایا کہ ہیجڑے کا ختنہ کرنا اس کے مرد ہونے کے احتمال پر ہے۔اور مرد کا ختنہ کبھی متروک نہیں، پھر اس لئے یہ احتیاطی سنت ہے۔اور یہ بات عورت کے لئے سنیت کا فائدہ نہیں دیتی، غور اور سوچ کیجئے اھ میں نے اپنی تعلیق میں اس کے متعلق تحریر کیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ یہ بات چل سکتی تھی جبکہ ان میں سے سوائے مرد کے کسی کا ختنہ نہ کیا جاتا کیونکہ فرج (شرمگاہ) کے قصدا ختنہ کرنے کا صرف اس کی مردانگی (رجولیت) کے احتمال پر کوئی مفہوم اور مطلب نہیں۔اور سراج میں یہ صراحت کی گئی کہ ہیجڑے کے دونوں فرجوں (شرمگاہوں) کا ختنہ کیا جائے،اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ محل ستر (عورة) کو کسی عمدہ کام کے حصول کے لئے دیکھنا مباح نہیں ہوسکتا اھ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ البزازی مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۹

[2] ردالمحتار بحوالہ البزازی مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۹

[3] السراج

لکن ھذا ھو نص الحدیث فقد اخرج احمد عن والدابی الملیح والطبرانی فی الکبیر عن شداد بن اوس وکابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم بسند حسن حسنہ الامام السیوطی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال الختان سنۃ للرجال ومکرمۃ للنساء [1] **اقول:** ولایندفع الاشکال بما فعل الامام البزازی فانہ ان فرض سنۃ فلیست کل سنۃ یباح لھا النظر الی العورۃ ومسھا الاتری ان الاستنجاء بالماء سنۃ ولایحل کشف العورۃ فان لم یجد سترا وجب علیہ ترکہ وانما ابیح لہ ذٰلک فی ختان الرجل لانہ من شعائر الاسلام حتی لو ترکہ اھل بلدۃ قاتلھم الامام کما فی فتح القدیر یرو	لیکن یہ صراحۃً حدیث ہے کہ امام احمد نے ابوالملیح کے والد کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں شداد بن اوس کی سند سے جیسا کہ ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے نیز امام سیوطی نے اس کی تحسین فرمائی (یعنی اس کو حدیث حسن قرار دیا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ختنہ مردوں کے حق میں سنت ہے اور عورتوں کے لئے ایک عمدہ کام ہے۔ **میں کہتا ہوں** کہ امام بزازی کی کارروائی سے اشکال دفع نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس کام کو سنت بھی فرض کرلیا جائے تو بھی نظر الی الفرج کا جواز کیسے ہوگا) اس لئے ہر سنت میں بھی یہ گنجائش نہیں کہ اس کی وجہ سے محل ستر (عورۃ) کو دیکھنا اور مس کرنا مباح ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ پانی سے استنجا کرنا سنت ہے لیکن اگر کوئی باپردہ جگہ نہ ہو تو پھر بر سر عام کھلی جگہ ستر ننگا کرکے استنجا کرنا جائز اور مباح نہیں۔ بلکہ اس صورت میں ترک استنجا واجب ہے۔ اور مردوں کے ختنہ میں اس کی اس لئے اجازت دی گئی کہ یہ کام شعائر اسلام میں سے ہے حتی کہ اگر کسی شہر والے اسے چھوڑ دیں تو امام ان سے جنگ

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث اسامۃ الھذلی ۵/ ۷۵ والمعجم الکبیر ۱۱۲۷ و ۱۱۳۰ ۷/ ۷۴۔ ۲۷۳

التنویر وغیرہما ولیس ھذا منہا فان الشعار یظھر والخفاض مأمور فیہ بالاخفاء فسقط الاحتجاج ولا مخلص الا فی قصر ختانہا علی الذکر خلافالما فی السراج الا ان یحمل علی ماذ اختتنت قبل ان تراھق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	لڑے (تاکہ وہ اسے قائم کرنے پر آمادہ ہوجائیں) جیسا کہ فتح القدیر اور تنویر اور ان دو کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے۔ اور یہ اس میں سے نہیں۔ اور شعار کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور اس میں اخفاء کا حکم دیا گیا ہے اور استنجا کرنے میں بصورت پستی شرمگاہ چھپانے کا حکم دیا گیا لہٰذا استدلال ساقط ہوگیا۔ اور اس سے کوئی چارہ کار نہیں کہ ختنہ کرنا، مرد پر بند رکھا جائے بخلاف اس کے جو کچھ سراج میں ہے، مگر یہ کہ اس کا قول اس پر حمل کیا جائے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ لڑکی کا ختنہ اس کے قریب البلوغ ہونے سے پہلے کرلیا جائے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

(۲) مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام وگناہ وسنت مشرکین ومجوس ویہود ونصارٰی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلٰی درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولاتشبھوا بالیھود۔ رواہ الامام الطحاوی [1]عن انس بن مالك ولفظ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما جزوا الشوارب وارخوااللحی وخالفوا المجوس [2]۔	مونچھیں کتر کر خوب پست کر اور داڑھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ (امام ابوجعفر طحاوی نے حضرت انس بن مالک سے اس کو روایت کیا ہے۔ اور مسلم شریف کے الفاظ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہیں: ___ مونچھیں کترو اور داڑھیاں چھوڑو اور مجوس کی مخالفت کرو۔ ت)

فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب حلق الشارب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۷

[2] صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

مسئلہ ۲۳۴: از علی گڑھ کٹرہ سعید خاں مرسلہ حافظ سعید احمد صاحب لکھنوی معرفت حافظ محمد عمر صاحب مسجد عطا شہید ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

طحطاوی حاشیہ در مختار جلد رابع میں ہے:

ورد فی بعض الآثار النھی عن قص الاظافر یوم الاربعاء فانہ یورث البرص [1]۔	بعض آثار میں بدھ کے دن ناخن کترنے کی ممانعت آئی ہے کہ اس کام سے مرض برص (پھلبہری) پیدا ہوتا ہے۔(ت)

اس کی سند کیا ہے اور یہ روایت کس درجہ کی ہے۔ اور یہ روایت بظاہر معارض ہے روایت دیلمی کی:

ومن قلمھا یوم الاربعاء خرج منہ الوسواس و الخوف دخل فیہ الامن والشفاء [2]۔	جس نے بدھ کے روز ناخن کاٹے اس سے شیطانی وسوسے اور خوف نکل جائیں گے اور اس میں امن اور شفاء داخل ہو جائیں گی(ت)

تو ان دونوں روایتوں میں تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہے اور بدھ کے دن ناخن تراشنا کیسا ہوگا؟ در صورت امتناع حافظ ابن حجر کے قول انہ یستحب کیفما احتاج الیہ (بال کاٹنے مستحب ہیں جس کیفیت (اور نوعیت سے) اس کی ضرورت پڑے۔ ت) کی صحت کی کیا صورت اور در صورت استحباب حافظ کے قول:

ولم یثبت فی کیفیتہ شیئ ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [3]۔	ناخن کترنے کی کیفیت (کہ کس طریقے اور ترتیب سے کترے جائیں) اور کس دن کترے جائیں اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ ثابت اور مروی نہیں۔(ت)

کی صحت کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب:

اصل مسئلہ یہی ہے کہ وہ کیف ماا تفق مستحب و مسنون ہے اور دن کی تعیین یا منع میں کوئی حدیث ثابت نہیں، یوم الاربعاء ممانعت کی حدیث دونوں ضعیف ہیں، اگر روز چہار شنبہ وجوب کا دن آجائے مثلاً انتالیس ۳۹ دن سے نہیں تراشے تھے آج بدھ کو چالیسواں دن ہے اگر آج بھی نہیں تراشتا

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۰۲

[2] الموضوعات لابن الجوزی دار الفکر بیروت ۳/ ۵۳

[3] المقاصد الحسنہ حدیث ۲۷۷ ص ۳۶۲

تو چالیس دن سے زائد ہو جائیں گے اور یہ ناجائز ومکروہ تحریمی ہے **کما فی القنیۃ والھندیۃ وغیرھما** (جیسا کہ قنیہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ت) تو اس پر واجب ہوگا کہ بدھ کے دن تراشے لیکن اگر حالت سعت واختیار کی ہے تو بدھ کے دن نہ تراشنا مناسب کہ جانب خطر کو ترجیح رہتی ہے۔اور حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر حدیث صحیح صحیح بخاری **وقد قیل**[1] (اور بیشک اس بارے میں کہا گیا ہے۔ت) اس کی مؤید ہے۔امام ابن الحاج مکی علیہ الرحمہ نے بدھ کے دن ناخن تراشنے چاہے پھر خیال کیا کہ حدیث میں ممانعت آئی ہے پھر کہا یہ سنت حاضرہ ہے اور حدیث ضعیف،تراش لئے فورا ابتلائے برص ہوگئے۔شب کو زیارت اقدس سے مشرف ہوئے سرکار میں فریاد کی،ارشاد ہوا کیا تمھیں حدیث نہ پہنچی تھی؟ عرض کی حضور میں نے خیال کیا کہ یہ سنت حاضرہ ہے اور حدیث ضعیف،ارشاد ہوا کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے فرمایا ہے۔پھر دست اقدس ان کے بدن پر مس فرمایا کہ فورا اچھے ہوگئے اٹھے تو اچھے تھے،**واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۳۵: از قادر گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

تمام سر کا منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات سیدنا امام علی مرتضی یا حضرت امامین مطہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام ان حضرات نے سر منڈایا ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواز فقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب:

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت تمام سر کے بال رکھنا ہے اور امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی سنت سارا سر منڈانا۔

وقد روی رضی تعالٰی عنہ ان تحت کل شعرۃ جنابۃ[2] **ثم قال من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی**[3]۔	بلا شبہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راویت کی ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے لہٰذا اس وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں۔(ت)

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ ۱/ ۳۳ وجامع الترمذی ابواب الطہارۃ ۱/ ۱۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۳

دونوں صورتیں جائز ہیں آدمی اپنے لئے جس میں مصلحت سمجھے، اور اول اولٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۶: از جونپور محلّہ ملاٹولہ مرسلہ شاہ نظام الحق یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

مردوں کو مثل عورتوں کے لمبے بال کندھے سے نیچے رکھنے جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب:

حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء و المتشبھات من النساء بالرجال، رواہ الائمۃ احمد [1] و البخاری و ابوداؤد والترمذی و ابن ماجۃ عن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	اللہ کی لعنت ان مردوں پر کہ کسی بات میں عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر کہ مردوں سے، (ائمہ حدیث مثلاً امام احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے روایت کیا ہے۔ت)

ایک عورت مردوں کی طرح کمان کندھے پر لگائے جاتی تھی اسے دیکھ کر یہ فرمایا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر [2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت فرمایا۔ت) ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ خود پہنتی ہے فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ کوئی وضع مردانی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۴، صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴، سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰، جامع الترمذی کتاب الآداب باب ماجاء فی المتشبھات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۲

[2] مجمع الزوائد کتاب الادب باب فی المتشبھین الخ دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۰۳۔۱۰۲

رواہ ابوداؤد [1] عن ابن ابی ملکیة عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	اختیار کرے۔ (امام ابوداؤد نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت فرمائی۔ت)

کمان یا جوتا اجزائے بدن نہیں۔ جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ اجزائے بدن ہیں ان میں مشابہت اور کس درجہ سخت تر ہوگی۔ ولہٰذا عورت کو حرام ہے کہ اپنے بال تراشے کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے یونہی مردوں کو حرام ہے کہ اپنے بال عورتوں کی طرح بڑھائیں اور وجہ دونوں جگہ وہی مشابہت ہے کہ حرام و موجب لعنت ہے۔ درمختار میں ہے:

قطعت شعر راسہا اثمت و لعنت و المعنی المؤثر التشبه [2]۔	کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے تو وہ اس کام کی وجہ سے گناہگار ہوگی اور اس پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہوگی اور اس میں معنی موثر "تشبہ" ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای العلة الموثرة فی اثمها التشبه بالرجال فانه لایجوز کالتشبه بالنساء حتی قال فی المجتبٰی یکرہ غزل الرجل علی ھیأة غزل النساء [3] واللہ تعالٰی اعلم۔	عورت کے گناہگار ہونے میں اثر انداز ہونے والی علت مردوں سے مشابہت ہے اس لئے کہ وہ جائز نہیں۔ جیسے مردوں کی عورتوں سے مشابہت درست نہیں۔ یہاں تک کہ "المجتبٰی" میں فرمایا کہ مردوں کا عورتوں کی ہیئت پر سوت کاتنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۷: از موضع سران ڈاکخانہ بشندور تحصیل وضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحیہ دارز کو چار انگل زنخدان سے نیچے رکھ کر کٹانی چاہئے یا قبضہ مع استخوان لحیین رکھ کر کٹائی جائے؟

الجواب:

مسترسل چار انگل چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

[3] ردالمحتار کتاب الحظر ولاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

مسئلہ ۲۳۸: داڑھی کی حد شریعت نے کہاں تک مقرر کی ہے اور اگر کوئی شخص حد مقررہ سے کم رکھے تو کیا وہ منڈانے کے برابر ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

داڑھی کم از کم چار انگل چھوڑنا واجب ہے۔ اور اس سے کم رکھنا جائز نہیں حرام ہونے میں یہ بھی منڈانے کے مثل ہے اگرچہ منڈانا خبیث تر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۹: ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی ایھا العلماء الکرام اندریں مسئلہ کہ مروی وماثور است کہ موئے مرغول سرآن سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بغیر از حلق بستہ کیفیت متکیف بودند یعنی گاہ بگوش وگاہ بدوش وگاہ از گوش فرد وآمدہ ونزدیک بدوش رسیدہ آیا رجل امت اجابت آن تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رانیز لازم است کہ ہمیں جادہ مستقیم رااخذ نمودہ سالک شوند باز وبر تقدیر اول آیا کدام صنف است از اصناف سنن ہدیٰ ست کہ تارکش مستحق لوم و عتاب است یا زائد کہ تارکش لائق ایں امر نبود چنانچہ در رسالہ منار می نویسند وھی **نوعان سنۃ الھدیٰ وتارکھا یستوجب اساءۃ کالجماعۃ و الاذان والزوائد وتارکھا لایستوجب اسائۃ کسیر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی لباسہ وقعودہ**	اے علماء کرام! اللہ تعالٰی تم پر رحمت کے پھول برسائے تمھارا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ مروی اور منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سر مبارک کے (کسی قدر) گھنگریالے مقدس بال منڈائے بغیر، تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے متصف تھے **(۱)** یعنی کبھی کانوں تک **(۲)** کبھی کندھوں تک **(۳)** اور کبھی کانوں سے نیچے لٹکے ہوئے اور کندھوں کے قریب پہنچے ہوئے تھے (اب سوال یہ ہے کہ) کیا تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت اجابت (یعنی امت مسلمہ) کے کسی مسلمان فرد کے لئے بھی یہی لازم اور ضروری ہے کہ وہ اسی ٹھیک طریقہ کو اختیار کرکے اس پر چلے۔ نیز پہلی صورت میں یہ سنن ہدیٰ میں سے کونسی قسم ہے کہ جس کا چھوڑ دینے والا ملامت اور سرزنش کے لائق ہے یا سنت زائدہ ہے کہ جس کا ترک کرنے والا سزا مذکور کے لائق نہیں چنانچہ رسالہ "**منار**" میں لکھتے ہیں سنت کی دو ۲ قسمیں

وقیامه[1] الخ رسالہ شرح نور الانوار قمر الاقمار۔	ہیں (ا) ایک سنت ہدٰی، جس کا تارک مستحق اساءت ہے۔ جیسے نماز باجماعت اور اس کے لئے اذان۔ (۲) دوسری قسم سنت زوائد کہ جس کا تارک اساءت کا سزاوار نہیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک عادات، پہننے، بیٹھنے اور قیام میں الخ ۱۲ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار (از مولانا عبدالحکیم لکھنوی)۔ (ت)

الجواب:

عادت کریمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر تمام سر موئے داشتن است از گوش تا دوش در غیر حج وحجامت ہیچ گاہ حلق ثابت نیست امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم دائما حلق فرمودہ واز ان روکہ زیر ہر مو جنابت ست مباد کہ آب بجائے نرسد و مے فرمود ومن ثم عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی[2] وسنت خلفائے راشدین نیز سنت ست ہر چہ مناسب حال خود مبیند برآں عمل کنند موئے راا کرام باید فی الحدیث من کان له شعر فلیکرمه[3] اگر اکرام تواند و بحد اسراف نرساند موئے داشتن بہتر ست ورنہ در حلق فارغ البال وبرہر چہ ازیں عمل کند مستحق لوم وعتابے نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت عالیہ اپنے پورے سر مبارک پر بال رکھنے کی تھی اور یہ کیفیت کان سے کندھوں تک ہوتی، لہٰذا بغیر حج کبھی سر منڈوانا ثابت نہیں البتہ مومنوں کے امیر حضرت مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم ہمیشہ بال منڈواتے اس وجہ سے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں تک پانی نہ پہنچے، اور فرمایا کرتے یہی وجہ ہے کہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں، اسی وجہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بال رکھنے کا مخالف ہوں، اور خلفائے راشدین کی سنت بھی درجہ سنت رکھتی ہے لہٰذا جو بھی اپنے حال کے مناسب سمجھے وہی روش اختیار کرے، بہر حال بالوں کا احترام کرنا چاہئے، چنانچہ حدیث پاک میں مذکور ہے جس آدمی کے بال ہوں اسے ان کا احترام واکرام کرنا چاہئے لہٰذا اگر عزت وتوقیر کرسکے اور اسے اسراف کی

[1] نور الانوار شرح المنار بحث سنن الھدی والزوائد مطبع علیمی دہلی ص ۱۶۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۳

[3] سنن ابی داؤد کتاب الرجل باب فی اصلاح الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۳۰

حد تک نہ پہنچائے تو پھر بال رکھنے بہتر ہیں ورنہ منڈوا کر فارغ البال ہو جائے لہٰذا ان میں سے جو طریقہ اپنائے (اور اس پر عمل کرے) تو ملامت اور عتاب کا سزاوار نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۰: از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈا یا کترنے والا یا داڑھی چڑھانے والا میلاد شریف پڑھ سکتے ہے یا نہیں اور داڑھی چڑھا کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ان لوگوں سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے، تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[1]۔	اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ لوگوں پر شرعی طور پر اس کی توہین ضروری ہے۔ (ت)

نماز پڑھنا بہرحال فرض ہے اس میں داڑھی چڑھی رکھنا مکروہ ہے۔ کس قدر بیباکی ہے کہ عین حاضری دربار میں صورت مخالف حکم ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۱: از فیروز آباد ضلع آگرہ جامع مسجد مسئولہ جناب محمد ناظم علی صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۹

علمائے دین وفضلائے واثقین ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ داڑھی کتنی نیچی رکھنا چاہئے اور ریش مبارک حضور سرور عالم صلعم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ تعالٰی عنہ نیز باقی اصحابہ کبائر رضوان اللہ تعالٰی عنہم کی کس قدر نیچی تھی؟ جواب سے معہ حوالہ کتب بہت جلد معزز فرمائیے، **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

ایک مشت نیچی رکھنا واجب ہے اور اس کا تارک فاسق۔ فتح القدیر ودرمختار میں ہے:

اما الاخذ منها وهی دون ذٰلک (ای القبضة) کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه[2]۔	داڑھی جب مشت بھر سے کم ہو تو اسے تراشنا اور کترنا جیسا کہ بعض اہل مغرب اور ہیجڑہ صفت مرد کرتے ہیں کسی نے اس کو مباح نہیں کہا۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الدعا منه والحدث فی الصلوٰۃ مکتبہ الکبرٰی مصر ۱/ ۱۳۴

[2] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وامیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی ریش مبارک اوائل سینہ تک تھی۔امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ریش مبارک زیادہ تھی۔ریش تراشی کی مذمت میں ہمارارسالہ **لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحی** شائع ہوچکا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ صلعم یا ص یاء م یا صللم وغیرہارموز لکھنا ممنوع اور سخت بیدولتی ہے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں پہلا شخص جس نے ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا،درود پورا لکھنا لازم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

نوٹ

جلد ۲۲ داڑھی وحلق وقصر وختنہ وحجامت کے بیان پر ختم ہو گئی۔

جلد ۲۳ اِن شاء اللہ نماز وطہارت کے عنوان سے شروع ہو گی۔
